کُلّیاتِ ممنُون

میر نظام الدین ممنون دہلوی

مُرتّبہ

ڈاکٹر صدیقہ ارمان

کلیاتِ ممنون

میر نظام الدین ممنون دہلوی

مرتبہ

ڈاکٹر صدیقہ ارمان

الوقار پبلی کیشنز
۵۰-لوئر مال لاہور

سالِ اشاعت : ۱۹۹۶ء

ناشر : سید وقار معین

سرورق : مبین الرحمٰن

ضخامت : ۴۶۴

طابع : زاہد بشیر پرنٹرز۔ لاہور

قیمت : ۴۳۰ روپے

الوقار پبلی کیشنز
لاہور

انتساب

والدِ مرحوم حاجی بشارت علی خاں آفریدی ارمان اکبر آبادی کے نام

جن کی بے توجہ تربیت نے کوچۂ حرف شناساں میں پہنچادیا

صدیقہ ارمان

مؤلفہ کی دیگر تصانیف

۱۔	سروشِ سدرہ	۱۹۸۶ء	ارمان اکبر آبادی (نعتیہ کلام)
۲۔	صد خلش	۱۹۸۷ء	ارمان اکبر آبادی (غزلیہ کلام)
۳۔	بادۂ امروز	۱۹۹۰ء	ارمان اکبر آبادی (نظمیہ کلام)

زیرِ تکمیل

سرسید تحریک کا ردِ عمل

ترتیب

قصائد

مثنویات

مراثی

غزلیات

خ

د

ذ

ر

ز

ق

ک

ل

م

ن

مخمس

قطعات

رباعیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈاکٹر جمیل جالبی
سابق شیخ الجامعہ ،
جامعہ کراچی
سابق صدر نشین ،
مقتدرہ قومی زبان ، اسلام آباد

پیش لفظ

میر نظام الدین ممنون (وفات ۱۲۷۰ ھ) اپنے دور کے پرگو ، مشاق و قادر الکلام شاعر تھے اور اردو شاعری کی اس بڑی روایت کے علمبردار تھے جو ولی دکنی سے شروع ہوکر حاتم سے ہوتی ہوئی محمد ابراہیم ذوق تک پہنچتی ہے ۔ ممنون کے دور میں شاعری اس تہذیب کی مقبول عام سرگرمی تھی اور اردو وہ واحد زبان تھی جو سارے برصغیر میں عام طور پر اور شمالی ہند و دکن میں خاص طور پر بولی اور سمجھی جاتی تھی ۔ یہ بادشاہوں اور طبقہ ، خواص کی زبان بھی تھی اور عوام و رعیت کی بھی زبان تھی ۔ اس زبان میں بادشاہ بھی شاعری کرتے تھے اور دوسرے طبقات کے عام آدمی بھی ۔ مشاعرے اس تہذیب و معاشرت کی جان اور ابلاغ کا موثر ذریعہ تھے ۔ بات بات میں اشعار کا حوالہ طرز اظہار میں موتی پروتا تھا ۔ شاعر اس دور میں ، تہذیبی و معاشرتی سطح پر ، ایک بلند تر مقام کا حامل تھا اور اسے حد درجہ عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا ۔ بادشاہ وقت شاہ عالم ثانی آفتاب بھی شاعر تھے اور ان کے بیٹے اکبر شاہ ثانی شعاع بھی اور ان کے بیٹے بہادر شاہ ظفر بھی شاعر تھے ۔ میر نظام الدین ممنون شاہ عالم ثانی آفتاب کی محفلوں میں بھی شریک ہوئے ۔ اکبر شاہ ثانی شعاع ان سے مشورہ سخن کرتے تھے ۔ " مجموعہ نغز " میں ممنون کے معتبر معاصر ، شاعر اور تذکرہ نگار حکیم قدرت اللہ قاسم نے لکھا ہے :

" جوانے است شیریں سخن ، واقف اکثر اصول ایں فن ۔ سلیس گفتار ، فصیح زبان ، نیکی کردار ، عذوبت بیان ۔ در سلک شعرائے پائے سریر خاقانی انتظام و بقدر شناسی و دیدہ وری حضرت ظل سبحانی بخطاب مستطاب فخر الشعرائے عز و احترام داشت ۔ طبع مشکل پسند ۔ بادشاہی بدیہہ ہم از و سرنجام می یافت ۔ حسب الحکم ارفع اعلیٰ قصہ برشتہ ، نظم کشیدہ و بدرجہ قبول خاطر ظل الٰہی رسیدہ فیض سخن از پدر والا قدر خود ربودہ ۔ از چندے استعفائے خدمت حضور فیض گنجور نمودہ ملخص " ۔ (ص ۲۱۲ ، حصہ دوم ، مرتبہ حافظ محمود شیرانی ، لاہور ۱۹۳۳ ء) ۔

قدرت اللہ قاسم نے ممنون کی شیریں سخنی اور طبع کی مشکل پسندی کے ساتھ زبان کی فصاحت اور فن شاعری سے واقفیت کی تعریف کی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ وہ اپنے والد میر قمر الدین منت کے شاگرد تھے اور بادشاہ وقت نے انہیں " فخر الشعراء " کا خطاب بھی دیا تھا ۔

حیرت کی بات ہے کہ اپنے دور کے اتنے اہم و معتبر شاعر کا کلیات اب تک شائع نہیں ہوا ۔ یہ ضرور ہے کہ ڈاکٹر منشاء الرحمن خان منشا نے ممنون پر اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا تھا اور محمد اکبر الدین صدیقی مرحوم نے کلیات ممنون کے نام سے ایک جلد شائع کی تھی جو صرف قصائد پر مشتمل تھی ۔ اس کے بعد پھر یہ سلسلہ منقطع ہوگیا ۔ باقی کلام اب تک شائع نہیں ہوا ۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ اب یہ کام جامعہ کراچی کے شعبہ ، اردو کی استاد ڈاکٹر صدیقہ ارمان کے ہاتھوں تکمیل کو پہنچا ہے ۔ جن لوگوں نے ممنون کا کلام پڑھا ہے وہ جانتے ہیں کہ کلیات ممنون مرتب کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے ۔ متن کی صحت کے ساتھ تیاری جان جوکھوں کا کام ہے ۔ ڈاکٹر صدیقہ ارمان نے پتا مار کر اس کام کو بڑی جاں کاہی سے کیا ہے ۔ اگر کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں تو آنے والے اس کام کو پورا کرلیں گے ۔

ڈاکٹر صدیقہ ارمان نے نسخہ ۔ لندن کو بنیاد بنا کر اور [illegible] نسخہ ۔ بھوپال وغیرہ سے مقابلہ کرکے کلیات ممنون کا متن مرتب کیا ہے ۔ [illegible] کے حوالے سے ، ممنون کا کم و بیش سارا کلام آگیا ہے ۔ صدیقہ ارمان کا جب یہ کام سامنے آئے گا تو [illegible] حیثیت اجاگر ہوگی اور پتا چلے گا کہ ممنون نے اردو شاعری کی روایت کو آگے بڑھانے میں کیا خدمات انجام دی ہیں ۔

افسوس کا مقام ہے کہ اردو زبان کے اہم اور بڑے شعراء کے دواوین و کلیات اب تک مرتب و شائع نہیں ہوئے ہیں اور تاریخ ادب اردو کا مطالعہ کرنے والے ان شعراء کی تحقیقی اہمیت سے ناواقف ہیں ۔ اگر ہماری جامعات کے اردو شعبے مل کر ایک پروگرام مرتب کریں اور ایم فل کی سطح کے لیے صف دوم کے شعراء کے دواوین / کلیات اور پی ایچ ڈی کی سطح کے لیے صف اول کے شعراء کے دواوین / کلیات ، جدید اصول تحقیق کے مطابق ، اپنے تحقیق کرنے والے طلبہ سے مرتب و تیار کرادیں تو نہ صرف آیندہ دس سال میں یہ خلا پر ہوجائے گا بلکہ شعبہ ۔ اردو کے اساتذہ کی یہ ایسی عظیم خدمت ہوگی جو تاریخ میں یاد رکھی جائے گی ۔ میں اس دیوان کی ترتیب و اشاعت پر جامعہ کراچی کو ، شعبہ ۔ اردو اور ڈاکٹر صدیقہ ارمان کو مبارک باد دیتا ہوں ۔ مجھے امید ہے کہ یہ سلسلہ اب جاری رہے گا ۔

خرابہ ۔ کراچی : ۲۷ نومبر ۱۹۹۵ء

ڈاکٹر جمیل جالبی

پروفیسر ڈاکٹر یونس حسنی
سابق صدر، شعبہ اردو جامعہ کراچی

پیش لفظ

ڈاکٹر صدیقہ ارمان، شعبہ اردو، جامعہ کراچی میں استاد ہیں۔ وہ اچھی استاد اور محنتی خاتون ہیں۔ انہوں نے نظام الدین ممنون۔ حیات اور شاعری پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی سند ۱۹۷۵ء میں حاصل کی تھی اس کے بعد بھی وہ علمی و ادبی کاموں میں مصروف رہیں۔ سروش سدرہ، صد خلقش اور بادۂ امروز کے نام سے بشارت علی خاں آفریدی اکبر آبادی کے مجموعے مرتب کرکے شائع کیے۔ اب انہوں نے کلیات ممنون مرتب کی ہے۔ انہوں نے انڈیا آفس، آصفیہ، دہلی، کلکتہ اور بھوپال کے معلوم نسخوں تک رسائی حاصل کی البتہ پٹیالہ کا نسخہ ان کی دسترس میں نہیں رہا۔ انہوں نے بنیاد انڈیا آفس کے نسخے کو بنایا ہے کیونکہ یہ دوسرے نسخوں کے مقابلہ میں مکمل اور تاریخی اعتبار سے متاخر اور کتابت کے اعتبار سے بہتر ہے۔ متن کے اس نسخے سے اختلاف کی صورتوں کی وضاحت حواشی میں کردی گئی ہے۔

ترتیب و تدوین کا کام بڑا جان لیوا ہوتا ہے۔ اور اس میں قرات کی غلطیوں کا بڑا امکان رہتا ہے۔ دو سو سال قبل کی انشا، املا اور زبان کی قرات جس قدر دشوار ہے اس سے وہی لوگ آشنا ہیں جو اس اوگھٹ گھاٹی سے گزر چکے ہوں۔ ڈاکٹر صدیقہ کی تمام لگن اور ساری محنت کے باوجود اس کا امکان موجود ہے کہ قرات کی غلطیاں اس کلیات میں موجود ہوں۔ لیکن اس سے ان کی محنت اور دیدہ ریزی پر حرف نہیں آتا۔ یہ کلیات آئندہ کے کام کرنے والوں کے لیے مہمیز کا کام دے گا۔

ڈاکٹر صدیقہ ارمان چونکہ ممنون پر پہلے تحقیقی کام کرچکی ہیں اور ممنون کا تفصیلی مطالعہ کرچکی ہیں اس لیے ان کے کلیات کی ترتیب و تدوین ایک طرح انہیں کے کرنے کا کام تھا۔ اسی لیے انہوں نے مقابلتاً ایک مختصر مقدمہ لکھا ہے کیونکہ بیشتر کہنے والی باتیں وہ اپنے مقالے میں کہہ چکی ہیں اور اس کا بڑا حصہ سہ ماہی اردو جولائی تا ستمبر ۱۹۷۸ء اور جولائی تا ستمبر ۱۹۷۹ء میں شائع ہوچکا ہے اس لیے انہوں نے کہی ہوئی چیزوں کی تکرار کو مناسب نہ جانا۔

اب تک کلیات ممنون کا مرتب نہ کیا جانا تحقیق کی طرف سے ہماری لاپروائی کا مظہر ہے۔ ڈاکٹر صدیقہ نے اس کام کی طرف توجہ دے کرایک اہم تحقیقی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ میں نے کہیں پڑھا تھا کہ اول درجے کی چیزوں کے انتظار میں دوسرے درجے کی چیزوں سے ہاتھ دھو بیٹھنا مناسب رویہ نہیں ہے۔ یہ ایک دل لگتا اصول ہے اگر ڈاکٹر صدیقہ صاحبہ اس کلیات کو بہتر سے بہتر بنانے کے انتظار میں رہتیں تو شاید ہم اس کام سے بھی محروم رہتے۔ اس لیے انہوں نے اس بھاری پتھر کو اٹھا ہی لیا ہے۔ اب یہ اہل نظر کے سامنے ہے اور وہ اس کے حسن و قبح کی نشان دہی کے مجاز ہیں۔

ممنون اردو ادب کے دور قدیم کے اہم شعراء میں شامل ہیں۔ وہ اپنے وقت کے مزاج و مذاق کے اعتبار سے شعرگوئی میں بلند مقام کے حامل تھے تو دوسری طرف انہوں نے آنے والی نسلوں کو بھی متاثر کیا ہے۔ غزل، قصیدہ، مراثی، رباعی، مستزاد، مخمس، مسدس، رباعی اور واسوخت غرض ہر قابل ذکر صنف میں انہوں نے طبع آزمائی کی ہے اور ان اصناف کے معیار متعین کرنے والوں میں

ان کا نام بھی شامل ہے ۔ قدیم تذکرہ نگاروں نے ان کا ذکر احترام و عقیدت کے ساتھ کیا ہے [illegible]
اضافات کا اعتراف کیا ہے ۔ ایک ایسے بڑے اور اچھے شاعر کے کلیات کا شائع نہ ہونا ایک بڑی [illegible]
ہے ۔

امید ہے کہ ادبی حلقوں میں اس کی مناسب پذیرائی ہوگی۔

یونس حسنی
پروفیسر، شعبہ اردو
جامعہ کراچی

حرفِ آغاز

اپنے خیالات کا اظہار مناسب الفاظ میں کچھ اتنا پیچیدہ مسئلہ نہیں لگتا کیونکہ مفہوم کی بھرپور ادائیگی کے لئے مصنف کو متبادل الفاظ ڈھونڈنے میں کچھ زیادہ دشواری نہیں ہوتی۔ بسا اوقات تو موضوع ادائیگیِ مفہوم کے لئے خود ہی مناسب لفظ پیش کر دیتا ہے۔

لیکن دوسروں کے خیال کو انہی کے الفاظ میں بجنسہٖ رقم کرنا ایک مشکل تر عمل ہے بالخصوص دو ڈیڑھ سو سال پرانی زبان کو حرفاً حرفاً درست کاغذ پر منتقل کرنا ایک عجیب ذہنی ورزش ہے۔ ناقابلِ فہم الفاظ کو قابلِ فہم بنانے کے مرحلہ پر ذہن اپنے کارخانے سے موزوں لفظ پیش کرنا چاہتا ہے تاکہ قیل و قال کی کشمکش سے نجات ملے اسی لمحہ تحت الشعور آگاہ کرتا ہے کہ اپنے لفظوں کی یہاں گنجائش نہیں بلکہ بوسیدہ کاغذ پر پھیلے ہوئے کٹے پھٹے اور مٹے ہوئے (بہت سے متروک بھی) الفاظ کو ہی قابلِ فہم بنانا ہے تاکہ کلام موزوں بے معنی نہ ہونے پائے۔ اس تگ و دو میں ایسے مرحلے بھی آئے ہیں کہ لفظ کی درست قرات میں کئی کئی گھنٹے صرف ہو جاتے ہیں۔

اپنے عہد کے پس منظر میں کلامِ ممنون تعقید کے تکلف سے آراستہ ہے۔ آج کی روانیٔ زبان ایسے تکلفات کی متحمل ہونا نہیں چاہتی چنانچہ اس کے لئے اعراب لگانا ضروری سمجھا گیا۔ کمپیوٹر میں ابھی زیر (ـِ) زبر (ـَ) کا اہتمام نہیں لہذا پروف ریڈنگ کی بار بار کی مشق میں اعراب لگائے گئے تاکہ قاری کو قباحت سے بچایا جا سکے۔

مختلف نسخوں کے تقابلی جائزے سے کلام کی اس طرح صورت پذیری کی کوشش کی ہے جو ان کے عصری پس منظر کے حوالے سے درست ہو سکتی تھی۔ ممنون کا دور روایت و درایت کے اعتبار سے اہم زمانہ تھا۔ میرؔ کی سبک روی اور غالبؔ کی انقلاب آگیں فکر نے پورے عہد کو اپنے محیط میں لے لیا تھا۔ زبان و بیان کی نزاکتوں کا اہتمام اس دور کا خاصہ تھا۔ ممنون نے اس دور سے کیا اخذ کیا اور کیا کچھ دیا اس حقیقت کا اظہار کلیات کی مکمل صورت سے ہی ہو سکتا ہے۔ غزل۔ قصیدہ۔ مثنوی۔ مراثی۔ قطعات اور رباعیات تمام اصنافِ سخن کے مجموعی تاثرات سے مقامِ شاعر کے تعین میں بھی مدد مل سکتی ہے۔

تدوین میں اسی ترتیب کو قائم رکھا ہے جو خود شاعر کی تھی۔ سب سے اول قصائد۔ پھر مثنویات۔ مراثی و غزلیات اور پھر دیگر اصنافِ سخن۔ اسی طرح ہر صنف کے اشعار کی ترتیب بھی وہی رکھی ہے جو نسخہ لندن میں تھی۔

کتاب کے نوک پلک کے حوالے سے صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ نقص و خطا بشریت کی دلیل ہے لیکن میں نے اپنی تمام تر مساعی کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کی تدوین اس شعوری احساس کے ساتھ کی ہے کہ کلامِ شاعر بدست شاعر مدون نہ ہونے کی شکایت نہ رہے۔

میں محترمی ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب کی بے حد ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے نہ صرف اپنے گرانقدر خیالات سے نوازا بلکہ آپ وساطت سے ہی محترمی ڈاکٹر گوہر نوشاہی صاحب نے مخطوطہ بینی کے بہت سے رموز بتائے اور بغور مطالعہ کے بعد بعض اغلاط کی نشاندہی بھی کی۔ محترمی پروفیسر ڈاکٹر یونس حسنی صاحب کا شکریہ بھی واجب ہے کہ کتاب کے بارے میں اپنے وقیع خیالات کا اظہار کیا۔

محترمی شمیم احمد صاحب مرحوم (شعبہ اردو جامعہ کراچی) اور محترمہ ڈاکٹر روشن آرا صاحبہ (استاد شعبہ فارسی) کی مشکور ہوں کہ درست قرات کے سلسلہ میں معاونت فرمائی۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل صاحب (استاد شعبہ اردو جامعہ کراچی) کی بھی شکر گذار ہوں کہ مفید مشوروں سے نوازا۔

صدیقہ ارمان

۲۱ دسمبر ۱۹۹۵ء

مقدمہ

فکر و معنی، ہیئت و صورت اور الفاظ کے مناسب در و بست کے مجموعی تاثرات کا نام اگر شاعری ہے تو کلام ممنون شاعری کے اس مقام پر ہے جہاں اپنی شناخت خود بن سکے۔ اسلوب اور لہجہ کے اعتبار سے اپنے معاصرین میں خود کو نمایاں اور ممتاز کرنے کی صلاحیت بھی ان کے کلام میں موجود ہے۔

مرتبہ کے لحاظ سے سب شاعر یکساں حیثیت نہیں رکھتے لیکن تاریخ کے ادوار میں ہر ایک کی اپنی ایک علیحدہ حیثیت و مقام ہے کیونکہ ارتقائے زبان و بیان میں ان کی تخلیقات اپنا کام تدریجی عمل کے طور پر کر رہی ہیں جو فصل زمانی سے ماورا ہو کر ہر لمحہ ایک نیا نقش قائم کرتا جا رہا ہے۔

مختلف ادوار کے ترجیحی رویوں کو سمجھنے کے لئے اس سے بہتر پیمانہ نہیں کہ ہر زمانے کے معروف و نامور شعراء کا کلام سامنے ہو۔ یہی ضرورت میر و غالب سے لے کر رنگین جیسے شعراء تک کے کلام کو سامنے لاتی ہے۔ نظیرؔ دردؔ میرؔ سوداؔ غالبؔ مومنؔ اور انیسؔ وہ روشن نام ہیں جو نہ صرف اپنے عہد کے لئے بلکہ زبان کے مستقبل کے لئے بھی کشادگی و وسعت کی ضمانت بن جاتے ہیں۔ لیکن ذوقؔ مصحفیؔ جراتؔ۔ انشاؔ شاہ نصیرؔ احسانؔ منت اور تسکین وغیرہم بھی نہ صرف تہذیبی ثقافتی تمدنی اور ادبی روایات کا تسلسل قائم رکھے ہوئے ہیں بلکہ ذخیرہ ادب کی آبیاری کا فریضہ بھی انجام دے رہے ہیں۔

ممنون شعراء کے اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جنہوں نے روایت کو بحسن و خوبی زمانہ آئندہ کے حوالے کیا اور اس کے ساتھ ہی موصوف نے جدت و تنوع کے بھی کئی رخ پیش کئے۔ کئی تذکرہ نگاروں نے ان کی اس خوبی کی طرف اشارے کئے ہیں۔ مثلاً نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ لکھتے ہیں۔

"طرز گفتارش خیلے دلچسپ و دل نشین است و ملاحت کلامش بنہایت عذب و شیریں۔ در بستن مضامین بیگانہ یگانہ است و فکر صحیح صایب از غلطش استادانہ"۔[1]

سعادت خاں ناصر کی رائے ہے کہ :-

"متلاشی سخن نو جویائے تازہ مضمون۔ شاعر یگانہ میر نظام الدین ممنون ۰۰۰۰ پایہ شاعری میں اپنے معاصرین سے برابر بلکہ برتر"۔[2]

"کلیات ممنون" میں تقریباً تمام اصناف مروجہ موجود ہیں۔ ترتیب اس طرح ہے:

۱۔ قصائد ۳۲
۲۔ مثنویات ۱۰
۳۔ مراثی ۳
۴۔ غزلیات ۴۸۴
۵۔ مستزاد ۱
۶۔ واسوخت ۱
۷۔ مخمسات ۱۹
۸۔ قطعات ۴۰۹
۹۔ رباعیات ۵۵

۱۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ۔ "گلشن بیخار"۔ لاہور ۱۹۷۳ء۔ ص ۱۱۷۔
۲۔ سعادت خاں ناصر۔ "خوش معرکہ زیبا"۔ مرتبہ مشفق خواجہ۔ لاہور۔ ۱۹۷۰ء ص ۱۶۶۔

یہ تمام اصناف مل کر اپنے عہد کی دستاویز بن جاتی ہیں جس کو منظر عام پر لانا ایک تہذیبی و ثقافتی ضرورت کے زمرے میں آتا ہے۔

ممنون نے طویل عمر پائی۔ ولادت لگ بھگ ۱۱۸۲ھ م ۹-۱۷۶۸ء۔ وفات ۱۲۶۰ھ م ۵-۱۸۴۴ء[1] جائے ولادت وفات دہلی[2]۔ کسب فنون اپنے والد سے کیا۔ اصلاح شعر بھی انہی سے لی۔

ممنون اک جہاں کو ہے اپنے سخن سے فیض
منت کی تربیت سے ہوئے فیضیاب ہم

شاہ عالم ثانی نے ممنون کو ۱۲۱۸ھ میں فخرالشعراء کا خطاب دیا[3]۔ محمد اکبر شاہ ثانی ممنون کے شاگرد تھے۔ ۱۸۱۸ء سے ۱۸۲۲ء تک ممنون اجمیر میں صدر الصدور کے عہدے پر رہے[4] باقی عمر دہلی و لکھنؤ میں بسر کی ہے[5]

ان کے والد میر قمرالدین منت خود بڑے شاعر تھے۔ بڑے بھائی شمس الدین اور چھوٹے بھائی میر صادق علی صفدری، میر باقر علی جعفری، مرزا علی رضا سرور سب شاعر تھے۔ تینوں چھوٹے بھائیوں نے ممنون سے اصلاح لی۔

ایک بیٹے کی تاریخ وفات ملتی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا انتقال کم سنی میں ہو گیا تھا۔ ممنون کی والدہ کا نام رضیہ تھا۔ ایک قطعہ میں ان کی تاریخ وفات لکھی ہے۔ حالی نے ان کے داماد اور بھتیجے سید جعفر علی کا ذکر کیا ہے۔

"ایک بزرگ سید جعفر علی مرحوم، جو میر ممنون دہلوی کے بھتیجے اور نیز داماد تھے، فارسی لٹریچر، تاریخ اور طب میں ید طولی رکھتے تھے۔ ان سے دو چار فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں اور ان کی صحبت میں فارسی لٹریچر سے ایک طرح کی مناسبت پیدا ہو گئی۔"[6]

ایک قطعہ میں اپنی نواسی کی تاریخ ولادت بیان کی ہے۔

مریم آں نور چشم فرزندم
بسعادت منیر شد پیدا

دوسرا قطعہ بھی اسی نواسی کی پیدائش سے متعلق ہے۔

تحب اور رشید ممنون کے بھتیجے تھے یہ دونوں حضرات بھی شاعر تھے۔ قادر بخش صابر "گلستان سخن" میں اور عبدالغفور نساخ نے "سخن شعراء" میں بحیثیت شاعران دونوں کا ذکر کیا ہے۔ اس طرح ممنون کے دادا، والد، تینوں بھائی، داماد اور بھتیجے سب کا شاعر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ بحوالہ "گلدستہ نازنیناں" مولوی کریم الدین۔ مطبع سلطانی۔ دہلی ۱۲۶۱ھ۔

۲۔ بحوالہ "گلدستہ نازنیناں" مولوی کریم الدین، سخن شعراء۔ عبدالغفور نساخ وغیرہم۔

۳۔ بحوالہ دیوان ممنون مخدومہ مولانا آزاد سنٹرل لائبریری، بھوپال۔

۴۔ بحوالہ علم و عمل (وقائع عبدالقادر خان) جلد اول، کراچی ۱۹۶۰ء۔

۵۔ وقائع راجپوتانہ۔ جلد اول ۱۱۹۵ھ۔ مطبع عام آگرہ بابو جوالا سہائے۔

۶۔ حالی (الطاف حسین) مقالات حالی حصہ اول، انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی۔ ص ۳۶۳۔ ۱۹۵۷ء۔

تلامذہ

ممنون کے پینتیس چھتیس تلامذہ میں بہت سے ایسے بھی ہیں جو صاحب تصنیف تھے اور بعض صاحب دیوان شاعر ہیں۔ مثلاً مظہر علی خاں ولا، میر روشن علی فروغ اور مفتی صدر الدین آزردہ خود صاحب تصنیف تھے۔ چونکہ ممنون نے دہلی و لکھنؤ دونوں شہروں میں زندگی کا بیشتر حصہ گذارا اس لئے ہر دو شہروں سے ان کے شاگردوں کا تعلق ہے۔

۱۔	اشکی	غلام محی الدین مرزا دہلوی شاہ عالم کے نواسے
۲۔	آشوب	امداد علی خاں، مولود و مسکن دہلی
۳۔	انیس	نوازش خاں دہلوی
۴۔	بشیر	میر بشارت علی۔ مولد و مسکن دہلی
۵۔	بیتاب	خداوردی خاں۔ سعادت یار خاں رنگین کے چھوٹے بھائی تھے۔
۶۔	تسکین	میر سعادت علی
۷۔	جعفری	میر باقر علی دہلوی ممنون کا چھوٹا بھائی
۸۔	جنون	محمد فخر الاسلام۔ دہلوی
۹۔	جنون	شاہ غلام مرتضیٰ۔ الہ آبادی
۱۰۔	درویش	شاہ علی دہلوی
۱۱۔	رضا	میر احسن عرف مرزا جیون دہلوی
۱۲۔	رغبت	میر ابو المعانی۔ لکھنوی
۱۳۔	سیادت	میر مجاہد الدین لکھنوی
۱۴۔	شرافت	مرزا اشرف علی لکھنوی
۱۵۔	شعاع	اکبر شاہ ثانی
۱۶۔	شہرت	مرزا حاجی دہلوی
۱۷۔	صادق	شیخ محمد صادق
۱۸۔	صابر	قادر بخش صابر، صاحب گلستان سخن
۱۹۔	صفدری	میر صادق علی دہلوی ممنون کا چھوٹا بھائی
۲۰۔	علی	علی جان دہلوی
۲۱۔	غیور	سید مہر اللہ خاں
۲۲۔	فدا	فدا حسین خاں لکھنوی
۲۳۔	فدا	نواب ضیاء الدولہ۔ حسین خاں عرف آقا مرزا کے بیٹے
۲۴۔	فروغ	روشن علی خاں دہلوی
۲۵۔	فگار	میر حسین دہلوی
۲۶۔	مرہون	مرزا علی رضا دہلوی
۲۷۔	مضطرب	محمد حاجی دہلوی
۲۸۔	مظفر	سید مظفر علی دہلوی
۲۹۔	مضطر	شیخ حسن علی لکھنوی

۳۰-	مفتون	موتی رام پنڈت کشمیری
۳۱-	مفتون	شیخ عبدالرحیم لکھنوی
۳۲-	مہجور	محمد صدر الدین بعد میں آزردہ تخلص اختیار کیا۔ کشمیری تھے لیکن دہلی میں عمر بسر کی۔
۳۳-	نجم	محمد رضا خاں لکھنوی (صاحب دیوان)
۳۴-	ولا	مظہر علی خاں دہلوی
۳۵-	یاور	میر امام الدین

غزل مزاج کے اعتبار سے بڑی نازک صنف سخن ہے۔ اسلوب و آہنگ اور ہیئت و مواد کی بیگانگی اس کے سراپا میں ناہمواری کا سبب بن سکتی ہے۔ معنوی، ہیئتی اور فکری ارتباط یہاں لازمی ہے۔

میر ممنوں نے لفظوں کی منفرد صوتی خصوصیات کا پیمانہ اختیار اتنا وسیع کیا کہ "الف" کی ردیف سے لے کر ("پ" کے علاوہ) "یے" تک ہر حرف کی ردیف میں کئی کئی غزلیں کہی ہیں۔ ("الف" کی ردیف میں ۱۳۲ اور "ی" کی ردیف میں ۱۰۳ غزلیں ہیں) یہ زود گوئی فنی پختگی، ذخیرہ الفاظ پر قدرت اور علوم متداولہ پر دسترس کی دلیل ہے۔

میر نظام الدین نے اظہار بیان میں وسعت کی کوشش کرکے کئی نئی راہیں کشادہ کیں۔ انسانی تجربات اور نفسیاتی کوائف کو انہوں نے جس خوبی سے پیش کیا ہے وہ ان کے عہد میں کمیاب تھا۔ ان کے اس قسم کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ غالب کے انقلابی رویہ کو ان کے پیشرووں کے اجتہاد میں دیکھا جائے تو فکر انگیز نتائج سامنے آسکتے ہیں۔ مثلاً

الہٰی وہ جو وعدے تھے، وفا کس طرح سے ہوں گے
نہ واں خو یاد آنے کی، نہ یاں شیوہ تقاضا کا
(ممنون)

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے، ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر بن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو
(غالب)

کیا کیا خیال تھے کہ کبھی گے دوچار ہو
دیکھا اسے تو وا نہ لب گفتگو ہوا
(ممنون)

مرے دل میں ہے غالب شوق وصل و شکوہ ہجراں
خدا وہ دن کرے، اس سے جو میں یہ بھی کہوں، وہ بھی
(غالب)

دل میں کیا کیا ہوسِ عرضِ تمنا تھی رہے
تیری چتون کا وہ ڈھب مانعِ تقریر رہا
(ممنون)

اُدھر وہ بدگمانی ہے ، اِدھر یہ ناتوانی ہے
نہ پوچھا جائے ہے اس سے ، نہ بولا جائے ہے مجھ سے
(غالب)

ہائے رے بے کسیِ دامن و بے یاریِ جیب
کہ مرا دستِ جنوں - بستۂ زنجیر رہا
(ممنون)

بے کاریِ جنوں کو ہے سر پیٹنے کا شغل
جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی
(غالب)

یاں ذوقِ زخمِ خنجرِ قاتل نہیں رہا
دل چاہیے تڑپنے کو اور دل نہیں رہا
(ممنون)

عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا
(غالب)

کرنے نہ پائے نیم تبسم کہ بس چلے
جوں غنچہ رنگِ گلشنِ ہستی پہ ہنس چلے
(ممنون)

کچھ تو دے اے فلک نا انصاف
آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی
(غالب)

اسی طرح میر اور ممنون کے کلام کی ہم آہنگی بھی بڑی معنی خیز ہے

تجھے ، نقشِ ہستی مٹایا تو دیکھا
جو پردہ تھا حائل ، اٹھایا تو دیکھا
(ممنون)

ہستی اپنی ہے بیچ میں پردہ
ہم نہ ہوویں تو پھر حجاب کہاں
(میر)

جوں حباب ایک نفس ہے یہ طلسم عشرت
اس میں گہ شیشہ بنایا ، گہے ساغر توڑا
(ممنون)

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے
(میر)

بجلی سی ایک بزم میں کچھ کوندنے لگی
کس منھ سے اٹھ گیا ہے یہ گوشہ نقاب کا
(ممنون)

وہ آئے بزم میں اتنا تو میر نے دیکھا
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی
(میر)

کلام میں معیار بندی کے فقدان پر تنقید بھی اسی آواز کی مرہونِ منت ہے

سخن سنجی کا رتبہ دور ہے اب تو زمانے سے
تخلص سرو کا ، اک مصرعِ مہمل پہ موزوں ہے

ہے مجمعِ اہلِ سخن ، بسم اللہ اے اربابِ فن
سب نکتہ پیرا ایک سو ، ممنون تنہا اک طرف

غزل میں ایک شعرِ سست بھی بہتر نہیں ممنوں
خذف پا رہ بھلا ، جوں سلکِ گوہر میں نہیں لگتا

قصرِ معنی پر ہوں ممنوں طرفہ نازک کاریاں
ریختہ کچھ یہ نہیں ، رکھ دیجیے پتھر چار پانچ

یہاں "پتھر" کا قافیہ اور "چار پانچ" کی ردیف تو روایتی حقیقت ہے لیکن شاعر کا ذہن نازک طرفہ کاریوں کی طرف گامزن ہے۔

ممنون کے دور تک تذکروں میں چند جملوں کی تعریف و توصیف [illegible]
ذاتی پسند و ناپسند پر منحصر تھی۔ تنقیدی معیار کے اس کمیاب دور میں یہ آواز غیر معمولی [illegible]

شکوہِ لفظ اور معنی ، ریختہ میں شرط ہے ممنوں
جو ہو وے اس سے خالی ، بھولنا ہے ، لعبِ طفلاں ہے

گریزی الفاظ نہ آساں ہے ممنونؔ
خوں نوشیِ پنہاں سے یہ رنگینی سخنی تھی

ممنوں کا عہد صرفی و نحوی اعتبار سے ایک اہم دور ہے۔ شمالی ہند میں ولی کی آمد کے بعد زبان اردو نے اپنے خدوخال متعین کرنا شروع کر دیے تھے۔ لیکن ولی اور ان کے متبعین کی زبان اس زبان سے خاصی مختلف ہے جو میر و مرزا کے دور کی زبان ہے۔ خود ولی کے یہاں دو الگ الگ صورتیں ہیں ان کے کلام کا ایک حصہ ایسا ہے جو اردو کے ارتقاء میں ایک قدم آگے بڑھتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

چنانچہ اس دور میں بہت سے ایسے الفاظ شاملِ زبان رہے جو بعد کے ادوار میں متروک قرار پائے گئے اور بہت سی ایسی چیزیں زبان میں شامل رہیں جو صرف و نحو کے کسی اصول سے مطابقت نہیں رکھتیں۔

مثلاً حرف رابطہ کو ترک کرنا عام سی بات تھی اس کی مثالیں میر و مرزا کے دور تک ملتی ہیں۔ ممنون کے یہاں بھی یہی سب کچھ ہے۔

ممنون ہر اک پاس ہو ، دل بیچتے پھرتے
سودا کا تمہارے مجھے حاصل نہیں معلوم

ایک صورت مضارع کی یائے مجہول کے اضافے کے ساتھ ملتی ہے۔ مثلاً آمیاں، کھامیاں، جامیاں، لامیاں وغیرہ۔

اسی طرح آوے، جاوے، لے وے، دے دے، کھاوے وغیرہ۔

تلک، ڈھانک، بھوبٹ، گزار، (بمعنی گزر) بھی ان کے یہاں ملتے ہیں۔

ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جہاں مذکر اور مونث فعل کی تفریق قائم نہیں رکھی گئی مثلاً :-

اظہار کی۔ زہر پی۔ رکھا فغاں۔ جمع اور واحد بھی خلط ملط ملتے ہیں۔ گفتگوئیں۔ پروائیں۔ دے تھیں۔ آئیں تھیں۔ دل کریں ہدف تھیں۔

ترکی رسم الخط کی طرح اعراب بالحروف کا طریقہ عام تھا چنانچہ ممنون کے یہاں بھی ایسے الفاظ ملتے ہیں مثلاً :-

اوس۔ اودھر۔ اولٹ۔ اوتری۔ اوٹھا۔ کوڈھب۔ توڑایا۔ خوری۔ ایدھر۔ اوترا۔ عیوض وغیرہ۔

ہائے مخلوط (ھ) کو ہائے مختفی سے لکھا گیا ہے جیسے :-

تڑپہہ ۔ کبل (کمل) باندہ ۔ کہانا ۔ ہونٹہ ۔ جبکی (جھکی) ڈھونڈہا ۔

ہائے مخلوط کے بغیر کی مثالیں بھی ہیں ۔

ڈاریں (دھاڑیں) ۔ یاں (یہاں) سوجی (سوجھی) ۔ بات ۔ تج ۔ نج ۔ واں ۔

دو دو اور تین تین الفاظ ملا کر لکھنے کی روایت بھی بہت ہے جیسے آجشب ۔ کلشب ۔ کیساتھ ۔ ولیعہد ۔ خوشخو ۔ نکچھ ۔ صاحبدلاں ۔ غزانکا ۔ بجگہ ۔

مصوتوں کو انفیانے کا بھی رواج عام تھا ۔ پوچھنا ۔ سونچنا ۔ بونٹے ۔ آن کر ۔ ہوئیں ہیں ۔ تڑپیں ہیں ۔ ڈھانکنا ۔ کانٹنا ۔ کھائیں ہیں ۔

یائے مجہول (ے) اور یائے معروف (ی) میں فرق روا رکھنا ضروری نہ سمجھا جاتا تھا ۔ لی (لے) ۔ نی (نے) سی (سے) دی (دے) وغیرہ ۔ "ک" اور "گ" میں فرق روا رکھنے کے لئے گ کے دو مرکز (٭) نہیں لگائے گئے ۔

بعض الفاظ کی ہجا بھی آج کے دور سے مختلف ہے مثلاً اکثیر = اکسیر ، حار = ہار ، طپش = تپش ، ، خلطا ، خلط ملط ، طپاں = تپاں ، الم = علم ، تبہ = تباہ ، ذرہ = ذرا ، چاؤ = چاہو ہو ، حوس = ہوس ، سایہ = سایہ ، پردا = پردہ ۔ (حائل) ہائل ۔

زبان چونکہ تکمیل پذیری کے عمل سے گزر رہی تھی اس لئے باضابطگی کم ہے ۔ ایک مصرعہ کا کچھ ٹکڑا دوسرے مصرعہ میں ملتا ہے ۔ بعض مقامات پر صوتی تصادم (گو گیا ، گر گرا ، کو کہ ، کر کر ، پاؤں پہ پہنچی ، کہ کہینگے) بھی ملتا ہے ۔

ڈیڑھ پونے دو سو سال کے عرصہ میں الفاظ کے معنی و تلفظ میں زبان کے قدرتی مزاج کے مطابق بہت سی تبدیلیوں نے قرات میں مزید دشواریاں پیدا کر دیں ۔

رموز و اوقاف کے عدم رواج نے بھی عبارت کو مشکل بنا دیا تھا ۔

بعض الفاظ کی املا معنوی اعتبار سے بالکل مختلف لکھی گئی ہے مثلاً الم اور علم میں فرق نہیں رکھا گیا ۔

میں نے نسخہ ۔ لندن کو بنیاد بنایا ہے اس کے اسباب یہ ہیں کہ :

- مکمل ترین نسخہ یہی ہے ۔ تمام اصناف سخن باقی کے نسخوں سے زیادہ ہیں ۔
- ہر صنف میں اشعار کی تعداد بھی سب سے زیادہ اسی نسخہ میں ہے ۔
- اس میں صفحات نہیں چھوڑے گئے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آخری نسخہ یا مکمل ترین نسخہ اسی کو بنایا گیا ہے ۔
- بعض اصناف صرف اسی نسخہ میں ملتی ہیں ۔

کلام ممنون کے چھ نسخے اب تک کی تحقیق کے مطابق دستیاب ہیں۔

(۱) "دیوانِ ممنون" دہلی۔ مملوکہ آزاد بھون لائبریری۔ نئی دہلی۔

سائز	۵ × ۸
تعداد صفحات	۲۳۷
کاغذ کا رنگ	پیلا

حالت بہت خستہ ہے، کِرم خوردہ، جگہ جگہ سے الفاظ مٹے ہوئے۔

پہلے صفحہ پر اودی روشنائی سے یہ تحریر ہے۔

"محمد سیف الحق ادیب کان اللہ"

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ترین نسخہ یہی ہے۔ اصناف سب تقریباً نامکمل ہیں، نہ کسی نظم کا عنوان لکھا ہے نہ کوئی علامت اختتام کی ملتی ہے۔ "املا" سے بھی اس کا تقدم ظاہر ہوتا ہے۔ "ط" کی علامت کو بسا اوقات چار نقطوں سے ظاہر کیا ہے مثلاً بیٹا۔ بیٹھا۔ ٹکراتے۔ لڑکھڑاتے۔ مٹایا مٹایا، اوٹھایا۔ اٹھایا وغیرہ۔ "گ" کے دو مرکز نہیں لگائے گئے۔ کہیں کہیں دوسرے مرکز کی بجائے "." کی علامت ملتی ہے۔ کہلنی (کھلنے)، تہے (تھے) جہکے۔ جہکی (جھکی جھکی) بھی لکھا ہے۔

الف کی ردیف میں کل باسٹھ غزلیات ہیں۔ ان میں سے باسٹھویں غزل کے صرف تین اشعار ہیں باقی ندارد۔ "ب" کی ردیف میں پانچ غزلیں ہیں۔ اس کے بعد "ن" کی ردیف آجاتی ہے۔ اس میں بھی پہلی غزل کے صرف تین اشعار ہیں۔ "و" کی ردیف میں آخری غزل کے دو اشعار ہیں۔ کل ایک سو تینتالیس غزلیں ہیں۔ تقریباً ہر غزل کے اشعار کی تعداد نسخۂ لندن سے کم ہے۔ ترتیبِ اشعار بھی بہت مختلف ہے۔ ایک ہی ردیف قافیہ کی مختلف غزلوں کے اشعار اس نسخہ میں ایک غزل میں جمع ہیں۔

غزلیات کے بعد تضمینیں ہیں۔ پہلی تضمین حافظ کی غزل پر ہے۔ کل چھ (۶) مخمس ہیں جن میں سے میلی ہروی کی تضمین میں تقریباً تمام بند مختلف ہیں الا ٹیپ کے بند کے۔ اکیس (۲۱) قصائد میں سے چیدہ چیدہ اشعار مختلف مقامات سے لئے گئے ہیں، بعض قصائد مکمل ہیں۔ "سامیہ" قصیدے کے صرف تین (۳) اشعار ہیں۔

مثنویات دو (۲) ہیں۔

مثنوی ۱

آغاز

برنگِ نکہتِ گُل میں سحر گاہ
نسیمِ صبح کے پھرتا تھا ہمراہ

اختتام
ترے احباب کا رتبہ ہو عالی
نصیبِ دشمناں ہو پایمالی

مثنوی ۲

آغاز
بیٹھا میں سحر کو سر فرو تھا
آئینۂ دل ہی روبرو تھا

اختتام
یہ افسر و تخت و بادشاہی
قایم رکھنا تو یا الٰہی

مراثی دو ہیں۔

آغاز
اس باغ میں کہ سینۂ ہر گل فگار ہے
ہر برگِ سبز خنجر زہر آبدار ہے

اختتام
پھیرو ایدھر عنان تو کل آنکھیں رکاب سے
رووٗں یہ میں کہ دامنِ زیں تر ہو آب سے

دوسرا مرثیہ

آغاز
یہ گلستاں کہ نہیں کچھ بجز آزار یہاں
کاوشِ خار سے ہر گل ہے دل افگار یہاں

اختتام
ہائے کیا واقعہ ہے کچھ نہیں ممنوں معلوم
یاس و محرومی و حیرت کا ہے اک دل پہ ہجوم

اس نسخہ میں وہ قصیدہ بھی ملتا ہے جو ممنوں نے نواب علی ابراہیم خان خلیل کی تعریف میں ۱۲۰۸ھ سے کچھ قبل لکھا تھا۔

ہووے جو قطرہ ریز یہ چشم تر آب میں
پیدا ہوں پھر بہائے گہر اخگر آب میں

اور جسے بعد میں اضافہ کرکے اکبر شاہ ثانی سے معنون کیا۔

(۲) "دیوان ممنون"
ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ، مائیکرو فلم

ورق	۸۵
مسطر	۱۱ سطری

انتخاب کلام ہے۔

عکس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ بھی بہت خراب حالت میں ہے۔ شروع سے آخر تک ایک ہی خط ملتا ہے۔

۱۔	مثنویات	۶
۲۔	قصیدہ	۱
۳۔	مرثیہ	۱
۴۔	غزلیات	۱۵
۵۔	مخمسات	۴۔
۶۔	رباعیات	۱۳

الفاظ ملا کر لکھے گئے ہیں لیکن "ٹ" اور "ڑ" کے املا کی صورت اتنی قدیم نہیں جتنی کہ آزاد بھون دہلی والے نسخہ کی ہے۔ آغاز کلام "بسم اللہ الرحمان الرحیم" سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد مثنوی شروع ہوتی ہے۔ مثنوی کے بعد وہ قصیدہ ہے جو علی ابراہیم خاں خلیل کی مدح میں لکھا تھا۔ اس کے بعد مرثیہ منت ہے۔ دیوان کے تمام ہونے کی تاریخ ۱۸۱۳ء ہے۔[1]

"تمام شد دیوان ممنون در ۱۸۱۳ء عیسوی بمطابق ۱۲۲۸ھ۔ غریق رحمت حق آنکس با(د) (کذا)

(۳) "کلیات ممنون" نسخہ آصفیہ
مملوکہ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری، حیدر آباد دکن۔

نمبر	۵۸۷
سائز	۸ X۱۲
تعداد صفحات	۷۴۳

اصناف سخن

۱۔	قصائد	۳۲
۲۔	مثنویات	۱۰
۳۔	مراثی (ترکیب بند)	۳
۴۔	قطعات	۴۸
۵۔	واسوخت	۱
۶۔	غزلیات	۴۲۲

۱۔ بحوالہ میر نظام الدین ممنون۔ دیوان غزلیات "تحقیق و ترتیب" افسری افتخار۔ ۱۹۶۹ء۔ ص ۱۳۵۔ (غیر مطبوعہ) مملوکہ دہلی یونیورسٹی لائبریری دہلی، بھارت۔

۷-	مخمسات	۱۷
۸-	رباعیات	۵۴

نصیر الدین ہاشمی نے اپنی مرتبہ فہرست "مخطوطات کتب خانہ آصفیہ جلد اول" میں لکھا ہے کہ:

"ممنوں کا یہ کلیات خود ان کا قلمی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ کلیات کے صفحہ اول پر "کلیات ممنوں" نوشتہ خود مؤلف کی صراحت ہونے کے علاوہ ہر صنف شاعری کے بعد سادہ صفحے اضافہ کلام کے لئے چھوڑے گئے ہیں"۔

افسری افتخار نے لکھا ہے:

"اس میں گاف ہندی کے ساتھ دوسرا مرکز نہیں دیا گیا۔ اسی طرح "ڑ" اور "ٹ" کو قدیم طرز املا کے مطابق لکھا گیا ہے اور چار نقطے دے کر س کے اوپر "ط" کا نشان بنایا گیا ہے "ک" کے اوپر ہمزہ بنایا گیا ہے"[1]

املا کی یہی کیفیت نسخہ دہلی میں بھی ہے۔

(۴) "نسخہ پٹیالہ" مملوکہ۔ لائبریری آف آرکائیوز۔ پٹیالہ

سائز	۱/۲ ۷ × ۲ ، ۱۲
تعداد صفحات	۹۶۸
تاریخ تکمیل	"تاریخ بست پنجم ماہ رمضان المبارک ختم شد ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۵ء

تعداد اصناف سخن

۱-	قصائد	۳۲
۲-	مثنویات	۱۰
۳-	مرثیہ ترکیب بند	۳
۴-	واسوخت	۱
۵-	غزلیات	۴۳۳
۶-	مخمسات	۱۷
۷-	قطعات	۳۸
۸-	رباعیات	۵۴[2]

(۵) نسخہ بھوپال "دیوان ممنون"
مملوکہ۔ آزاد سینٹرل لائبریری بھوپال نمبر ۱۶

سائز	۱۲ + ۸"

۱۔ میر نظام الدین ممنون دیوان غزلیات "تحقیق و ترتیب" افسری افتخار ۱۹۶۹ء، ص ۱۲۸۔
۲۔ بحوالہ میر نظام الدین ممنون، دیوان غزلیات "تحقیق و ترتیب" افسری افتخار ۱۹۶۹ء (غیر مطبوعہ)۔

ورق ۴۴۴
سطر ۱۳
خط نستعلیق

آغاز
ہوالغنی
بسم اللہ الرحمن الرحیم
قصیدہ در حمد باری عزاسمہ

مطلع
اے صفت و ذات میں تجھ کو ظہور و خفا
چشم بسر و چشم سر، حسن پہ تیرے فدا

اختتام کلام قطعات پر ہے۔

ممنوں کو "فخرالشعرا" کا خطاب ملنا اسی نسخہ کے ایک گوشہ میں دیا ہوا ہے۔

"صاحب ایں دیوان در ۱۲۱۸ ہجری از پیشگاہ سلطانی حضرت فردوس
منزل شاہ عالم بادشاہ غفراں پناہ بخطاب "فخرالشعرا" امتیاز یافتہ ہے[۱]

نسخۂ لندن کے بعد یہ سب سے زیادہ مکمل نسخہ ہے، اس میں ایک غزل ایسی بھی ہے جو کسی اور نسخہ میں نہیں۔ تمام اصناف سخن کا اختلاف نسخ اسی سے کیا گیا ہے۔ دہلی والے نسخہ کو بھی اختلاف نسخ میں پیش نظر رکھا گیا ہے لیکن وہ مکمل کلیات نہیں۔

(۶) نسخہ لندن "کلیات ممنون"
مملوکہ انڈیا آفس، لندن۔ (مائیکروفلم) تیار کردہ L. Wicks ۲۵-۳-۱۹۵۲

نمبر	۷۷ابی، اردو ۷۷، فولیو
سائز	۱/۲ ۷ × ۱/۲ ۱۱
ورق	۳۷۸
سطر	۱۶-۱۵
خط	نستعلیق

آغاز
بسم اللہ الرحمن الرحیم
قصیدہ در حمد باری عزاسمہ

مطلع
اے صفت و ذات میں تجھ کو ظہور و خفا
چشم بسر و چشم سر حسن پہ تیرے فدا

۱۔ "دیوان ممنون" مملوکہ مولانا آزاد سنٹرل لائبریری، بھوپال۔ ص آغاز کلام سے پیشتر والا۔

اختتام

دنیا ہے نہ صاحبان ہمت کو پسند
کیا چرخ ہے دور دور ، یہاں ہو ہر چند
گردش سے ، سب اسکی ایک ہنڈولے میں ہیں
پست ان سے ہی ہوتے ہیں کہ جن سے ہوں بلند (رباعی)

تمت تمام شد

ورق ایک تا ۸۸	قصائد	۳۲
ورق ۸۹ تا ۱۱۶	مثنویات	۱۰
ورق ۱۱۷ تا ۱۲۴	مراثی (ترکیب بند)	۳
ورق ۱۲۵ تا ۳۴۰	غزلیات	۴۸۳
ورق ۳۴۱ تا ۳۴۴	واسوخت	ایک
ورق ۳۴۵ تا ۳۶۲	مخمسات (تضمینیں)	۱۷
ورق ۳۶۲ تا ۳۷۴	قطعات	۴۹
ورق ۳۷۵ تا ۳۷۸	رباعیات	۵۵

غزلوں کے درمیان "ت" کی ردیف میں ایک مستزاد بھی ہے جسے میں نے ترتیب کے اعتبار سے غزلوں کے بعد دیا ہے۔

اس طرح کل نو (۹) اصناف سخن ہیں۔

اس میں دو ایسے قطعات بھی ملتے ہیں جن کا تعلق شاعر کے قیام اجمیر کے زمانے سے ہے۔

(۱) "قطعہ تاریخ گھاٹی پشکر کہ از نواح اجمیر است"
آخری مصرعہ سے اس کی تاریخ ۱۸۱۸ء نکلتی ہے۔

(۲) "قطعہ تاریخ فتح غزنیں کہ صاحبان کلکتہ نمودند"
آخری مصرعہ سے تاریخ ۱۸۲۹ء نکلتی ہے۔

اٹھارہ قطعات اس میں "نسخہ بھوپال" سے زیادہ ہیں۔ سات قطعے آصفیہ والے سے بھی زیادہ ہیں۔

مطبوعہ کلام

(۱) **مختار اشعار جلد اول** مطبوعہ ۱۹۰۷ء
مؤلفہ مولوی سید حسین بلگرامی

کل صفحات ۴۳

تمام اصناف سخن کا مختصر انتخاب کیا گیا ہے مثلاً ۲ قصائد میں سے چند اشعار ہر قصیدے سے [illegible]
کیئے ہیں۔ مثنویات میں کہیں سے بھی چند اشعار لے لیئے گئے ہیں۔

قطعات
صرف "تہنیت نوروز" میں سے سات اشعار لئے ہیں۔

غزلیات
پہلی غزل سے سات اشعار، اس کے بعد کہیں کہیں سے چند اشعار لئے ہیں۔

واسوخت — چند بند لے لیے ہیں۔

مراثی — حکیم میر محمد حسین کا پورا مرثیہ ہے
صادق علی کے مرثیہ سے دس اشعار اور دوسرے مرثیہ سے آٹھ اشعار لیے ہیں۔

(۲) انتخاب دواوین (حصہ پنجم)
سید فضل الحسن حسرت موہانی

مطبع — فیض عام علی گڑھ ۱۹۱۴ء

آغاز — پہلے قصیدے سے سولہ اشعار

غزلیات —
تجھے نقشِ ہستی مٹایا تو دیکھا
جو پردہ تھا حائل ، اٹھایا تو دیکھا
(پانچ اشعار)

پھر مختلف غزلیات سے چند اشعار ہیں۔ باقی اصناف نہیں لی گئیں۔

(۳) انتخاب دواوین (اردوئے معلیٰ سیریز)
مولوی امام بخش صہبائی

غزلیات — ۸۸ غزلیات میں، ہر غزل میں سے ایک سے لے کر بارہ (۱۲) اشعار تک کا انتخاب کیا ہے۔ "ل" کی ردیف کے بعد کوئی شعر نہیں لیا گیا۔

دیگر اصناف — کوئی شعر منتخب نہیں کیا گیا۔

(۴) کلیات ممنون پہلی جلد قصائد
مرتبہ۔ محمد اکبر الدین صدیقی، ریڈر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی۔ مارچ ۱۹۷۲ء

قصائد — ۳۲
صرف قصائد کی تدوین کی ہے، آصفیہ والے نسخہ کو بنیاد بنایا ہے۔

(۵) مطالعہ میر نظام الدین ممنون دہلی
حیات، شخصیت اور شاعری
از ڈاکٹر منشاء الرحمن خاں منشا ۱۹۷۰ء
ڈاکٹر صاحب نے صرف غزلیات پر کام کیا ہے۔ نسخہ آصفیہ کو بنیاد بنایا ہے۔

غزلیات — ۴۲۲

دیگر اصناف — نہیں دی گئیں

(۶) میر نظام الدین ممنون دیوان غزلیات
تحقیق و ترتیب افسری اختر ۱۹۶۹ء (غیر مطبوعہ)

(۷) ممنون - حیات اور شاعری (تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی) ڈاکٹر صدیقہ ارمان - غیر مطبوعہ -
(ہر صنف سخن سے منتخب اشعار)

(۸) ممنون حیات و شاعری - ڈاکٹر صدیقہ ارمان - "سہ ماہی اردو ۱۹۷۸ء"

(۹) "اردو غزل ممنون سے پہلے" - ڈاکٹر صدیقہ ارمان - "سہ ماہی اردو" - ۱۹۷۹ء

علاوہ ازیں تقریباً ہر تذکرے میں کچھ کلام منتخب دیا گیا ہے جن میں زیادہ تر غزلیہ کلام ہی ہے -

اختلاف نسخ کے سلسلہ میں آصفیہ کے لئے "آ" بھوپال کے لئے "ب" کو مخفف کے طور پر استعمال کیا گیا ہے - متن کو نقل کرنے کے لئے موجودہ املا کو استعمال کیا ہے ، سوائے چند مستثنیات کے ملے ہوئے الفاظ کو علیحدہ علیحدہ کر کے لکھا گیا ہے - نسخہ لندن سے صرف ان مقامات پر اختلاف روا رکھا گیا ہے جہاں نسخہ بھوپال کے الفاظ معنوی یا صوتی اعتبار سے زیادہ موزوں تھے ، پاورق میں ان کا حوالہ دے دیا گیا ہے -

نسخہ دہلی سے اختلاف آخر میں "استدراک" میں دیا گیا ہے کیونکہ یہ نسخہ باوجود ہزار کوششوں کے حاصل نہ ہو سکا تھا - کلیات کی تدوین مکمل ہو گئی اور کاپی جزائی بھی ہو چکی تو دہلی جانے کا موقع مل گیا - آزاد بھون لائبریری (دہلی) والوں سے ہر ممکن گزارش کی کہ "دیوان کی فوٹو اسٹیٹ کرانے کی اجازت مرحمت فرمادیں لیکن ارباب اختیار نے اس کی اجازت نہیں دی اور پھر جس طرح بھی ممکن ہوا کچھ حصہ نقل کیا اور چند صفحات کی فوٹو کاپی انھوں نے کرا کر دے دی -

نسخہ دہلی سے اختلاف کی صورت یہ ہے کہ استدراک میں اصل متن کا صفحہ نمبر اور سطر نمبر لکھ کر دہلی والے نسخہ کی عبارت لکھ دی ہے -

۳۶۸ ورق یعنی ۷۵۶ صفحات پر مشتمل اس مخطوطہ کو جب اپنے ہاتھ سے رقم کیا تو یہ بارہ سو صفحات پر پھیل گیا - درست قرأت اس کا سب سے بڑا مسئلہ تھا ، ہر ممکن توجہ اس پہلو پر صرف کی گئی ہے تاہم حق ادا ہونے کا یقین نہیں -

صدیقہ ارمان

۲۵ فروری ۱۹۹۵ء

۱۔ قصیدہ در حمد باری عزاسمہ

اے صفت و ذات میں تجھ کو ظہور و خفا — چشمِ سر و چشمِ سِر حسن پہ تیرے

دیکھ کے نورِ جمال سوچ کے کنہ کمال — مائلِ حیرت نظر، قائلِ حسرت ذکا

باز ہو گر دلِ دیدہ تو ہے ہر اک سو پدید — آئینہ خانہ جہاں، حسن تیرا جلوہ زا

گرچہ تو[1] ہے جلوہ ساز کیونکہ مژہ کیجیے باز — سخت ہے بینش گداز، بارقہ صد ضیا

حائلِ چشمِ شہود مشتِ غبارِ وجود — زنگ بر آئینہ معقل مشقِ فنا

دانش اسرار میں، بینشِ انوار میں — عقل دو صد پردہ و عشق ہے پردہ کشا

عاشق و ہم خانگی، عاقل و بیگانگی — عقل برونِ در و عشق درونِ سرا

خاطر و شوق وصال، دیدہ و دید جمال — صحبتِ سیماب و نار، الفتِ برق و گیا

موسیٰ دل نہ رہ، خموش، دل ہی میں رکھ دل کے جوش — اس کے جھگڑے سے ہوش، کس کے رہیں[2] ہیں بجا

لبِ ارنی خواں نگر، فائدہ شوق نظر — برقِ تجلی کجا، خرمنِ طاقت کجا

دشت خوادی پُرفتن، غولِ ہوا راہ زن — خضر زخود رفتگی تا بحرم رہنما

پائے خرد آبلہ سعی بلا راحلہ — عرصہ گہِ معرفت بے سر و بے انتہا

عرصہ سراسر خطر، ہر قدم و نیشتر — شوق و جنون تیز رو، عقل و فنون خستہ پا

کوئی نہیں غیر ہو، چشم کیے پھر روبرو — کیجیے اس راہ میں پے، جو سمندِ ہوا

سالکِ راہ طلب، فرق یہ سمجھے نہ کب — تیغِ سیہ تابِ غم سایۂ بالِ ہما

رہ کی تری گرم طے، شعلۂ عناں برق نے — بسکہ کیے جابجا سنگِ نشاں توتیا

دیدۂ دیں کے لیے، چشم یقین کے لیے — کحلِ بصر آفریں سرمۂ رفعِ (عمیٰ)

در پہ جو تیرے ہلاک شوق سے ہو، اس کی خاک — دے پئے مس طینتاں فائدۂ کیمیا

تشنہ لبانِ وصال، سوختہ دل، تفتہ حال — العطش و العطش وقفِ لبِ رہ گرا

خون میں طپاں سو بسو، جانِ دو صد آرزو — ہر طرف، اس دشت میں معرکہ کربلا

سینہ زن سیر تاں زخم کے قابل نہ یاں — ڈھونڈے اولوالعزم کو، خنجرِ مرد آزما

ہے ترے خنجر کے ہاتھ مایۂ عمر و حیات — کشتۂ غم کو ترے نقدِ[3] بقا، خوں بہا

تیری[4] محبت کا شور، کچھ نمک افشاں ہے زور — سمجھے ہے اس کا مزا، زخمِ دلِ اولیا

واصلِ دریا ہو گر، قطرہ کو پھر کیا خطر — تجھ میں ہوئے جب فنا، پھر ہے بقا در بقا

آئینہ کی آب و تاب، چھوڑے نہ ہر چند آب — لیک صفا بخشِ دل، شوق کا تیری بکا

والہ و عاقل کوئی، تجھ سے نہ غافل کوئی — قہر و کرم سے ترے، سب کو ہے خوف رجا

ترسِ مناجاتیاں، نازِ خراباتیاں — کرکے گمانِ غضب، رکھ کے یقینِ عطا

لکھوا، ہوں وحدت کی شاں مطلعِ ثانی میں یاں — اے کہ! ترے نام سے زینتِ ہر ابتدا

۱۔ آ، ب۔ ہے تو

۲۔ ر ہے = مختار اشعار

۳۔ آ: نقد بہا

۴۔ ب۔ یہ شعر دو اشعار سے پہلے ہے

مطلع ثانی

خونِ دوئی کا بدر نہ دو ہیں بہا — غیرتِ توحید کے ہاتھ [illegible]
اس درِ تنزیہہ پر، خون ہو وقتِ گزر — جانِ جہاں و جناں، [illegible] و جرا
عز و علو جلال، رفعتِ اوج و کمال — وہم کے کب ہاتھ آئے، فہم ہے کب آشنا
اوس درِ ایوان تلک اس سرِ داماں تلک — پائے قیاسات لنگ، دستِ [illegible] نارسا
شکل و نتیجہ ہے ہیچ، ذکرِ مِلَل ہیچ ہیچ — منطقی بیہودہ گو، فلسفی ژاژخا
حرف[1] و سخن قطع کر، اصلِ سخن کر نظر — بحثِ قضایا کجا، رفعِ قضایا کجا
ہو، قلمونِ صفحہ ساز، معنی و صورت طراز — زور مصور کیا تختۂ ارض و سما
خامہ نہ و نقش کار، رنگ نہ و صد نگار — کارِ شگرف آفریں، صنعِ عجب حبّذا
سبز کیے نہ ورق، سرخ ہے لوحِ شفق — حل کن شنجرف نے اور نہ زنگار سا
ایک سے ایک زیب، کون نہیں دلفریب — سب یہ تصاویر کون، سب صُوَرِ ماسوا
لوحِ جہاں کر نظر دیکھ نقوش و صُوَر — طرفہ طلسمِ بشر، قطرۂ خوں سے بندھا
نقش و نگارِ جہاں، ثبت کیے کیا نہ یاں — ضمن میں ایک شکل کے، طرفہ مرقع بنا
واہ رے تصویرِ جسم! صنع کیے قسم قسم — جسم میں جاں، جاں میں عشق، عشق میں تجھ سے صفا
چشم بایں آب و تاب، کیا ہے بجز قطرہ آب — تس میں حقائق شناس، دی ہے نگہِ رسا
سینہ ہے صندوقِ راز، نطق کرے قفل باز — ایک ہے گنجِ ہنر ایک خزائن کشا
راز و معانی تمام بستۂ یک لحم خام — طرزِ بیان و کلام باعثِ شرح و ادا
حمد کی رہ ہے دراز، کیا ہو تگ و پو و تاز — پائے قلم میں ہے یاں، علتِ عرق النسا
حمد و ثنا بن نقط حرف سے لے تا نقط — لفظ و عبارت غلط، خط و کتابت خطا
تیری ستائش محال، اہلِ زباں یاں ہیں لال — اے کہ تری ذات[2] کو تجھ سے، ثنا ہے سزا
تیری ثنا کا کہاں ہوسکے احصا کہ ہاں — جب کہ نہ احصیٰ کرے ناطقۂ مصطفیٰ
واقفِ اسرار تو، کاشفِ استار تو — کیا تری درگاہ میں حاجتِ عرض و دعا
ایک سا تجھ پر عیاں حالِ سکوت و بیاں — لیک تجھے عرض ہے، آپ ہے آتا مزا
یہ جو ہے ممنوں ترا، بندۂ دل خوں ترا — تجھ سے ہی چاہے تجھے، کس سے کرے التجا
بہرِ حبیبِ ازل، حسن میں وہ بے مثل — آئینہ میں جس کے تو، آپ ہے جلوہ نما
پرتوۂ لایزال، دولتِ دیدِ جمال — کر اسی آئینہ سے، اس کو الٰہی! عطا
تو نہ کرے گر قبول کس سے کہیں ہم ملول — انتَ لنا المرتجیٰ، انت لنا الملتجا

۲۔ قصیدہ در نعت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نگاہ و غمزہ و ابرو و مژگاں جفا کیشاں — رگِ جاں میں، جگر میں، دل میں سینہ میں رکھیں پنہاں
نخستیں خونچکاں دشنہ، دوم خنجر بخوں تشنہ — سیوم تیغ بجانِ دشمن، چہارم تیر کا پیکاں
لبوں پہ برق سی چمکے، مژہ پر لعل سا دمکے — بغل میں مہر سا جھمکے فلک پر صاعقہ افشاں
نخستیں آہ شعلہ در، دوم اشکِ شرر پیکر — سیوم داغِ دلِ مضطر، چہارم نالۂ سوزاں

۱۔ آ: حرفِ سخن
۲۔ آ: جب کہے لا احصیٰ

شبِ ہجراں کی بے خوابی، تپِ ہجراں[1] کی بیتابی
مژہ پر اشک عنابی، جگر میں کاہشِ پنہاں

نخستیں دشمنِ راحت، دوم دل خوں کن طاقت
سوم خوں نابہ حسرت، چہارم نیشتر افشاں

ہوا یوں جس سے آفت کش عجب ہی ایک بے ہوش
کہ وہ زر و قدِ دلکش، نگاہ[2] و نرگسِ فتاں

نخستیں مشعلِ روشن، دوم جوں نخلۂ ایمن
سوم برق افگنِ خرمن، چہارم فتنۂ دوراں

بھبوکا آتشیں روکا، نمونہ گرمی، خو کا
مشابہ حلقۂ مو کا شبیہِ غبغبِ جاناں

نخستیں شعلۂ لالہ، دوم آتش کا پرکالہ
سوم مہتاب پہ ہالہ، چہارم اخترِ تاباں

مسی آسا لبِ لعلیں، سمن سا زلفِ مشک آگیں
حنا آرا کفِ سیمیں، جبینِ صاف، زرافشاں

نخستیں لالہ میں سوسن، دوم سنبل سرِ گلشن
سوم، نسریں پہ گل افگن، چہارم صبح پرویں ساں

کہوں جب اس قد و رو کو، لکھوں جب چشم اور مو کو
شبیہِ سرو و گل یا نرگس و سنبل سے ہیں[3] یکساں

نخستیں قد پہ جب ہو رو، دوم رو پر کھلے گیسو
سوم ہو چشم نکتہ جو، چہارم مو ہو مشک افشاں

اگر مضمونِ جعد و زلف و خط و خال کو باندھا
بھلا کیا فائدہ کمنوں[4] بھلا کیا منفعت ناداں

نخستیں دودِ چشم دل، دوم تیرہ کنِ خاطر
سوم تاریکی دین و چہارم، ظلمتِ ایماں

حبیبِ حق کی لکھ مدحت، پڑھ اس کی نعت، بے مہلت
صلہ بخشے بنیک ساعت تجھے تا دیں کا وہ سلطاں

نخستیں خلعتِ عزت، دوم کونین کی دولت
سوم دارین کی نعمت، چہارم روضۂ رضواں

مطلع ثانی

بنی ہے تربیت سے تیری اے پیغمبرِ یزداں
غبار و سنگ، خار و خس، درونِ عرصۂ امکاں

نخستیں نور کی چادر، دوم گوہرِ صفا پرور
سوم کلکِ رگِ احمر، چہارم چشم کی مژگاں

مرقم تیری مرضی پر، دعا کے تیرے فرماں پر
مناقب کے ترے دفتر، ترے حب کا رکھے عنواں

نخستیں خطِ پیشانی، دوم تقدیرِ ربانی
سوم، اوراقِ قرآنی، چہارم لوحۂ ایماں

سند تیری نبوت پر، خبر اور رسالت پر
گواہی دہ صداقت پر، بلاغت کا تری برہاں

نخستیں لوحِ محفوظ اب، دوم پیشِ صحائف سب
سوم جبریل امینِ رب، چہارم جملگی قرآں

نبوت تیری نسبت سے، رسالت اس اضافت سے
ولایت تیری بیعت سے، ارادت سے تری عرفاں

نخستیں فخریہ پیرا، دوم ہے افتخار آرا
سوم برخویش نازشہا، چہارم وجد سے خنداں

تیری حکمت سے بیعت سے، تری طلعت سے ہمت سے
مسیح و موسیٰ و یوسف، خلیل، اے دین کے سلطاں

نخستیں[5] قادرِ احیاء، دوم رکھے یدِ بیضا
سوم با حسنِ دلآرا، چہارم بندۂ احساں

ضمائر اے ترے برحق، خواطر تیرے سب مطلق
اوامر تیرے اے اصدق، مناہی تیرے اے ذی شاں

نخستیں وحی سے توام، دوم الہام سے ہمدم
سوم حکمِ خدا محکم، چہارم مانعِ عصیاں

ترے عنصر سے ہے مقروں ترے پیکر[6] سے ہے مشحوں
تری طینت میں ہے مملو تری خلقت میں آ[illegible]اں

۱۔ آ، ب: سی
۲۔ آ: نگاہ
۳۔ آ: بھی میں
۴۔ آ: تیرے
۵۔ آ: تیرے اے
۶۔ آ، ب: میں

نخستیں عصمتِ ذاتی دوم صد عفتِ فطرت
گہر صافی، طینت سے قمر خوبی، طلعت سے
نخستیں آبرو پرور، دوم ظلمت کا روشن گر

اشارہ تیرے ابرو کا، تجلی روے نیکو کا
نخستیں حل کن مشکل، دویم روشن گرِ محفل
نسیم[1] جیب عطر آگیں، شمیم کا گلِ مشکیں
نخستیں نغمۂ جنت دوم فردوس کی نکہت

ترا وہ جسم بے سایہ، ترا روے ضیا مایہ
نخستیں روحِ سرتاپا دوم ماہِ جہاں آرا
تری ہر خشت کاخ منزلت سنگِ درِ دولت
نخستیں ماہ پرتو زا، دوم قطب فلک آسا
رکھے پا پر[2] سر و افسر سعادت کا ہے گدیہ گر
نخستیں خسروِ خاور، دوم برجیسِ نیک اختر
ترا دستِ کرم فرما، ترا صدرِ تجلی زا
نخستیں بحرِ سب گوہر دوم گردوں ہمہ اختر
جو وہ ابرِ کرم ٹپکے جو وہ برقِ غضب چمکے
نخستیں دشت ہو دریا دوم دریا ہو سب صحرا
دلیلِ منطقی، برہانِ حکیمی، بحثِ مشائی
نخستیں حرفِ سرسامی، دوم ہاہوے سودائی

زجاجِ جام کی صورت دف و زنگولہ کی ہئیت
نخستیں واژگونہ سر، دوم سوزاں ہمہ پیکر
ترے اعجازِ نصفت سے ترے خرقِ حفاظت سے
نخستیں[4] مونسِ مجمر، دوم پہلو نشینِ خور
ترے رعبِ عدالت سے تری چشمِ حمایت سے
نخستیں زار و خستہ تن، دوم شاہیں بخوں افگن
اگر تو موج و گرداب و حباب و باد کو کہ دے
نخستیں سدِ اسکندر، دوم سائل پہ رہ آور

گنہ تیری شفاعت سے، خطا تیری عنایت سے
نخستیں غیرتِ طاعت، دوم شایستۂ رحمت
پچھے حیدر، پٹے زہرا پٹے سبطینِ دین آرا
نخستیں ہو تری رویت، دوم دارین کی عزت
ترا ممنون ثناگستر پڑھے جب نعت تب سن کر
نخستیں شیخِ شیرازی، دوم خواجوی[6] کرمانی

سیوم [illegible]
ملک [illegible] خصلت [illegible]

سیوم [illegible] تقدس پہ، چہارم نار سے [illegible]
تسلسل نارِ گیسو کا تبسم میں قمر [illegible]
سیوم حبل المتینِ دیں، چہارم اخترِ ایماں
حدیث منطقِ شیریں بیاں لعلِ دُر افشاں
سیوم آبِ بقا سیرت چہارم قوتِ روح و جاں
ترا بابِ فلک پایہ ترا قصرِ بلند ارکاں
سیوم عتیق سے بالا چہارم عرشِ عالیشاں
ترا ہر طاقِ قصر مرتبت بر شمسۂ ایواں
سیوم قوسِ قزح گویا، چہارم نیرِ تاباں
سپئے اعدا بکف خنجر، درِ دولت پہ یک درباں
سیوم بہرامِ قہر آور، چہارم ہندوے کیواں
ترا لعلِ سخن پیرا، ترا سر پنجۂ احساں
سیوم تسنیمِ جاں پرور، چہارم ابرِ دُر افشاں
جو وہ مہرِ عطا جھمکے، جو برسے لطف کا باراں
سیوم ہر ذرہ ہو بیضا، چہارم قطرہ ہو عماں
مقالِ فلسفی پیشِ بیانِ شرعِ عالیشاں
سیوم ہذیانِ بے معنی چہارم معنیِ ہذیاں
سپہر و خورمہ و اختر ہوئے جو شرع سے ترساں
سیوم داغِ سیہ زوپر، چہارم اشکِ ماتم ساں
سپند و شبنم و سیماب و رفعت اے عادلِ[3] دوراں
سیوم ہم بسترِ آذر چہارم ہمدمِ آتشداں
عقاب و تیہو و آہو ہو حامیِ مظلوماں
سیوم ضیغم پہ دنداں زن، چہارم قاتلِ ثعباں
کہ ہو سدِ رہِ طوفاں، سکوں بخش و سفینہ راں
سیوم کشتی کا ہو لنگر، چہارم مانعِ طغیاں
ازم تیری اجازت سے، کرم سے دوزخِ سوزاں
سیوم ہم سب کی ہو قسمت چہارم سرو جوں بستاں
روا کر اے مہربے[5] مولا یہ چاروں عرض مدحت خواں
سیوم ہو نزعِ دم راحت، چہارم ختمِ بر ایماں
رواں احسنت ہو لب پر، رواں ہو آفریں گویاں
سیوم مستِ سخن جامی چہارم ساوجی سلماں

۱۔ آ: احب
۲۔ آ: ترے
۳۔ آ: ای عارف دوراں
۴۔ ب میں باقی اشعار نہیں ہیں
۵۔ آ: سیوم نزع دم
۶۔ آ: ہوں

کہاں ہو طے[1] ثنا تیری مگر کیجے دعا تیری ۔۔۔ جو حاصل ہو رضا تیری جو وا ہو وہ کف احساں
نخستیں بحر بے پایاں دوم واجب ہے انساں ۔۔۔ سیوم خوشنودی یزداں چہارم گنج ہو ارزاں
مثال جلد چوں کہنہ سبان خار و خس ابس ۔۔۔ عدو و منکر و گمرہ حسود و خصم سرگرداں
نخستیں لقمۂ آتش دوم ہو برق کا روکش ۔۔۔ سیوم سیلاب کا مفرش، چہارم موردِ طوفاں

۳۔ قصیدہ در نعت سید المرسلین خاتم النبین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بلند طبع نہ ہوں محوِ چترِ سلطانی ۔۔۔ برہنگی سرخور پر ہے تاجِ نورانی
نہیں لباس کے وابستہ جو ہیں گرمِ نفس ۔۔۔ کہ بس ہے جامۂ رنگین شعلہ عریانی
نہ پائیں عزت[2] جو داغ داغ تزئیں ہیں ۔۔۔ نصیب ہو پرِ طاؤس کو مگس رانی
بلائے جان ہے ببانگِ بلند عرض[3] طرب ۔۔۔ کرے اسیرِ قفس مرغ کو، غزل خوانی
بقدرِ نیم تبسم ہے فرصتِ عشرت ۔۔۔ رہے نہ خندۂ گل سے جدا پریشانی
کرُ اوس سے عجز کہ ہوں بختِ واژگوں بھی راست ۔۔۔ کہ کر نوشت پہ رہنا نقط ہے نادانی
سجود ہے ہو نگیں دار نقش کار درست ۔۔۔ اگرچہ کج بھی لکھی ہو نوشتِ پیشانی
بلند بیں کو نہ ہو حایل نظر کوئی ۔۔۔ کہ دیکھے پردۂ ظلمت سے رازِ پنہانی
کرے نیابتِ کحل اور کام سرمہ کا ۔۔۔ برائے دیدۂ انجم حجابِ ظلمانی
نسیمِ فیض سے اوسکے کھلے جو غنچۂ دل ۔۔۔ کریں بہشت کے آنکھوں چمن خیابانی
گرہ جو غنچۂ دل کی کھلے تو، تو دیکھے ۔۔۔ کہ بندھ رہا تھا عجب مایۂ گلستانی
روش کلام کی یہ چھوڑ اور اب ممنوں ۔۔۔ غزل کے طور سے پڑھ کوئی مطلع ثانی

غزل

خجل ہے دیکھ کے اوس کی، جبینِ نورانی ۔۔۔ رہے[4] ہے آئنۂ جوہر سے چیں بہ پیشانی
عرق سے اوس رخِ تاباں کے آب ہوں، کس نے ۔۔۔ چھڑک دیا گلِ خورشید پر یہاں پانی
سیاہ زلف سے چمکے[5] وہ نورِ رخ، یا ہے ۔۔۔ لباسِ کعبہ سے پیدا فروغِ ایمانی
ہوئی گداختہ یاں تک ہر استخواں اپنی ۔۔۔ ہما کی چشم میں شاید کرے وہ مژگانی
مرا یہ دامنِ تر دیکھ مہرِ محشر سے ۔۔۔ نہ تو ڈرا مجھے واعظ کہ ہے یہ نادانی
پڑے کشاکشِ امواج میں سفینۂ مہر ۔۔۔ کروں برو زِ جزا میں، جو دامن افشانی
ہنوز لب پہ مرے، ناتمام تھی یہ غزل ۔۔۔ کہا یہ دل نے کہ اے تو سخن میں لاثانی

۱۔ آ: کہاں طے ہو
۲۔ آ: نفرت
۳۔ آ: فرقت
۴۔ آ: رکھے ہے
۵۔ آ، ب: چمکا

خدا کے واسطے خود کہہ بھلا ہے یہ کیا[1] فکر | [illegible]
مناسب اوس سے لگانا ہے دل جو ہو دانا؛ | کہ [illegible]
خیالِ عشق رکھ اب اُس جمالِ[2] باقی کا | کہ آپ جس پہ ہے [illegible]
محمدِ عربی بادشاہِ عرشِ حریم | کرے ہے بوجۂ قدوس جس کی [illegible]
یہ نامِ پاک درگوش جب ہوا، وہیں | محیطِ شوق نے کی ایک دل میں طغیانی
اوٹھیں تھیں سینہ میں امواجِ فکر پے در پے | لگی زبان سے یوں ہونے گوہر افشانی

مطلع ثالث

اگر تھا دلبرِ یعقوب ماہِ کنعانی | ہے مرا ہے مجاز حبیبِ یزدانی
جو ذکرِ حفظ ہو اوس کا تو بزم میں گلگیر | گلوئے شمع کی خاطر کرے گریبانی
صحاحِ جود میں اوس کی لغت نویس قضا | لکھے ہے ترجمۂ لفظِ کرم، فراوانی
اگر وہ دستِ سخا شانہ کش ہو کیا ممکن | کہ رہوے کاکلِ افلاس میں پریشانی
گدا جو اوس کی گلی کا ہے، کفش پا سے کم | نظر میں اوس کی ہے اکلیلِ فرق سلطانی
اوسی کے لطف سے بچ جانے موج حادثہ میں | اگر سفینۂ نوح نبی ہو طوفانی
گر آنے ظلِ حمایت میں اوس کی یک پرکاہ | کرے مثالِ عصائے کلیم ثعبانی
پناہ اوس درِ دولت پہ لے، جو مور ضعیف | نظر سے اوس کی گرنے حشمتِ سلیمانی
کرے وہ دستِ شفاعت جو مثلِ مشاطہ | سیاہ روئی عصیان پہ غازہ افشانی
عجب نہیں ہے کہ بعدِ گناہ رنگیں تر | عذارِ ناز سے ہو چہرۂ پشیمانی
ہوا ہے ولولہ انداز دل میں شوقِ خطاب | ہوئی گدا کو ہوائے حضورِ سلطانی

مطلع رابع

عرب جو تو ہے یہ اس میں ہے رمز پنہانی | کہ عین رب ہے تو اے فخر انسی و جانی
جمالِ حق کا جھمکڑا ترے جمال میں ہے | مثالِ آئنہ پہ ہمکو یہی ہے حیرانی
نگاہ تیری ہی طلعت پہ کیوں نہ کی اس نے | جو حق سے تھا ارنی گو، کلیم عمرانی
تجھے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں | کہ تیری مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی
کہوں ہوں اشہد ان لاالٰہ الا اللہ | کہ تو ہے مثلِ احد لاشریک و لاثانی
نہ تھا وجوب تو کیا تھا کہ تو وہاں پہنچا | نہ گرد تھی ترے دامن کے گردِ امکانی
شہا طفیل سے ترے ہی[3] خوان ہستی پر | تفضلانے کی ہے سب اہلِ جہاں کی مہمانی
تری کتاب ہے ام العلوم، امی کیوں | نہ ہو خطاب ترا اے رسولِ یزدانی
قلم بکف نہ گرفتہ، ولے قلم کھینچا | ہر ایک دفترِ ملت پہ کیا بہ آسانی
سبق نخواندہ و جبریل و جوہرِ کل کو | ترے تلامذہ سے فخر ہے، سبق خوانی
طیور یترے گلستانِ علم کے جس دم | کریں زبورِ حقایق کی زمزمہ خوانی

۱۔ آ: بھلا یہ کیا ہے
۲۔ آ، ب: جمیل
۳۔ آ: ہے

مقام وال معارف جو ہیں سو پھر مسموع[1] — کریں نہ حضرت داؤد کی خوش الحانی
امم نواز رسول و جہاں پناہ شہا — تری ثنا میں ہے یوں مقر نادانی
وہ اس مقام پہ ہرگز نہیں سمجھتا ہے — کہ کیا ہے طرز سخن گوئی و سخن رانی
ترے ہی لطف سے امیدوار ہے کہ ذرا — خطائے لفظ و معانی سے کر نگہبانی
زبان ہر سر مو تن پہ ہو، اگر گویا — ادا نہ ہووے[2] ترا شمہ ثنا خوانی
ہوا[3] بھی مثل سرانگشت لکر پہ نہ ہوئی — تری کتاب فضائل کی صفحہ گردانی
مدیح خسرو و دارا یہ کچھ نہیں کہ یہاں — بطور اہل سخن کیجیے سخن رانی
نہیں ہے مدح تری حد کلک و عہدۂ نطق — تری جناب میں کافی ہے مدح یزدانی
کہاں مجال ثنا عرض حال کا ہے وقت — سن اے کہ ملک کرم کی تجھے جہاں بانی
دل سیہ سے، مرے یوں ہے نور تقویٰ دور — کہ روئے کفر سے جوں پرتو مسلمانی
نسیم فیض جو تری چلے تو اٹھ جائیں — پڑے ہوئے ہیں جو دل پر حجاب ظلمانی
مثال جامہ ہے جان اپنی گرد آلودہ — تمام دامن دل پر ہیں داغ عصیانی
یہاں وفور گنہ ہے پر، آسرا ہے یہ — کہ سب سے بتری شفاعت کو ہے فراوانی
امید تیری شفاعت کی جس کو محکم ہے — کچھ اوس کا کم نہیں طاعت سے، ناز عصیانی
ہزار کوہ گنہ مثل برگ کاہ نہیں — ترا محیط شفاعت کرے جو طغیانی
تمام مایۂ عمر عزیز صد افسوس — ہوا ہے مفت ہی میں دست برد نادانی
بہ پیش ہے رہ باریک اور شب تاریک — رکھوں کدھر کو قدم میں یہی ہے حیرانی
نہ بدرقہ ہے نہ توشہ نہ راحلہ نے زاد — رہ مہیب ہے اور بے سری و سامانی
علی سے کہہ کہ ذرا اب[4] پناہ دے مجکو — کہ ہیں کمین میں غارت گران[5] شیطانی
زہے علی ولی وہ کہ جس نے آتش کفر — بجھائی تیغ کا اوس کی، عجب ہی تھا پانی
علی سے تے کے وصی جو ترے ہیں مہدی تک — ہر اک کے نام کو سمجھوں ہوں حرز ایمانی
زبان پہ ہو ترا نام، اوصیا کا ترے — جو روح کرنے لگے ترک عالم فانی
نہ کوئی عقدہ رہے کار مدح خواں میں ترے — کہ مشکلات ہوں حل اوس کی سب بآسانی
رہ شریعت و دیں پر ثبات ہو اوس کو — نصیب ہو اثر ذکر و ذوق عرفانی
رہے بلیۂ دنیا و دیں سے وہ محفوظ — بحق سرور مردان علی عمرانی
کروں ہوں ختم دعا پر قصیدہ اب ممنوں — پہ وہ دعا جسے لازم قبول یزدانی
مثال دست کرم آفتاب عالمتاب — کرے ہے خاک پہ جس آن تک زرافشانی
ہمیشہ دست سخا کے ترے حضور شہا — رہے سپہر و زمین کی کشادہ دامانی

۴۔ قصیدہ در نعت سید المرسلین و منقبت سید الواصلین صلوٰۃ اللہ علیہ و سلم

شب میں بیدار سر شام سے تھا صبح تلک — اشک پرشور سے بھر، دیدۂ گریاں میں نمک
گریہ تلخ سے تھی ناوک زہر آلودہ — چشم خونتابہ نشاں، اپنی کی، ایک ایک پلک

۱۔ آ: ممنوع
۲۔ آ: بیان ہو نہ ترا
۳۔ ب: یہ دو اشعار پہلے درج ہیں۔
۴۔ آ: وہ
۵۔ آ: بہ کہ لگ رہی ہے کمیں گہہ میں فوج شیطانی

بچ کھا کھا کے نفس سینہ میں تھا شکلِ لن
جیسے ایک [illegible]

صورتِ سایہ بھی جوں مردمکِ دیدۂ کور
کلبۂ تار [illegible] کی تھی [illegible]

اسی عالم میں ہوا اخترِ[1] دولت کا طلوع
جیسے وہ ماہ کہ ہو جس سے شبِ [illegible]

مدِ زلفِ سیہ و رنگِ طلائی وہ عجب
ہو تنک پر خطِ زر، زر پہ جہاں خطِ تنک

آتشِ رنگ حنا کا مگر اٹھتا تھا دود
آئی تھی ساق سے بھی زلفِ سیہ تا بہ ڈھلک

تھا خم و پیچِ تحیر میں رخ و زلف سے دل
بلبلِ سایہ میں خورشید نہ تھا آج تلک

چاندنی برگ سے، اشجار کی، جس طرح چھنے
شکنِ زلف سے یوں تھی جبہ، عارض کی جھلک

گلِ[2] مہتاب پڑے لوٹتے انگاروں پہ
مونے آشفتہ[3] سے دیکھو اوس رخِ تاباں کی چمک

چین سے ایک جبش تک تھی عجب سیدھی راہ
مانگ کا خط وہ جبیں سے جو گیا چوٹی تک

منتہا مانگ کا چوٹی ہے کہ ظلمت اوس جا
نظر آئے ہے، نگہ جاکے جہاں جانے ہے تھک

شبِ تاریک سے دیکھی جو نہو صبح کبھی
دیکھو اوس جعد میں مہتابِ طلائی کی جھمک

جنسِ پس ماندہ تھی وہ کارگہِ قدرت سے
کاکلِ مشک نشاں جسکو کہیے تھا ہر یک

گردنِ صبح وش و کاکلِ مشکیں مت کہہ
خواب میں ہندوی قاقم کی بچھاکر تو شک

ماہ ہوئے[4] نہ سفید اوس کی جبین کے آگے
کرمِ شب تاب کی کیا مہر کے آگے ہو چمک

اوس کی ابرو کو نہ کہہ مثلِ ہلالِ گردوں
ہے مہِ نو یہ حقیقت میں، وہ ماہی کی لپک

ابرو د جبہ کو یوں پیر فلک پر طعنے
صبح میں دو مہِ نو بھی تھے دکھاتے اٹک

چشم وہ نسخۂ شوخی کہ حضور اوس کے ہے
مردمِ دیدۂ آہو نگہبان نقطہ، شک

شب سے پھڑکے ہے پڑی چشم کواکب تا صبح
دیکھے اوس مقنعِ مشکیں میں جو آنکھوں کی پھڑک

نرگسِ مست کو اس کی جو کہوں ساغرِ مے
نشہ۔ عقل یہ کہتا ہے، کہ اتنا نہ بہک

غارتِ دل پہ اشارت جو کریں وہ آنکھیں
ہو صف آرا، مژہ و سرمہ کی دنبال کمک

چہرہ قرآن ہے اور سورہ صاد اوس میں چشم
مد ہے ابرو و مژہ زیر و زبر ہیں یک یک

وہ مژہ نقش نہ آرام کا دل میں چھوڑے
چھیل دے صفحہ[5] سے جوں حرف غلط گو کزلک

متصل کیونکہ پھڑکتی نہ مری آتشِ شوق
جنبشِ مژدہ تھی دھیان میں مژگاں کی جھپک

صبح میں جیسے کہ ہو عقدِ ثریا کا ظہور
سلکِ گوہر کے بنا گوشِ سمن گوں ہیں لٹک

رخِ گل رنگ پہ وہ پرتوِ آویزۂ سبز
تھا کنارے پہ بہا باغ کے سبزہ سا لپک

رخِ افروختہ کا دل سے نہیں جاتا دھیان
دل ہی جانے ہے جو دل میں ہے رہی آگ دہک[6]

دونو رخسار کا دل سے نہ مٹے اپنے خیال
ماہ و خورشید ہوں کس طرح فلک سے منفک

درمیان مشتری و زہرہ کے مریخ ہے یاں
دیکھو یاقوت کے دو موتیوں میں نتھ کی دمک

چہرہ کے خوان ملاحت پہ نمکدانِ دہاں[7]
پر جہاں زخم جگر ہے وہیں چھڑکے وہ نمک

بینی[8] کہتی تھی یہ، چہرہ پہ کبھی دیکھی تھی
موج سرچشمۂ خورشید سے اٹھتی اب تک

۱۔ لندن: "دولت اختر" لیکن یہی زیادہ موزوں ہے۔

۳۔ آ: یہ شعر اگلے شعر کے بعد ہے۔
۴۔ لندن۔ دیکھ نہیں ہے۔
۵۔ آ۔ صفحہ، جوں؛ ب: صفحہ سے
۶۔ آ۔ پھڑک
۷۔ آ۔ نمک دان و دہاں
۸۔ ب۔ یہ شعر موجود نہیں

خوردہ ہیں چرخ نہ پاوے دہن اوس کے، کا نشاں
ماہ و خورشید کی ہر چند وہ رکھے عینک

سطریں شنگرف کی دونو لب، خنداں اوسکے
سیمگوں ہیں، سطور ان سے، وہ دنداں کی جھلک

صف دندان وہ نمایاں دہن رنگیں سے
سلک، گوہر سے جھلکتے تہ لعلین در جک

اوس کے دانتوں کو نہ دوں سلک، گہر سے تشبیہ
کم سررشتہ کو کرنا نہیں اپنا مسلک

بے سخن مصحف خوبی کے یہ ہیں سیپارے
جدول مشک ہے، گرداون کے، مسی سے بیشک

دستمال[1] اے نگہہ شوق مبادا ہو کہیں
وہ ذقن سیب بہشتی سے بھی ہے نغز ترک

مدح میں اوسکی صباحت کی وہ مطلع لکھوں
مطلع صبح جسے دیکھ کے رہ جائے بھچک

مطلع ثانی

نور، رخسار، فروزاں میں وہ غبغب کی چمک
گوئے سیمیں کی ہو مہتاب میں جیسے کہ دمک

وہ صراحی، گلو یا کہ بلوریں فانوس
کہ نظر شعلہ، آواز کی آتی تھی بھڑک

جیب، مشرق[2] سے ہو جوں نور سحر کا مشہود
مشرق، جیب سے یوں صبح گلو تھی مدرک

ایک ہی شاخ سے ہر رنگ کے گل پھولے تھے
نورتن دیکھ کے بازو پہ رہی عقل بھچک

مل کے بالیدہ ہوئے نرمی و صافی باہم
ساعد، صاف تھی یا بحر تجلی کی سمک

فندق، دست یہ کہتی[3] کہ نہ دیکھا ہو تو دیکھ
شاخ، مرجان پہ یاقوت کا غنچہ اب تک

گول پستان کہ دو کوزہ، زر، زور سڈھول
اوس پہ وہ چتر سیہ فام نہ سرپوش محک

گر ترنج، زر، پرویز کہوں میں اوس کو
ادب، حسن یہ کہتا ہے کہ بس آگے نہ بک

دست رس اون پہ جو ہو مرسلہ، گوہر کی
یہ حیا حسن کی کہتی ہے کہ ہٹ یاں سے سرک

قدسیوں کا ہو وہیں خرقہ، تقویٰ پھر چاک
جائے پستان پہ انگیا جو کہیں اس کی مسک

اللہ اللہ نزاکت کہ کمر پر اوس کی
کہیں بل جاوے جو چوٹی وہیں آجائے لچک

وہ شکم آئنہ صاف ہے اور اوس میں ناف
ہے بھنور چشمہ، آئنہ کی بے شبہ و شک

سینہ کے تختہ، بلور پہ یا خاتم سیم
رکھی جو صانع قدرت نے تو آئی ہے ڈھلک

اوس سے آگے تو مجال، نظر و فکر ہے تنگ
وہم بیرون، در اس جا پہ رہا جا کے ٹھٹھک

گنج خوبی کی کچھ ایک سیم پس انداز سریں
دست، زر کوب، ہوس سے یہ نہ پہنچی ہے دھمک

اس کے آئینہ زانو کی صفا کیا کہیے
جس کے ہو سامنے تہہ، زانوئے مرات فلک

ساق آئینہ زانو کا بلوریں دستہ
جس سے شرمندہ عمود، سحر و مہر فلک

لعل گوں ڈانک سا الماس کی پنڈلی کے تلے
پشت، پا سے نظر آتا تھا پڑا رنگ، کفک

قامت اوس کا یہ قیامت کہ جو شور، محشر
آگے آجائے تو دے مار کے ٹھوکر وہ جھڑک

نشہ، بادہ میں یوں وہ قد، موزوں جھومے
باد سے آئے ہے جس رنگ سے گلبن میں لچک

اوس کی آواز پہ ہو روح، ملائک کو سماع
پہنچے گر سمع تک اوس پانو کے گھنگھرو کی جھنک

جلوہ[4] پرداز ہوئی ناز سے بالیں پہ مرے
دیکھ اوس حسن کے شعلہ کو گئی آنکھ جھپک

قلبہ، تار سے ایک نور تجلی تھا بلند
دشت، ایمن کی طرح خاک سے لے تا بہ فلک

۱۔آ۔ دست مل
۲۔آ۔ (سے)
۳۔ب۔ کہتی نہ دیکھا ہو
۴۔آ،ب۔ زائد شعر

غنچہ ساں ہو تبسم یہ کھلیں مجھ سے کہ جل [illegible]
صورت بوے گل اب ہیں بیجے گلگشت چمن نکہت غنچہ صفت [illegible]
گل و بلبل سے گلستاں میں ہنسیں اور بولیں غم تنہائی رہے [illegible]
ایسی رنگین غزل اب وصف بہاراں میں کہہ سن کے ہو غنچہ صفت جس کو شگفتہ ہر ایک
سنتے ہی اوس سے کہی طرفہ بہاریہ غزل آفریں سنج ہوا سن کے جسے ہر زیرک

غزل

فیض آرئی سے ہوئی سبز زمیں تابہ فلک تخم گل سے ہے غلط دانۂ تسبیح ملک
کیا عجب کھینچیے پھولوں سے سپر کے گر عطر آب خنجر سے اوٹھا سبزۂ جوہر بھی لپک
جوہر[1] باد بہاری میں یہ سیرابی ہے جانے ہے ساغر تصویر سے ہی بادہ چھلک
باغ میں تاکہ عیاری زر گل کو سمجھے ہاتھ میں میزان لالہ لیے نکلے محک
نغمہ جون تنگ دہانوں کا کرے دل کو وا دل شگفتہ کرے یوں باغ میں غنچوں کی چٹک
عطردان غنچوں کے، باد سحری نے کھولے سب چمن جلوۂ شاہد صفت اٹھا ہے مہک
غنچہ ساں سر نہ نکالا تھا گریبان سے ہنوز لاؤں تا مقطع رنگیں کوئی کہہ کر لب تک
سن کے وہ رشک چمن غنچۂ نرگس کی طرح ہوکے یوں کہنے لگی ناز سے گرم چشمک
یہ مضامین یہ الفاظ یہ تالیف یہ نظم گوش زد گوش زمانے کے نہیں آج تلک
نظم کہتے ہیں اِسے، یہ ہے سخن کا انداز کہ یہ ہے طرز بیاں، آن[2] کے سیکھے ہر یک
پر یہ پوچھوں ہوں کہ کسواسطے اے فخر سخن نہیں کہتا ہے تو اب نعت شہ انس و ملک
کون! وہ یعنی محمدؐ کہ در اوسکے، کی خاک واسطے عرش معلّیٰ کے ہے زیب تارک
سن کے یہ اوس سے کہا نعت میں ایسا[3] مطلع حالت وجد میں تھے سن کے بزرگ و کوچک

مطلع ثالث

عہد میں صوت نہی اوسکی نہاں ہے یاننگ جام کو مہر چھپاوے تہ دامان شبک
بسکہ آوازۂ احکام شریعت ہے بلند ہاتھ سے پھینک دیا مطرب گردوں نے چنگ
عدل اسکا ہو اگر حامیٔ مظلوم تو لے چنگل صعوہ بے بہرۂ کلۂ باز اوچک
مختلج برق کی ہو چشم، نہ پھر بار دگر عہد میں اوس کے اگر آنکھ پہ رکھے وہ خسک
چشم معشوق ہو جیسے دل عاشق پہ دلیر اوس حمایت سے ہے یوں شیر پہ آہو شپرک
گر تری تربیت حلم[4] دکھا دے اعجاز ہے نہ ممکن کہ اوٹھے باد سے پھر آگ دہک
پترے آئینہ میں ہے جلوہ نما حسن قدیم رہ گئے دیدہ و دل تج کو تحیر سے تک
آئے خاطر میں نہ کچھ نکہت نسرین بہشت جو مشام آپکی نکہت سے ذرا جائے مہک

۱۔ ب، جوہری
۲۔ آ۔ آن کے سب کی ہر ایک
۳۔ آ، ب۔ مطلع ایسا
۴۔ آ۔ حکم

خاکبوں[1] سے ترے درہ کے جو لیتا خورشید   رازِ افلاک کہے، عقل کہے، مار نہ جھک
زندہ اول، ایوان، مراتب پہ ترے   رہبر و، فکر جو جاوے تو رہے راہ میں تھک
سخت کوتاہ ہوا محورِ افلاک، خیال   خیمہ ترکِ معلٰی کا کیا جب جھترک
مدح کیا اوسکی کروں، نعت میں جسکی ممنون   مرشد، جوہرِ اول کو ہے حکم کو دک
لیک مطلع وہ لکھوں وصف وصی میں اوسکے   چرخ پر رشک سے ہو مطلع شعریٰ بھی حک

مطلع رابع

اوسکے عنصر نے سے نہ ہو نورالٰہی منفک   آب گوہر کہیں گوہر سے نہیں جائے چھلک
اسد اللہ کہ یک نعرہ قہر اوسکے سے   جائے شیر فلکی صورتِ روباہ دبک
یا علی کہہ کے وہ آغوش میں لے لے اوسکو   عہد میں، اوسکے جو دیں شیشہ کو پتھر پہ پٹک
آب، شمشیر ترا دم میں بجھاوے اوسکو   شعلۂ شرک دل، گبر میں اوٹھے جو بھڑک
جلوہ پرداز جہاں تو ہو ترے سامنے سے   جائے چپکے سے ہے یوں خصم سیہ بخت سٹک
مہر پہ نور کے ہوتے ہی مقابل جیسے   سایۂ تیرہ درون جائے دبُکے پانو کھسک
کو کہہ دیکھ سواری کا تری کیونکہ نہ نور   دیدۂ دشمن خفاش صفت سے ہو، حک
ہوکے صف بستہ ہزاروں شہ خاور سے چلیں   باندھ، ترکش کو جہاں مثل سپاہ، ازبک
ایک ادنیٰ جو ہے سرکار مبارک کا غلام   فن پیکار میں ہے اوسکو مہارت یاں تک
توڑ جاتا ہے وہیں سات توے گردوں کے   چھوڑ دیتا ہے اگر کھینچ کے[2] وہ تک ناوک
صولت، نعرۂ پر قہر و غضب سے تیرے   جائے شیرازۂ نظم و نسق، دہر چٹک
مثل، اوراق پریشان شدہ ہوں زیر و زبر   ہو کہ اطباق، زمین و فلک ابتر یک یک
توسن اوس کا وہ سبک رو کہ دوڑپڑے جو[3] اسے   ساحت، آئنہ پر پہنچنے پاوے نہ دھمک
پار مرأت فلک کے ہو وہ اسی جلدی[4] سے   پہنچے پانے نہ تمثال بھی آئنہ تلک
اوترے ہے ایسی ہی خوبی و لطافت سے اور!   لطف سے آئے ہے جوں وحی خدا زیرِ فلک
خسروا بادشہا بندہ نوازا! حق نے   فرض کی تیری اطاعت پہ انساں و ملک
ہے جو اولاد تری حجت، حق عالم میں   کہ وصی بعد، وصی بعد تیرے ہیں وہ و یک
صاحبِ سترِ محمدؐ ہے بلاشبہ ہر ایک   ہیں بترتیب محمدؐ کے وہ نائب بے شک
راہ سے اونکی جو عالم میں مخالف ہے راہ   راہ پہنچے ہے وہ بے شبہ، درِ دوزخ تک
سو یہہ اب عرض ہے، اے راہنمائے عالم   کہ اسی رہ نہیں مجھے خاک کرے دور فلک
ہے تری ذیلِ محبت کا وسیلہ جو کو   ہاتھ میرا نہیں جاتا کسی دامان تلک
کوئی میرا نہیں الا کہ محبت تیری   دم بہ دم شعر یہ ظاہر کا ہوں لاتا لب تک
ہر کسے را بہ کسے دست توسل محکم   لیس[5] واللہ سوا حبک بے مستمسک
میں گنہگار ہوں اور لطف سے تیرے ہے امید   ہر گنہگار کی ہوویگی شفاعت بے شک

۱۔ آ، ب = خاک بوسوں سے ترے در کی
۲ ب = یو نہیں ناوک
۳۔ آ = جو ڈپٹے وہ اسے
۴۔ آ۔ جلوے سے
۵ ترجمہ، بجز تیری محبت کے میرا کوئی سہارا نہیں

سو یہ تجھ سے ہے شہا عرض کہ میں روزِ جزا — عرب و [illegible]
تیری ہمت سے تو ہے بخشش بے حد کی امید — روبرو تیرے کہوں گر یہ [illegible]
ختم کرتا ہوں دعا پر یہ قصیدہ ممنوں — سن کے آمین کہیں ہاتھ اٹھا انس و ملک
جب تلک مہر کے ہے چترِ مرصع سر پر — ہو میں [illegible] ہو اختر کی ہے پوشاک فلک
خلعتِ سندسِ جنت ہو محبوں کو نصیب — پہنچے جز سنگِ ملامت نہ سرِ خصم تلک

۵۔ قصیدہ در منقبت جنابِ ولایت و امامت مرتبت علی مرتضیٰ علیہ السلام[2]

بزمِ عالم میں عجب نشوونما کا ہے عمل — ریشہ دوانے ہے مجمر میں بھی چوبِ صندل
لالہ و داغ صفت دے ہے نمو باد اگر — آتشیں مجمرہ ہو پارۂ عنبر کا محل
دود و اخگر سے بہم سنبل و گل پہنچیں ہیں — رنگ و بو میں ہیں خیاباں کے مقابل منقل
مل کے بالیدہ بہم خواہ قدح خواہ شراب — جام[3] سیمیں و مئے زرد ہے نرگس بمثل
فرشِ گل پر یہ صفا ہے کہ گزرنا مشکل — گاہ جاتا ہے پھسل پانے صباگاہ سنبھل
ہے عجب فیضِ نمو کارگہِ ہستی میں — جون رگِ سبزہ بڑھے[4] ہے رگِ خوابِ مخمل
اثرِ نامیہ یاں تک ہے کہ جوں شاخِ درخت — کیا عجب! شاخِ کماں سے بھی جو پھوٹے کونپل
کھل رہا تیر کا سوفار ہے گل کی مانند — پڑھ رہا زاغِ کمان صورتِ بلبل ہے غزل
پھول کیا کیا ہیں نہ خیاطِ بہاراں نے لگائے — دامنِ دشت مطر اور گریبان طلل
ہے گل و تختۂ سنبل سے ہوا عکس پذیر — کہیں ٹکڑے ہیں شفق کے کہیں کالے بادل
کارِ رنگینیِ موسم کا کہاں تک ہے عروج — کہ خیابانِ فلک میں گل و سوسن ہے زحل
ہے خیابانِ چمن صفحۂ دیوانِ بہار — بن گیا سرو، ہے مصرع جو کوئی تنہا مہمل
چمنِ صفحہ پہ سطروں میں عجب بینِ[5] مسطور — سنبلستان میں ہے باریک سی جاری جدول
روزِ نوروز، منجم کو ہے گھر بیٹھے سیر — لوحِ احکام ہے صحنِ چمنستان کا بدل
کھل رہے صفحہ پہ ہیں تخمِ گل سے رقومِ تقویم — سبزہ و گل کی سی موجیں ہیں خطوطِ جدول
گرہیں تار میں دیجئے تو ہو نسرین کا ہار — شاخِ سنبل ہو، اگر بال میں پڑجاویں بل
ہو تر و تازہ دہیں شکلِ گلِ نیلوفر — امتحاناً جو رکھیں آب میں[6] کاغذ کا کنول
کلکِ نقاش اگر شاخ کی کھینچیں[7] تصویر — شاخ سے پھول اوگے، پھول سے بنتا ہے پھل
بوسہ کو شاخِ ثمردار جھکی پڑتی ہے — رنگ ان روزوں میں کچھ گل کا یہ آیا ہے نکل
پنجۂ گل رنگ کرے مثلِ حنائی سودہ — ہاتھ دھووے جو کفِ خاک سے کوئی مل مل
لافِ خشکی نہیں اس موسمِ رنگیں میں قبول — سبحہ زاہد کے گلو میں ہے گلوں کی ہیکل
صورتِ دانۂ انگور ٹپکتی ہے شراب — دانۂ سبحۂ صوفی کو اگر ڈالیں مل
شاخِ خم گشتہ میں آویختہ ہیں غنچہ و گل — دلِ قندیل گیا رشک سے محراب میں جل

۱۔ ب۔ بر میں افلاک
۲۔ ب۔ علی مرتضیٰ علیہ السلام نہیں لکھا ہے۔
۳۔ آ، ب۔ جام بلوریں مئے زرد
۴۔ آ، ب۔ بڑھی ہے رگِ خوابِ مخمل لندن۔ بھڑے، سہو کاتب
۵۔ عجب بیں مسطور
۶۔ ب: پانی
۷۔ آ، ب: کھینچے

واہ ری تربیتِ فیضِ ہوا زمزمہ خواں — بلبلیں بیضۂ فولاد سے آتی ہیں نکل
سرِ ہر سرو پہ ہے قافیہ پرداز تدرو — عندلیبانِ خوش آواز یہ پڑھتے ہیں غزل

مطلع ثانی

دیکھ رضواں کیسے نقاشِ بہاراں کا عمل — نقشِ ثانی یہ چمن، خلد ہے نقشِ اول
ولولہ خیز صبا کیوں نہ ہو مجنوں کی طرح — محملِ لعلیِ لالہ پئے[1] لیلیٰ ہے محل
کہہ نہ شبنم کہ دمِ گرم سے بلبل کے تمام — چہرۂ نازکِ گل پر عرق آیا ہے نکل
حلی و حلہ گل و سبزہ چمن زارِ عروس — ہاتھ مشاطہ کا ہر موجِ صبا ہے بہ مثل
عکسِ برگ و رگِ سوسن سے عجب جا دو دست — آج بھی دیکھتا ہوں یہی[2] جو دیکھوں تھا کل
لبِ خوش رنگ پہ غنچہ کے جمائی ہے مسی — چشمِ فتاں میں ہے نرگس کے لگایا کاجل
روے گلشن پہ رہے موے بنفشہ ہیں بکھر — جعدِ سنبل کمرِ شاخ سے آئی ہے ڈھل
گل پہ گل جیسے دو محبوب رکھیں رخ پر رخ — شاخ سے شاخ دو مشتاق صفت دست و بغل
کب تلک دستِ صبا خیرگی و چالاکی — بے ادب دیکھ کہ گل کی ہے گئی چولی بچل
غنچہ و شاخ سے لالہ کے ہوا ہے ہم رنگ — محفلِ لالہ رخاں میں ہے جو میل و مکحل
غیرتِ شیشہ گلزار ہے آئینۂ آب — بسکہ ہے عکس پذیرِ گل و ریحاں جدول
سایہ تاک کی ہر پھول پہ یہ کیفیت — جوں سیہ مست و گل اندام بہم دست و بغل
غنچۂ ہر[3] شاخ کے پہنچے پہ ہے لعلین تعویذ — پہنی اشجار نے پھولوں کی گلے میں ہیکل
زیورِ گل سے جلی بند ہوئی ساعدِ شاخ — سرو کے پانو میں خلخال ہے آبِ جدول
جلوہ پرداز ہیں رعنا منشانِ گلشن — ایک سے[4] ایک نئے رنگ کی پوشاک بدل
دیکھ یہ جلوۂ رنگین، چمن میں بلبل — انوری کا یہی اب شعر پڑھے[5] ہے بہ محل
ساعد و ساقِ عروسانِ چمن را بینی — ہمہ بربستہ جلی و ہمہ پوشیدہ خلل
بسکہ ہیں محو تماشاے عروسانِ چمن — باغ میں دیدۂ نرگس نہیں جھپکے یک پل
گہہ کرے غنچہ صراحی گہے ساغر گل کو — شعبدہ باز صبا میں بھی عجب ہے چھل بل
اور کرتا ہے رقم مطلعِ رنگیں ممنوں — رنگِ گل آبِ مئے سرخ میں کیجے گا حل

مطلع ثالث

ہے جمادات تلک نامیہ کا فیض عمل — سنگ سے نخل تراشے ہیں تو پھوٹے کونپل
صوتِ ناقوس ہے مرغِ چمنستاں کی نوا — نرگس و لالہ بنے چشم و رخِ لات و ہبل
اگ یوں چمکے ہے جیسے پسِ مینا ہو چراغ — کی ہر اک سنگ پہ یہ لطفِ ہوا نے صیقل
جانے جس طرح چھلک ظرفِ بلوریں سے آب — یوں چلا شیشہ ہر اک سنگ سے صحرا میں ابل

۱۔ آ۔ میں ہے لیلیٰ کا محل   ب۔ لالہ کے ہے لیلیٰ کا دجل
۲۔ آ: وہ ہے، ب: سب کچھ دیکھا یہی
۳۔ بھی، ب، سے
۴۔ آ و ب: نہ
۵۔ آ: پڑھی

باغِ تصویر بنادے کوئی دیوار پہ گر | نہر اللہ [illegible]
کہیں امواج اوٹھا کر نہ یہ سیرابیِ باد | سقف و دیوار و در [illegible]
غرض اس فصل میں یہ دیکھ کے سیرابیِ باد | شعر یہ بلبلِ[1] آملی کا گیا لب سے نکل
اندریں فصل نیابند کہن تقویمے | گر نہ جاری بودش آب زجدول جدول
کیوں نہ شاداب ہوں گلہائے مضامینِ بہار | مثل فوارہ بہا آپ ہے خامہ سے اوچھل
صورتِ شاخِ گل اب خاک میں شاخِ آہو | باغباں لاکے اگر تعبیہ کردے بجنگل
خاک کے جوہرِ قابل سے نہ کچھ دور سمجھ | کہ گل و غنچہ و برگ اوس سے وہیں آئے نکل
تازگی بخش ہے ہر ایک رگِ خشک کو باد | متحرک ہوئی جوں شاخِ گل اب ساعدِ شل
دل کشا باد میں انفاسِ حکیماں ہیں اگر | وا کیجے غنچہ صفت عقدۂ ما لاینحل
غنچہ ساں باد سے ہر عقدۂ مشکل[3] ہے وا | لیک کچھ عقدۂ خاطر[4] نہ ہوا میرا حل
گرچہ اِس فصل میں جوں مرغِ خوش الحانِ چمن | بلبلِ گلشنِ تصویر کبھی پڑھتی ہے غزل
آشنا نغمۂ شادی سے نہیں لیکن ہم | ایک بھی حرف زباں سے نہیں[5] سکتا ہے نکل
صورتِ خامہ بھرا سرمہ گلو تک ہے تمام | میل گویا ہے زبان اور دہاں ہے مکحل
غنچہ ساں یاں تہِ لب حرفِ تمنا خوں[6] ہے | دس زبان موںہہ میں ہیں سوسن کی طرح گو بجل
باغِ عالم سے حلاوت نہیں قسمت میں میری | سیب دکھلاکے[7] ہے دیتا مجھے گردوں حنظل
دل میں میرے اثرِ عیش و طرب جز غم و رنج | نہ زیادہ ہے نہ کم اور نہ اکثر نہ اقل
جورِ گردوں سے وہاں جاکے کروں گا فریاد | جسکے در کا ہے لقب ملجاء امید و امل
کون یعنی شہِ مردانِ علی عالی قدر | نام اوس خاکِ درِ پاک کا ہے عرش محل
سرمۂ خاکِ رہ اوس کا جو کریں آنکھوں میں | رشتۂ نور ہے ہم چشم ہو بھر عرقِ سبل
ہے بجا کہیے اگر اول و آخر اوس کو | آخرِ ختم رسل اور امامِ اول
زور نورِ ازلی کے تھے دو لمعے چمکے | سو ہوا[8] ایک امام ایک نبیِ مرسل
مصطفےٰ، موسیٰ و ہارون ہے، تو اوسکے بعد | اس وصایت کا وہ منکر ہے کہ ہو جو[9] اجہل
مدح میں اوسکی پڑھوں مطلعِ ثانی ایسا | سن کے احسنت مکرر کہے عقلِ اول

مطلع رابع

ذات یکتا تری جوں ذاتِ حقِ عزوجل | نہ مثیل و نہ مماثل نہ رکھے مثل و مثل
شکل ثانی کی ترے محو یہاں تک کہ نہ پائے | وہم و آئینہ و آب اوسکو نہ چشمِ احول

١-آ-ابوطالب آملی

٣-ب-کئے

٤-ب-یہ

٥-ب-آتا

٦-آ-ہے خون

٧-آ-دکھلانے ہے

٨-آ-ب-جو ہو

٩-ب-وہ

جوں حریمِ احدی بکعبۂ عزت میں تری   نہ دلایل کی رسائی نہ خرد کا مدخل
حق کہ تو مصحفِ ناطق ہے، مفصل تجھ میں   جو کلامِ صمدی میں تھے نکاتِ مجمل
بحرِ اسرار ہے تو اور ترا جاری فیض   دلِ اربابِ ولایت میں ہے جدول جدول
آبیاری نہ کرے چشمۂ الفت جو ترا   ہو عبادت وہ شجر جس میں نہ ہو پھول نہ پھل

تو ہے ہم نامِ خدا نام پہ تیرے ہے بجا   عوضِ صل و سلم جو کہیں عزوجل
سب پہ ہے[1] شبہ و شک نفسِ نبی کو تفضیل   تو کہ ہے نفسِ نبی سب سے نہ کیوں ہو[2] افضل
حفظ تیرا جو مددگار ضعیفوں کا ہو   زہرہء مار ہے کیا جو کہ کرے مور سے بل
پنجۂ شیر ہوا شانہ کشِ لحیہ کیش   محو اوس عہدِ عدالت میں ہے مفہومِ جدل
جورِ گردوں سے[3] اگر سنگ پڑے شیشہ پہر   دستِ پیر قوتِ عدل اوس کا اٹھا زو دہیں جبل[4]
ایسے ہی زور سے مارے ہے رخِ گردوں پہر   ذرہ ذرہ[5] ہو فلک، کوہ ہے خردل خردل
عہد میں تیرے، عدالت کا یہاں تک ہے عموم   کیجیے جمع جو دو ضد کو تو پہنچے نہ خلل
نخلِ مومیں کو جو دیں چشمۂ آتش نے آب   ہو کے بالیدہ و شاداب وہ لاتا ہے پھل
آتشِ قہر تری شعلہ لگن ہے اوسکے   کہ جسے منع کرے شرعِ نبیِ مرسل
عہد میں تیرے جو مطرب کرے آہنگِ غنا   جائے بس نائے گلو شعلۂ آواز سے جل
تارِ صرصر سے بنیں پردۂ فانوسِ چراغ   بزم میں ہو جو ترا ذکرِ حفاظت یک پل
دستِ صرصر سے نہ ہو چاک گریبانِ حباب   لجۂ دہر میں یہ حفظ کا تیرے ہے عمل
خاکساروں سے کہیں عہدِ عدالت میں تری   عاجز آزارِ فلک ظلم کو لایا بہ عمل
پیکر اوس کا جو سراسر نظر آتا ہے کبود   پنجۂ عدل نے تیرے اوسے ڈالا ہے مسل
کسی مظلوم پہ ظالم جو کوئی پھینکے تیر   باوجودیکہ کماں سے وہ گیا ہووے نکل
اور فرمانے ترا حفظِ جہاں پرور اسے   چل اودھر ہی کو اولٹ، دیکھ ادھر کو مت چل
کرکے سو فار سے وا اپنے دہن کو وہ پھر   یوں الٹتا ہے اودھر کو کہ اوسے جانے نگل
خاک میں خصمِ گراں جان نہ ترا کیوں گرجانے   شے وہ ہو مائلِ پستی کہ جو ہووے بوجھل
تکیہ ہو زانوئے غم خوار صفت زانوئے شیر   ہووے عارض جو ترے عہد میں آہو کو کسل
واہ رے تربیتِ بادِ بہارانِ کرم   غیرتِ گل ہو اگر آب میں رکھیں منقل
حبذا معجزۂ عہدِ عدالت کہ طبیب   مشک لکھتے ہیں پے تقویتِ روحِ جعل
کیا تعجب کہ ترے قہر سے ہو جل کر خاک   نسبت کفر زبس رکھے ہے ہندوئے زحل
صورتِ نہی تھے ازبسکہ کیے گردوں نے   دامنِ روز میں زنگولۂ اختر اوجھل
پھر کرے بادِ مسیحا اثرِ بادِ سموم   بن ترے حکم اگر چاہے کہ ہو رفعِ علل
فرش ہو گوشۂ ایوانِ جلالت میں ترے   اطلسِ چرخ نہ ہو گر کہن و مستعمل

۱۔ آ، ہے
۲۔ آ، ہے
۳۔ ب، سیں
۴۔ آ، دہیں جبل
۵۔ آ، بے۔ بے

سامنا شیر کا کب روبۂ مکار سے [illegible]
[illegible]

برقِ شمشیرِ عدو سوز اگر ہو تیری
غالب [illegible]

دیکھ اوس کو کہ تیغ کو میدان سے یوں
دشمن [illegible]

پھر تو تیغِ شہابی کو نظر کرتے ہی
جانئے جس طرح سے شیطان [illegible]

صورتِ لا جو رکھے ہے تری تیغِ دو زبان
ہے وہ ثانی [illegible] شریکِ [illegible] اجل

کاٹ کر گاؤ زمیں پشتِ سمک پر ٹھہرے
اوس دم تیغ سے [illegible] ہو اگر برقِ اجل

تو جو میدان میں کھینچے ہے اوسے روزِ مصاف
اپنی ہی جان کا رکھتی ہے وہاں خوف اجل

اس قدر جو ہر ترش نہ ہو[1] اس میں قطعاً
اوس سے شمشیرِ قضا کو نہ اگر دیجیے بدل

شوخی اوس رخش کی لکھوں تو کمیتِ خامہ
ڈر یہ ہے جائے کہیں عرصۂ[2] کاغذ سے نکل

اس کی تصویر کا جب قصد کرے ہے مانی
طبع ہوتی ہے اس اندیشہ سے اپنی[3] بے کل

جست و خیز اوس کی ہے کیا دور کہ وہ شوخ شبیہ
چوکڑی باندھ کے آہو کی طرح جائے اوچھل

نقش بندِ دو جہاں اوس کو کرے ہے الہام
کھینچ تو اوس کے سوار اور عناں کو اول

نیم نقطہ سے ہے اوس دائرۂ سم میں کم
تاحدِ دشتِ ابد از سرِ میدانِ ازل

گر ترے دھیان میں آجائے کسی وقت کہ تک
طے کرے مشرق و مغرب کو بہ گردونِ بے کل

جاکے سو بار یہاں سے وہ وہاں تک پھر آئے
دل سے تا لب پہ ترے حرف نہ یہ آئے کہ چل

شوخ معشوق نہ جس طرح سے آوے بر میں
ٹھہرے آغوشِ تصور میں نہ یوں وہ اچپل

اوس کی شوخی کو جو دیکھا ہو کسی نے یکبار
سرعتِ وہم کو سمجھے ہے وہ مفہومِ کسل

ہووے یوں جلوہ ترا خانۂ زیں میں اوسکے
ترے سینہ میں ہے جوں نورِ حقِ عز و جل

طاقتِ کلک کہاں جو کہ تری مدح لکھے
تیرا مداح ہے حق اور نبیِ مرسل

عرشِ اعلیٰ سے گزر جائے کسی کا گر فکر
قدر سے اوس درِ والا کے کہیں ہے اسفل

نہ گیا کوئی گدا گاہ یہاں سے محروم
کہ ترا در ہے شہا ملجاءِ امید و امل

عرضِ مقبول یہ اے صاحبِ کل ہو اوسکی
تیری خدمت میں جو کہتا ہے ترا عبدِ اقل

ناخنِ لطف ترا، عقدہ کشا ہے سب کا
لطف سے عقدۂ ہر کار مرا بھی کر حل

راز جو کچھ پسِ دیوارِ قضا ہیں پنہاں
تجھ پہ ظاہر ہیں سب اے واقفِ اسرارِ ازل

روبرو چشم جہاں بین کے تری یاشہِ دین
ایک سا حال ہے ہم ماضی و ہم مستقبل

جو مرا مقصدِ دل ہے سو وہ تجھ پر ہے عیاں
کون سی شئے ہے کہ ہے تیری نگہ سے اوجھل

حکم پر یہ ہے ترے لطفِ جہاں پرور کا
کہ کرے عرض ہر اک اپنی تمنا و امل

حسبِ حال آکے پڑھوں ہوں تری خدمت میں شہا
کرکے موزوں کئی بیت کی اب ایک غزل

مطلع خامس

میں سیہ بخت ہوں وہ روسیہِ روزِ ازل
ہے سیاہی میں مرا دل رخِ ہندو کا بدل

نہیں چمکا ہے ادھر مہرِ تجلی گاہے
تیرگی میں ہے مرا دل شبِ ہجران کی مثل

۱۔ ب۔ ہو بہ تزویر اجل
۲۔ آ، ب۔ میں
۳۔ آ، ب۔ اوسکی
۴۔ ب۔ ثانی

مدتِ عمر تلک پھر وہ پڑھیں استغفار ۔۔۔ گبرو ترسا کو نظر آئیں اگر میرے عمل
نگہِ تیز مجھے دی ہے پہ کرگس کی طرح ۔۔۔ ڈھونڈھتا طعمہ[۱] مردار پھروں ہوں ہر پل
آہ یہ دل کہ عجب گوہرِ نایاب تھا آہ ۔۔۔ معنوی حرص و ہوا لے ہی گیا مجھ سے جبل
حسنِ فانی پہ ہوس بازِ[۲] نظر ہوں ہر دم ۔۔۔ آنکھ دیکھے ہی نہیں جلوۂ معشوقِ ازل
پر خطر راہ ۔ سیہ رات کہیں گہہ میں عدو ۔۔۔ بجھ گئی بادِ ہوس سے یہ خرد کی مشعل
اس شبِ تیرہ میں تو راہ نما میرا ہو ۔۔۔ تجھ سے یہ عرض ہے اے نورِ حقِ عزوجل
علم جو کچھ کہ مجھے ہووے سو ہو دین کا علم ۔۔۔ تابعِ شرعِ نبی ہوں مرے جتنے ہیں عمل
داد بخشا ہو ترا نام جب وردِ زبان ۔۔۔ ہوؤں جس وقت کہ میں موردِ بیدادِ اجل
روزِ محشر[۳] کے مخمون میں ترے ہوں محشور ۔۔۔ کہ یہی غایتِ امید[۴] و نہایت ہے امل
اور دنیا میں میری زیست ہو اس طور کے ساتھ ۔۔۔ کہ نہ لے جائے فلک تا درِ اربابِ دول
ختم کرتا ہوں دعا پر یہ قصیدہ ممنوں ۔۔۔ دے اوسے خلعتِ تاثیر حقِ عزوجل
ساعدِ شاخ جلی بند ہوں گل سے جب تک ۔۔۔ قامتِ سرو کو جب تک ہو عطا سبز حلل
طبع[۵] میں پیرِ سمن کے ہے برودت جبتک ۔۔۔ تاکہ گلشن میں جلادے گل و لالہ منقل
جب تلک ہاتھ میں دریا کے ہے تسبیحِ حباب ۔۔۔ تا زبان سبزہ کی لے نامِ حقِ عزوجل
میل ہر شے کا ہے تاسوے مقرِ اصلی ۔۔۔ نسق و نظم میں عالم کے نہ تا آئے خلل
مرجعِ ناز رہے جانبِ اعلےٰ جب تک ۔۔۔ منزلِ خاک رہے تاکہ بسوے اسفل
طارمِ عرش تلک ہووے محبوں کو عروج ۔۔۔ تیرے اعدا کا ہمیشہ ہو تہہِ خاک محل

۶۔ ایضاً در منقبت حضرت امامت مرتبت علی مرتضیٰ علیہ السلام

لختِ دل آہ سے جاتے ہیں بکھر وقتِ قلق ۔۔۔ جنبشِ باد سے جوں گل کے پریشاں ہوں ورق
داغِ جاں سوز مرا خوں میں رہے ہے ڈوبا ۔۔۔ قرصِ خورشید سدا دیکھ یہاں زیرِ شفق
کھینچیے گر ضبطِ فغاں ، سینہ ہو معمورۂ زخم ۔۔۔ کھینچیے نالہ تو مُو، جا سے ، جگر جانے تزق
گرمیِ آہِ شرربار سے میری ہر شب ۔۔۔ شکل مجمر کی بنے ہے یہ سپہر ارزق
مثلِ فرہاد نہیں دستِ نگر تیشہ کے ۔۔۔ نفسِ گرم سے اپنے جگرِ سنگ ہو شق
دیکھیے دامنِ مژگاں کو اگر اپنی نشار ۔۔۔ غرقِ لجۂ خوں ہووے فلک کی زورق
ڈبڈبائی رہے گی چشم مری مثلِ حباب ۔۔۔ جب تلک جسم نزار اپنے میں ہے دم کی رمق
پڑھیے اب ایک غزل ایسی چمن میں جاکر ۔۔۔ بلبلوں کو ہو فراموش گلستاں کا سبق

---

۱ لندن۔ نغمہ۔ یہ کاتب کی غلطی ہے

۲۔ آ۔ ب۔ نظر باز ہوس

۳۔ آ۔ ب۔ کو

۴۔ لندن۔ امید چھوٹ گیا ہے۔

۵۔ لندن۔ طبع پر سمن کے یہ درست نہیں ہے۔

مہر و مہ کو نہیں نسبت ترے منہ سے[1] مطلق
درد ہے [illegible]

جلوۂ نرگ باغ میں گرزہ قدِ رعنا ہو کرے
بالِ قمری [illegible]

بے سبب مروحۂ جنباں نہیں بادِ سحری
گرمیِ آتشِ گل سے [illegible] عرق

گرہ ابروئے خوباں میں ہے یوں حسنِ نہاں
جس طرح بیتِ معقد میں ہو مضمونِ ادق

منع، مستی سے نہ کر اہلِ خرابات کو شیخ
ہے کچھ اس گھر کی خرابی سے[2] ہی اہلِ [illegible]

حسن اور عشق کے مضموں کو باندھا تو کیا
کس طرح معنیِ باطل سے کوئی ڈھونڈے حق

مدح اب کیجیے اوس بحرِ سخا کی، کہ مدام
عدل سے جس کے ہے ارکان و جواہر کا نسق

نقدِ بطحا کہ ہو اکسیر نگہ سے جس کی
جیبِ معدن میں مِسِ قلبِ طلائیِ مطلق

اسداللہ جو ایک نعرہ غضب سے کھینچے
جگر و زہرۂ شیرِ فلکی جائے شق

اوس کے قامت پہ ہے تشریفِ امامت زیبا
مسندِ ختمِ رسل اوس کے قدم کو الیق

امر ہے اوس کے نہیں ظلم کا عالم میں اسم
مصدرِ عدل ہے ہے ذاتِ مبارک مشتق

احتساب اوس کے ہے یاں تک ہے شریعت کو رواج
ہے نہ انگور میں جوں بحر کہاں راوق

پڑھ حضوراوس کے میں وہ مطلعِ روشن مضموں
رشک سے چرخ پہ رنگِ رخِ شعری ہو فق

مطلع ثالث

جود، جرأت کا ترے کچھ نہ بیاں ہو مطلق
مہرآسا ہے جہانگیر ترا تیغ و طبق[3]

کفِ ہمت کی ترے دیکھ کے گو ہر باری
دستِ افسوسِ عدو سودہ ہونے تا مرفق

ضربتِ تیغ سے لرزے ہے تری، کوہ کا دل
ہووے ہیبت سے تری رنگِ رخِ گردوں فق

قصرِ شوکت میں ترے جب کہ ہو درکار بساط
اطلسِ سبز کو لادے فلک استبرق

لطف سے تیرے ہمیشہ ہے رخِ ماہ سفید
دلِ خورشید سدا تیرے غضب سے محرق

یوں عدو خشک ہے میداں میں تری ہیبت سے
جس طرح عرصۂ شطرنج میں ہووے بیدق

شاہدِ فتح کی انگشت کہ تیرا ہے خدنگ
خونِ اعدا سے وہ باندھے ہے ہمیشہ فندق

تابہ پر خانہ ہوا غرق سرِ خصم پہ تیر
ہے وہ میداں میں مشابہ بخروسِ افرق

ہیبتِ کفر گدازی سے تری آب[4] ہو پھرہ
ہوچکا نطفۂ کافر جو رحم میں ہو علق

جمع اضداد ترے حکمِ عدالت سے جو ہو
ہوں پریشان نہ دو صد لطمۂ صرصر سے بق

بسکہ تھا ظالم سرکش، سو عدالت نے تری
سرِ گردوں پہ رکھا کاہکشاں سے محرق

تربیت سے ہو تری ظلم بدل رحمت سے
کیا عجب ہے کہ ترے عہد میں اے ضیغمِ حق

مادۂ گرگ[5] ہو بزغالہ پہ ماں سے ارحم
شیرِ نر بچۂ آہو پہ پدر سے اشفق

۱۔ آ: کی

۲۔ ب: ہی سے

۳۔ مختار اشعار ب: طبق۔ یہی درست ہے۔ لندن۔ و آ: علق

۴۔ آ: آب ہے

۵۔ آ: ہے

نسبتِ ذات سے تیری ہے دو عالم کو شرف
وصفِ عالی سے ترے رتبۂ ہمت اوفق

آشیاں[1] عہدِ حمایت میں بناتا ہے ترے
توڑ کر صعوۂ خستہ پر و بالِ لق لق

دے تو کاشاں اوسے جو پارۂ مخمل مانگے
معسر وہ پائے طلب جو کہ کرے قطعہ دق

منصب افزا ہے شہا تو ہی، ترے در پر آ
فلک و مہر ہوا صاحبِ کوس و بیرق

دے تجمل جو ترا قرضِ حشم تو ہو تنگ
عرصۂ سبز فلک مثلِ دہانِ فستق

جوں ولایت کہ نبوت کے لیے لازم ہے
تو ہے ملزوم نبی اس پہ کہوں ہوں صدق

حق نے تج کو ہے کیا نفسِ پیمبر شاہا
جوں نبی، عصمتِ ذاتی ہے تجھے بھی الحق

نفس معصوم کا بے شبہہ کہ ہووے معصوم
اس سخن کا وہی منکر ہے کہ جو ہو[2] احمق

حبذا احمدِ مرسل کہ وصی اوس کا تو
وہ رسالت کے سزا، تو ہے امامت کے احق

اوس کا امکان سے نزدیکِ وجوب آپہنچا
ہے سرحدِ حدوث و قِدم اس جا ملصق

سامنے ذکرِ فضائل کے ترے مدحتِ غیر
یوں بعینہ ہے پس اے نائبِ پیغمبرِ حق

ژند پاژند کو پڑھ روبروے مصحف خوان
جیسے بیہودہ دراؤں کو ہو بق بق، حق حق

قدر عالی سے تری قدر کسی کی نہ شبیہہ
جیسے قرآں میں نہ ہو لفظ کسی کا ملحق

تیرا گلگوں کہ ہے[3] رفتار میں جوں بادِ بہار
زیب سے اوسکے ہے شرمندہ چمن کی رونق

سنبل افشاں وہ دم و بالِ کفل خرمنِ گل
پر عرق گوش کہ آلودۂ شبنم زنبق

پار آئینہ سے جوں چشم بتاں کا ہو عکس
گزرے، گردوں سے اودھر اتنے میں تیرا ابلق

اتنی فرصت میں وہ پھر غرب سے آئے تا شرق
منجذب ریگ کے دریا[4] میں نہ اوس کا ہو عرق

تیرا مداح یہ کرتا ہے شہا تج سے عرض
ہے سزاوارِ قبول اور اجابت کی احق

خاک ہوں در پہ ترے میں کہ ترے در سے دور
مرگ ہے صعب تر و زیست بھی ہے مج کو اشق

لاؤں ہوں ہاتھ میں ممنوں درِ مضمونِ دعا
شعر کے بحر میں تا چند رہوں مستغرق

جب تلک معنی و الفاظ میں باہم ہے ربط
جب تلک صاحب منطق کو ہے امکان نطق

مدح سے تیری ہوں الفاظ و معانی مربوط
وصفِ عالی سے ترے لطفِ سخن ہو ملحق

۷۔ قصیدہ در منقبت امام سر علن حضرت امام حسن علیہ السلام

ہوا سے دشت ہے مثلِ چمن طرب مانوس
نگہ[5] غزال کی جوں شاخِ سبز ہے محسوس

بجز بہار نہ دیکھا زمیں سے تاتہِ آب
رہا، نگاہ کو بر سے جو بحر تک جاسوس

بہار خیز ہے چشم پلنگ و ماہی ہے
کہ لالہ داغِ گل اشرفی بنے ہیں فلوس

کنارِ آب، گلِ جعفری و سوسن دیکھ
چمن کو بو قلموں ہے ترقیِ معکوس

حضیض و اوج جہاں تک ہے سو بہار انگیز
زمیں پہ بو قلموں گل، فلک پہ اون کے عکوس

ہزار رنگ کے جلوے بغل میں رکھتی ہے
الٰہی صبح چمن ہے کہ بیضۂ طاؤس

چمن ہے محفل مستاں کہ غنچہ و گل سے
چنے عقیقی اکواب و لعل رنگ کؤس

۱۔ آ۔ زائد شعر
۲۔ آ، ب۔ کا حق
۳۔ آ۔ تیرا گلگوں کہ رفتار۔
۴۔ آ، ب۔ اجزا،
۵۔ آ۔ نہ کہہ

پڑا چراغ سا چمکے ہے عکسِ چہرۂ گل　　حباب آب مگر ہے بلور کی ناموس
جھک آئی شاخ پہ شاخ و نخل آنے گل جھوم　　کہ جس مزے سے دو شاہد کو ہو کنار اور بوس
حلی و حلہ گل و سبزہ سے رکھے ہے کام　　مگر نسیم ہے مشاطہ و چمن ہے عروس
زبانِ وصل دو مشتاق سے ہے خرم باغ　　کہ عندلیب نہ صحبت سے گل کی ہے مایوس
نہیں ہے دعوے خشکی بجا کہ رنگین تر　　قمیصِ گل سے ہے زاہد کا خرقۂ سالوس
یہ بندوبست ہے لطفِ ہوا کا عالم میں　　کہ ہر گرہ میں ہے جوں غنچہ بوے گلِ محبوس
کھلے ہے شاخ پہ جون غنچہ انبساط ہوا　　کرے ہے وا گرہ ابروے فقیہہ عبوس
بنا فضائے گلستاں ہر اک صنم خانہ　　کہ بت زمیں پہ ہیں جیسے کہ نخلِ گل مغروس
عذار و چشمِ بتاں سے اوگے گل و نرگس　　نوائے مرغِ گلستاں ہے نغمۂ ناقوس
دخاں ہے سنبل و گلبن زبانہ اخگرِ گل　　پئے پرستشِ آتش، کہاں سے لائیں مجوس.
برنگ سروِ زبس نخلِ شمع سبز ہوا　　نوائے فاختہ سے پُر ہے پردۂ فانوس
لکھوں ہوں شرحِ بہاراں میں مطلعِ رنگیں　　کہ جس سے جوں رگِ گل نالِ خامہ[1] ہو محسوس

مطلع ثانی

کیسے ہیں جعفری و گل سے جو قبولِ عکوس　　ہرایک برگ ہے سوسن کا شہپرِ طاؤس
ہوا بہار کی دولت سے لطف یہ ارزاں　　کہ مثلِ خوردۂ گل ہاتھ میں ہے مشتِ سبوس
برنگِ برگِ گل ایک ایک بالِ بلبل ہے　　بنا ہے صورتِ تاج خروس، تاجِ خروس
شہِ بہار کی آمد ہے کس تجمل سے　　علم صنوبر و گل دف ہر ایک غنچہ کوس
صبا ہے تاشہ نواز و گل اور گل کی چٹک　　صدائے تاشہ و شہنا گلوئے ہر طاؤس
صبا کو باغ میں فیضِ پیمبری پہنچا　　کہ اوس سے ہوتے ہیں ہر ڈھب کے معجزے محسوس
کیا ہے لطف سے احیائے مردگانِ چمن　　کہ اوس کے دم سے ہے اعجازِ عیسوی مانوس
دکھارہی ہے ہر اک شاخِ گل یدِ بیضا　　نہ ایک شمس، گلوں سے ہوئے پدید شموس
شگفتگیِ سمن ہے دلیلِ شق قمر　　اگر یہ معجزۂ روشن نہ مانیے، افسوس
جو بوستان محمدؐ کا ہے نباتِ حسنؓ　　دمِ صبا ہے مگر اوسکے لطف سے مانوس
امامِ سرِ علن شاہِ دین جناب حسنؓ　　امید بخشِ زمن، دفع سازِ حسرت و بوس
زہے جنابِ مقدس کہ پاک ہے وہ ذات　　ہر ایک نقص سے جوں ذاتِ طاہرِ قدوس
خدا گواہ کہ دید اوس کی ہے خدا کی دید　　کہ مثلِ ذاتِ علیؑ ذاتِ حق میں ہے محسوس
شہہِ سریرِ امامت کہ ہر گدا جس کا　　برائے پا نہ کرے کفشِ تاجِ کیکاوس
کریں جو خاک نشین اوسکی شرحِ نسخۂ چرخ　　کھلے ہر ایک پہ پستی فکرِ بطلیموس
زہے رواجِ سعادت کہ عہد میں اوسکے　　عمل پہ پہر پہ سعدین کا کریں ہیں نحوس.
اگر وقار ہو اس کا طبیب تو شاید　　کرے سپہر سے نجمی دفعِ علتِ کابوس

۱۔ آبِ خانہ

کرم سے اوس کے مریضانِ دل کو صحت ہے — یہاں نہ دخلِ فلاطون نہ کارِ جالینوس
اگر وہ حکم بدل دے خواصِ اشیا کو — برائے مار ہو سم بادیاں و اصلُ السوس
عجب حضور میں مطلع پڑھا ہے ممنوںؔ نے — کہ اقتباسِ فصاحت کو آنے ہے قابوس

مطلع ثالث

کرے جو صاف تو آئینۂ قلوب و نفوس — دکھائے معنویِ معقول صورتِ محسوس
وہ ہے ہے خاطرِ ایمانیاں پہ نورفشاں — ترے ضمیر منور کہ ہے وہ شمس و شموس
مخدرات سب اسرارِ دیں کے ہیں مخفوف — کہ تیرا حجلۂ خاطر ہے حافظِ ناموس
عجیب کیا کہ تری محفلِ حفاظت میں — بنائیں، لے، پرِ پروانہ، شمع کے فانوس
پناہِ شرع ہے تو عہد میں ترے شاہا — مصئوں ہے کشورِ اسلام و ملک دیں محروس
نہ دیکھتی فتنِ آشتی اگر تجھ سے — ہوا تھا سرحد دیں پائمال ہر منحوس
پئے جہاد اگر حکم عام ہو تیرا — تو بت پرست کی خاطر تفنگ ہو ناقوس
عجب نہیں ہے کہ ہو طوقِ حلقۂ زنار — کہے جو تو کہ سب اربابِ شرک ہوں[۱] محبوس
طریقِ دینِ شریعت تری زبان میں رواں — رسومِ ذلتِ بدعت تمام ہیں مطموس
یہ پاسِ نہی ہے تیرا کہ بادہ خواہ کے ہونٹھ — کریں اگر لبِ بنت العنب پہ نیتِ بوس
صدا اوٹھے لبِ مینا سے دور اے مردود — سنے یہی دہنِ جام سے کہ "ہٹ منحوس"
نہیبِ شرع ترا گوشِ چرخ تک پہنچا — سو، واژگونہ ہے ازبسکہ تھا بصورتِ کوس
تری حمایتِ مظلوم کی کرے جو کمک — تو مور لے، جگرِ مار سے لہو سب چوس
جو خاندان سے تیرے بنا رکھے بہ خلاف — تو لے ہے خانۂ ایماں کو اوسکے شیطان موس[۲]
ثنا میں اور بھی مطلع لکھا کہ نازش سے — قلم[۳] پہ صفحہ کو، صفحہ پہ ہے قلم کو، بوس

مطلع رابع

وہ ہے سمانہ سمک تیرے جود سے مایوس — کہ پہنچے ماہی و مہ کو درست سیم و فلوس
نہیں سنا کہ تری کارگاہِ بخشش سے — پھرا ہو ایک بھی سایل بحسرت و افسوس
جو ایک خرقۂ پشمینہ کا کرے ہے خیال[۴] — اوسے تفضلِ کشمیر ہو عنایتِ طوس
جنہوں کے سر ہیں ترے دامنِ ولا کے تلے — نہ خوفِ مہر اونہیں کچھ دمِ معادِ نفوس
جو آج جرعہ کشِ ساغرِ محبت ہیں — کل ان کے ہونٹ ہیں اور سلسبیل کے ہیں کیوس
عدد کے اخترِ واژون کو لگ رہا ہے وبال — کہ جل بجھے ہے شتابی سے مشعلِ منکوس
یہ آبِ تیغ نے تیری بجھائی آتشِ کفر — اٹھے نہ شرک کا شعلہ دردنِ قلبِ مجوس
زہے کمیت فلک تاز میخِ نعل صفر — کرے حسد کا پامال کوکبِ منحوس

۱۔ لندن: "ہے" لیکن "ہیں" درست ہے۔
۲۔ آ: دوس
۳۔ لندن: "کے"، جو درست نہیں
۴۔ آ: بہ سوال،

ترے سمند سے [illegible] | [illegible]
زہے وہ رخشِ فلک شاں کہ [illegible] | [illegible]
ترے عدو کا ستارہ ہزار اوج پہ ہو | [illegible]
برائے عرض ترے در پہ قبلۂ حاجات! | بصد امید [illegible]
بغیر تیرہ دلی کچھ نہیں حصول شہا | زمینِ ہند میں [illegible]
یہ التماس ہے تجھ سے کہ ہو مطاف مرا | مدینہ و نجف و کربلا و [illegible]
بقاعِ ہفت فلک اپنے زیرِ پا سمجھوں | بقیع میں ترے مرقد کا گر کروں پابوس
زہے وہ روضۂ عالی کہ خاک در پہ وہاں | رہے سر اون کا جو ہیں عرشیوں میں واں رؤس
جو ہاتھ خاک نشینی لگے ترے در کی | تو کیا ہے سلطنتِ روم و پادشاہیِ روس
جو سنگریزہ ترے در کا کوئی ہاتھ لگے | تو خاک ہو مری نظروں میں گنجِ دقیانوس
ہزار نعمتِ الوان خوانِ دہر میں ہیچ | ملے جو مطبخِ عالی سے ایک مشتِ سبوس
حصولِ عرض ہے دستِ دعا اوٹھا ممنوں | کرے قبول جنابِ مہیمنِ قدوس
ہمیشہ تاکہ ہے مالوف دل خراشیِ خار | ہمیشہ تاکہ لبِ گل سے خندہ ہے مانوس
تبسم لب احباب آشنا ہوں سدا | خراشِ دیدہ رہے جانِ حاسدِ مایوس

۸۔ قصیدہ در منقبت حضرت سید الشہدا سبطِ رسولِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم جناب امامت انتساب امام حسین رضی اللہ عنہ

ہوا ہوئی یہ تپِ مہر سے حرارت گیر | کہ موجِ بادِ سحرگہ ہے آتشیں زنجیر
ہزار سحر طرازی اگر کرے مانی | جلائے خامہ و کاغذ کو شعلۂ تصویر
ہوئی ہے تابشِ خورشید کی[1] حرارت سے | مزاجِ اہلِ برودت میں یاں تلک تاثیر
تمام آبلہ پیکر بنے حباب صفت | کسی کی شکل اگر آب میں ہو عکس پذیر
تمام قسمِ جمادات ہوگئے ہیں آب | زبسکہ آتشِ گرما کی عام ہے تاثیر
خرابِ لوحِ منقش ہو جس طرح تر آب | بزیرِ شیشہ ہوئے رنگِ صفحۂ تصویر
جلے ہے جسم ملاقاتِ ماہتاب سے یوں | کسی کے تن پہ گرے گرم گرم جیسے شیر
مزاجِ شاخچۂ گل ہے شمع[2] ساں محرور | برودت اتنی حرارت سے ہوگئی تغیر
جلے چراغ[3] سے جس طرح بالِ پروانہ | جلائے شعلۂ گل بالِ بلبلِ دلگیر
یہاں تلک ہیں سب اجسام منعقد سیال | کہ گھر کو آئینہ بندی اگر کریں ہیں امیر
اونہیں یہ خوف رہے ہے کہ ہوکے آئینہ آب | مثالِ سیل مبادا ہوں آفتِ تعمیر
لکھوں بیانِ حرارت میں اب وہ مطلعِ گرم | کہ ہووے مطلعِ سرد اوس کے آگے مہر اثیر

۱۔ آ،ب: سی حرارت کی

۲۔ آ،ب: شاخ گل آب مثل شمع ہے محرور

۳۔ ب: جلے ہے شمع سے

مطلعِ ثانی

جو شرحِ آتشِ گرما کو کیجیے تحریر — قلم کی نالۂ عاشق سے گرم تر ہو صریر
جلے ہے شرحِ حرارت سے بسکہ نوکِ قلم — مٹے ہے لے کے سیاہی کو وہ دم تحریر
کرے ہے صبح کو جوں جلوۂ مہر عالم سوز — رکھے ہے شعلہ حرارت سے سر میں ہر ایک[1] پہر
شعاعِ چشم میں شمشیر کا کرے یہ[2] کام — جو دیکھیں گنجفہ کا آفتاب میر و وزیر
گداز شدتِ گرما سے بسکہ ہے فولاد — کھڑے[3] ہیں بے مدد شعلۂ خنجر و شمشیر
جو کوئی خواب میں خورشیدِ حشر کو دیکھے — ہر ایک ذرۂ تفسیدہ اوس کی دے تعبیر
زمیں کے ذرۂ تفسیدہ پُر ہوں، جوں شبنم — ہر ایک رگ سے اگر بحر کھولے ابرِ مطیر
نہیں ہے بسکہ وہ صورت شناسِ ابرِ بہار — ہوا ہے صحنِ چمن دشتِ کربلا کا نظیر
دہانِ خشک، شہیدانِ تشنہ لب سے آب — کرے ہے غنچۂ پژمردہ باغ میں تقریر
مژہ نہ اپنی ہو دریا نشاں بھلا کیوں کر — کہ یاد آئے ہے لبِ خشکِ امامِ شبیر
حسین ابنِ علی بادشاہِ ہر دو جہاں — امام مفترضِ الطاعتِ صغیر و کبیر
زہے وہ ذاتِ مقدس کہ مثلِ ذاتِ احد — روا نہیں ہے اوسے تہمتِ شبیہ و نظیر
وہ در ہے جوشِ صفا سے زبس تجلی زار — نقوشِ بوسہ وہاں شکلِ اختراں میں منیر
یہ اوس کے عہدِ عدالت میں گم ہوا آزار — رکھے ہے مثلِ ہمہ ربط، چشمِ صید سے تیر
وہ چیز جو کہ ہو مردودِ شرعِ مصطفوی — سو اس کے عہد میں یاں تک ہے پائے بند واسیر
کہ مطربوں کو گر آہنگِ نغمہ سازی ہو — تو پائے نغمہ میں تحریرِ صوت ہو زنجیر
نہیب اوسکے سے مہتاب و سبزۂ مینا — شراب خوار کو ہے مثلِ زہر[4] آلا شیر
بڑائے خاک نشیں دے عروج تو سایہ — بنے ہے مردمکِ چشم، آفتاب منیر
شگفتگی نہیں ہوئیگی جز خطاب یہاں — کھلے نہ مدحتِ غایت سے خاطرِ دلگیر

مطلعِ ثالث

جو کوہ حلم سے تیرے ہو بحر، سایہ پذیر — تو بیٹھ جائے تہِ آب موج، جوں زنجیر
جو عکسِ ذرۂ کوے فلک نشاں سے ترے — نہ ہووے مہرِ جہاں تاب کے لیے تنویر
تو اوس کے بعد سے کا ہیدہ ہو کے یوں ہو ہلال — کہ بُعدِ مہر سے جیسے فلک پہ ماہِ منیر
زہے رواجِ عدالت کہ عہد میں تیرے — ہمیشہ رکھے ہے دو ضد کو اک جا تقدیر
لبِ جداولِ شریاں پہ سبزۂ نشتر — لگا کے دے جو کوئی آب چشمہ، شمشیر
رگوں میں ریشہ رواں ہو کے دے پیام سرور — نسیمِ باغِ عدالت کی واہ رے تاثیر
بڑھائے حلقۂ طاعت[5] ہے وہ ترے گر، کام — فلک کے پانوں میں موجِ خرام ہو زنجیر
ہلال ساں جو ترے در پہ ناصیہ سا ہو — دو ہفتہ میں ہو جبیں اوس کی مثلِ بدرِ منیر

۱۔ آ: تیر
۲۔ آب: پھر
۳۔ آ: کھڑیں ہیں
۴۔ آب: مثلِ زہر آلا شیر، لندن مثلِ آلا شیر
۵۔ آ: ترے در پر جو

یہ آسمانِ مدوّر ہے اس لیئے نازاں　　کہ اس میں حلقۂ در کی تری ہے تصویر[1]
یہ[2] منزلت ہے سگِ کوچہ کی ترے کہ اسے　　جو دیکھیے رتبۂ اصحابِ کہف ہے تقریر
بزرگیاں تیرے ایوان کے کبوتر کی　　صفائح[3] پرِ بال، فلک پہ کیں تحریر
بسانِ سینۂ ابرار ہے لبالب نور　　لگے جو خشت اوس ایوان میں دمِ تعمیر
اودھر جو بادِ گلستانِ خلق تیری چلے　　تو ہووے شعلہ جہنم کا شعلۂ تصویر
زہے گرانیِ کوہِ وقار و حلم تری　　کہ اوس سے مرکزِ خاکی اگر ہو سایہ پذیر
تو پشتِ گاوِ زمیں بس کہ زیرِ بار آوے　　شکست ایسی ہی پہنچے کہ کیا کروں تقریر
یہ ریزہ ریزہ ہر ایک استخوان ہو اوسکی　　کہ آب میں ہو تباشیر سودہ ساں تہہ گیر
زہے وہ تیغِ جگر چاک سازِ دشمنِ دیں　　گر اوس کا جو ہر برش کوئی کرے تقریر
زبانِ خامہ صفت ہو دوپارہ اوس کی زبان　　کہ ہو رفو سے نہ مرہم سے، التیام پذیر
تری کمر میں جو ہے ذوالفقار حیدر کی　　یہی کرے ہے وہ دونو زبان سے تقریر
کہ میری صورت لاہے[4]، غرض کہ نانی ہوں　　برائے شرکِ حق، و ہستیِ عدوئے شریر
زہے سمندِ ہوا تک کہ نام ہیں اوس کے　　خیالِ سرعت و اندیشہ سیر و فکرِ منیر
کہے ہے کوئی اوسے باد کوئی آتش و برق　　جو مجھ سے پوچھیے تو میں کروں یہی تقریر
نفاذِ امرِ الٰہی میں اوس کی سرعت کا　　نہیں[5] ہے عرصہ گہ کن فکاں میں کوئی نظیر
کہیں ہیں اوس پہ تجھے دیکھ یہ سلیماں سے　　کہ اس نے بادِ سبک[6] ترکو ہے کیا تسخیر
زباں سنبھال، کہ ممنون تو اور اوس کی مدح　　کہ جس کی ذات کا مداح خود ہے ربِ قدیر
برائے عرضِ گرہ کھول نطق سے بس جلد　　کہ ہے نہ اہلِ طلب کو اجازتِ تاخیر
کبھی بھی اوس کے درِ لطفِ حق پرور سے[7]　　سنا ہے تو نے کہ محروم رہ گیا ہے فقیر
وہ در ہے قبلۂ امیدِ بادشاہ و گدا　　وہ کوچہ کعبۂ آمالِ ہر فقیر و امیر
غرض کہ شوق سے اذنِ گرہ کشائی ہے　　ادب سے، گرچہ تہہِ مہر ہے لبِ تقریر
زباں کھولوں ہوں یوں ہاتھ باندھ کر ہے عرض　　کہ جب سوال کریں مجھ سے منکر اور نکیر
ہزار شوق سے اوس دم زبانِ ہر سرِ مو　　بصد فصاحت و خوبی یہی کرے تقریر
کہ اپنے دل میں تو جز عشقِ اہلِ بیت نہیں　　کچھ اس بغیر نہیں لوحِ[8] دل پہ یاں تحریر
تری جناب سے ہے خسروا امیدِ قبول　　کرے ہے عرض دو دم جو ترا غلامِ حقیر
یہ سر ہو، حبذ کے ترے زیرِ سایۂ دامن　　بروزِ حشر کہ ہو شعلہ ریز مہرِ اثیر
بس اختتامِ سخن اب دعا پہ کر ممنوں　　کہ اس دعا کو ہے لازم قبولِ ربِ قدیر
مدام تاکہ[9] ہو عالم میں گردشِ شب و روز　　ملے ہے صبح کو تاثیر اور شام کو تیر
ہمیشہ صبح، عدو کی، ہو شام ساں تیرہ　　مدام شام محبوں کی مثلِ صبحِ منیر

۱۔ آ: کی سی ہے
۲۔ لندن، ب: زائد شعر
۳۔ آ، ب: صحائف
۴۔ آ: نالہ
۵۔ آ، ل۔ "نہیں ہے عرصہ گوکن فکاں"۔ جو درست نہیں۔ غالباً سہو کاتب
۶۔ ب: سبک خیر
۷۔ آ، ب: درِ خلق پرور سے
۸۔ آ، ب: جان
۹۔ آ: تا [illegible]، ر: تاکہ ہو

۹۔ قصیدہ در منقبت سید الساجدین علیہ السلام

ہمیشہ مجز گردوں کو محل ہے نگوں ساری
کہ میرے خرمن طاقت پہ ہو شرر باری

برائے تربیت آرزو اپنی
فلک نے آب رکیا، جو نے تیشہ سے جاری

عجب ہی بخت گراں خواب ہیں میرے کہ فغاں
ہزار طرح سے کی، پہ ہوئی نہ بیداری

زمانہ سربسر اک بزم آتشیں اور میں
تہی ثبات سے، صبر و شکیب سے عاری

فغاں تک اوٹھے ہے سینہ سے اپنے رخصت ہے
سپند سے، سر آتش پہ ہو نہ پاداری

وہ کون ہے کہ جو اس سبز خم تلے، جوں جام
رکھے ہے بالب خنداں شراب گلناری

برنگ شیشہ ہنسوں میں تو قہقہہ کے ساتھ
جگر سے خوں گرے جوش لب سے ہو جاری

بجز نمک نہ ملا خوان آسماں سے مجھے
سو وہ تمام ہوا صرف سینہ افگاری

بقدر مرہم زخم جگر نہ دے زنگار
حصول کیا جو ہوا نام چرخ زنگاری

کبھی جو آبلہ دل کی چارہ سازی کو
کروں سحر سے کی طلب گاری

ملا کے سودہ الماس میں نمک جھاڑے
کوئی سپہر سے سیکھے علاج بیماری

سپاہ حسرت و حرماں جھک آنے یوں مجھ پر
فغاں کو طبل دیا، آہ کو علم داری

زباں پر نہیں رکتی[1] شکایت گردوں
پہنچ کے لب پہ سخن کی نہ ہو نگہداری

کلام آج مقابل ہے اوس ستمگر کے
رہے نہ دغدغہ ہائے ستیزہ کرداری

سن اے سپہر، کہ کچھ انفعال لازم ہے
کہ خود خراب ہو، چاہے کسی کی جو، خواری

بہت ہیں نشہ نخوت کے بعد خمیازے
مئے غرور سے کب تک بھلا یہ سرشاری

بلند آپ کو اتنا نہ کھینچ اے مغرور
کہ سرفرونی ہے لازم پئے گنہگاری

ہزار میں سے نہ ہو ایک کا جواب بھی خوب
اگر شمار کروں تیری زشت کرداری

دگر جواب دہی ہوسکے تو بسم اللہ
ولیک شرط ہے، باہم درست گفتاری

تری بساط میں اعلیٰ جو سب سے ہے خورشید
کہ خیل خیل کواکب پہ جس کو سرداری

تمام روئے زمیں کے پھرا ہے گرد بگرد
ملا ہے قرصک نان اک اوسے باں خواری

کرم نگاہ کر اپنا کہ ایک سیمیں قرص
کہیں ملا مہ کامل کو بعد دشواری

پھرا کے منزل منزل اوسے یہ کاہش دی
کہ رہ گیا کف خالی لیے بناچاری

فروغ بخش ہیں جو اوج جاہ و عزت کے
سلوک ان سے ہیں یہ کچھ، زہے سیہ کاری

زمینوں کو ہے تیرے کرم سے کیا امید
کسی کو تجھ سے غلط ہے توقع یاری

تمام اہل چمن میں جو سربلند ہے سرو
ملا یہ خلعت اوسے، باوجود سرداری

کہ ایک جامہء کوتاہ تابہ ساق جو تھا
اوسی میں عمر سب آخر ہوئی بناچاری

گرہ میں غنچہ کی یک مشت زر پس ازیک سال
بندھے تو تند ہوا کو سکھائے طراری

بیاں یہ جو کیے اس میں کچھ خلاف بھی ہے
بنا شہوت کو پہنچی نہ تیری غداری

خجالتیں تو ذرا کھینچ، دیکھ اپنے رنگ
غلط نہ تجھ پہ کیا دعوی ستم گاری

نہیں شفق ترے دامن پہ جابجا ظالم
نشان ہیں میرے خوں کے چھپے نہ خوں خواری

رہے نہ تجھ کو، مرے سامنے سے پائے فرار
کہ میرا ہاتھ ہے اور تیرا جیب عیاری

کشاں کشاں تجھے لاؤنگا روبرو اوس کے
کہ ناتواں کی سدا جو کرے مددگاری

۱۔ لندن: "کو" نہیں لکھا ہے

۲۔ آ۔ رکھتے

۳۔ ب۔ کردہ

زمانِ عدل میں اوسکے، ہر ایک [illegible]

امام چارمیں و دینِ ماہدین و [illegible]

مہِ سپہرِ امامت، چراغِ بزمِ رسول [illegible]

وہ آفتابِ سپہرِ علو و رفعت قدر | کہ نور کو [illegible]

فرازِ منبر و محراب کے تلے اوس کو | [illegible] ہے لبوں سے [illegible]

سخن پہ اوس کے ہے اعجازِ عیسوی قرباں | کہ جسمِ شرعِ نبیؐ کو اوس سے جاں [illegible]

سرشک وقتِ دعا اوسکی چشمِ حق بیں میں | محیطِ رحمتِ یزداں سے جدولِ جاری

گداز بخش جو ہو آتشِ نہیب اوسکی | مسامِ کوہ سے خوں بن کے، لعل ہو جاری

بنائے عدل یہ رکھی ہے اوس نے مستحکم | کہ جس جگہ وہ حفاظت کرے ہے معماری

نہ ہو ثبات میں کچھ سدِ آہنی سے کم | بگردِ شعلہ جو موم میں ہو چاردیواری

ثبات بخش جو نقاشِ حفظ ہو اوس کا | شعاعِ مہر سے دیوار پر ہو زرکاری

جو منفعت سے بدل دے مضرتِ اشیا | عوض ضرر کے یہ ہر شے میں نفع ہو ساری

کہ التیامِ جراحت کے واسطے جراح | منگائیں ڈھونڈھ کے ہر سو سے مشکِ تاتاری

بہ زیرِ سایۂ کوہِ وقار و حلم اوسکے | صبا گزر کے، کرے کسب، گر، گراں باری

عجب نہیں ہے کہ جوں شاخِ کہنہ پر خم | تہِ ہوا ہو قدِ نوجواں کو خمداری

نسیمِ خلق ہو اوس کی اگر شمیم فروش | رہے نہ قیمتِ جنسِ دکانِ عطاری

کھلا نہ مدحتِ غایت سے دل بہ طرزِ خطاب | کروں ہوں مطلعِ رنگیں سے اور گل کاری

مطلعِ ثانی

اگر کرے دلِ مسکیں کی تو نگہداری | رہے نہ یاد فلک! طرزِ عاجز آزاری

زمانِ عدل میں تیرے تمام شفقت ہے | نہ ظالموں میں رہی خصلتِ جفاکاری

اگر مریض ہو آہو[1] تو زانوے ضیغم | بزیرِ سر رہے اوسکے بطرزِ غمخواری

لکھے جو حرفِ ستم تیرے عہد میں شاید | قلم کو ناخنِ کاتب میں ہووے مسماری

خرد جو تیری کرے محو، نشۂ غفلت | مزاجِ بادہ کی لکھیں خواص ہشیاری

ترا اشارہ خداوندِ امر و نہی ہے یاں | کرے ستارہ غلامی، فلک پرستاری

کرے جو نہی، تو سیارہ ثابتی سیکھے | جو امر دے تو ثوابت میں آئے سیاری

یہ تیرے حکم سے اس کارگاہِ ہستی میں | کمی ہے رنج کو، آرام کو ہے بسیاری

رہے ہے، خلوتِ خارا میں شیشہ یوں، جیسے | درونِ خلعتِ خارا بتانِ فرخاری

طلائے مہر ہے نقصِ عیار سے لرزاں | جو اوس ضمیر کو آیا خیالِ معیاری

جہاں میں زر نہیں چھوڑا ہے بن دیے تو نے | سنیں جو ہاتھ کی تیرے صفاتِ ایثاری

سحر کو مہر نکلتا ہے کانپتا کہ مجھے | نہ بخش دے کہ مری بھی ہے شکلِ دیناری

امم نواز امام و گناہ بخشِ شہا | کہ تیری ذات میں جوں ذاتِ حق ہے غفاری

۱۔ آدر: بہشت ۔

تری جناب میں کرتا ہوں عرضِ حال اپنا — سن اے کہ، ملکِ عطا کی تجھے جہانداری
گناہ اپنے اگر کم سے کم شمار کروں — تو سب جہاں کی خطیات سے ہو بسیاری
تیری شفاعت و آمرزشِ کریم ہے ساتھ — جو تو شفیع ہو کیا چیز پھر گنہگاری
جو مجھ پہ ایک نگاہِ کرم تیری پڑجانے[1] — صواب سے ہو فزوں نازشِ خطا کاری
ہزار شاہ کو کم اک غلام سے سمجھوں — نصیب ہو تری خدمت میں گر پرستاری
فلک پہ خندہ کروں، عرش پر ہوں قہقہہ زن — جو ہاتھ آئے ترے در کی خاک برداری
قلم لکھے ترے اوصاف، سو ہے کیا ممکن — نہ ہو محیط کی پیمودہ گز سے، زخاری
ادائے مدح سے عاجز زبانِ ممنوں ہے — دمِ دعا ہے بدرگاہِ حضرتِ باری
ہمیشہ تاکہ کشادہ سحر کا دامن ہے — مدامِ پنجۂ خور کو ہے تاکہ زر باری
ہمیشہ دامنِ عالم ہو وا، ترے آگے — یہ دستِ جود کی تیرے ہو گرم بازاری

۱۰۔ ایضاً در منقبتِ امام محمد باقر علیہ السلام

جو باز چاہے مری عقدہ ہائے کار انگشت — تو رشتہ رشتہ گرہ[2] ہو ہلالِ دار انگشت
معقد اپنا رہے کام شکلِ طرۂ یار — مثالِ شانہ اُگیں کف سے گر ہزار انگشت
کشادہ عقدۂ خاطر کہاں سے اپنا ہو — کہ ہاتھ میں نہیں رکھتا ہے روزگار انگشت
کشودِ پنجۂ تدبیر سست سے کب ہو — گرہ ہے سخت بہت اور رعشہ دار انگشت
جو ایک گل سرِ شاخِ مراد سے توڑوں — ہزار بار اوٹھاتی ہے زخمِ خار انگشت
کسی پہ ہوویگا احساں، ترے نمک داں پر — رکھی نہ ہم نے تو اے چرخ بے وقار انگشت
نہ تو ہوں شاہ نہ شاہد کہ شوقِ خاتم ہو — سدا رہی لبِ افسوس سے دوچار انگشت
وہ تفتہ جاں ہوں کہ جوں شمع بعدِ قطعِ گلو — بلند شعلہ، رگوں سے ہو پانچ چار انگشت
وہ دل شکستہ ہوں اپنے جو آپ پوچھوں اشک — تو ریزہ ریزۂ مینا سے ہو نگار انگشت
غزل لکھوں ہوں وہ رنگیں کہ جسکی رنگینی — بنائے کلک کی آلودۂ نگار انگشت

مطلع ثانی

اگر گنے مرے داغِ دل نگار انگشت — کرے خطوط گم اپنے دمِ شمار انگشت
تلاش تھی دلِ گم گشتہ کی سو، اوس بہوں نے — دراز کی طرفِ زلفِ تابدار انگشت
عرق اوس ابروئے خم دار سے دلامت پونچھ — نہ کر حریفِ دمِ تیغِ آبدار انگشت
طبیب! نبضِ جگر تفتگاں نہ دیکھ، مباد — برنگِ غنچۂ لالہ ہو داغ دار انگشت
مژہ سے سلسلۂ اشک و لختِ دل ہے درست — کہ گلفروش کے جوں گوندھتی ہے ہار انگشت
ہوائے سنبلِ مشکیں میں کس کے پیدا کی — ہر ایک موج سے، اے بادِ نوبہار انگشت
پڑھوں ہوں درسِ وفا اوس رخِ کتابی سے — رکھوں ہوں زلف پہ، ابرو پہ بے قرار انگشت
دبی ہے حال کہ اطفالِ نو سبق جیسے — رکھیں ہیں سطر پہ، ہو ہو کے اشکبار انگشت
کسی کے حلقۂ زلفِ سیاہِ پُر خم میں — رکھے ہیں شانۂ بیباک، بار بار انگشت

۱۔ آ ب: نگاہ کرم تری، ل: تیری ندارد

۲۔ ب: ناقابل فہم

فسوں گری میں یہ کافر بھی ہے بلا کوئی کہ یوں کرے ہے دروں جہاں [illegible] انگشت
گیا ہوں زیر زمین میں یہی تمنا لیئے کہ کھینچے ترے دامن کو اے نگار انگشت
عجب نہیں کہ سرِشت خاک سے اپنی دمیدہ ہو عوض سبزہ ہزار انگشت
کروں شکایت ہجراں تو خوف سے اوسکے برائے منع اوٹھاتے ہیں غمگسار انگشت
کرونگا دست تظلم بلند، اوس کے حضور کہ حق نے جس کی بنائی کلید کار انگشت
نبیرہ اوس شہ دین کا کہ جس نے خاتم سے دم رکوع تہی کی، پئے نثار انگشت
رہے محمد باقر گرہ کشائے جہاں ہوئی عجیب یداللہ کی آشکار انگشت
دیانہ جس نے اوسے یاں برائے بیعت، ہاتھ رکھے گا لب سے دم حشر وہ دوچار انگشت
وہ دست جود عجب بحر مکرمت کا ہے کہ جابجا سے ملے مثل جوئبار انگشت
کف نوال ہے وہ یک محیط جوہر[1] خیز ہر ایک موج ہے اوس کی گہر نثار انگشت
جو رشک دست سے اوس کے ہو تنگ کار محیط گرہ ہو موج کی ہر یک حباب دار انگشت
جو اوس کے عہد شریعت میں ساز کو چھیڑے تو باندھ لے وہیں مطرب کی تار تار انگشت
ہوس سے دیکھے اگر دخت رز کو تو مینا اوٹھائے جانب چشم پیالہ خوار انگشت
اجل بھی ڈھونڈے ہے[2] طعمہ کہ تیر نے اوس کے دراز کی بسوئے خصم تیر شعار انگشت
لکھ اور مطلع وہ ممنوں حضور میں لا نذر کہ حق نے دی ہے تجھے زور سحر کار انگشت

مطلع ثالث

ہوئی ہے بسکہ تیری منفعت نگار انگشت تمام ہاتھ میں رکھے ہے اعتبار انگشت
لکھی ہے مدح تری لوح پر غلط بھی نہیں کرے جو لوح و قلم پر اب افتخار انگشت
زبس[3] کہ شکل تاسف بھی عہد میں تیرے دہن پہ لائیں نہ اطفال شیرخوار انگشت
علم ہے دین کا اوس ہاتھ میں زیارت جو بڑھے اوٹھا کے تری جانب مزار انگشت
زہے شرف کہ جو زایر کے وقت استیلام تری ضریح مبارک سے لے غبار انگشت
تو اہل عرش کہیں، کھینچ دے ذرا لللہ[4] ہماری چشم میں تو میل سرمہ دار انگشت
نہیں عدو کی ترے گور پر ہے روشن شمع نکالے خاک سے جلکر بہ زینہار انگشت
ترے ہے دست تصرف میں خامہء تقدیر قلم پہ جیسے کہ رکھتی ہے اختیار انگشت
فلک پھرے ترے ایما پہ خوش عناں جوں اسپ ادھر پھرے کہ جدھر پھیر دے سوار انگشت
بہ یک اشارہ ہزیمت دہ عدو ہو تو کہ ہاتھ میں ہے ترے جانے ذوالفقار انگشت
بروز معرکہ گر آہنیں ہو اسپ و سوار اوٹھالے صورت خاتم وہ ایکبار انگشت
نگاہ گرم سے دیکھے جو عہد میں ترے تو چشم برق کی خاطر ہو خار خار انگشت
دم نگاہ حسد تجھ پہ ہو ہر اک مژگاں برائے دیدہء بدخواہ نابکار انگشت
اشارہ دست حمایت کا ہو ترا تو کرے بہ چشم تیشہ زباں، پنجہء چنار انگشت

۱۔ آ ب: گوہر خیز
۲۔ آ ب: اجل بھی ڈھونڈتی طعمہ سو تیر نے اسکے
۳۔ لندن ج ب: تمزائد شعر
۴۔ لندن: ذرا کھینچ دے کہیں اللہ لیکن زیادہ مناسب یہی ہے

قبولِ حکم کو تیرے نہ حکم[1] محور ہے — رکھے ہے چشم پہ گردونِ بے مدار انگشت
بغیرِ انتَ اَنا جو کہے ترے آگے — لب و زباں پہ رکھے اوسکی چوبدار انگشت
قلم[2] سے کب ترے تمکیں کا ہو تحملِ وصف — اوٹھا سکے ہے بھلا کیوں کہ کوہسار انگشت
مدیحِ شاہ ہے ممتوں سمجھ کے لکھ اوسکو — یہ تیغِ تیز ہے رکھ اس پہ ہوشیار انگشت
بیان، اپنے عقیدہ کا اب میں کرتا ہوں — کہوں اوٹھاکے شہادت کی بار بار انگشت
رسا ہو دست اگر تیرا وردِ اسما پر — کسی کے نام سے ممتوں نہ کر دوچار انگشت
خدا و چاردہ معصوم گن، کہ پنجہ میں — نشاں ہیں پانزدہ رکھتے پئے شمار انگشت
اوٹھاؤں دستِ دعا منقبت رقم کب ہو — کہ رہ گئی حرکت سے ثنا نگار انگشت
سخنوراں کہیں غنچہ کو تاشبیہ گرہ — الٰہی شاخ سے جب تک ہے مستعار انگشت
گرہ گرہ ہو سدا رشتۂ امیدِ عدد — گرہ کشا ہو تری شاہِ کامگار انگشت

۱۱۔ قصیدہ در منقبت امام جعفر صادق بحق ناطق علیہ الصلوٰۃ والسلام

گل گونہ گونہ اب ہیں پدیدار سنگ سے — قالیں کا فرش رکھتے ہیں کہسار سنگ سے
یہ صیقلِ ہوا سے جمادات ہیں لطیف — آئینہ حلب کا لیا کار، سنگ سے
گلہائے ناشگفتہ کہ پیش از دمیدگی — آئی چھلک ہے سرخیِ رخسار سنگ سے
آئینہ سنگ تھے کہیں پہنچا جو اون پہ آب — سبزہ نہیں دمیدہ ہے زنگار سنگ سے
شادابی و نزاکت و نرمی و نازکی — دکھلائی یہ بہار[3] نے اس بار سنگ سے
شاید ہو چاک دامنِ گل کی رفوگری — لیجیے رگوں کو کھینچ اگر تار سنگ سے
تصویرِ عندلیب جو حکاک کوہ میں — کھینچے اور اوس کے ہوں پر و منقار سنگ سے
شاید ترانہ ریز و غزل خواں ہو یک بیک — پرواز کرکے وہ سوئے گلزار سنگ سے
خارا شگاف نے جو بنائے تھے گل تمام — دیتے ہیں رنگ و بو کے وہ آثار سنگ سے
کھینچنے لگے گلاب اگر مرغِ باغ کے — بھر[4] جانے نالہ ہائے شرر بار سنگ سے
غنچہ سا بے ستوں میں ہے شیریں کے نقش کا — گویا کہ تھا نہ لعلِ شکر بار سنگ سے
فرہاد آکے دیکھ کہ جوشِ شگوفہ نے — کیں شیر کی رواں عجب انہار سنگ سے
لطفِ نسیم سنبلِ مشکیں بتائے ہے — اٹھا ہے جو بخارِ دخاں دار[5] سنگ سے
برگِ سمن سے ریزۂ مرمر ہے خوب تر — لیں موتیا کے گوندھ، اگر ہار سنگ سے
مرجاں کا پنجہ آب میں رنگیں، پہ گل کی شاخ[7] — نکلی لیئے[6] ہے ہاتھ، حنا دار سنگ سے
اللہ رے رنگ بخشیِ بادِ بہار جام — یاقوت کا بنائے ہے میخوار سنگ سے

۱۔ آ، ب: نہ قطب و محور ہے
۲۔ لندن: سب کچھ غلط ہے
۳۔ آ: کے
۴۔ آ: بھرجائیں
۵۔ آ: خوار
۶۔ ب: مگر
۷۔ ب: رنگین تھا پر یہاں۔ نکلا ہے دست شاخ حنا دار سنگ سے

طاقوں میں جامِ شاخِ خمیدہ ہیں گل بنے
پھولا ہے میکدہ[1] کا چمن زار سنگ سے

بلبے صفا فزاںِ موسم، کہ[2] ہو گئے
مستِ سرورِ عیش سرِ خار سنگ سے

جوں آبگوں زجاج میں جھلکے شرابِ سرخ
ہے آتشِ نہفتہ نمودار سنگ سے

کیفیتیں بہار سے ارزاں ہیں یاں تلک
ہے سرد مے فروش کا بازار، سنگ سے

پنہاں جو شیشے تھے سو وہ انگور کی مثال
پُر مے نکال لے ہے قدح خوار، سنگ سے

اصنام سب بصورتِ مردم گیا بنے
محروم ہے پرستشِ کفار سنگ سے

کیا موجِ کلکِ بادِ بہاراں ہے رنگریز
رکھے کہیں اساس جو معمار سنگ سے

ازبس ہو آب و رنگِ گلِ جعفری عیاں
ایوان ہو تمام طلا کار سنگ سے

فیضِ نمو جماد میں ہے صورتِ نبات
لیتا ہے کام چوب کا نجار سنگ سے

شاداب و سبز آب سے ہو جوے تیشہ کے
مصنوع تھے جو گلبن و اشجار سنگ سے

ہر سل، ہزار گل سے بنے پات چھینٹ کا
پہنے قبا ہے کوہِ قلم کار سنگ سے

کیا جوشِ گل ہے جادۂ تاریک کوہ میں
دیکھے نگار و نقشِ تنِ مار سنگ سے

انوار جوش زن ہیں سرِ کوہ پر کہ جوں
موسیٰ پہ جلوہ ریز تھے انوار سنگ سے

کوہوں میں فیضِ تربیتِ نوبہار دیکھ
عبرت پذیر ہیں اولوالابصار سنگ سے

لالہ شفیق و مالکِ دینار جعفری
مسند نشین ہیں صاحبِ اسرار سنگ سے

منصور وار گل ہے سرِ دار شاخ پر
گویا کہ سربسر ہے تنِ انگار سنگ سے

گل کی رگیں نہیں ہیں خطوطِ نگاہ سے
نرگس اُگی ہے طالبِ دیدار سنگ سے

شوقِ لقائے قرۃِ عینِ رسول میں
کیا کھل رہے ہیں دیدۂ بیدار سنگ سے

یعنے امامِ جعفرِ صادق کہ جس کا فیض
لے وقتِ تربیت کے، اگر کار سنگ سے

ہو ایک ایک رشتۂ رگ، صرفِ تار و پود
خارا کا یوں لباس ہو تیار سنگ سے

وہ پرتوِ[3] ضمیر جو پڑ جائے، ہر گہر
نکلے ستارہ وار، ضیا بار سنگ سے

وہ ہاتھ جس نے کیسۂ معدن تہی کیے
سمجھے گہر کو کم دمِ ایثار سنگ سے

معجز نمائے جود جو ہو شکل کوکنار
پیدا ہو درجِ گوہرِ شہوار سنگ سے

اوس کا ہے اذنِ خلق کہ کوئی گراں نہ ہو
مینا کی طبع پر نہ رہا بار سنگ سے

وہ کوہِ تمکنت جو کرے سایہ بحر پر
گرداب آسیا کی ہو ہموار سنگ سے

طوفان کے وقت لنگرِ کشتی کے واسطے
دریا میں ہو حباب گرانبار سنگ سے

اوس نوبہارِ عدل سے باغِ زمانہ میں
نے[4] گل کو، نے ثمر کو ہے آزار سنگ سے

سمجھے اک اور سنگترہ، گردوچار ہو
نارنج کا درختِ ثمردار سنگ سے

سر پر گرے پہاڑ جو اس[5] عہدِ حفظ میں
گردن نہ برگِ خس کی ہو خمدار سنگ سے

دشمن ہے اوسکے دور میں دشمن کا پاسباں
ٹھیرا برائے شیشہ نگہدار سنگ سے

پہنچے اگر وہ حکمِ طلب جانبِ جبال
کبکِ دری کی دیکھیے رفتار سنگ سے

۱۔ آ: کے
۲۔ ب: کی
۳۔ ب: زائد شعر

۴۔ ل: نے گل‘ نہیں ہے غالباً مٹ گیا ہے
۵۔ لندن: لفظ عہد جو درست نہیں۔

وہ قہر شعلہ ور ہو تو سیماب سے زیاد ظاہر ہوں اضطراب کے آثار سنگ سے
فرزند شیر حق کہ حضور اوس[1] کے دیکھیے ہر رگ کی نبض کو زنب السفار سنگ سے
کہدے یہ کوئی خصم گراں جاں سے کائی عنود فرضاً تو کوہ ساں ہو، رسپر دار سنگ سے
عینک سے جیسے تیر نگہ کا گزار ہو اوس کا خدنگ قہر ہو، یوں پار سنگ سے
ہو سنگ جانیوں سے ترے تیز اوسکی تیغ بران ہو گر چٹاینے تلوار سنگ سے
بدخواہ کا یہ رزق ہے خوان زمانہ پر مسلک ہے اوسکے واسطے تیار سنگ سے
مطلع پڑھوں حضور میں جایمن مدح سے گوندھی ہے سلک گوہر شہوار سنگ سے

مطلع ثانی[2]

اکسیر[3] فیض لے جوتری کار سنگ سے جون سیم جنتری میں کھنچے تار سنگ سے
خارا پہ یہ مصقلہ تربیت پھرے آئنہ لے ہر اک بت فرخار سنگ سے
انفاس عیسوی جوتری روح پھونک دیں جنبش[4] ہو وہیں صورت جاں دار سنگ سے
ممنوع شرع بسکہ نگہ دلبروں پہ ہے شیریں کا نقش دیکھ نمودار سنگ سے
فرہاد تیرے دورہء عفت میں یک بیک منہ پھیر لے بہ نفرت بسیار سنگ سے
تو وہ ہے، تیرے جد کی نبوت پہ خسروا آواز تھی درخت سے، اقرار سنگ سے
ذکر خفی گواہ ہے دست صحابہ میں کی خلق اوسنے قوت گفتار سنگ سے
تیرے پدر کی اور امامت پہ ہے گماں کعبہ میں تھی صدا دم تکرار سنگ سے
اے گوہر شرف ترے انکار میں جو ہے کم ہے وہ تیرہ جان سیہ کار سنگ سے
جو سنگ جان ہوا نہ ترا خاک آستاں ہے خاک سے ذلیل تر و خوار سنگ سے
روتاب تیرے در کے، اگر جاکے کعبہ میں رگڑیں سرنیاز کو سو بار سنگ سے
یہ ہی ہو[5] شکل جبہ کہ تعذیب کے لیے داغیں ہیں جو جبین گنہگار سنگ سے
تیرے عدو کے معتقدوں کی ہے یہ مثال معبود جوں بنانے ہیں کفار سنگ سے
جز کفر کیا عدوے سیہ دیں کی یادگار ہے نقش بت بقیہ آثار سنگ سے
شیریں نتیجہ کیا جو مخالف ملیں بہم اوٹھے شرار سنگ ہو، گر یار سنگ سے
تیرا ہو گر اشارہ کہ ہٹ جانے اصل بت خالی ہو پھر زمانہء غدار سنگ سے
آوے جو یاد تیری متانت دم نبرد بن جانے پانے مردم فرار سنگ سے
احباب کو جو رنج ہوا وجہ بنا کمال ہو نخل میوہ دار کو، آزار سنگ سے
سختی کشی خلوص، احبا کے کھول دے یعنی ہے زرناب کا معیار سنگ سے
جب غازیان فوج تری ہوں صنم شکن اوٹھ کر ہو دست وا لب زنہار سنگ سے

---

۱ لندن - سے ندارد، غالباً سہو کاتب

۲ ربہ مطلع ثانی نہیں لکھا ہے

۳۔ لندن = اکثیر لکھا ہے

۴۔ آ، بہ جنبش وہیں ہو

۵۔ آ: کر

پاس جرم پیر کہ اوس سے تراشے ہے [illegible]
کھینچے کمان و تیر سرِ کوہ پہ [illegible]

جوں برگِ گل سے خار نکالے ہے تیر یوں
کیا یمن ترے رخش میں ہیں گر اوس شرار
موسیٰ کہے ہے آنکھ کو حل کر کہ یا خدا
گر وصف، اوس کی شوخی و سرعت کا صفحہ پر
پرواز کے لیے ہوں پر و بال آشکار
کھینچے گر اوس کا نقش، کہیں رکھ کے روبرو
پہنچے کفل پہ ہاتھ تو وہ شوخ کرکے جست
اے شہسوارِ دین جو مدد دست دے تیرے
تیرے سوا جو غیر[5] سے نصرت طلب کرے
تجھ سے بہی[6] ہے عرض کہ ہوں دیکھتا سدا
مینائے آبرو کو مری طاقِ دہر میں
رکھ درجِ حفظ میں دُرِ ایماں مرا مضموں
محفوظ[7] میرے شیشہء عزت کو رکھ سدا
مجھ سے بھی بے زباں کو زباں دے تو کیا عجب
منظور منقبت تھا ترا، ورنہ یاں مجھے
یہ ہی کمک تھی مدح کی تیری کہ میری طبع
شاباش تیشہ کاری تیزیِ فکر کو
دامان و آستیں قلم و صفحہ کے بھرے
میرا کلام و حرفِ حریفاں جو ہو دوچار
جیسے گہر پہ پلہء میزانِ جوہری
گردِ حسد سے دیدہء عالم ولے ہے بند
ہے نظمِ بے صفائے گستہ کی قدر کیا
پژمردہ شعرِ غیر کجا یہ سخن کہاں
یاں ہو نہ نقبِ دزدِ معانی کی پیشرفت
نقدِ گراں یہ ہاتھ نہ آوے گا مدعی
طبعِ رواں کا زور چلے اس زمیں میں کیا
نے نے، نہ رخشِ فکر نے کھائی سکندری

اس ڈھب کا [illegible] کہسار [illegible]
لگ کر وہ نعل پا [illegible]
کیا پھر ہوئی تجلیِ [illegible]
لکھ کر لگانے دستِ ہنر [illegible] سنگ [illegible]
جوں کبکِ کوہسار بہ یک بار سنگ ہے
تختہ کو لا، کندہء اعجاز سنگ ہے
اڑتا نوا یہ جانے شرر وار سنگ ہے
رہ، پاشکستہ پر ہو نہ دشوار سنگ ہے
جوں گہر ہے کہ چاہے مدد گار سنگ ہے
پڑ منجنیقِ چرخِ ستم گار سنگ ہے
تو ہی ہو حادثہ کی نگہدار سنگ ہے
شاہا بحقِ احمدِ مختار سنگ ہے
اے یادگارِ حیدرِ کرار سنگ ہے
وہ مدح کھول دے لبِ گفتار سنگ ہے
گوہر سے مدعا ہے نہ کچھ کار سنگ ہے
یوں بھرگئی[8] بدعوائے بسیار سنگ ہے
کر سخت کد و کاوش ہر بار سنگ ہے
کیا کیا، نکال گوہرِ شہوار سنگ ہے
کھل جانے قدرِ دُرِ صفا دار سنگ ہے
تل کر دکھانے قیمت و مقدار سنگ ہے
سمجھے گہر کو یاں نہ خریدار سنگ ہے
کم ہے دُرِ شکستہ تف دار سنگ ہے
آخر گہر کو فرق ہے مردار سنگ ہے
کی طرح ریختہ کی، یہ دیوار سنگ ہے
پھوڑے تو سر کو پھوڑ لے دوچار سنگ ہے
ٹھکرانے پانے فکر ہے ہر بار سنگ ہے
گو تھی پہاڑ یہ رہِ دشوار سنگ ہے

۱۔ لندن: "سے" لیکن "پر" ہی درست ہے۔ غالباً سہو کاتب
۲۔ آ،ب: دیندار
۳۔ ب: سا
۴۔ آ،ب: کے
۵۔ ب: اور سے
۶۔ ب۔ تجھ سے بہی عرض
۷۔ لندن و مختار اشاعت زائد شعر
۸۔ آ: پرکنے

سرہٹ گیا ہے توسنِ چالاک طبع کیا
گوہر تھے اس زمیں کے سب اقطار سنگ سے

ممنوں پہاڑ ہے یہ زمیں[2] قوتِ بیاں
مت کشتیِ سخن میں کر اظہار سنگ سے

لب پر دعا۔ امام کی لا، اس نیاز سے
آمین کی ہوں صدائیں بہ تکرار سنگ سے

جب تک کہ ہے سرور فزائے خواص جام
حاصل نہ یاں ہو اور، جز آزار سنگ سے

احباب کو ہو بادۂ رحمت سے سرخوشی
لعنت کے ناصبی کا سر، انگار سنگ سے

۱۲۔ قصیدہ در منقبت امام ہفتم حضرت امام موسیٰ ابن جعفر الکاظم علیہ السلام

کشادہ کس کی کرے، چرخ کیں شعار گرہ
کہ خود نجوم سے رکھتا ہے صد ہزار گرہ

کسی کا دم جو گھٹے اس سے انبساط ہو کیا
کہ ایک دودکی خود ہے تیرہ کار گرہ

گرہ کشا ہو مرا کیا کہ آپ لرزاں ہے
کبھو نہ کھول سکے دستِ رعشہ دار گرہ

عدو ہے صاف دلوں کا کہ ہاتھ سے اس کے
مکدر آبِ رواں، دُرِ آبدار گرہ

میرے ہی تارِ نفس کو خم و شکن دے کر
بنائے پیچکِ تابیدہ رعشہ[1] دار گرہ

جہاں ہے دستِ ستم وا، وہاں یہ عاجز ہے
لگے نہ تیغ کی ڈوری پہ زینہار گرہ

کئی سوال ہیں اس خود پسندِ بدخو سے
کھلی زباں سے بہ پیشِ ستیزہ کار گرہ

سن اے سپہر! سبب کچھ گرفتگی کا مری
کونی ہے وجہ کہ آئی ہے یوں بکار گرہ

نہ ہوں سہا، نہ ثریا نہ خوشۂ پرویں
کروں فروغ کی خاطر جو اختیار گرہ

نہ بندِ پیرہن یار ہوں نہ تکمۂ حبیب
کہ میری ہوئیگی رونق فزائے کار گرہ

نہ جعد و کاکل و ابرو نہ طرہ و گیسو
کہ ہو پسند نگاہِ نظارہ کار گرہ

نہ شاخِ آہو و سنبل نہ موجِ دود نہ زلف
کہ یوں نصیب ہوئی مجھ کو پیچدار گرہ

نہ ہوں قمار کا مہرہ نہ دانۂ تسبیح
کہ شیخ و رند رگنیں میری بار بار گرہ

نہ ہوں بخیل کا کیسہ نہ صرۂ صراف
کہ میرے واسطے ہو وجہِ اعتبار گرہ

نہ فلس مس نہ درستِ طلا نہ قرصکِ سیم
کہ نام و سکہ کے باعث ہو افتخار گرہ

نہ تارِ سبحہ ہوں، نَے عقدِ دُر، نہ سلکِ گہر
گرہ کے بعد جو مجھ سے رہے دوچار گرہ

نہ قطرہ ہوں نہ گہر نہ حباب نہ گرداب
نہ مجھ پہ چاہ تو اے بحرِ بے کنار گرہ

نہ ہوں شرار نہ اخگر نہ ذرہ نہ اختر
کہ چشم میں ہو نگاہِ امیدوار گرہ

نہ غنچہ ہوں نہ شگوفہ نہ میوہ ہوں نہ ثمر
بنوں عبث نہ پئے طبعِ شاخسار گرہ

نہ داغ لالہ نہ ہنگام ضبط دودِ فغاں
کہ ہوں[2] کسی کی، درونِ دل فگار گرہ

نہ تو ہوں بیت معقد نہ مصرعۂ منقوط
غلط گرہ پہ تھی فکر مِہ غلط شعار گرہ

ہوس کا داو و سر سیم مدعا بھی نہیں
فضول مجھ پہ تھی اے کلکِ خوش نگار گرہ

نہ تو ہوں طولِ امل نے درازیِ امید
کہ مرے رشتہ پہ ہو بہرِ اختصار گرہ

شکستہ تار نہیں، رشتۂ گسستہ نہیں
ضرور مجھ پہ تھی کیا دستِ روز گار[3] گرہ

پہ یہ ہے سچ کہ دمِ گریہ ہوں نفس کا تار
لگی ہے رشتۂ پرنم پہ استوار گرہ

---

۱ ب ۔ ل = رشتہ دار ۔ غالباً سہو کاتب

۲۔ آ = ہو

۳۔ آ = کیا دستِ روز گلو گرہ

کہاں تلک ہوں شکنجہ میں قطرہ قطرہ خون [illegible]
وہ دل گرفتہ ہوں تارِ کفیدہ کی مانند چکاں ہوں [illegible]
بقا[۱] ہے میری فقط بستگیِ خاطر سے فناسے دیں ہوں کھلی [illegible]
ذرا ہلے کہیں مژگاں کہ کام آخر ہے یوں ہی سی چشم بقا میں جوں اشک دار گرہ
ضعیف جنبشِ بادِ نفس ہی کافی ہے غبارِ عمر کی گتنی ہے پائیدار گرہ
اگرچہ نیم نفس سے بھی کم ہے صبحِ حیات ولے رہا شفقِ عمر جوں شرار گرہ
بسان نقطہ[۲] کہ پرکار اوسکے گرد پھرے غموں کے واسطے دل کے مرے، مدار گرہ
کیا تغیرِ حالات نے پریشان گو کر دی غزل کی قصیدہ میں، میں نے یار گرہ

غزل

غم فراق کی دل پر ہے یادگار گرہ کہ بندِ[۳] یار میں دی جانے جیسے یار گرہ
نفس ہی جل کے ہوا دود دود، پیچ بہ پیچ پڑی یہاں بھی ہے جوں زلفِ تابدار گرہ
رہا خیالِ دو ابرو و خال و زلف کا دھیان قبول عشق سے کی[۴] آپ پانچ چلد گرہ
گرہ گرہ ہوں رہا زندگی میں مر کر بھی بگولے کی سی طرح ہو مرا غبار گرہ
مثالِ ابر ہے اب انتظار گریہ کا ہوئیں ہیں سینہ میں آ آ بہت بخار گرہ
گئی ہے ناخنِ شمشیر کی کہاں ہمت گلو میں کیسی ہے جانِ پر اضطرار گرہ
کہاں ہے ناخنِ دست، فنا کی جنبش آہ کہ وا، تیری ہی[۵] ہو، اے عمر مستعار گرہ
یہ بند دل ہے کہ لب رہ گئے ہیں بس خاموش نہ غنچہ ہوں کہ مری کھول دے بہار گرہ
مری گرفتہ دلی ہے عیاں سراپا سے کہ نے کی طرح ہوا سب تنِ نزار گرہ
یہ انقباضِ طبیعت ہے کوکنار صفت گرہ جو ایک کھلے، ہوں عیاں ہزار گرہ
مگر[۶] ہوں دانہ، انجیر باغِ امکاں میں کہ یک گرہ میں نہفتہ[۷] ہے بے شمار گرہ
ہزار عقدے فلک نے دیے ولے صد شکر ہوئی نہ نطق سے اپنی کبھی[۸] دوچار گرہ
کھلی ہمیشہ رہی یہ زبانِ مدح شعار ہونے گیے[۹] نہ لبِ منقبت گزار گرہ
مدیح خواں ہوں میں اوسکا کہ جس کا ناخنِ لطف نہ چھوڑے ایک بھی، ہوں جمع گر ہزار گرہ
تمام خلق کا حلالِ مشکلات ہے وہ مری بھی باز کرے گا وہ شہر یار گرہ

۱۔ آ: ذرا ہلے
۲۔ آ: سے
۳۔ آ: نقطہ پرکار
۴۔ لندن: یہ پورا مصرعہ نہیں ہے
۵۔ آ: ہے
۶۔ آ: بھی
۷۔ آ: ہو
۸۔ آ،ب: ہیں
۹۔ آ،ب: گیے
۱۰۔ آ: کبھی

وصیِ ہفتم اوس کا کہ بدر کی جس سے — بہ یک اشارہ ہوئی باز، استوار گرہ
نشان وہ ہے یداللہ کا کہ جس نے کیں — ہزار وا، بہ دو انگشتِ ذوالفقار گرہ
امام موسیٰ کاظم کہ جس کی جبہ حسین — ستارہ ساں ہے تجلیِ کردگار گرہ
مدیحِ شہ ہے بہ پیش اس زمیں میں مطلع اور — شتاب دے قلمِ منقبت نگار گرہ

مطلع ثالث

کھلے جو کیسہ کی اوس کے دم نثار گرہ — تو رشک سے ہو، دلِ ابرِ قطرہ بار گرہ
وہ ابرِ جود جو ہو رشحہ ریز، خجلت سے — سمٹ یہ جانیں کہ جوں قطرہ ہوں، بخار گرہ
جو قطرہ قطرہ پہ اوس کے نگاہ کی گستاخ — صدف کی چشم میں ہے درِ شاہوار گرہ
جو اوس محیطِ کرم کی روانیاں دیکھے — حباب آسا ہو چشمہ سار گرہ
رواں وہ حکم جو ہو آپ پر کہ ہو نہ رواں — تو قطرہ قطرہ ہو جوں دُرِ آبدار گرہ
مثالِ تختۂ گوہر نگار سنگ بنے — کہ نقش نقش پہ ہو موجِ آبشار گرہ
زمانِ جود میں اوس کے یہ قدرِ دولت ہے — بخیل دیکھے نہ رکھے زرِ عیار گرہ
زمانِ معدلتِ شاہ میں معاذاللہ — کسی سے دل میں رکھے کوئی کینہ کار گرہ
کیا ہے پنجۂ ہر سخت گیر فرسودہ — کہ ہو نہ روکش یک خاطرِ ہزار گرہ
رہی جو شیر کے ناخن میں کچھ نہ کچھ تیزی[1] — سو تیرے کھولتی ہے اے دلِ شکار گرہ
پڑھوں حضور میں مطلع کہ مدح غایت ہے — کھلی[2] نہ دل کی زبانِ ثنا شعار گرہ

مطلع رابع

مژہ پہ کب سے نگہ ہے بہ انتظار گرہ — ذرا نقاب کی کھول، اے ترے نثار گرہ
دوبارہ جلوہ دکھا دے کلیم کو شاہا — کہ بند جیب کی کر باز، ایک بار گرہ
زمینِ کوچہ تری وہ فلک ہے یا موسیٰ — کہ جابجا ہے تجلیِ ستارہ وار گرہ
فلک کو آئنہ داری تری تھی، مہر نہیں — ہوئی عمامۂ شوکت کی آشکار گرہ
نسیمِ خُلق جو تری چلی تو غنچہ صفت — جبینِ تنگ عبوساں پہ دے بہار گرہ
ترا وقار ہو آڑے، تو مثلِ تکمۂ سیم — درونِ شعلہ ہو سیمابِ بے قرار گرہ
زمانِ عدل میں ترے کشادِ کار ہے عام — دلِ عدو پہ، عدو سے نہ زینہار گرہ
بندھے جو بالِ کبوتر تو ناخنِ شہباز — بجا کے کھولے ہے مانند غمگسار گرہ
یہ تیرے حکم نے بند وہ منا ہی کی — صدائے نغمہ ہو شاید درونِ تار گرہ
جو ساز چھیڑنے کا مطربوں کو ہو، آہنگ — بجائے زخمہ ہو، ناخن سے آشکار گرہ
جو رمحِ عزم ہو قدکش ترا تو ہیبت سے — فلک پہ کہکشاں ہو مثالِ مار گرہ
سناں کی تیرے، رحیمی یہ ہے کہ دیوے کھول — اگر عدو کی ہو جانِ پر اضطرار گرہ

۱۔ آ: غائب ہے
۲۔ آ: کھلے

زہے وہ رخش جو اوس کا ہو [illegible]
[illegible] گرہ

پڑھ اوسکا نام جو گنڈہ بنانے تو پھیرے
طلسم بدرخ کی جوں [illegible] گرہ

وہ تیر - صرصرِ جولاں کہ کھول دے شاید
[illegible]

یہ جلد رَو کہ جو دامانِ زین سے اوسکے
زمانہ دے سرِ دامن کو ایک بار گرہ

دلیل علمیِ زماں کی [illegible] بد بھی ہو
رہے نہ شکِ کرامت کی زینہار گرہ

پھر آنے اتنے میں وہ شعلہ وش جہانِ وسیع
کہ کھلنے پانے نہ تیری دلِ شرار گرہ

ملک کہیں سرِ فتراک دیکھ کر، اس کا
کہ کاش اس کی لگے ہم پہ جوں شکار گرہ

شگرفِ بالِ دلآویز شکلِ طرۂ حور
عجیب دُم کہ رکھے مثلِ زلفِ یار گرہ

صبا کی موج میں باندھا ہے رنگِ گل کیونکر
لگے جو دُم میں دمِ بستنِ نگار گرہ

صبا کو تنگ لیا بر میں، یہ بھی ہے اعجاز
جو تنگ زین کی لگے اوس پہ استوار گرہ

خدا یگانہ حلالِ مشکلاتِ جہاں
ترا ہے ہاتھ کشایندہ بہزار گرہ

جہاں کے عقدۂ دشوار حل کیے تونے
مری بھی کھول تو اے شاہِ کامگار گرہ

نہ زندگی میں ہو عسرت نہ وقتِ مرگ ہو ضیق[2]
رہے نہ اول و آخر کوئی بکار گرہ

زبان پر ہو ترا نام، پرکشا ہو روح
گلو میں جان نہ ہو وقتِ احتضار گرہ

بغیر مدحِ ائمہ مدیحِ غیر سے لب
رہیں بہ صورتِ اسلاف حق گزار گرہ

قبولِ عرض ہے ممنوں، دعا کی خاطر اب
زباں سے کھول تو اے، مدعا نگار گرہ

ہمیشہ شاخ سے نسبت ہے تا انامل کو
مدام غنچہ سے جب تک ہو مستعار گرہ

گرہ کشائے جہاں ہو ترا سرِ انگشت
نصیب کارِ حسودانِ نابکار گرہ

۱۳- قصیدہ در منقبتِ امامِ ہشتم[1]

کیوں نبضِ تفتگاں سے کیا تھا دوچار دست
جھجکے ہے اب طبیب، جو یوں بار بار دست

روشن کریں چراغ سے جوں شمع، شب یہاں
رکھتے ہی داغ سینہ پہ۔ تھا شعلہ بار دست

یاں داغِ سینہ زیرِ گریباں ہے آفتاب
موسیٰ دکھا نہ جیب سے کر آشکار دست

اللہ رے تفتگی مرے سینہ کی، شب یہاں
تھا لگ گیا، قلق میں جو بے اختیار دست

ماہی کی طرح تابۂ آتش زدہ پہ آہ
ساعد تلک کباب ہوا، ایک بار دست

ہے دل کا چاک چاک و خم و پیچِ دودِ آہ
پہنچا نہ اوس کی زلف تلک شانہ وار دست

جان آستیں میں شمع صفت ہے بپئے نثار
خالی ہیں گو، پہ تجھ سے نہیں شرمسار دست

گردن میں اوس کے حلقہ و طوقِ کمر ہو کیا
یاں ہے شکستگی سے گلے ہی کا ہار دست

تھا پہنچتا جو زیرِ گریباں ترے وہ ہی
سینہ پہ اب رہے ہے بصد اضطرار دست

کیا روکتا وداع کے دم، رکھ کے رہ گیا
اک دل پہ ایک سر پہ، ترا بیقرار دست

کوہِ فراق کیونکہ اٹھے طاقتِ ضعیف
لانے سنبھالنے کو۔ کہاں سے، یہ بار دست

ہر اشک شیشہ ریز ہے اس دل شکستہ کا
مت چشمِ تر پہ رکھ نہ کہیں ہو فگار دست

لختِ جگر مژہ سے نہ چن بہرِ یک دو گل
ناداں دراز کر نہ سوئے خار زار دست

۱۔ ورشک

۲۔ لندن، زشت مگر ضیق زیادہ مناسب ہے۔

صد نشتر ستم ہے نہفتہ ہر ایک جا
رکھے تو میرے سینہ پہ رکھ ہوشیار دست

پامالیِ غبار میں کیا اپنی رہ گیا
ہے روکتا عناں کا نہ وہ شہسوار دست

بس آب پاشیِ مژہ اس خاکسار کی
پہنچا ہے اوس کے دامنِ زین تک غبار دست

دامن کشاں جو خاک پہ تو آئے ناز سے
شاید بلند یاں ہو، درونِ مزار دست

گو، گل بھی اس چمن میں ہیں لیکن بڑھانے سے
دامن مرے[1] کے واسطے ہر سمت خار دست

اے دل! زبانِ شکوہ نہ تو باز کیجیو
کھولے ستم پہ گو، فلکِ فتنہ بار دست

مظلوم سے ہے زینتِ ظالم کہ شیر کا
رنگین کرے ہے خونِ شکارِ نزار دست

آرائش اپنی جاں کی، آزارِ اہلِ حق
کرتے دراز ظلم پہ ہیں، کینہ کار دست

کیا رنگ منصفی ہے کہ آلودہء حنا
منصور کے لہو سے کرے چوبدار دست

ممنونؔ اس زمیں میں غزل جاودانہ لکھ
حق نے تجھے دیا ہے عجب سحر کار دست

مطلع ثانی

پہنچا مگر ہے تابسرِ زلفِ یار دست
کیوں موجہء نسیم کا ہے مشک بار دست[2]

آئینہ دار تیرا، بناؔ تھا جو آفتاب
اوس سطوتِ جمال سے ہے، رعشہ دار دست

قد کس کا تیغ کش ہے کہ رکھتا ہے یوں بلند
بہرِ پناہ سروِ لبِ جوئبار دست

خوں کر چلا ہے کونِ چمن کا کہ شاخ سے
فریادؔ کا اوٹھانے ہونے ہے بہار دست

ہوں داغ، گل کو دیکھ سرِ شاخ پر کہ یوں
پہنچا نہ اپنا گلہ، ترے تا عذار دست

ہو وصل، یار کا نہ بجز خونِ دل نصیب
گل ہاتھ آئے جب کہ ہے زخمِ خار دست

دے پیچ و تاب طرہء جاناں نہ بے ادب
مشاطہ تیرا شانہ سے دیجیے اتار دست

بندِ قبائے یار کی وا، کیونکہ ہو گرہ
واں اچپلاہٹ اور یہاں رعشہ دار دست

گنتا ہوں میں شکن شکن زلفِ یار شیخ
رکھ بندِ سبحہ تو پئے وِرد و شمار دست

اے شیخ شہر، کیوں تری بیعت کو ہاتھ دے
رکھتا نہیں سبو کا مگر بادہ خوار دست

منصور کا تھا آتشِ حل کردہ خون مگر
بہراماں بلند کیے ہے جو دار دست

کیا عقدہ عقدہ، دلِ خوں گشتہ باز ہو
رکھتا ہے وہ نگار تو وقفِ نگار دست

دستِ نگار بستہ پہ کیجو بتاں، نہ ناز
حق نے دیا مجھے بھی ہے معنی نگار دست

ہر ایک کو ہے ایک مباہات کا سبب
ہے اپنے واسطے، سببِ افتخار دست

مدحت نویس یعنی کہ ہوں اوس جناب کا
جس کا ہر ایک شے پہ رکھے اقتدار دست

کلکِ قضا ہے دستِ تصرف میں اوس کے یوں
رکھتا قلم پہ جیسے کہ ہے اختیار دست

اقلیمِ قربِ حق کا شہنشہ کہ خسرواں
باندھے حضور اوس کے رہیں بندہ وار دست

وہ شاہِ دیں علیِ سوم، ہشتمیں امام
ایک اوس کا ہاتھ، غالبِ ہفدہ ہزار دست

موسیٰ کا نورِ چشم کہ اوس پشتِ پا کو دیکھ
دیکھے کلیم کا نہ کوئی زینہار دست

اوس کے قدم پہ ہاتھ لگایا مگر کہیں
مہرِ سپہر کا جو ہوا نور بار دست

پا بوس اوس مزار کا اک دم ہو گر، نصیب
دولت پہ دو جہان کی، دے اقتدار دست

جوں سلک در، ایک اور بھی مطلع ضرور ہے
کیجیے بسوے کلکِ جواہر نگار[3] دست

۱۔آ۔کو میرے ۲ م۔لندن = ردیف ندارد
۲۔آ۔بہ نثار

مطلع ثالث[1]

اوسکا ہو گر بلند دمِ کار زار دست
ترکش فلک اوٹھالے پئے [illegible] دست

حاکم ہے امر و نہی کا وہ، چرخ، کب[2] ہلانے
رہن اوس کے حکم، صورتِ خدمت گزار[3] دست

شاہیں کا زور بازوی انصافِ شاہ سے
دیتا ہے، توڑ صعوہ زار و نزار دست

عاجز کی دستیار اگر ہو وہ معدلت
باندھے بعجزِ شیر، بہ پیشِ شکار دست

جو ہے شبیہ نہی سے شاید وہ محو ہو
اوس احتساب کا جو کرے سنگسار دست

میناے منہ پہ پھر مگر ریزہ ریزہ ہو
پھینکے اگر وہ دے کے تہہِ کوہسار دست

مقدور کیا کہ سوے منا ہی کرے دراز
اوس عہدِ شرع میں کوئی عصیاں شعار دست

ہر خوشہ، شاخِ تاک کے مانند ہو قلم
مینا پہ گر لگانے کہیں، مے گسار دست

ہنگامِ رشحہ ریزیِ نیسانِ مرحمت
خالی رہے کسی کا نہ امیدوار دست

ہر سایل و فقیر کا یاں صورتِ صدف
لے بھر کے مشت میں، گہرِ آبدار دست

ہو تارِ آستینِ گدا رشتۂ گہر
جنبش میں آئے گر وہ لآلی نثار دست

بہرِ رفوے چاکِ کتاں اوس کے عہد میں
پھیلائے تارِ ماہ پہ ہر بخیہ کار دست

بس مدح غائبانہ کہ مطلع پڑھوں ہوں اور
یوں باندھ کر حضورِ شہ کا مگار دست

مطلع رابع

رکھتا ہے تیرے دست پہ پروردگار دست
بیعت ہے تیری دین کا ہو مایہ دار دست

بیعت[4] تری ہے بادشہا! بیعتِ خدا
دستِ رسول کا ہے ترا یادگار دست

علم الیقین و عصمت و ایمان و معرفت
بیعت کو تیری، دست[5] میں دیں ہر چہار دست

انگشت۔ تو عین ہے علیؓ کا، علی عین ہے ترا
تو خدا کا شہہِ ذوالفقار دست

موجِ گہر فشاں تری انگشت ہے ہر ایک
دریاے جود تو ہے، ترا جوئبار دست

تو گوہرِ شرف ہے نسب تیرا کیا کہوں
سچ لکھ گیا کسی کا حقیقت نگار دست

دریای تو نبوت و ابرت ولایت است
آسان نداد چون تو دُرِ شاہوار دست

کیا ڈر چراغِ دین کو، بدعت کی باد سے
بہرِ محافظت ہے کیے تو، حصار دست

اللہ برقِ حسن کہ خیرہ کرے نظر
برقع کو دے اٹھا جو ترا ایک بار دست

موسیٰ تجلیِ رخِ تاباں کرے نگاہ
کر سائبان دیدہ، نظارہ کار دست

اے زورِ بازوی علوی تیری معدلت
دیوے کمک کا گر پئے زار و نزار دست

موںہہ کھول کر جو تانے، طمانچہ کو بس اٹھانے
کلّہ پہ شیر نر کے، غزالِ تتار دست

بن تیری مدح جو کہ کہے یا رقم کرے
بیہودہ گو زباں ہے بیہودہ کار دست

مستغنیِ ثنا، نہ ثنا تیری ہو سکے
یوں باندھ کر کہوں ہوں بہ صد افتخار دست

۱۔ لندن: ثانی لکھا ہے جو درست نہیں ل: مطلع ثانی

۲۔ آ: کیا

۳۔ لندن: خدمت گار لکھا ہے جو درست نہیں

۴۔ آ: زائد شعر

۵۔ لندن و آصفیہ: 'دست' چھوٹ گیا ہے۔

نامہ مرا سیاہ ہے اے ابرِ مکرمت
کر، شست و شوء اٹھاکے وہ رحمت شعار دست

فرطِ حجاب سے نہ اوٹھانے پیے دعا
روے سیاہ کے ہیں کئی پردہ دار دست

شاہا! ترا گدا ہوں، سمجھتا ہوں سخت عار
اہلِ دُوَل کے سامنے دینا، پسار دست

بے دست گر ہوں دستِ کرم اپنا باز کر
تا چند دستِ بندہ بہ پیشِ ہزار دست

نقدِ مراد سے نہ تہی پھیرنا اسے
لایا ہوں تیرے سامنے اُمیدوار دست

سر سے مرے کہ بے سروساماں ہوں، مت[1] اٹھا
اے ظلِ لطفِ حضرتِ پروردگار دست

ممنونِ عرض تابہ کجا بس اٹھا کہیں
بہرِ دعاے خسرو والا تبار دست

ہے جب تلک کہ پنجہ خورشید زرفشاں
جس آن تک کہ ماہ کا ہے سیم بار دست

اہلِ طلب کے دامنِ مقصود میں ترا
زر ریز و سیم بار ہو، لیل و نہار دست

۱۷۔قصیدہ در منقبت امامِ نہم حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ

ہوئی کیا سوزشِ دل سے نصیب استخواں آتش
کہ دی اس بشیر کی تپ نے درونِ نیستاں آتش

دل[3] پر دردگانِ سوزِ الفت، داغ سے خوش ہے
سمندر کے لیے اخگر ہے گل اور بوستاں آتش

نوید اے طاقتِ موی کہ وہ وادی ہے پیش ایسی
جہاں ہے ذرہ ذرہ زیرِ پاے رہرواں آتش

قدم فرسا ہوں جتنا، راہ اتنی دور ہوتی ہے
کہ منزل معدنِ سیماب و جنسِ کارواں آتش

سپندِ بےقراری تھی کہ جا، ناکردہ گرم، آخر
گئے ہم نیم جستن میں کہ تھی بزم جہاں آتش

بہارستان نے برگان غم ہے دل کے شعلوں سے
گریبانِ خزانی نخل میں ہو گل نشاں آتش

کیے ہیں مشت خار و خس تمام اب تفت آلودہ
نواے گرم تو ہی ہو براے آشیاں آتش

بھبھو کے ہر نفس کے ساتھ کیا پیچاں نکلتے ہیں
بھری رگ رگ میں ہے جوں تارِ تار شمع یاں آتش

حیات اپنی دوبارہ غالباً ہو عشق کی تپ سے
کہ ہے آبِ بقا ہم کو چراغِ مردہ ساں آتش

مژہ پر گاہ اشک و گہہ ہے لختِ دل[4] اس خس پر
کرم رکھے گیے سیلاب، گاہے مہرباں آتش

دلیروں کے ہوں زہرے آب، تابِ عشق کے آگے
کہ ہوتے ہیں ہراساں دیکھ کر شیرِ زماں آتش

بتوں کی گرمیاں مسجود ہیں خواہش پرستوں کی
کہ پیشِ گبر رکھتی ہے عجب ہی عزوشاں آتش

ملاقاتِ گرانِ جاناں سے پنہاں کینہ ظاہر ہو
بھڑے جب آہن و خارا تو ہوتی ہے عیاں آتش

ممدِ ظالم و ظالم ملے تو فتنہ اٹھے ہے
کہ مل کر تیغ سے پیدا کرے سنگِ فشاں آتش

بقائے فتنہ افروزاں بہت کم ہے کہ خارا سے
نکلتی زادن و مردن لیے ہے تو اماں آتش

نہ کیجو گردنِ دعوئے بلند اس بزم میں ناداں
نظر کر شمع پر حاضر ہے بہرِ سرکشاں آتش

رہیں عینِ بلا میں جو، انہیں بیم بلا کیا ہے
پروبالِ سمندر پر نہ پہنچانے زماں آتش

عروجِ صاحبانِ طبع روشن بے وساطت ہو
پہنچ جاتی ہے تا بامِ ہواے نردباں آتش

ہر اک کو حسبِ استعداد، فیضِ تربیت پہنچے
نکالے تیر کے خم اور خم کردے، کماں آتش

نہیں موقوف قرب و بُعد پر کچھ فیض، پھونکے ہے
دلِ صافی دروناں میں دمِ روشن دلاں آتش

نظر کر بہرِ کسبِ نور، دوری کچھ بھی مانع ہے
زمیں پر شیشہ وہ بخشے ہے مہر آسماں آتش

۱۔لندن،"مت گیا"خود درست نہیں
۲۔ب: مہر
۳۔لندن ب،زائد شعر
۴۔لندن۔ ناتواں

دم افسردگاں دشمن ہے [illegible] رنگیں ہوا جلتا ہے [illegible]
غزل کیا اس زمیں میں گرم، شب تونے پڑھی تضمیں [illegible] کہ مضموں [illegible]

مطلع ثانی

بدن ہے گرم تپ سے شعلہ گوں، اشک و فغاں آتش
کہ آب و باد خاک اس گھر کی سب ہے تیری جاں آتش

دیا دل لے کے بوسہ لب کا، رخ پر جان[1] مانگے ہے
کہ لعلِ ناب ہے کبھی بیچتا ہے وہ گراں آتش

غضب نازک طبیعت ہیں کہ رنگِ چہرۂ گل کو
بھڑکنے سے سمجھتے ہیں ترے زم کردگاں آتش

عوض، لختِ دلِ یعقوب کا، لعل، اے زلیخا ہو
کہاں وہ نوگلِ بستانِ جنت اور کہاں آتش

بتوں کی سرد مہری سے غضب بھی ہو غنیمت ہے
کہ سرمادیدہ کو ہے مغتنم مانندِ جاں آتش

جلا یک دانہ اختر نہ اپنا، فائدہ اس سے
کہ نالوں کی گئی تا خرمنِ نہ آسماں آتش

حنائی دستِ ساقی میں مئے گل رنگ کا ساغر
دروں آتش، بروں آتش، عیاں آتش، نہاں آتش

مگر اوس ساعدِ سیمیں سے ہمدستی کا دعوا تھا
بلے، تعذیب کی، جو شمع کی وقفِ بتاں آتش

کہاں شعلہ، کہاں وہ عارضِ روشن، خداوندا!
کہ یہ سرمایۂ انوار و لبریزِ دخاں آتش

مجھے سیرِ چمن سے بن ترے اک آگ لگتی ہے
چمن تو کیا کہ تجھ[2] پر ہو گلستانِ جناں آتش

ذرا مت واعظا! خوکردۂ ہجراں کو دوزخ سے
کہ اپنے واسطے یکساں یہاں آتش، وہاں آتش

کہاں تک ضبطِ انفاس شرر افشاں کروں یارب
کہیں نکلے نہ ہر ہر موے سے جوں برقِ طپاں آتش

اماں اب لیجیے اوس ابرِ لطفِ حق کے سایہ میں
دلا جس کی کرے افسردہ بہرِ دوستاں آتش

سحابِ رحمتِ یزداں کرم کا جس کے ایک قطرہ
پئے اطفا ہے بس گو ہو، زمیں آتش، زماں آتش

قسیم النار و الجنہ ہے جد اوس کا کہ ارزاں کی
براے دوستاں جنت، براے دشمناں آتش

امامِ دیں تقی ابنِ علی، ہمنامِ پیغمبر
نسیمِ لطف سے جس کی ہو گلزارِ جناں آتش

اگر معجز نماے جود ہو تو فیضِ بخشش سے
بجائے شعلہ ہو، داماں خس میں زرفشاں آتش

جلے آتشکدہ پر گر نسیمِ باغِ خلق اوسکی
کرے پیدا بجائے شعلہ، شاخِ ارغواں آتش

اگر پروردنِ دشمن کا وہ دے حکم دشمن کو
مثالِ باغباں ہو موم سے گلبن نشاں آتش

اگر وہ اذنِ شفقت دے تو اطفالِ نباتی کو
کنارِ پرورش میں لے، مثالِ دائیگاں آتش

زہے حکمِ نگہبانیِ عدلِ خسروِ ایماں
حفاظت کے لیے خرمن پہ ٹھیرے پاسباں آتش

اگر ہو تیغ زن، شعلہ سے عہدِ حفظ میں اوسکے
بریدہ کرسکے کب برف کی برگستواں آتش

تعالی اللہ حفظ[3] ایسا کہ جوں گل ہو تہِ شبنم
رہے روشن بزیرِ چادرِ آبِ رواں آتش

جو طبعِ تند خوباں کو وہ فیضِ تربیت بدلے
شرارۂ برگِ گل و غنچہ ہو، اخگر ضیمراں آتش

عتاب و لطف سے اوس کے اگر ہو قلبِ ماہیت
سمندر کی جگہ ہو آب، ماہی کا مکاں آتش

شرر افشانیِ برقِ[4] غضب سے اوسکی ہر ماہی
کباب آسا ہو زیرِ آب و بحرِ بیکراں آتش

حریفِ داغِ کشتن، سوختن، کیا کیا ہوئے اعدا
زبانِ شعلہ پر رکھے[5] نئی ہے، [illegible]ستاں آتش

۱۔ آ، ب: چاہیے ہے
۲۔ ب: تجھ بن

۳۔ لندن: حفاظت مگر حفظ موزوں ہے۔ غالباً سہو کاتب
۴۔ لندن: "شرر افشانی برق" ہے لیکن "برقِ غضب" زیادہ موزوں ہے۔ غالباً سہو کاتب
۵۔ لندن: "رکھے ہی ہے" لیکن "رکھے نئی ہے" زیادہ مناسب ہے۔

بہت مدت سے تھی چشم عدم بے کحل اس خاطر | بناتی ہے جلاکر دشمنوں کو سرمہ ساں آتش
ہوئی کشتِ امیدِ دشمناں جل جل کے خاکستر | کہ کچھ رزق ہوا ہو اور کچھ دنے رائیگاں آتش
حضورِ شاہِ دیں پڑھ مطلعِ روشن کوئی ممنوں | دلِ حسّاد میں دے پھونک، ہنگامِ بیاں آتش

مطلع ثالث

سنے گر عدل سے، تیرے کہیں حکمِ اماں آتش | کرے شعلہ سے فرقِ خس پہ کلہِ سائباں آتش
عدالت گر، تری ہو تربیت فرما تو کیا ممکن | کہ رکھے تند خوئی کے کہیں نام و نشاں آتش
کرے گر سرخ چہرہ برگِ کاہِ زرد پر گاہے | ہر ایک شعلہ سے ہو اپنی تہِ تیغ وسناں آتش
گواہی ہے یہ برق و شعلہ کی روشن ہوا مجھ پر | کہ خوف و قہر سے تیری، ہے لرزان و طپاں آتش
نفاذِ حکم تیرا پھیر دے گر طبعِ اشیا کو | بنے تربیت دیں شیر کو، چارہ گراں آتش
بہم اک سلک میں جوں لعل اور الماس کو گوندھیں | ترے عہدِ حفاظت میں رکھے یخ سے قراں آتش
حرم میں گر جبیں فرسا ترے اعدا ہوں کیا حاصل | بےتعذیب سنگِ کعبہ سے کبھی ہو عیاں آتش
تعالی اللہ آب و رنگ بخشے خلق کے تیرے | سمجھ کر گل، چنے آتش کدہ سے باغباں آتش
نہیں کچھ معنیِ پنہاں بہرصورت پہ روشن ہے | کہ سر سے پا تلک ہے عرقِ خورشیدِ جہاں آتش
خیال ہم سری ذرہ سے تیرے در کے باطل تھا | کہاں نورِ تجلیِ الٰہی اور کہاں آتش
سو اس عذرِ خطا میں رکھ کے اپنے سر پہ آتا ہے | درونِ طشت بھر کر، آب شاہِ خاوراں آتش
جو روے آب پر وہ برقِ تیغِ شعلہ گوں چمکے | جلے ہر نخلِ مرجاں، ہو نصیبِ خیزراں آتش
نہ خصمِ دیو سیرت شیطنت اپنی پہ نازاں ہو | تری خاطر ہے جوں تیرِ شہابی وہ سناں آتش
ترے اعدا کے مقتل سے کہ دوزخ کا نمونہ ہے | ہما کا قوت ہو جوں کبک جانے استخواں آتش
کرے جو قصدِ گرمیِ سخن کا، مدح بن تیرے | سدا ہو شکل مجمر اوسکی لبریز دہاں آتش
ترا رخش پری صورت کہ وقتِ نیم جست اوس کے | کرے نئے ہم رکابی برق، نئے ہو ہم عناں آتش
عناں بلتے ہی یوں افلاک پر وہ گرم رَو پہنچے | کہ آئنہ پہ جس سرعت سے ہو پرتو نشاں آتش
اشاروں پر پھرے تیرے وہ شعلہ وش صبا سیرت | کہ تیرے حکم میں ہم باد ہم اے حکمراں آتش
عرق ٹپکانے ہے یوں صرصرِ جولانِ تیز اوس سے | شررِ افشاں کرے جس طرح سے بادِ وزاں آتش
ہوئے لفظوں میں مضموں برق، شعلہ، لفظ ہیں لب پر | کیا جو وصفِ شوخی، دل سے کھینچے تازیاں آتش
الٰہی کیوں کہ گرمِ وصفِ شرحِ سرعت اوسکا ہو | کہ خامہ خشک لے وہ وصف بیچون و چناں آتش
امم بخشا، اماما، سرورا، دیں پرورا، شاہا | عمل میرے ہیں وہ، جن کی سزا ہے بے گماں آتش
یہی ہے عرض تجھ سے اے شفیعِ عاصیاں ہردم | بہ حقِ مصطفیٰ دیکھے نہ تیرا مدح خواں آتش
جو تیرا بحرِ رحمت جوش زن ہو کیا جہنم ہے | کہ کچھ بھی چیز ہے پیشِ محیطِ بیکراں آتش
یہی تیری شفاعت سے توقع ہے دمِ محشر | کہ مجھ پر سرد ہو، اے سیدِ ہر دو جہاں آتش
ترحم، خسروا، میں کب سے تیرے در پہ نالاں ہوں | زلالِ لطف سے کر سرد، ہے میری فغاں آتش
کہاں تک عرض حال اپنا دعاے شاہ سے ممنوں | جلادے جانِ بدخواہاں کہ ہے تیری زباں آتش
الٰہی! آب جب تک تیری رحمت کا نمونہ ہے | خدایا جب تلک تیرے غضب کا ہے نشاں آتش
رہے باغِ امل تازہ محبِ آلِ احمد کا | عدوے خانۂ حیدر کے وقفِ خانماں آتش

۱۵۔ قصیدہ در منقبت امام ہشتم حضرت [illegible]

ستم کی تیز کرے چرخِ فتنہ ساماں تیغ — عدو سے جرح [illegible] تیغ

ثبات اس سے ہے ظالم کو، عاقل دل کو خطر — کہ موجِ آب کی مانند ہو [illegible] تیغ

جو ریزہ ریزہ ہو ظالم زیادہ دے آزار — شکستہ کرکے بنائیں[1] ہزار پیکاں تیغ

خراب[2] ہو جو ستمگر تو روح فرسا ہے — کہ رخنہ رخنہ جو کیجیے، بنے ہے سوہاں تیغ

ہمیشہ درپئے سامانِ ظلم ہے بیرحم — جفا کی، تیز ہی کرتا رہے یہ ناداں تیغ

سدا ہے قطع و برید اس کو، حفظ کا ہے عدو — علم رکھے ہے نہ عالم کا دشمنِ جاں تیغ

ذرا جو بدر کو صورت سپر کی ہو تو اوسے — گھٹا گھٹا کے بنانے بدستِ دوراں تیغ

شعاعِ ماہ سے لاتا ہے ہاتھ میں بیدرد — بچے جراحتِ دل بہرِ نمک داں تیغ

جمالِ یار کو عاشق پہ، یہ کرے آفت — کتاں کے سینہ پہ ہو نورِ ماہِ تاباں تیغ

سپہر سبز سے پنہاں کمالِ مرد رہے — کہ زیرِ زنگ نہ جوہر کرے نمایاں تیغ

کمالِ مرد ہے ناقدرداں کے آگے ہیچ — نہ گھر میں خیر کی دیکھے بغیر نقصاں تیغ

شبیہہ رحم اگر ظلم ہو تو فائدہ کیا — نہ روح بخش ہو جوں موجِ آبِ حیواں تیغ

فلک نے زینتِ ظاہر نہ دی تو کاہش کیا — نہ ہو غلاف جو زریں، رکھے نہ نقصاں تیغ

نہیں لباس کے وابستہ جو ہیں مردِ کمال — دکھانے خوبیِ جوہر، اگر ہو عریاں تیغ

کرے ہے خندۂ بسیار، قدرِ مرد کو کم — ظہورِ کثرتِ دندانہ سے ہو ارزاں تیغ

چمک پہ ہمتِ مرداں بن آئے کب اقبال — رہے نہ کوکبہ گر ہو نہ پیشِ سلطاں تیغ

نہ غیرِ جنس کا شکوہ کہ ہے عدو ہم نوع — بنائیں واسطے انساں کے، دیکھ انساں تیغ

تعینات کا نے شکر ہے نہ شکوہ ضرور — اگرچہ آئنۂ حیراں ہو یا ہو بُراں تیغ

کہیں جلال کہیں ہے جمال، اصل پہ ایک — کہ آئنہ ہو ہم آہن سے ہم نمایاں تیغ

غزل وہ تیز کہوں اب کہ جس کا ہر مصرع — یہ آبدار ہو، جس کو کہے سخنداں تیغ

مطلع ثانی

نگہ کے سامنے کھینچے تری، نہ افغاں تیغ — ہوا یہ راست کہ چلنے نہ دے[3] فسوں خواں تیغ

نہ سطر سطر ہے جوہر کی، خون کا میرے — کسی کے ہاتھ میں دیتی ہے لکھ کے فرماں تیغ

یہ کس غریب کا ہے بارِ خون، گردن پر — کہ قد خمیدہ تمہاری رہی ہے، خوباں تیغ

کہیں جو ابروئے خمدار تری یاد آوے — دھری رہے میرے تو کی بہ طاقِ نسیاں تیغ

دلوں کا ملک وہ ابرو رکھے ہے قبضہ میں — اوسی کا ملک ہے یعنی کہ جس کی جاناں تیغ

اشارتوں سے اوس ابرو کی، جان لرزاں ہے — خطر ہے جو ہرِ جاں کو اگر ہو جنباں تیغ

بتانِ ہند کے ابرو کی، دیکھ قطع و برید — کہیں بنائیں نہ صنعت گرِ صفاہاں تیغ

تری نگاہ نے دی[4] ہیں الٹ صفیں کی صفیں — زباں پہ رکھے ہے اس رستمی کے دستاں تیغ

۱۔ ل = بنائی

۲۔ لندن یہ خراب ہی ہے، مگر یہ زیادہ مناسب ہے۔

۳۔ ب: کہ چلی تری

۴۔ ب: دیں ہیں

نہ زیرِ مشق ستم کر، مرا دل او کافر! — کوئی لگانے ہے قرآن پہ نا مسلماں تیغ
رہے یہ یاد کہ ہم یاد آئینگے[1] آخر — لگا کے مجھ پہ بہت ہووے گا پشیماں تیغ
سپہر سنبھال فلک تو، خونچکاں نکلے — کہ چھیننی نہ ستمگر، مری ہے آساں تیغ
مرا حریف نہو، لے کے ایک تیغِ ہلال — رکھوں[2] ہوں نالہ و افغاں سے میں ہزاراں تیغ
حفاظت اوس کی ہے آڑے مرے کہ جسکا حفظ — بنانے مثل بسپر حافظ و نگہباں تیغ
زہے امامِ علیِ نفی کنندہ کفر — کہ جس کی قطع کرے بیخِ ظلم و طغیاں تیغ
اگرچہ آب سے رکنِ بنا ہوں سست ولے — کرے امام کے مضبوط دیں کے ارکاں تیغ
فروغِ دست و تجلی روے انور سے — سپر ہو آئینہ جوں ماہِ نو فروزاں تیغ
شبِ سیاہ میں ٹوٹے ہیں جوں ستارے یوں — غبار میں ہے چمکتی وہ روزِ میداں تیغ
فرار کیوں نہ کریں دشمنانِ دیو خصال — کہ جوں شہاب ہے، اوس کی عدوے شیطاں تیغ
جو اذنِ قہر ہو اوسکا تو بدر، جوں ہو ہلال — عجب نہیں کہ سپر سے بھی ہو نمایاں تیغ
رکھیں جو دونوں طرف سے کسی کی گردن پر — تو اس کے حفظ کو[1] ہو، صورتِ گریباں تیغ
زہے حمایتِ وادیِ عدل میں اوس کے — سمجھتا شاخ ہے آہو کی، شیرِ غراں تیغ
کمک سے عدل کی اوس کے دواں ہو ہر روباہ — ہووے شیر غریں، لے کے زیرِ دنداں تیغ
اگر دہان کرے وا، نہنگِ مردم خوار — تو قہرِ شاہ سے اس پر ہو موجِ عماں تیغ
شبیہِ ظلم رہے اوس کے خوف سے خائف — کرے سپہر، مہِ نو کی روز پنہاں تیغ
بہارِ معدلتِ شاہِ دیں سے بالیدہ — درونِ آب ہو، مانندِ شاخِ مرجاں تیغ
جو عہدِ شرع میں، اوس کے لڑانے جام سے آنکھ — تو موجِ بادہ ہو، بہرِ شراب خواراں تیغ
پڑھ اب حضور میں اے طبعِ تیز! مطلعِ تیز — کہ اہلِ سیف کی ہے نذر، پیشِ شاہاں تیغ

مطلع ثالث

کہے جو تو، نہ رہے پیشِ جور کیشاں تیغ — نہ پھر ہلال کی باندھے سپہرِ گرداں تیغ
تری بلند ہو، جب اے امامِ دوراں تیغ — چھپالے چرخ کی بہرام، زیرِ داماں تیغ
دوسر خراب کیا ترے جدنے، کفر کا کام — کہ ذوالفقار سی رکھتا وہ شاہِ مرداں تیغ
علی سے پہنچی شجاعت تجھے ہے[3] دست بدست — کہ دے ہے دستِ مبارک میں دست پیماں تیغ
عدو کی جان ہے قبضہ میں تیرے، کیونکہ بجے — کہ ہے قضا کی شہا تیرے زیرِ فرماں تیغ
تیرے جہاد سے ہے نقدِ معرفت رائج — مگر تری ہے کلیدِ کنوزِ عرفاں تیغ
فروغِ ہمت و جراءت ہے تیرے ہاتھ سے جوں[4] — طبق کے ساتھ رکھے مثلِ مہرِ رخشاں تیغ
اگر ہو حکم یہ تیرا کہ التیام کے سب — کرے فراہم، اسباب اور ساماں تیغ
تو مثلِ دستِ رفو ساز اپنی ڈوری سے — سیے شگافِ دلِ چاک سینہ ریشاں تیغ
خواصِ ظلم بدل دے، اگر تو رحمت سے — عجب نہیں ہے کہ ہو تازگیِ دہِ جاں تیغ

۱۔ آ: اس نے کی آخر
۲۔ ب: رکھے ہو
۳۔ آ: کرے۔
۴۔ آ: نہ حق ہے
۵۔ آ: تو

اگر ہو حفظ ترا حامیِ بقائے جہاں — [illegible]
برائے روح فزائیِ تشنگانِ حیات — [illegible]
نہیں زیادہ ہے یک موجِ نسیم[1] سے ہر چند — ہے [illegible] اعدا [illegible]
پئے تباہیِ کشتیِ خانمانِ عدو — اوٹھائے آپ سے اپنے ہوا طوفاں تیغ
دمِ جہاد کہ خوں سے چمن بنے میداں — اگرچہ[2] ہیں ترے فرزند شیرِ یزداں تیغ
بسانِ موجۂ صرصر کہ ہو ثمر افشاں — درختِ قامتِ اعدا سے ہو سر افشاں تیغ
بروزِ معرکہ دکھلائے دین کی ہے بہار — کہ خون سے ہو نواصب کے گلشن افشاں تیغ
نکالے خون سے اعدا کے پارہ پارہ لعل — شہا بکھیرے تری معدنِ بدخشاں تیغ
برائے خرمنِ ہستیِ دشمناں ہر سو — چمک کے برق کرے ہے تری پریشاں تیغ
عجب رحیم ہے میداں میں حالِ اعدا پر — بنی ہے صورتِ خونابہ زیرِ مژگاں تیغ
ستم گردوں کا ترے عہد میں ہے کیا مقدور — کہ کر سکیں وہ ستم اے پناہِ دوراں تیغ
جو برگِ خس پہ کہیں برقِ تیغ چمکا دے — تو انتقام[3] کی لے، خارِ ہر بیاباں تیغ
ہوئے ستمگرِ سرکش، خبر یہ سن کر پست — کہ تیرے عدل کی ہے تیز، اے جہاں باں تیغ
جو پائمالیِ قمری پہ قد بلند کرے — تو پائے سرو پہ ہو، آبجوے بستاں تیغ
نہیبِ عدل سے تیرے نہاں ہے شکلِ غلاف — رکھے غلافِ کتاں میں مہِ درخشاں تیغ
مگر کبھی ترے اعدا کے ہاتھ تک پہنچے — جھکا کے رہ گئی گردن ہے، جوں پشیماں تیغ
زہے وہ رخش اگر لے کے، اوس کا آہنِ نعل — کوئی بنائے تو بے دست ہو وہ جنباں تیغ
عجب نہیں ہے کہ میدانِ رزم میں ہر سو — مثالِ برق تڑپ کر ہو گرمِ جولاں تیغ
شہا سخنورِ قطعی کہ ہے ترا ممنوں — کہے زبان کو اوس کی ہر اک سخنداں تیغ
بیان اوس کے ہنر پر دلیل قطعی ہے — برائے دعوائے جرأت وراں ہے، برہاں تیغ
چہ جانے شوکت سیفی، چہ قدر این حسام — دکھائے فکر کی جس دم ترا ثنا خواں تیغ
عیاں یہ جوہرِ معنی رقم سے اوس کے، ہو — قلم کی ہاتھ سے رکھ دیں ظہیر[4] و سلماں[5] تیغ
تری دعا سے نواصب کیسے ہیں کیا کیا ذبح — زبانِ تیز سے اوس کی، رہی ہے حیراں تیغ
سپر کا کام حفاظت ہے یا خدا جب تک — ہمیشہ تاکہ رہے قاطعِ رگِ جاں تیغ
رکھ اپنے حفظ میں تو دوستانِ آلِ نبی — رکھے بریدہ سرِ دشمنِ بدایماں تیغ

۱۶۔ قصیدہ در منقبتِ امام یازدہم حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

کب تاب لائے دیکھ ترا منظر، آفتاب — تو آفتاب و مرد مکِ شپّر آفتاب
شاید ترے ہو شعلۂ رخسار سے گداز — یک گوے سیم ماہ ہے، قرصِ زر آفتاب
آبی قبا میں جب کہ ہو جلوہ فروز تو — ہو غرقِ آب جوں گلِ نیلوفر آفتاب

۱۔ آ، ب: نسیم موج
۲۔ لندن، ب: "اگر ہے ترے" جو درست نہیں
۳۔ لندن: مگر ہے
۴۔ ظہیر فاریابی
۵۔ سلمان ساوجی

حیرت میں ہوں عرق[1] رخِ تاباں پہ دیکھ کر　　شبنم سے کیونکہ صورتِ گل ہے، تر آفتاب
اللہ نور و تابِ فروغِ جمال واہ　　شفاف تن کو تیرے کہوں کیونکر آفتاب
نورِ شباب ہے ترے پیکر میں بھر رہا　　رکھتا ہے تپ زدہ سا تنِ اصفر آفتاب
اس شرط پر کہوں ہوں تجھے آفتاب و ماہ　　زرّیں قبا جو ماہ ہو، سیمیں بر آفتاب
تولا بہم جو پلہ میزانِ حسن میں　　پہنچا ہے تو زمین پہ گردوں پر آفتاب
سو بار تیرے بام پر آکر کرے طواف　　ہڑکے ہے اس لیے نہیں رکھتا پر آفتاب
اے دو رِ چشمِ بد تری بزمِ جمال میں　　اسپند ہوں نجوم بنے، مجمر آفتاب
اللہ بابِ چہرۂ رخشاں ترے حضور　　رکھ آفتابی آئنے، سپرمہ پر آفتاب
حیرت ہے خط و زلف میں، وہ چہرہ دیکھ کر　　سایہ ہے آفتاب پہ سایہ پر آفتاب
استاد کا یہ شعر پڑھوں جب دکھانے ہے　　اوس حلقۂ حلقہ مو میں رخِ انور آفتاب
نہ چتر است چرخ در او آفتاب یک　　زلفت ہزار چتر و بہر چتر آفتاب
خوبیِ حسن، حسن پہ ہے حایل نگاہ　　تابش سے اپنے منہ پہ رکھے چادر آفتاب
حسن آپ خونِ دیدۂ نامحرماں کرے　　اپنی شعاع سے ہے، لیے خنجر آفتاب
جلوہ سے تیرے مطلعِ انوار سینہ ہے　　روشن ہو وہ بھی، جانئے جھلک جس پر آفتاب
جل کر ہوا ہوں خاک پہ جھلکے ہے داغِ عشق　　پوشیدہ کیونکہ ہو تہہِ خاکستر آفتاب
ہے رخنہ رخنہ دل میں تصور ترا کہ، یاں　　ایک ایک روزنہ میں ہے جلوہ گر آفتاب
کشتہ جو تیرا حسن کا ہے اوس کی خاک سے　　شاید اُگے، بجائے گلِ احمر، آفتاب
کب تفتگانِ عشق ہیں وابستہ لباس　　رکھتا برہنگی سے ہے رختِ زر آفتاب
اوصافِ حسن[2] و عشق سے پہنچے نہ دل کو نور　　کیا فائدہ، وہ شعلہ ہوا، یہ گر آفتاب
کیجیے مدیح اوس کی رقم، جس کے یمن سے　　روشن یہ صفحہ ہو، کہ نہ ہو، ہمسر آفتاب
خورشیدِ اوجِ دیں حسن عسکری امام　　وہ پرتوا[3] ہے احمدِ دیں پرور آفتاب
نور اوس سحابِ فیض سے ٹپکے بجائے آب　　پیدا صدف میں ہو عوضِ گوہر آفتاب
روضہ کا تیرے قبہ گردوں مماس وہ　　ہے جس پہ ایک طائرِ زریں پر آفتاب
جوں ذرہ خاک درپہ رہا اوسکے جبہہ سا　　ہے لایقِ خطاب بلند افسر آفتاب
اوس کے غبار راہ سے ہے سنگریزۂ جبین　　جوں دُر کرے جو زینتِ تاجِ زر آفتاب
کوئی سفال پارہ جو اوس رہ کا ہاتھ آئے　　جوں لعل رنگ جیغہ رکھے سر پر آفتاب
آئینہ دار اوس رخِ پر نور کا بنا　　رکھتا ہے زور طالعِ اسکندر آفتاب
ذرہ میں آفتاب کا جوں ذرہ ہے ظہور　　اوس حسنِ دل فراز کا یوں مظہر آفتاب
خفاش چشمِ دشمنِ بدبیں کو ہے پیام　　یعنی کہ شاہ دیں کا ہے سب لشکر آفتاب
کر اپنا فکرِ چشمِ رمد دیدۂ حسد　　نشتر لیے شعاع سے یہاں ہے ہر آفتاب
درپیش قتلِ دشمنِ شہ ہے، کرے ہے جمع　　خنجر، خدنگ، سیف، سناں، جمدھر آفتاب
کہتا ہے اشتیاق کہ چل کر حضور میں　　مطلع وہ پڑھ کہ جس سے نہ ہو بہتر آفتاب

مطلعِ ثانی

تارِ خطِ شعاع سے کر مسطر آفتاب　　لکھے تری ثنا ورقِ زر پر آفتاب

---

۱ - آ: غرق ہوں
۳ - آ: پرتو آئے
۴ - لندن، ب: زائد شعر

تحریرِ وصف کی تری، سطوت ہے کس قدر
[illegible] آئینہ [illegible]

تھرائے نا نگہہ رخِ تابندہ پہ تیرے
دیکھے [illegible]

جب تربیت تری یدِ بیضا دکھانے ہے
لاتا ہے شکل موم [illegible] رنگ [illegible] آفتاب

یوں راہِ باد پر ہے، ترے حفظ سے چراغ
رکھتا نہیں ہے جوں خطرِ صرصر آفتاب

تودے جو حکمِ امن تو سیماب کو رکھے
شاید برائے حفظ تہہِ بستر آفتاب

ازبس ہوا بلند ترا صیتِ احتساب
چکر میں عقلِ چرخ ہے اور مضطر آفتاب

یہہ زرد ہوگیا ہے، ہوا سبز اوس کا رنگ
گردوں جو شکلِ شیشہ ہے اور ساغر آفتاب

تیرا ہے حکمِ دیں، نہ رہے شکلِ میکشی
دے جام کو چھپا تہِ ابرِ تر آفتاب

کرتا ہے قبلہ گاہ ترا گوشۂ کلاہ
روتاب ہو، اودھر سے نہیں کافر آفتاب

شوقِ سجودِ قبلہ، در میں ترے شہا
ہے صورتِ جبین، بنا یکسر آفتاب

سرگرمِ جستجو ہے ترے در کا سوبسو
سر مارتا پھرے ہے پہاڑوں پر آفتاب

رکھتا ہے تیری مُہرِ غلامی جبین پر
اس وجہ سے کہانے ہیکو مُحضر آفتاب

ذراتِ کائنات کا منہ ہے تری طرف
یعنے کہ تو ہے شاہ کرم گستر آفتاب

بے وجہ نور چہرہ پہ، اوس کے عیاں نہیں
رکھتا ہے مہر دل میں تری، مضمر آفتاب

دل یکا کرے غبار ترا داغِ عشق صاف
روشن کرے ہے غرض گہِ اغبر آفتاب

آگے ترے فروغِ ضمیرِ منیر کے
نیلے ورق پہ ہے نقط عنبر آفتاب

جون ماہ میں کہ دولتِ خورشید ہے تمام
اے محض نور، تجھ سے ہے مایہ ور آفتاب

پہنچے نہ عکسِ جبہہ سے تیری اگر فروغ
شاید ہلال سے بھی ہو ناقص تر آفتاب

تیری ضیا سے ذرہ[1] و خور، سب ہیں فیضیاب
پروین، سہا، ہلال، قمر، اختر، آفتاب

دشمن شبیہہ تجھ سے کرے آپ کو تو کیا
ہو آفتاب! لکھے جو صورت گر آفتاب

روے عدو و کوکبِ احباب سے ترے
نے سایہ تیرہ تر ہے، نہ روشن تر آفتاب

گاہے نہ نورِ چشم کو اوسکے زوال ہو
کھینچے جو تیرا سرمۂ خاکِ در آفتاب

ہر ایک ذرہ کی تری رہ میں شکوہ دیکھ
کیا کانپتا پہر پہ ہے تھر تھر آفتاب

پر تو سے تیری تیغ کے لرزاں رہے سدا
گو صیقلی ہے سر پہ رکھے مغفر آفتاب

روکش جو ہو تری دمِ شمشیر سے، دکھانے
جوزا کی طرح چرخ پہ دوپیکر آفتاب

تیری سناں سپاہِ سیہ دیں کو دے شکست
ظلمت کہاں جہاں ہو، علم آور آفتاب

شاہا! ترا وہ رخش، شرر، جسکی نعل کا
پہنچا جو اڑ کے ہے، سرگردوں پر آفتاب

اللہ رے چرخِ سیر کہ اوس کی رکاب میں
ہے جوں نگینِ حلقۂ انگشتر آفتاب

کاوے کے وقت ساق وہ پرکار نقطہ ساں
ہے اوسکے سم کے دائرہ کے اندر آفتاب

چھیڑے جو تو اوسے ترے دنبال میں دواں
لے شرق سے ہو، غرب تک مضطر آفتاب

تحریک تند صرصرِ جولاں سے اوسکی ہے
ہاتھ اپنے پر چراغ کا رکھتا ذر آفتاب

سیمیں لگام عقدِ ثریا ہلال زین
گردن میں اوس کی شکلِ قطاس زر آفتاب

اے شمعِ دودِ علوی، نورِ احمدی
اجداد تیرے سب[2] پس یک دیگر آفتاب

وہ جد ترا کہ جس نے نمازِ رسول کو
پھیرا پسِ غروب اشارے پہ آفتاب

تجھ تک علی سے تجھ سے ہے مہدی تک ایک نور
یعنی تمام خانۂ پیغمبر آفتاب

۱۔ آ،ب= درخور خود

۲۔ لندن، سب چھوٹ گیا ہے۔

بعد ایک کے، ہے، ایک میں نورِ نبیؐ کی سیر — رکھتا ہے جیسے چرخ پہ بارہ گھر آفتاب
پروانے سردِ مہریِ ایام کیا مجھے — دل میں مرے ولا کا ترے جوہر آفتاب
یہ داغِ عشق تیرا سلامت رہے کہ ہے — سرما زدہ کے واسطے جاں پرور آفتاب
کر، عرض، اپنے ذرہ، نا چیز کی قبول — اے وہ، کہ تو ہے اوجِ امامت پہ آفتاب
ہو دامنِ ولا کا ترے مجھ پہ سائباں — آتش فشاں ہو جب کہ دمِ محشر آفتاب
پہنچے دعاے جاہ تری آسماں تلک — آمیں کہے ہے برہنہ سر، کرکر آفتاب
جس رات تک کہ ماہ زمیں پر ہے سیم ریز — جس روز تک نثار کرے ہے، زر آفتاب
دستِ سوال سب کا رہے تیرے روبرو — گر اس میں ماہ کھینچے تصور در آفتاب

۱۷۔ قصیدہ در منقبتِ امام دوازدہم خلیفۃ الرحمن امام مہدیؑ

گواہیں فلک نجوم سے تیرے ہزار چشم — پر دی، تجھے حیا کی نہ اے فتنہ کار چشم
دیکھ اپنے تک سلوک کہ ہو روے یار سے — محرومِ یک نگہ مری امیدوار چشم
سیمانے آفتاب سے لے کر فروغ اور — ایک ایک ریگ ذرہ کی ہو نور دار چشم
بے طاقتانہ تیری طرف شوقِ صبح میں — دیکھوں اگر اوٹھا کے بصد اضطرار چشم
ہر ہر ستارہ دیدِ جگر خوار کی طرح — دکھلانے مجھ کو آہ شبِ انتظار چشم
الماسِ سودہ مہ کے نمکداں[1] میں تو بھرے — اس واسطے کہ میری بنے مایہ دار چشم
ابرو ترا ہلال لقب تیغ کش تو ہے — تجھ سے غلط سپر کی ہے پر کینہ کار چشم
گو مہر سی سپر بھی ہے پر، اوس میں تعبیہ — دیکھے ہے تیغ و تیر، سناں بے شمار چشم
سب تیرا خرمن آپ شفق سے ہے شعلہ خیز — سرسبزی کی رکھے نہ مری کشت کار چشم
مشہور ہے جہاں میں سیہ کاسگی تری — کیجیے سیہ نہ خواں پہ تری زینہار چشم
سو سو طرح سے مایدہ گستر ہو تو ولے — میں گرسنہ، اودھر نہ کروں ایک بار چشم
آبِ بقا تلک نہیں پڑتی نگاہِ حرص — رہتی مگر ہے تشنہء دیدارِ یار چشم
کیا تجھ سے باغِ دہر میں تک سیر کی، کوئی — رکھے یہ موسمِ گل و فصلِ بہار چشم
نرگس کی آنکھ تو کبھی کھلتی نہ، اور مری — رکھے مژہ سے جیب میں یک مشتِ خار چشم
شاہد ہیں مہر و ماہ کہ ناقص نظر ہے تو — دونو کھلی کبھی نہ تری ایک بار چشم
گردیدہ ہے تو اہلِ صفا سے ہو تربیت — عینک سے دیکھتی ہے مدد وقتِ کار چشم
ممنوں! گلہ فلک کا نہ کر، پڑھ کوئی غزل — اس درد سے کہ خلق کی ہو اشک بار چشم

مطلع ثانی

شب گہ فلک پہ، راہ سے گہ، تھی دوچار چشم — اختر نشاں مژہ رہی، اختر شمار چشم
اوس رخ پہ ہے مری ہی نہ نظارہ کار چشم — خود زلفِ حلقہ حلقہ رکھے ہے ہزار چشم
دامن رخِ سحر سے کبھی تو اٹھا ہی دے — کب سے مری ادھر ہے شبِ انتظار چشم
تیرِ نگہ سے سینہ ہو خارا، تو توڑ دے — بیمار ہے اگرچہ تری سحر کار چشم

۱۔ بہ الماس سودہ بھر کے نمک دان میں تو بھرے

دو ایک دم ہی دید غنیمت ہے، [illegible] — [illegible] چشم
رویا ہوں یہ کہ شیشہ، سیاہی ہوئی تمام — سنبل [illegible] چشم
سیماب بن رہی ہے سفیدی سے سربسر — کیوں اشک [illegible] چشم
ہرچند رنگِ سرخ کو پانی سے ہے ضرر — گریہ سے اور سرخ [illegible] اشک بار چشم
اے خود نما کبھی تو دکھادے وہ روے صاف — پتھرانی انتظار سے [illegible] دار چشم
دوری میں بھی ترے ہی تصور پہ ہے نظر — شکرِ خدا نہ تجھ سے ہوئی شرمسار چشم
آچک کہ وقتِ نزع نگاہیں ہیں سوے در — رہ جانے وا نہ تادمِ روزِ شمار چشم
رکتا نہیں ہے[2] گریہ، نہ تھمتے ہیں تک سرشک — اللہ ڈھونڈتی ہے کسے بار بار چشم
کچھ داغ داغِ عشق نہ لالہ رخوں کا ہوں — خونی سرشک سے جو بنے لالہ زار چشم
گل پر نہ سینہ چاک، نہ سنبل کا میں اسیر — رکھتا نہیں ہوں مائلِ زلف و عذار چشم
نورِ دو دیدہ جو حسن عسکری کا ہے — جویا ہے اوس جمال کی بے اختیار چشم
یعنی امام مہدیِ ہادی، فروغِ دین — وہ ہے نگہ پیمبرِ پروردگار چشم
ہے وہ امام جس کے الوالعزم مقتدی — عیسیٰ کو دیکھ کھول کے، اے ہوشیار چشم
گر اوس فروغِ حسن کا منکر ہوا تو کیا — رکھتا نہیں عدوے سیہ روزگار چشم
نورِ خدا کے دیکھنے کو چاہیے کلیم — لاوے کہاں سے سامریِ تیرہ کار چشم
انوارِ آفتاب میں ہو کون سا خلل — کھولے اگر نہ شپرک نابکار چشم
جوں نورِ حق بسیط ہے اوس کا فروغِ حسن — بالکل ہو اوس جمال سے کیا بہرہ دار چشم
کون و مکاں سے یہ ہے فزوں اور بے نظیر — رکھتی جہاتِ ستہ میں ہے انحصار چشم
جس نے ملی نہ اوس درِ دولت پہ ہے تمام — بے نور اوس کی رخنہء دیوار وار چشم
مہرِ فلک کے سیمہء ایوان شاہ سے — کب دوبدو ہو صورتِ تقصیر وار چشم
اک دم[1] نگاہِ گرم کہیں کی تھی اب تلک — ہے پنجہء شعاع سے زیرِ فشار چشم
اٹھ جائیں سب حجاب پڑے نورِ حق نظر — اوس رہ کے، گرغبار سے ہو سرمہ دار چشم
گاہے فرازِ منبر و محراب میں گہے — گوہر نشاں وہ لعل ہے گوہر نثار چشم
رشکِ عطا سے اوس کی نہ گرداب ہے کہ تر — رکھتا ہے بحر موج زنِ بے کنار چشم
دیکھے جو درفشانیِ ابرِ نوالِ شاہ — موندے صدف کبھو نہ درونِ بحار چشم
کب ذکرِ غایبانہ سے ٹلتا ہے اشتیاق — کہتی ہے چل حضور میں بے اختیار چشم
ممنوںؔ زباں تو زمزمہ خوانِ مدیح کر — رکھ اور جمالِ شاہ پہ تو بار بار چشم

مطلعِ ثالث

گر تیری خاکِ رہ سے کرے سرمہ دار چشم — شپرکی عین نور ہو خورشید وار چشم
اہلِ شہود حسرتِ پابوس میں ترے — لاتے پئے رکاب ہیں اے شہسوار چشم
رکھتی ہمیشہ خامہ ہے مژگاں[3] سے ہاتھ میں — شاید رہے ہے[4] تیری مدیحت نگار چشم

۱۔ آ: سے
۲۔ ب: ہیں
۳۔ آ، ب: دل
۴۔ آ: خامہ مژگاں ہے

مقدور کیا کہ صرف نگاہِ ہوس کرے | اوس عہدِ[1] شرع میں کوئی عصیاں شعار چشم
ایک ایک موجِ بادہ کرے کارِ تیغ تیز | ساغر سے گر لڑانے کبھو بادہ خوار چشم
آشوبِ فتنہ تو جو کرے کم تو ہوسکے | کب سرخ شیرِ شرزہ کی سوے شکار چشم
آرام گاہِ عدل میں تیری پناہِ خلق | فتنہ کی خوابِ ناز سے ہے ہم کنار چشم
آہوے غنودۂ تیغِ شکار افگنان تلے | یوں ہے کہ زیرِ ابروے خم پر خمار چشم
مژگاں سے توڑ چنگلِ شہباز دے اگر | صعوے کی تیرے عدل سے ہو دستیار چشم
تنکا جو تیرے حکم سے رکھ دیجیے، برق کے | دیکھیں نہ اختلاج میں پھر زینہار چشم
ہو سرمہ ریزِ گردِ مواکب اگر تری | جوں خاک سمجھے، کحلِ جواہر کو خوار چشم
ابلق ترا کہ چشمِ پری سے ہے شوخ تر | دیکھ اوس کو سمجھے مجمعِ لیل و نہار چشم
آئینہ سپہر سے یک جست میں اودھر | عینک سے جوں نگہ کے ہو ناوک گزار چشم
سرپٹ اگر وہ جانے اودھر اور اس طرف | دوڑانے گر نگاہِ تگ و پو شعار چشم
طے کر تمام عرصۂ عالم وہ آنے پھر | گرتی نگہہ کو پانے نہ مژگاں سے یار چشم
ابرِ تنک میں برق سمجھتی ہے دیکھ کر | بھیجا کی زور اوس کو میانِ غبار چشم
مجموعۂ شکوہِ علو و جمال و زیب | وہ رخش جس پہ دیکھ کے کھینچے نثار چشم
گردوں رکاب و مہر قطاس و ہلال زیں | پامور و سپہر کفل قطب وار چشم
سنبل ایال[2] غنچۂ شبّو ہر ایک گوش | ساقِ آہوانہ رشکِ غزالِ تتار چشم
آنکھوں پہ وہ قدم ہیں کہ اربابِ معرفت | پیوستہ اوس کے سم سے رکھیں نعل وار چشم
جب وہ کماں بلند ہو شکلِ ہلالِ عید | لگ جانے اک جہاں کی یمین و یسار چشم
اے زورِ بازوے نبوی! تیری شست پر | سب کی ہے شست[3] وار دمِ کارزار چشم
اوس انتظارِ تیر میں، اعدا کے جسم پر | ہر حلقۂ زرہ سے ہوئی آشکار چشم
نیزہ ترا کہ رایتِ اقبالِ شرع ہے | بدبینِ دیں کی اوس سے رہی وقف دار چشم
تو اوس کا یادگارِ شجاعت ہے خسروا! | سمجھے نہ کیونکہ تیغ[4] کو، شہِ ذوالفقار چشم
دیکھے نظر اوٹھا جو تری تیغِ تیز کو | جوں مہر پر شعاع بنے تار تار چشم
اوس سرشگاف کی ہے مگر دید سے خطر | رکھے سو اوس سے ہے سپر ہمکنار چشم
رکھتا ہے دود سینۂ اعدا سے سرمہ سا | جوہر کہ تیرا خنجرِ خونابہ بار چشم
مقدورِ مدح کیا ہے قصورِ بیان پر | ممنوں کو عفو کی ہے شہِ[5] یادگار چشم
سن عرضِ اشتیاق کو، گوشِ قبول سے | نک لطف کی، ادھر شہِ والا تبار چشم
تو عرش مرتبہ ہے۔ پہ آنکھوں پہ تو مری[6] | رکھ پانو۔ ہے حریفِ رہِ انتظار چشم
جب تک کہ مشتِ خاک ہے باقی رکھیگا باز | نقشِ قدم کی طرح، ترا خاکسار چشم
یہ آرزوے دید، بر آنے گی کس طرح! | بالفرض تیرے جلوہ سے ہو بھی دو چار چشم
ایک ایک چشم، طالبِ صد صد نگاہ ہو | سو سو کرے جوہرِ تنِ مو، مستعار چشم

۱۔ لندن۔ عہد چھوٹ گیا ہے
۲۔ ب: سنبل وہ مائل و غنچہ
۳۔ ب: شست وار۔ ل: شمت
۴۔ آ، ب: کون تیغ کو
۵۔ آ، ب: کامگار
۶۔ آ، ب: تک

شورِ قدوم تیرا سنوں گا جو بعد مرگ [illegible]
کہتا اٹھوں گا یہی کہ ہو وہ لقا نصیب [illegible]
بینائی سے حصول بصارت سے فایدہ — گر تیری دید کی [illegible]
تحریر اشتیاق ہو کب ہے دمِ دعا — پر تجھ سے ہے [illegible]
جب تک نگاہ خطِ شعاعی سے ہے شبیہ — روشن ہے مہر و ماہ کی تا نور بار چشم
احباب کی نگہ ترے رخ سے ہو فیضیاب — روشن لقائے پاک سے لیل و نہار چشم

۱۸۔ قصیدہ در مدح حضرت سید ناصر الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ اہل باغ کو ہے بیم فوج دی اس سال — ہوئے ہیں خونِ نمو سے تہی عروقِ نہال
کہیں نشان نہ جوانانِ باغ کا پایا — چمن کو لشکرِ دی نے کیا ہے یہ پامال
چھپی ہے آہنی قلعہ میں آگ منقل سے — نبرد برد کی ازبس رہے نہ تاب و مجال
ہزار طرح سے ہو تیغ آزما خورشید — نہ ذرا بھی طبقِ یخ کی مکڑ سکے ہے ڈھال
جدا کبھو نہیں ہوتا ہے دود شعلے سے — زبسکہ لشکرِ سرما کا خوف ہے دنبال
سمٹ کے غنچہ بنا وہ گرہ، یہ ہو کر گل — کہ فی المثل ہو رخِ آتشین و مشکیں خال
بدن پہ شعلہ کے رعشہ ہے خوفِ سرما سے — رکھے ہے دود کی[1] ہرچند سر پہ کالی شال
برنگِ داغ کہ لالہ میں ہوں نہ دیکھیں تاب — رکھیں جو مجمرۂ آتشیں میں چند زغال
رکھیں جوجخ کی رکابی محاذیِ خورشید — عذارِ روشن و مراتِ صاف کی ہے مثال
نہ عکسِ خور حرکت دہ اوس ہو، جیسے لائے — نہ آبِ آئینہ میں موجِ غوطۂ تمثال
ہوا بدیہی بطلانِ کلیاتِ حکیم — جو قلبِ ماہیتِ شے کو وہ کہے تھا محال
کہیں بغیر برودت نہیں رہا احراق — کہوں سو کیا اثرِ طبعِ نار کا احوال
بدن کو ہو جو ملاقاتِ شعلہ تو اوس پر — چمن میں شوشۂ یخ یوں پڑے تھے جوں تب خال
یہ شوشہ شوشہ جمی برف تار تارِ شعاع — بنا ہے پنجۂ خور میں شبیہِ عقدِ لآل
اُترے[2] کے آب میں جیسے کہ تھرتھرائے کوئی — یہ عکسِ خور کی ہے صورت درونِ آبِ زلال
نسیم صبح سے سردی میں کم نہیں ہے سموم — جواب، وقتِ سحر کا بنا ہے وقتِ[3] زوال
لکھوں بیان میں سردی کے اب وہ مطلعِ گرم — ثنا میں جس کی زبانِ سخنوراں ہو لال

مطلعِ ثانی

جما ہوا کی یہ سردی سے شعلۂ جوّال — طلائی پانو میں موجِ صبا کے ہے خلخال
کرے ہے جنبشِ دامانِ شعلہ بخشش برد — بدن پہ خلق کی تحریک مروحہ کی مثال
لحاف ابر کا دوشِ ہوا پہ ہے ہرچند — ولیک شدتِ سرما سے تن پہ ہے زلزال
اگرچہ خلعتِ سنجاف سے نہیں کچھ کم — تدرو و فاختہ کے تن پہ کسوتِ پروبال
ولیک اون کو کنار[4] و بغل میں، چھپنے کا — برائے کسبِ حرارت یہاں تنگ ہے خیال

۱۔ ب: کی
۲۔ ب: اٹھا کے
۳۔ لندن: زلال لیکن زوال درست ہے غالباً سہو کاتب
۴۔ ب: کنار اور بغل

کہ لاکھ شوق سے اوج ہوا ہے، اب ہر ایک | کرے ہے جانب دام و شکنجہ اطفال

بہ تنگ آئے یہ زاہد وفور سرما سے | عبوض بہشت کے، دوزخ کرے ہیں حق سے سوال

تنور سینہء عاشق ہے مخزن کافور | ہوے جہان میں گرمی کہاں تلک ہے محال

کہ اب بجز نفس سرد، آتشیں نالہ | اوٹھے جو سینۂ دل تفتگاں سے ہے اِشکال

یہاں تلک تو ہے سردی کہ جو ہیں اہل سخن | وہ شعر گرم کہیں، سو نہیں قرین خیال

خنک سے معنی و الفاظ سرد باردبات | ہوا ہے بندش شعر و سخن کا یہہ منوال

بجائے حرف، زباں سے ٹپک پڑے ژالہ | ہوا ہے شعلہ بیانوں کے شعر کا یہ حال

ولیک ایک جواں بخت آتشیں تقریر | پڑا نظر کہ نہایت ہے گرم اس کا مقال

زبان تیز کہ یاربا زبانہء آتش | طبیعت اوس کی الٰہی کہ شعلہء جوال

ہرایک مصرع برجستہ پیش مصرع برق | ہر ایک مطلع روشن بلند مہر مثال

قریب جاکے جب اوس آتشیں بیاں کے کل | کہا یہ میں نے کہ اے شمع دودمان کمال

تری زباں وہ زبانہ کہ مثل پروانہ | جلادے طایر وہم و گمان کے پروبال

کرے ہے نطق ترا شرح معجز عیسیٰ | تری زبان ہے یا ترجمان سحر حلال

کہ یہ معانی و الفاظ گرم و شوخ کبھی | نہیں سنے ہیں، گواہ ہے خداے جل و جلال

قسم بغازۂ رخسار معنی رنگیں | قسم بوسمۂ ابروے سطر مشک مثال

قسم بعارض سیمیں، کہیں ہیں صفحہ جسے | قسم بہ نقطہ مشکیں کہ ہے بہ صورت خال

قسم بہ شوخی مضمون مثال برق طپاں | قسم بہ صافی الفاظ مشکل آب زلال

خبر دے، اسم سے اپنے تو اے شگرف بیاں | بیان نام کر اپنا، تو اے بدیع مقال

سنی جو اوس نے یہ قسمیں، کہا کہ بس، خاموش | زبان کیا ہے مری، کیا بیاں میں میرے مجال

لگے ہیں ہاتھ جو مضمون گرم و روشن لفظ | سو یہہ ہے واسطہء مدح مہر اوج جلال

جو پوچھتا ہے مرا نام تو، تو ہے ممنوں | مدیح شیوہ، پہ ممدوح مصطفیٰ کی آل

جناب ناصرالدین شمع بزم مرتضوی | تمام لمعہء عرفاں تمام نور کمال

نبیرہ جعفر صادق کا وہ شریف نسب | گہر محیط ولایت کا وہ لطیف خصال

اسی کا باب ہے جاسے سکونت اقطاب | نہ اوس کے کوچہ سے بدلیں جگہہ کبھو ابدال

زہے[2] وہ کوچہ ملقب بہ کعبہ امید | جسے وہ باب مسمّیٰ بقبلہء آمال

زمیں[1] کو ہے تجلی مقام سے اوس کے | قضا نے ایک کف خاک لے کے مثل کلال

بنایا چاک پہ گردوں کے رکھ پیالہ ایک | جسے نگاہ غلط بیں کرے ہے مہر خیال

فلک پہ کیا ہے یہ دستار آفتاب منیر | کھلی ہے اس کی دلا تجھ پہ کچھ حقیقت حال

بسوے روضۂ عالی عرش رتبہ نگاہ | کرے تھا بام فلک سے مسیح نیک خصال

سو اوس کے سر سے یہ عمامہ آرہا نیچے | کہیں نہ ہاتھ سے ازبس لیا تھا اوس نے سنبھال

فروغ چہرہ وہ یوں حجرہء عبادت میں | کہ اوس کے سینہ میں جوں نورحق ہے مالامال

شبیہہ اس سے کرے آپ کو عدو تو کیا | کہ نقل شاہ سے ہوتا نہ شاہ ہے نقال

جو اوس کے عہد حمایت میں صفحہ پر نقاش | لکھے مقابل تصویر شیر نقش شغال

تو اوس کے خوف سے روتاب یک بیک ہو شیر | کرے یہ تملہ وہ اوس کا تعاقب دنبال

زہے رواج عدالت زمانہ میں اوس کے | نہیں ہے خلق میں مفہوم ظلم و جنگ و جدال

چہ جائے ظلم، کہ صعوہ کے بچہ کے سر پر | ہمیشہ ہاتھ ہے شفقت کا، باز کا چنگال

۱۔ آئے نمبر ایک بعد میں، نمبر ۲ پہلے ہے جبکہ ترتیب نسخہ لندن، ب کی درست ہے کیونکہ اس سے اگلا شعر پہلے والے سے وابستہ ہے

اگر ہو اوس کی حمایت تو آشیانہ میں [illegible]
پڑھوں حضور میں مطلع کہ وا ہو عقدۂ دل [illegible]

مطلع ثالث

ترى وہ ذات کہ جس کی نہیں ہے مثل و مثال محال ہے تری جرات د آب[1] میں تمثال
ترے عدو کا بھی پیکر عجب ہی گلشن ہے کہ جس میں نیزہ و ناوک[2] ہیں گلبن اور نہال
لگا کے نہر رگِ جان پہ سبزۂ نشتر ہمیشہ دے ہے تقضا آبِ جدول قیفال
تمام خلق کے کوہِ گراں کریں گر جمع ترے ترازوے تمکین میں ہوں نہ یک مثقال
زہے گرانیِ کوہِ وقار و حلم اگر قبول اس سے کرے سایہ ، موجِ آب زلال
تو موجِ زہر شمشیر آبدار صفت ہلے نہ لطمۂ صرصر سے وہ بہ صد اشکال
نہیب نعرۂ پُر قہر سے ترے اے شیر پڑے یہ زلزلہ عالم میں روزِ جنگ وقتال
کہ رشتہ نظم کا دستِ زمانہ سے چھٹ جائے جہاں ہو زیر و زبر، خلق میں ہو یہ زلزال
جدا وہیں ہو عناصر سے ربط یک دیگر ہر ایک مایل اپنی گرہ کے ہو فی الحال
بیان تیری شجاعت کا کیسے ہو کہ مری زبان تیز ہے خنجر صفت دہاں میں لال
جو ایک جوان ہے ادنیٰ سا تیرے لشکر میں سو ہے، ادسے فنِ پیکار میں یہ استعمال
تمام غرق ہو اوس میں وہ تا سرِ سوفار جو مارے چرخ پہ ترکش سے تیر کو وہ نکال
فلک پہ وا جو ہو سوفار سے دہن اوس کا تو آئے اہل زمیں کے دلوں میں بس یہ خیال
کہ کوہِ سبز پہ یک اژدہا ہے کھولے منھ کہ تا وہ جائے نگل فوجِ خصم زشت خصال[3]
عجب نہیں ہے کہ لے دستِ مہر سے وہ سپر شبیہ تیغ ہے تیری بسکہ شکل ہلال
کرے ہے دور جہاں سے تمام ظلمتِ کفر زہے سو لمعۂ خورشیدِ تیغ ماہ صقال
اگر ہو سنگ سے بالفرض پیکرِ اعدا لگادے کھینچ کے تو اوس کو اور روزِ قتال
شرارہ اوس سے اڑے گر کوئی، دمِ ضربت وہ ہو عدو کے لیے برقِ خرمنِ آمال
زہے سمند پری صورت، آتشیں سیرت غرض خدا کا ہے وہ مظہرِ جمال و جلال
وہ دُم کہ سلسلہ پہنچانے زلفِ[4] حور وہاں بتوں کے طرہ کو بل، جس کے رشک سے ہو عیال[5]
کفل کہ خرمنِ نسریں وہ گوش پا ازنبق وہ ساقِ ساعدِ خوباں وہ چشم یا کہ غزال
سوار ہونے کا اوس پر کرے ہے جب تو قصد رکاب پکڑے صبا و لجام تھامے شمال
وہ تیز رو کہ جو فولادِ نعل سے اوس کی بنا کے کوئی کسی تیر[6] میں لگادے بھال
تو مثلِ ناوک اندیشۂ بے کماں کی مدد وہاں وہ پہنچے، نگہ کی جہاں پہنچ ہو محال
بیاں کس سے ہو اس چرخ سیر کی جلدی کہ نقشِ نعل میں، اوس کے تو ہے یہ استعجال
زمیں پہ گرتے ہی جا، گہہ تڑپھ کے یک دم میں فلک پہ اوڑکے وہ پہنچا کہیں ہیں جسکو ہلال

۱۔آ: نہ مثال
۲۔آ،ب: ہے
۳۔آ،ب: سگال
۴۔لندن: حور زلف، جو درست نہیں غالباً سہو کاتب
۵۔ب: وہ بال
۶۔آ،ب: پہنچ جہاں

بہارِ باغِ ولایت! تری ثنا میں اب / زبان، صورتِ گل برگ ہے، دہن میں لال
سربیاں پہ گلِ عرضِ مدعا رکھ کر / تری جناب میں، اے زیبِ گلشنِ اجلال
امیدوارِ قبول، اب یہ مدح خواں آیا / کنارِ عرض میں رکھ اوس کے، تو گلِ اقبال
بروزِ حشر کہ داورِ عرصہء محشر / ہراک کا بیٹھ کے دیکھے گا نامہء اعمال
حضورِ حیدرِ صفدر کہ ہے[1] تیرا وہ جد / سفارش اپنے ثناخواں کی، کیجیو فی الحال
کہ یہ جو آپ کی اولاد کا ثناخواں ہے / سو اس کے واسطے یہ ہے نہایت آمال
تمام نامہء اعمال جوں دلِ کافر / رکھے ہے ظلمتِ عصیاں سے جو مالا مال
سو مثلِ لوحِ دلِ اصفیا سفید کرے / اسے زلالِ عنایاتِ حق جلّ جلال
یہ اوس غلامِ سیہ نامہ وسیہ روکی / قبول عرض ہو شاہا! بحقِ احمد و آل
کر اختتام دعا پر، کلام کو ممنوں / کوئی حضور میں کرتا ہے ہاں یہ طول مقال
کنار و جیبِ دعا میں رکھے گلِ تاثیر / کہ اس گھڑی ہے اجابت بہ ایزد متعال
ہمیشہ نخلِ خزاں دیدہ تا رہے عریاں / گلوں کی فصلِ بہاراں میں تاہو خلعتِ آل
نہ دیکھے تجسم مخالف کا گاہ شکلِ لباس / محب کو سندسِ جنت سے بر میں ہو سربال

۱۹ - قصیدہ در تہنیتِ جلوس میمنت مانوس حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ مرحوم

شب کو تا صبح مری چشمِ تحیر تھی باز / ناگہ ایک نور کا لمعہ ہوا پر توَ انداز
لمعہ یارب کہ کوئی برقِ تجلی کی چمک / کہ جھپک ہی گئی یہ دیدہء حیرت پرداز
مل کے نک آنکھ جو دیکھوں ہوں تو یک غیرتِ شمع / شعلہء حسن سے حس کے ہو زرِ مہر گداز
آتی ہے اور ہی دنبال میں عقل و دل و دیں / پیشرو غمزہ و انداز و ادا شوخی و ناز
زلفیں شبرنگ نگوں چہرہ پہ یا سجدے میں / آگے شعلہ کے، دوہندو منشِ سحر طراز
کی متاعِ دلِ عاشق جو انھوں نے غارت / بندوبست اور لگا کرنے کہیں شحنہء ناز
چاہ میں دزدِ سیہ کار کیے آویزاں / اوس زنخداں، پہ سمجھ تو نہ جھکی زلفِ دراز
سرخ موباف غضب جعدِ سیہ میں وہ گہنا[2] / شعلہ کو بال سے باندھا تھا، کیا کیا اعجاز
نورمہ رنگ سمن کرکے نمِ صبح میں حل / اوس کی جبہہ[3] کا ہے نقاشِ ازل صورت ساز
دونو ابرو تھے بہم معتقدِ رتبہء حسن / ایک نے، ایک کی، بیعت کو کیا ہاتھ دراز
ابروے کج میں سیہ خال، الٰہی کہ ہلال / خم محراب ہیں، کعبہ[4] کے، بتقریبِ نماز

قطعہ[5]

گاہ آہو ہے غزالہ میں گہ اوسکی آنکھیں / گاہ صیاد، گہے ترک وہ ناوک انداز
گاہ ہیں نرگسِ مخمور گہے ساغرِ مے / اون کو کسطرح سے یارب! نہ کہوں شعبدہ باز
کاوشِ تیر و مژہ صبر کی تھی سینہ شگاف / گرمیِ برقِ نگہ، حوصلہ کی زہرہ گداز

---

۱ - آ، ب: وہ تیرا
۲ - ب: گہنا
۳ - ا: اوس کی ہے جبہہ کا
۴ - ب: خم محراب میں کعبہ کے عیاں بہرِ نماز
۵ - ب نے یہ قطعہ نہیں لکھا۔

زور گیرائی سر پنجۂ مژگاں مست [illegible]
ایک بالش پہ ہیں دو مست دھرے خواب میں سر
خال اوس رخ پہ نگینۂ آئینۂ عارض میں
تھا وہ آویزۂ دُر کان سے یا اوس کے بروں
وقتِ نظارہ لبِ روح فزا سے اوس کے
دیکھ دندان و دہن چشمۂ حیواں میں اگر
چہبۂ سیماب میں اوس چاہِ ذقن کو سمجھا
راہ میں چاہ ہیں دو اوس ذقن غبغب پر
مست ہوں شوقِ صراحی سے گلو گیر مرا
دے گلو سے یہ صدا قہقہہ کی کیفیت
ساعدِ سادہ سیمیں کی صفا کیا کہیے
زور رنگینِ مخمس وہ صفائی پنجہ
پہنچ اوس سینہ پہ پھبات اگر کہیے ہاتھ
حضرتِ روحِ قدس بھی وہ پھبن دیکھیں گر
شبِ تاریک میں جون مو، وہ میاں پنہاں تھے
آئینہ وہ شکم صاف ہے کہ اوس میں ناف
جا تہِ ناف لگا کہنے مرا دستِ خیال
یاں سے جا سوے سرین، سوچ کے اے رہبرِ فکر[1]
دیکھ آہستہ۔ زانو کی صفا خجلت سے
ساق ۔ ماہیِ سقنقور کہ چھیڑے سے جسے
شمعِ کافور تھی یا ساقِ سمن فام اوس کی
پشتِ پا اوسکے وہ دل کش کہ اگر مانگے دل
واہ رے قامتِ موزون خوش اندام اوسکا
اور وصف اوس کا کروں[2] کیا کہ پڑھوں ہوں یہ ہی
آں پری چہرہ نگارے کہ ندارد مثلش
آئی اٹکھیلیوں سے بسکہ اوٹھاتی وہ قدم
طالعِ خفتہ مرے چونک اٹھے بس ناگاہ
نفسِ چند تو حیرت سے خموشی تھی مجھے
کاٹے تو شوخی سے رم آموزِ غزالانِ ختن[3]
حکمراں ہے وہ ترا حسن کہ جسکے آگے
تیرے جلوہ سے تو پرنور ہوئی میری چشم
کہہ کہ درپیش کدھر کا ہے تجھے بارے قصد
سن کے یوں لائی وہ لب پر سخنِ روح فزا

[illegible]
[illegible]
تھا صفائی کے سبب [illegible]
رہ گیا ہو کے گرہ جو کہ کہا [illegible]
نرم تر خندۂ گل سے یہ سنوں تھا آواز
عکسِ انجم کا نہ دیکھا ہو گجے جلوہ طراز
بسکہ تھے غرقِ دلِ مضطرِ اربابِ نیاز
تک سمجھ کر نگہِ شوق تو کہیو تک و تاز
وصف میں اوسکے گلو کا نہ کروں کیوں آغاز
مست یوں قلقلِ مینا کی نہ نکلے آواز
شمعِ کافور کو رشک اوسکے سے ہو سوز و گداز
جسکا ہر مصرعۂ ناخن، بدلِ نکتہ طراز
نقشہ گر اوس کے سراپا کا لکھے صورت ساز
یوں کہیے ولولۂ شوق کہ ہو دست انداز
بسکہ تھی تابہ کمر جعدِ سیہ فام دراز
ذقن اوسکی تھی صفائی کے سبب عکس طراز
کھل سکے مجھ سے نہ قفلِ درِ گنجینۂ راز
کہ ادہر سے ہے اُدہر تک تو نشیب اور فراز
سر کو زانو سے اوٹھاوے نہ کبھو آئنہ ساز
ہو یہ بیجاں کہ کرے روحِ ملک بھی پرواز
اوس پہ لٹ دود کی وہ زلفِ سیہ رنگ دراز
ہو تہی پھر دلِ محمود سے تا دستِ ایاز
گلشنِ جاں کا صنوبر کہ نہ کوتہ نہ دراز
شعرِ عرفی کہ وہ ہے بلبلِ باغِ شیراز
درپئے پردۂ فکرت فلکِ شعبدہ باز
شورِ محشر کا ہر ایک گام پہ تھا پا انداز
اوس کے پانوں کے جو گھنگروں کی سنی تک آواز
پھر سوال اوس سے کیا یوں بطریقِ اعجاز
دئے تو گرمی سے جگر سوزِ نگارانِ طراز
ہے ادا، ایک کنیز اور پرستار ہے ناز
گوش مشتاق ترے نام کے پڑا ہے طناز
اے کہ دنبال میں تیرے دلِ اربابِ نیاز
کرکے انفاسِ مسیحی ہے لبوں کو دم ساز

۱۔ ب۔ عشق
۲۔ آ، ... کہوں
۳۔ آ، ب، ج ۔ لعبت باز
۴۔ آ، ج ۔ اپنا قصد

تہنیت نام ہے اور قصد کی پوچھے جو طرف
حیف دانش پہ تری ہے کہ نہیں محرم راز

آج وہ دن ہے کہ یہاں تک ہے اوٹھے نغمۂ عشق
تار تسبیح نفسوں کا ہے ابریشم ساز

شادی جشن جلوس آج ہے یعنی اوسکی
کہ وہ ہے زینت اورنگ و وقار و اعزاز

شاہ عالم کہ ہے ذات اوسکی ہے، عالم کو شرف
کہ زمانہ میں ہے ہر اہل زماں سے ممتاز

سو اب اوس محفل پر عیش[1] میں اپنا ہے قصد
گر رسائی ہو وہاں تک تو کروں بخت پہ ناز

میں کہ بندہ ہوں اسی باب فلک رتبت کا
بندگی یاں کی مجھے فرض ہے مانند نماز

سن کے یہ مژدہ خوشی سے میں چلا او سکے ساتھ
جا، حضور اوس کے میں، اسطرح ہوا زمزمہ ساز

مطلع ثانی

تخت طاؤس کہ ہے تیرے قدم سے ممتاز
تخت طاؤس کہ گردوں پہ اوسے سو سو ناز

اوسکی مسند کے لیے چرخ پہ اختر سے آنے
لے کے قالیچۂ زردوز فلک[2] جوں بزاز

خیرہ ہے اوس رخ تاباں کی تجلی سے یوں
چشم خورشید کہ خورشید سے چشم[3] سوآز

راست ہے سایہ نہیں ایک کا ہو الاّ ایک
تو کہ ہے ظل خدا کون ہے تیرا انباز

راستی کی یہ روش عہد میں تیرے رائج
کج روی بھول گیا ہے یہ سپہر کج باز

عیب گوئی کی یہ صورت ہے ترے عہد میں محو
آئینہ تک بھی جو دیکھیں تو نہیں ہے غماز

موج زن ہو جو ترا بحر کرم بال[4] افشاں
نسر طایر بھی ہو پھر آب میں جوں بچۂ قاز

ہو ترا ذکر حفاظت جو کسی محفل میں
قطع و برش سے ہر ایک رہوے یہاں تک پھر باز

رگ گردن کو گریباں سے ہے جیسے ربط
رشتۂ شمع سے وہ راہ کرے پیدا گاز

واہ رے معجزۂ رعب حمایت کہ اگر
شیر و روباہ کی تصویر لکھے صورت ساز

پیش روباہ سے گھبرا کے گریزاں ہو شیر
اور شیر اللہ ہو، روباہ کو پہنچے تگ وتاز

ناتوانوں کو یہ قوت ہے حمایت سے تری
کہ بیاں کیجیے کیا اے شہ مظلوم نواز

ہیبت صعوہ بے بال سے ہر شاہیں کا
طایر روح سراسیمہ کرے ہے پرواز

جمع دو ضد ہوں اگرچہ نہیں عقلاً یہ روا
پر تری اذن حفاظت سے وہ ہووں جو مجاز

روے گلگوں پہ خط سبز ہو جیسے یوں ہو
شعلہ و سبزۂ نورستہ کی صحبت کو جواز

کس قدر جوہر برش ہے تری تیغ میں واہ
منھ پہ اوس کے جو چڑھے یہ فلک عربدہ ساز

صفحہ سے صفحۂ پیوستہ ہو یوں اوسکا دور
سر ناخن سے جدا جیسے ہوں اوراق پیاز

واہ رے رخش فلک سیر کہ گرد اوس کی عناں
قاش سے زیں کی اوچک لے تو براے تگ وتاز

بس وہیں نقش سم ونعل سے اوس کی یک دست
پشت ہر طایر عرشی کی بنے سینۂ باز

اوسکی سرعت کے بیاں میں تو بہت عاجز ہیں
نکتہ پایان عجم حرف طرازان حجاز

بغل معنے والفاظ میں شوخی سے نہ آنے
بر میں جوں ٹھیرے نہ معشوقۂ شوخ و طناز

خسروا! باد شہا! مدح سے تیری مجھ کو
نہ تو کچھ حرص صلہ کی ہے، نہ انعام کی آز

۱۔ ب۔ چین
۲۔ زردوز قدر چوں
۳۔ آ۔ تیراے
۴۔ آ، ب۔ بال نشاں

لیک لاتا ہوں یہ دو حرفِ تمنا لب پر
[illegible]

نظرِ لطف تو رکھ مجھ پہ کہ عزت ہو مری
[illegible]

ختم کرتا ہے دعا پر یہ قصیدہ مضموں
فرض سمجھا ہے دعا [illegible]

سایۂ تیرہ دروں تاکہ رہے خاک نشیں
مہرِ انوار فشاں چرخ پہ [illegible]

دشمنِ جاہ ترے خاک میں رلتے[2] ہی رہیں
تختِ شاہی پہ بیٹھے تو رہے بااعزاز

۲۰۔ قصیدہ در تہنیت بسنت مشتمل بر مدح حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ

فیضِ اُردی سے ہے پیکاں غنچہ و سوفار گل
کیا عجب لادے اگر شاخِ کماں بھی بار گل

تربیت سے ابر کی ہر گل ہو جیسے شاخِ سبز
ابر سے اپنی دکھاوے تیغِ جوہر دار گل

کیا عجب ہے گر بہم پہنچائیں گل کا رنگ و بو
وہ جو ہیں فولاد کی پشتِ سپر پر چار گل

پیچ و تابِ شاخِ سنبل سے نہیں کچھ کم کمند
ارغواں کا ہے بعینہ خنجرِ خوں خوار گل

سر پہ ہر سبزہ کے ہے اس رنگ کا گل کی نمود
جس طرح ہوتا ہے صرفِ گوشۂ دستار گل

جتنی اشیا تھیں گل و ریحاں ہوئیں اوس فصل میں
لطفِ موسم سے نہ تنہا ہوگئے ہتھیار گل

کیجیے مصرعہ تجلی کا، جو تضمیں ہے بجا
شش جہت شش لالہ گشت و چار عنصر، چار گل

یمن سے بادِ بہاری کے ہے ہر گھر باغِ خلد
تختہ در تختہ ہے گلشن[3] اور ہے مسمار گل

اس طرح گل گیر میں، گلِ شمع کا دکھلانے رنگ
جس طرح بلبل کی ہو صرفِ سرِ منقار گل

خاک پر سجدہ نہیں ممکن، کریں اربابِ دین
صحنِ مسجد سے ہے پھولا، تا سرِ دیوار گل

ریشۂ گل رشتہ اور تسبیح کا دانہ ہے سبز
بلکہ ہے اس فصل میں ہر حلقۂ زنار گل

دعویٔ خشکی کریں اس فصلِ رنگیں میں اگر
زاہدوں کے، وہیں ہوجاویں گلے کے ہار گل

چوبِ سوزاں سے کرے جوں چوبِ کسبِ شعلہ یوں
شاخِ گل پر گر عصا رکھیں تو لادے بار گل

شاخِ گل سے ساعدِ عشاق بھی کچھ کم نہیں
بسکہ ہیں اوس کے شگفتہ جوں گلِ گلزار گل

بل بے تاثیرِ دمِ افسوں گرِ بادِ بہار
نیشِ عقرب سبز ہے اور نقشِ پشتِ مار گل

یک قلم حیرت ہے کیونکر صفحۂ گلزار پر
دائرے شنجرف کے کھینچے ہے بے پرکار گل

اعتدالِ باد سے بالیدگی پیدا کرے
گر تراشے سنگ، ہے دستِ صناعت کار گل

طرفہ تحریریں ہیں اوس پر عکسِ رنگِ سبزہ سے
ہاتھ پر ہر شاخ کے ہے جامِ مینا کار گل

بادِ جولاں سے ہے خنداں صنعتِ نقاش بے
وہ جو رکھتا ہے کفل پر اسپِ خوش رفتار گل

کرگہا سے دشت میں پھولوں کے گردوں کی نمود
اس قدر لایا کہاں سے دامنِ کہسار گل

شاہِ عالم کو مبارک ہووے یہ فصلِ بسنت
فیض سے جس کے ہوا باغِ جہاں میں خار گل

وہ سحابِ لطف، ابرِ مکرمت، نیسانِ جود
عہد میں جس کے ہے شہر و کوچہ و بازار گل

آبِ شبنم سے دہن کو پاک کر اپنے مدام
نامِ پاک اوسکا کرے ہر صبح دم تکرار[4] گل

یاسمیں کا غنچہ مٹھی میں لیے نکلے ہے سیم
اوس کے جودِ عام سے رشکِ کفِ زر دار گل

عہد میں اوسکے اگر بلبل کا ہووے سینہ چاک
دے رگِ جاں سے وہیں بخیہ کی خاطر تار گل

۱۔ آ: قبول پرواز
۲۔ ب: رکتے ہی رہیں
۳۔ ل: = گلشن ہے اور مسمار گل، متن مطابق آ، ب۔
۴۔ آ، ب: اوس کے لطف عام سے مشہور ہے زردار گل

حفظ اوس کا اس قدر ہے عام باغِ دہر میں
پانے تیغِ موجِ صرصر سے نہ کچھ آزار گل

واسطے بیماریِ نرگس کے، اوس کے حکم سے
بن گیا ہے درجِ معجونِ جواہر دار گل

کسب[1] گر آتش کرے اوس کی نسیمِ خلق سے
ہووے زرگر کو کردے التہابِ نار گل

سینہء اعدائے دولت طرفہ گلشن ہے وہاں
نیزہ گلبن، شاخ ناوک، چار گل ہیں، چار گل

خونِ باغی کا دمِ شمشیر و خنجر پر نشان
اس طرح ہے جس طرح گردِ لبِ انہار گل

گر خیالِ قہر میں اوس کے کرے جنبش نسیم
تو اُگے جوں پارۂ آتش تمام آزار گل

ذکرِ تیغِ تیز پر اوس کی، مگر رکھے تھے کان
ہو رہا ہے سربسر جو ایک تنہیں انگار گل

خاکِ بستاں ابرِ جودِ شہ سے[2] گر ہو، مایہ ور
جوں صدف پیدا ہو لبریز درِ شہوار گل

یاں تلک اوس نے خلافِ شرع کی توڑی ہوا
خاک پر ڈر سے اولٹ دے ساغرِ سرشار گل

ہوں گم اسبابِ نظر بازی بھی گر اوس عہد میں
شوخ چشموں سے کرے بے عفتی یکبار گل

ایک دن بادِ سحر گاہی سے پھر کانی تھی آنکھ
اب تلک رکھتی ہے چشمِ نرگسِ بیمار گل

گلفشانی پر ہے خامہ مطلعِ رنگیں سے پھر
خشک نے کو اب تلک دیکھا نہ لاتے بار گل

مطلع ثانی

تنگ دل حاسد کرے گر زینتِ دستار گل
غنچہ آسا ہو گرہ ازبسکہ کھینچے عار گل

رانے روشن ہو تری گر باغ پر آئے وجود
تو اُگے خورشید ساں، گلبن سے پر انوار گل

وہ غبارِ راہ ہو گر سرمہء چشمِ سفید
باعثِ تاثیرِ بینائی ہو عینک وار گل

گر وہ ہو ذکرِ حمایت بزم میں، کب کرسکے
جنبشِ دامانِ صرصر شمع کو یک بار گل

اب تلک اپنا دہن رکھتا ہے پُر زر، ایک صبح
لب تلک لایا مدیح پنجہء زر بار گل

باغِ شوکت کا تری اللہ رے فرِّ بہار
اے کہ رکھتا ہے وہاں سامانِ صد گلزار گل

تنگیِ مراتِ گردوں سے نظر جوں، غنچہ آنے
منعکس اوس کا جو ہو اے شاہِ جم، مقدار گل

زر بہ کف نکلے ہے اس خواہش سے تا اک دن کرے
سکہء نامِ مبارک نقش جوں دینار گل

نیلوفر سے ہو کبودی میں غلط یکدم جو آنے
تیرے ظلِ کوہِ تمکیں سے بزیرِ بار گل

قلبِ ماہیت ہو تیرے حکم نافذ سے اگر
فوت جوں اخگر کرے ہر مرغِ آتش خوار گل

اے تعالیٰ اللہ اعجازِ زبانِ معدلت
جمع سے دو ضد کی الفت کے کریں آثار گل

نخلِ موہیں کو اگر دیں چشمہء آتش سے آب
شاخ و برگ و غنچہ نکلیں اور لاوے بار گل

گر نگارش کیجیے نک مدحتِ بستانِ خلق
ہر نقطہ ہو[3] غنچہ سنبل سطر اور طومار گل

مدح سے اوس کی کر، اب ثمنوی تو آہنگ دعا
سن کے جس کو باغ میں آمیں کہیں سو بار گل

موتیوں کا ہار پہنے جب تلک شبنم سے شاخ
جب تلک ہے زیبِ فرقِ مردم و اشجار گل

گردنِ گردن کشاں ہو اوس کمندِ حکم میں
خونِ اعدا ہو ابھی بہرِ فرق دار گل

دور آسیبِ خزاں سے رہیو یارب تا ابد
اوس کی دولت کا بحقِ احمدِ مختار گل

۱۔ ل= کسب گر
۲۔ آ،ب= ہو گر مایہ ور
۳۔ آ= نقطہ ہو ہر غنچہ

۲۱۔ قصیدہ در تہنیت عید الفطر

زہے نمودِ مہِ عید و چرخِ مینائی — لبِ قدح کو ہے [illegible]
کلیدِ سیمیِ میخانہ پھر ہوئی پیدا — نویدِ میکدہ نوشانِ مست صہبائی
ہلال و چرخ و شفق دیکھ کر بہم کیونکر — نہ ہو طراوتِ چشم و دلِ تماشائی
کہ حوضِ سبز مئے لعل گوں میں ساقی نے — بہائی کشتیِ سیمیں بادہ پیمائی
شفق سے دیکھ مہِ نو کی دم بہ دم یہ جھلک — عجب ہی ڈھب کی ہوئی دل میں شوق افزائی
عروسِ عیش کی ابرو کو زیرِ معجرِ سرخ — ہوئے رسمِ طرب ہے اشارہ[1] فرمائی
کشادِ عقدۂ کارِ جہاں مبارک ہو — دیا ہے ناخنِ دستِ سپہر دکھلائی
گئی ہے چھٹ سپرِ دست روزہ، یعنی مہر — ہلالِ عید نے ازبس کہ تیغ چمکائی
نوائے مطربِ گردوں سے دل کشی گم تھی — بنا کمانچہ، بجے سازِ نغمہ پیرائی
بنے[2] تو کاتبِ قدرت کے ہاتھ لیجے، چوم — عجب ہے خوش رقمی و شگرف انشائی
کہ آبِ نقرہ سے لے صفحۂ زمرد پر — دقیق مصرعۂ روشن لکھا بہ زیبائی
ہوا ہے ناصیۂ ماہِ عید کیوں روشن — مگر ہے کی درِ سلطاں پہ جبہہ فرسائی
وہ مہرِ اوجِ خلافت محمد اکبر شاہ — کہ جھکے آگے ہے مہرِ فلک کو حربائی
سپہر و عرش بھی ہم مرتبہ ہوں اوسکے اگر — زمیں کرے فلکی و ثریٰ ثریائی
علوِ باب کو دیکھ اوس کے جھک گیا آخر — دماغِ چرخ میں تھی خود سری و خودرائی

قطعہ[3]

وہ در ہے کعبۂ دہر چار سو، وہاں کے سنگ — سجودِ خلق کی خاطر کریں مصلائی
زمینِ در ہے وہ یارب کہ لوحِ غیب نما — زبس جہاں کی ہوئی وقف سجدہ پیرائی
مثالِ صفحہ کہ ہو وہ نگیں سے نقش پذیر — عیاں ہے اوس سے خطوطِ نوشت سیمائی
نہ ہر سیاہ دروں اوس کے در کے گرد پھرے — طوافِ کعبہ کجا و کجا کلیسائی
نصیبِ سایہ ہو جوں خطِ یار مسندِ مہر — کرے جو خاک نشیں کی عروج افزائی
نگاہ اوس کی جہاں ہے نہ واں ملک پہنچے — پرِ مگس سے نہ ہو کارِ بالِ عنقائی
قلم نے مدحتِ شہ میں لکھا ہے مطلعِ صاف — بنِ اوس کی نئے سے، سنی تھی کہیں گہر زائی

مطلع ثانی

وقار اوس کا اگر رد کرے سبک پائی — سپند کو سرِ آتش پہ[4] ہو شکیبائی
غضب وہ نائرۂ قہر ہے لکھوں جو اوسے — قلم سے صورتِ گل ریز ہو شرر زائی

۱۔ لندن= افزائی، لیکن فرمائی درست ہے۔ غالباً سہو کاتب
۲۔ ب= میں زائد شعر، ل = میں بھی ہے
۳۔ ب= قطعہ نہیں لکھا
۴۔ لندن= سرِ آتش سہو۔ لیکن "پہ" درست ہے۔ غالباً سہو کاتب

قطعہ

سناں بدست و رخ افروختہ غضب سے جب | بروزِ معرکہ جاوے چمک بیکتائی
ہجومِ خصم ہو اوس کو کبے سے سب برہم | کہ خود ہے صف شکنِ اختراں بہ تنہائی
جو اوس کی تیغِ ہلالی کی نک چھری، منہ پر | دکھادے پیکرِ خورشید شکل جوزائی
عروسِ فتح سدا خون و خاکِ اعدا سے | حنا و غازہ ہے لیتی دمِ خود آرائی
ریاضِ عدل میں اوس کے شکارِ طائرِ دل | گریں تو[1] ہے یہ سبھی قامتوں کی کجرائی
اگر اوٹھانے سنان سوے سینۂ قمری | کفن ہو سرو کے تن پر لباسِ رعنائی
زمانِ معدلتِ شہہ میں ترکتاز کا دھیان | ستمگروں کی ہے یہہ بھی کمالِ دانائی
متاعِ صبر پہ عاشق کے قصدِ غارت و تاخت | رکھے تھی چشمِ بتاں مثلِ ترکِ یغمائی
نگہ مژہ کولیا اوس نہیبِ عدل سے گھیر | فسونِ نیزہ گزاراں نے کر، صف آرائی
بدلِ درشتیٔ خو، یاں تلک ہو شفقت سے | کریں وہ تربیتیں جب کہ کلہ فرمائی
بغل میں شیشہ کو اس چین سے رکھے خارا | کہ جسمِ سیم تناں کو لباسِ خارائی
نسیمِ خلق ہے اوس کی بھی جاں فزاے جہاں | ہوا میں آنے نہ اتنا دمِ مسیحائی
لغت نویسِ صحاح سخا د جود اوس کا | لکھے ہے ترجمۂ قطرہ کے معنیٔ[2] میں دریائی
زہے وہ دستِ زرافشاں کہ ہمت اوس سے کہے | پکار کر انا لفظ و انتَ معنائی
کتابِ وعدہ میں اوس کی بغیر ہاں بہرداز | کہیں رقم ہی نہ امروز ہے نہ فردائی
کھلا نہ مدحتِ غایب سے دل کہ جراتِ شوق | حضور اوس کے میں دیتے ہیں اذنِ گویائی

مطلع ثالث

زہے جمال ترے وقتِ جلوہ آرائی | نہ ٹھیرے مہر کی بے پنجہ چشمِ بینائی
خدا کا سایہ ہے تو، ایک ہے خدا، تو ایک | وہ کون ہے جسے تجھ سے ہے لافِ ہمتائی
ترا یہ سینہ وہ وحدت سرا ہے جس میں نہیں | بغیر حق کے کسی کو مجالِ گنجائی
قلم لکھے ترے انوارِ سینہ، کیا ممکن | کہیں بھی گز سے ہوئی ماہتاب پیمائی

قطعہ

وہ مصرِ ہمت عالی کا تو بھی یوسف ہے | کہ سیکھ کر زنِ دنیا اگر، زلیخائی
نگار خانۂ خاطر فریبِ خواہش و کام | بتانے[3] تو ہو تری وجہِ دامن آلائی
لگے نہ نک ترے دامن پہ داغ تہمت کا | کھلے اسی کا گلِ نوبہارِ رسوائی

قطعہ

ترے زمانۂ عفت میں بادِ صبح سے آنکھ | کہیں تھی نرگسِ شہلا نے بسکہ پھڑکائی

---

۱ - ب: تو ہیں
۲ - آ: معنی دریائی - ۳ = ل = ان، ساقط الاوزن غالبا سہو کاتب
۳ - آ: بتائی تا ہو

یہ احتساب کیا تو نے اے - موتِ شرع [illegible]
جو امر سے ہو ترے تفرقہ منافی میں [illegible]

قطعہ

کرے جو قطع بہم ربطِ لازم و ملزوم نفاذِ حکم ترا وقتِ قہر فرمانی
نہ اقتضائے طبیعت میے پر قبول کرے فراقِ زہر و شکر تلخی و گوارانی
نجات قابوے ظالم سے دے، ضیعفوں کو تری جو بازوے صولت کی ہے توانائی
دلوں پہ دستِ تصرف نہ پڑسکے زنہار بتوں کی پنجۂ مژگاں سے کم جو گیرائی
عجب بلند مضامین اپنے ہاتھ لگیں[1] کروں جو فیلِ سواری کی مدح پیرائی
زہے وہ فیل کہ مانندِ مستِ بادۂ ناز دکھاوے جھومنے میں سونمط کی زیبائی
نظر پڑے جو وہ رنگت تو دھیان لیلی کا پھر آنے خاطرِ مجنوں میں تو ہے سودائی
ہلانے جب سرِ خرطوم میں اونھا زنجیر تو کھانے رشک سے بل کا کلِ چلیپائی
عیاں ہیں دانت کہ آبِ بقا سے وقتِ شنا دنیے ہیں دستِ مصفا سے خضر دکھلائی
گزر نہ دانت سے اوس دانت تک قیاس کرے کہ اوس رہیم بھونڈی کی ہلبے چوڑائی
ختن ایدھر سے اودھر چین بیچ میں پیدا زمینِ ہند کا طول و جبینش کی پہنائی
سوار اوس پہ جو تو ہو کہے ہے دیکھ کے خلق ترے جمالِ منور کی پرتو آرائی
کہاں ہے شوقِ کلیم اللہی، کرے نک سیر کہ طور پر ہے عیاں مشعلِ تجلائی
گماں ہوا کہ شبِ قدر میں مَلک آیا جو اس پہ شکلِ ہمایوں تری نظر آئی
میرا خیال کہ افلاک کی کرے ہے سیر نہ اوس پہ پہنچے ہے بلبے بلند بالائی
نہ مدح اوس کی ہو، چھوٹا ہے، منھ بڑی ہے بات کہ میں نے وصفِ بزرگاں کی تاب کیا پائی
جیے سمند کہ کیا کہیے سرعتیں اوس کی نہ برق کو نہ صبا کو ہے، اوس سے ہمپائی
عناں تلک حرکت تا نہ ہاتھ سے پہنچے جہاں کی آنے، کرے اتنے میں دشت پیمائی
وہ تیز گام کہ چھٹ اوس کے ساتھ سے سایہ رہے ہے جست میں مثلِ غزالِ صحرائی
دمِ ارادہ، ادراکِ وسعتِ عالم بہ وقتِ دغدغہ ہانے سپہر پیمائی
جلو میں اوس کی رواں فکر ہو مہندس کا چلے رکاب میں اوس کے خیال مشائی
کفل سے خرمنِ گل داغ، غنچہ گوش سے تنگ دُم اور بال سے سنبل کو تاب افزائی
حنا سے رشکِ گلستاں سبک روی سے صبا غرض تمام وہ یک نوبہارِ رعنائی
سخن شناس شہا! خسروا! ضمیر رسا! کہ تجھ سے اہلِ ہنر کی ہے قدر افزائی
حلاوتِ سخن اس مدح خواں کی اپنے دیکھ مگس یہاں کی ہے روحِ غیاث حلوائی
یہ بدمذاق مزا، اس بیاں کا کیا سمجھیں[2] عسل کو تلخ کہے ہے دہانِ صفرائی
ضرور عرضِ ہنر کیا کریں ہیں خود ممنوں تمیزِ سنگ و گہر صاحبانِ بینائی
پڑھ ایک حضور میں قطعہ کہ یاں ہیں وابستہ ترے مقاصدِ دینی، امورِ دنیائی
خدا یگانا! و عالم نواز سلطانا! کہ بندگی ہے تری صاحبی و آقائی
رسائی جس کو ہوئی ہے ذرا ترے در پر نظر سے اوس کی ہے ساقط شکوہ دارائی

---

۱ - ب، لگے
۲ - آ، سمجھے

لب سوال نہ اپنا کھلے ترے آگے ۔۔۔ زبان کو مری کم ہے نہ نطق و گویائی
ترے حضور میں پڑھتا ہوں شعر منت کا ۔۔۔ کہ اوس پہ ختم ہوئی طرز نکتہ پیرائی
کریم، رسم کرم گستری نکو داند ۔۔۔ چہ حاجت شدن بردرت تقاضائی
نہ عرض حال کی طاقت نہ مدح کا مقدور ۔۔۔ غرض دعا ہے، پہ واجب ہے نغمہ پیرائی
صباح عید کو لازم ہے تا فروغ و ضیا ۔۔۔ الم کی رات کو، تا تیرگی و یلدائی
ستارہ نت ترے احباب کا درخشاں ہو ۔۔۔ نصیب ہو ترے اعدا کو زشت سیمائی

۲۲۔ قصیدہ ایضاً در تہنیت عید الفطر مشتمل بر مدح مرزا محمد اکبر بادشاہ غازی

مرحبا اے صبح عید اے رشک رخسار پری ۔۔۔ چرخ مینائی ہے تیرا شیشہ جلوہ گری
حبذا اے سمی کا نور تن . رخ پر ترے ۔۔۔ نور دل افروز کو گہہ چادری گہہ معجری
لوحش اللہ لوحہ سیما سے تیری ہے عیاں ۔۔۔ جون جبین صائماں انوار طاعت گستری
وہ طراوت بخش چشم تشنگاں یعنے ہے تو ۔۔۔ چشمہ صاف بلوری جوے آب گوہری
واہ شیریں کاریاں تیری کہ بے تیشہ زنی ۔۔۔ کی ہے جوئے شیر پیدا گرد کوہ اخضری
اللہ اللہ کس قدر دامن کشائی ہے تری ۔۔۔ دور ہے جس کا محیط آسمان چنبری
انشراح خاطر دانا سے ہے وسعت زیاد ۔۔۔ انبساط طبع عارف سے فزوں پہناوری
ایک سا ہے ظاہر و باطن صفا و نور میں ۔۔۔ وہ ہی نسریں جامگی تیری وہی سیمیں بری
خوشہ پرویں سے تیرے فرق پر بہر نثار ۔۔۔ سلک ذرہ گردوں لیے پھرتا ہے مثل جوہری
دم سے آئینہ مکدر ہو ولے دم سے ترے ۔۔۔ واسطے آئینہ عالم کے ہے روشن گری
دامن شب سے جھگڑا گر نہ ہو جاتا ترا ۔۔۔ بے طراز نقرہ گوں تھا یہ لباس عنبری
یوں تجلی خیز کیوں سینہ ترا ہے، کی مگر ۔۔۔ چہرہ پرنور شہہ نے تجھ پہ پرتو گستری
نیر اوج شہنشاہی کہ جس کے روبرو ۔۔۔ داغ خجلت سے زمین آسماں پر مشتری
شاہ اکبر وہ کہ جس سے آب و رنگ سلطنت ۔۔۔ درۃ التاج شہی لعل کلاہ سروری
کوکبہ کو اوس کے دعوائے جہانگیری بجا ۔۔۔ جبہہ شوکت سے ہے پیدا شکوہ اکبری
بارپایان در دولت سے گر بھر کر چلے ۔۔۔ ہو دماغ چرخ سے بیروں خیال خود سری
اس کی رفعت سے ملک کو دیں تشبیہ پر ۔۔۔ شرط یہ ہی ہے کہ ہو گردش سے محفوظ و بری
اوس محیط قدر سے اوٹھیں جہاں موجیں وہاں ۔۔۔ گنبد نیلوفری ہے غنچہ نیلوفری
گر مزاج اشیا کے، اوس کا حکم نافذ پھیر دے ۔۔۔ مثل انگر کبک کا ہو قوت گل برگ طری
عہد میں اوس کے کسے پہنچے معاذاللہ ضرر ۔۔۔ دیکھتا دشمن سے دشمن بھی کہے روے بہتری
بل بے اعجاز طبیب عدل گر کافور دے ۔۔۔ شمع کی تپ کے لیے شاید کہ ہو چارہ گری
دے اگر اضداد کو وہ عدل، حکم اتحاد ۔۔۔ ہو رگ جاں سمندر ریشہ نیلوفری
یہ کمک ہے عدل کی اوس کے کہ روح ظالماں ۔۔۔ بیم سے مظلوم کے تن سے کرے ہے طایری

۱۔ آ، ب: سیما سے ہے تری عیاں
۲۔ آ: زمیں
۳۔ آ، ب: جبین
۴۔ آ، ب: طنطنہ
۵۔ لندن: زائد شعر، ب میں بھی ہے
۶۔ آ: آخر

دم بدم کی کاوشوں سے قلِ عقابِ چرخ کا — [illegible]
حکم اوس ایماے ابرو کا فلک پر یوں رواں — جوں قتلِ اعدا [illegible]
دشنہ، پیکاں، تیغ، خنجر، کس قرینہ سے چنا — پہلوے دشمن ہے [illegible]
روبروے شاہ، مخمس اور ایک مطلع پڑھوں — ہے تمناے حضور [illegible] خاطر میں [illegible]

مطلعِ ثانی

ہو جو فیضِ تربیت سے تیرے اکسیر آوری — سنگ سے لیں جوں طلائی[1] و سیم کار، زرگری
راست بازی سے تری تالیفِ جزو و کل کہ[2] ہے — رشتۂ شیرازہ[3] بن، مصحف کو ہیم ابتری
خامۂ مشکیں رقم تیرا ہوا نک رشحہ ریز — کچھ تو کافوری ہے لوحِ ماہ، کچھ ہے عنبری
خانہ زاد اس گھر کے ہیں اقبال و رفعت اوج و جاہ — تیری صرفِ بندگی، سب تجھ پہ زیبا سروری
قطب سے داغِ غلامی ہے جبینِ چرخ پر — منطقہ کا خط کمر پر ہے نطاقِ چاکری
آرزوے سجدہ یاں تک اوس درِ دولت پہ ہے — شکل جبہہ کی بنا ہے آفتابِ خاوری
عکس[4] جبہہ سے تری خور مایہ دارِ نور ہے — ہے یہ آخر آفتاب، اس سے ہو ذرہ پروری
مہر کہہ سکتے ہیں تجھ کو مہر گر ہو بے زوال — بدر بھی تو ہے اگر ہو بدر نقصاں سے بری
اللہ اللہ قصرِ رفعت کا تری اوج و علو — اے کہ حدِ فکر سے اوس کو کہیں ہے برتری
پایۂ اول تلک قصدِ رسائی میں یہاں — طائرانِ عرش ہیں شاکی بچے بال و پری
یوں خمِ ابروے طاق اوس کے میں ہے شکلِ زحل — طاقِ ابروے بتاں میں جیسے خالِ عنبری
حلقۂ در سے ترے نسبت جو دی ہے ناز سے — گرد اپنے آپ پھرتا ہے یہ چرخِ چنبری
گرنگیں مراتِ سنگِ در ہے تیرے کوئی پانے — ہم سلیمانی اوسے پھبتی ہے ہم اسکندری
قدر کیا چرخ پر اختر کی، کہ مطبخ سے ترے — چند اخگر ہیں بروے تودۂ خاکستری
ہے ترے ہر ہر نفس میں ایک قانونِ شفا — اے کہ بیمارانِ دل کی تجھ سے ہے چارہ گری
راحت آموزِ مریضاں گر ترے انفاس ہوں — چشمِ خوباں سے ہو، ہر بیمار کو ہم بستری
مانعِ زخمِ دلِ عاشق جو تو ہو، گم کرے — غمزہ و مژگانِ خوباں دشنگی و خنجری
خونِ اعدا سے ترے اور جوہرِ شمشیر سے — ہے عروسِ فتح کو، گہہ، غازگی گہہ زیوری
گر، گزارا زیرِ ظلِ کوہِ تمکیں ہو ترے — کشتیِ طوفاں زدہ پھر خود بخود ہو لنگری
دے ہے یہ گنجِ معانی، زرفشانی وہ کرے — بزل و ہمت میں ہے دست و دل کو تیرے ہمسری
دو جہاں اکدم میں بخشے، یہ بھی اک اعجاز ہے — جود تجھ پر ختم ہے، احمد پہ جوں پیغمبری
پنجۂ شمشاد قطعاً دست تابِ تیشہ ہو — نک اگر مظلوم کو سکھلائے تو، زور آوری
واہ گردوں سیریاں اوس رخش کی، ہے آفتاب — یوں رکاب اوس کے میں جیسے لعل اور انگشتری
کیا ہوا اوس نعل کو، برجیس گر کہدے ہلال — کم نہیں کرتا ہے قدرِ جنسِ طعنِ مشتری
اچپلاہٹ سے کھنچے نقشہ کب اوس کا، ہاں مگر — کوندِ بجلی کی ہو صفحہ، خامہ موجِ صرصری

۱۔ آ، ب: طلا
۲۔ آ: سو ہے
۳۔ آ: رشتہ شیرازۂ مصحف
۴۔ آ: زائد شعر

بسکہ حرفِ وصفِ شوخی کا ٹھہرنا تھا محال
ہے کمند افگن ورق پر نقشِ تارِ مسطری

جو ذرا چھوجانے اوس سے، بال و پر پیدا کرے
بلبے چالاکی و شوخی، واہ رے چابک تری

اوس کفل پر گہہ، گہے لگتا ہے سورنگ حنا
اس لیے کرتا ہے دستِ دلبراں میں طاٹری

شوخیاں سی شوخیاں لبریز اوس پیکر میں ہیں
کونی اس رفتار میں سرعت سی سرعت ہے بھری

تو عناں پھیرے جو اوس کی یوں کہیں اِنس و ملک
یہ سلیماں ہے، کہ رکھے حکم میں باد و پری

خسروا! بندہ نوازا! بادشاہا! داورا
اے کہ بابِ قصر تیرا سجدہ گاہِ قیصری

قبلۂ آمالِ عالم، آستانہ ہے ترا
یاں سے روتابی ہے بدبختی شقاوت مُدبری

شعر ایک اوستاد کا پڑھتا ہوں حسبِ اعتقاد
یہ عقیدہ ہے مرا اس میں نہیں کچھ شاعری

کعبۂ ایماں درت میگویم و ہر درکہ ہست
جز درت نزدیک من بایست آن از کافری

مانعِ طولِ بیاں آداب ہیں اوس کے حضور
کم نہیں ہوتا ہے ورنہ شوقِ مدحت گستری

لب پہ ممنوں کے لگی اس ذوق سے آنے دعا
سن کے آمیں کہتے ہیں انس و ملک جن و پری

بہرِ قتلِ غم، ہلالِ عید تا کھینچے ہے تیغ
تاصباحِ عید کو خاطر میں عشرت آوری

فرقِ اعدا پر الٰہی دم بہ دم شمشیر ہو
ہو طرب کو سینۂ احباب میں جلوہ گری

۲۳۔ قصیدہ ایضاً در تہنیتِ عید الفطر[1]

لوحش اللہ شبِ عید و زہے طرفہ ہلال
نقرہ گوں کشتی و عنبر کا محیطِ سیال

حبذا شب کہ بروقِ لمعات اوس کی، نے
مسطرح برق کیا جیبِ صحاریٰ و جبال

اے خوشا شب کہ شعاعی خط و خورشید جو ہوں
اس کے رخسارِ فروزاں پہ ہیں[2] گیسو و خال

شب نہ کہہ، خرمنِ انوارِ تجلی کہ یہاں
مہ نے لبریز کیا مثلِ حریصوں کے جوال

وقتِ تخمیرِ وجود اوس کی کیا گردوں نے
پنجۂ نورِ سحر مہر کا، لیکر[3] غربال

محویاں تک کیے اجزائے کدورت اوس نے
کہ مصفا تنِ خاکی بھی ہے جوں جسم مثال

اس کی ظلمت سے فروغِ ازلی کو پیوند
سربسر صورت و معنے میں تن وجان بلال

شبِ جاں بخش کہ جون آبِ بقا ظلمت میں
رکھتے انوارِ حیاتِ ابدی مالا مال

زیرِ دامن لمعاتِ سحری چمکیں تھے
جوں سیہ برقعِ لیلیٰ میں تجلیِ جمال

اوس کے طرہ میں نہاں غرۂ پیشانیِ زور
جوں تہِ زلفِ رخِ ماہ وشِ مہر مثال

عنبریں جامہ میں جیسے ہو طرازِ زریں
اوس کے دامن سے لگی رہتی ہے یوں صبحِ وصال

نقطہ نقطہ جو تصور اوسے کیجے پرنور
دیکھیے مثلِ سویدائے دلِ اہلِ کمال

رشحۂ نورِ مسلسل کہ گستہ جیسے
دستِ معشوق سیہ جردہ سے ہو عقدِ لآل

شب نگہبہِ نیلِ شہنشاہِ جہاں کا سایہ
کون وہ اکبرِ ثانی شہِ اقلیمِ کمال

خَلق و خُلقِ ملکی و بشری اوس میں جمع
آدمی ہے بہ جمال اور فرشتہ بہ خصال

ہو جو وہ رانے منور چمن آرائے وجود
شجرِ طور سے پیوند ہو ہر ایک نہال

۱۔ آ، ب: مشتمل بر مدح حضرت جہاں پناہ محمد شاہ بادشاہ
۲۔ آ: پے
۳۔ ل = لیکر جو غربال متن کے مطابق آ، ب

بند کردے وہ تہور جو ... داور ... ترازو ...
عہد میں اوس کے ہے بیر شکل تاسف کی نمو ... تیر ... میں ...
طاقتِ خامہ کہاں ہے جو لکھے اوس کی مدح ... جا حضور اوس کے ... پڑھوں ...

مطلعِ ثانی

تنگ سمجھے ورقِ چرخ کو منشیِ خیال ‏ ‏ چاہیے تحریرِ فضایل جو تری بالا جمال
اللہ اللہ ترے کعبۂ عزت کا علو ‏ ‏ واہ رے واہ بلندیِ حریم اجلال
نیتِ طوق میں گر بال کشا ہو یکچند ‏ ‏ اولیں پایہ پہ تا رفتہ گرے مرغِ خیال
ہے زحل طاقچۂ قصرِ جلالت میں ترے ‏ ‏ جلوہ گر جیسے تہِ ابروے خمدار ہو خال

پرتوِ جبہہ ترا ظلمتِ دل کھوتا ہے ‏ ‏ کہ سیہ بختیِ عشاق کو جوں صبحِ وصال
دستیارِ ضعفاء ہو جو ترا بازوے عدل ‏ ‏ باز کا پنجۂ عصفور سے ٹوٹے چنگال
ہو ترے حکمِ عدالت سے اگر جمع دو ضد ‏ ‏ گرچہ پیوندِ نقیضین ہے ممنوع و محال
دلِ عشاق سے جوں سختیِ ایام ہو دوست ‏ ‏ الفتِ شیشہ و خارا میں نہ رہوے اشکال
سر کھجانے کی ستمگر کو نہیں ہے طاقت ‏ ‏ سو وہ اس عہد میں ہے ناخنِ ہر ظلم سگال
شیر کے پر نہیں اس واسطے کھینچے ناخن ‏ ‏ کہ اوسے کھینچتے ہیں خارِ کفِ پاے غزال
یاں تلک دبدبۂ رعبِ حمایت سے تری ‏ ‏ آگے مظلوم کے، ظالم ہے پریشاں احوال
صعوہ و باز کی تصویر جو لکھیں باہم ‏ ‏ باز ہیبت سے اوڑے صعوہ لگے ہے دنبال
نقش باندھا یہ کراماتِ عدالت نے تری ‏ ‏ کہ ستمگر تو وہیں سرد ہو، سوچے[2] جو مآل
کوئی تعویذ اگر پوست پہ آہو کے لکھے ‏ ‏ ہو تب لازمی شیر کو، شاید کہ زوال
تابشِ آتشِ سوزندہ سے یک برگِ گیاہ ‏ ‏ ہو اگر خشک تو، پھر چھوٹ کے جانا ہے محال
دامنِ شعلہ نہ ہو ہاتھ سے سبزہ کے رہا ‏ ‏ خطِ نورستہ ہو جس رنگ سے اور چہرۂ آل
تابہ پر خانہ تنِ خصم پہ ہے تیرِ بلا ‏ ‏ طائرِ روح نے یہ اوس کے نکالے پر و بال
سیر ہو، لالہ و گل کی لبِ جو پر جیسے ‏ ‏ خونِ باغی سے تری تیغ کے اطراف ہیں لال
جدولِ آب ہوی دستِ پیمبر سے رواں ‏ ‏ دمِ اعجاز کہ شاداب یقیں کا ہو نہال
تو کہ نایب ہے اوسی کا سو ترے ہاتھ میں تیغ ‏ ‏ موجۂ آب ہے، تا سبز ہو باغِ اقبال
حبذا رخشِ فلک سیر کہ اوس کے تہِ سُم ‏ ‏ بست و چار اختر تابندہ ہیں اور چار ہلال
اچپلاہٹ یہ غضب ہے کہ بوقتِ بندش ‏ ‏ بغلِ لفظ میں مضموں کا ٹھہرنا ہے محال
اوس کی سرعت کی زمانہ میں جو نک ہو تاثیر ‏ ‏ فرق ممکن نہیں پھر حال سے تا استقبال
جب سوے خانۂ زیں قصد تجھے ہوتا ہے ‏ ‏ باگ تھامے ہے صبا اور رکاب اوسکی شمال
سامنے رکھ کے جو آئنہ اوسے ڈپٹے تو ‏ ‏ اوس کی کیا طیِ مسافت کا کہوں استعجال
غرب تک شرق سے، جاکر وہ پھرے اتنے[3] میں ‏ ‏ لوحِ آئنہ سے اوس کی نہ جدا ہو تمثال
بلبے شوخی کہ بیاں کیجیے کیا اوس کا وصف ‏ ‏ ذہن میں کوئی ٹھہرتی نہیں تشبیہہ و مثال
خسروا! نکتہ ورا! رمز شناسا! یعنی ‏ ‏ تو سمجھتا ہے بہانے گہرِ اہلِ کمال

۱۔ آ۔ ج۔ مطلع پڑھوں
۲۔ لندن۔ سوچے مآل، جو درست نہیں
۳۔ آ۔ آئینہ میں

تیرا مداح جو ہے نکتہ طراز یکتا — لاف سنجان فصاحت کو کیا اوس نے لال
خود ستائی نہیں مثل شعراء اوس کی وضع — بیت ہر ایک شفائی کی پڑھی حسب الحال
بسکہ برگشتہ عروقم زمعانی دقیق — گربکاوی جہدم خون سخن از قیفال
جو صلہ اوس کو عنایت ہو سزاوار ہے وہ — کیونکہ واصف وہ ترا، تو ہے سراسر افضال
پیشدستی ہے طلب پر کف ہمت کو ترے — کھلنے دے ہے لب سایل، نہ ترادست نوال
قاعدہ دان تری بخشش کے بوقت تعلیم — نہیں لکھتے ہیں تہجی میں جو ہیں حرف سوال
کیجیے ختم سخن شہ کی دعا پر ممنوں — کہ ادب داں کو مناسب نہیں یہ طول مقال
عید کی صبح ہے تا روے منور سے شبیہ — صیقلی تیغ سے جب تک کہ ہے تشبیہ ہلال
چہرہ افروز ہو، اوس بزم میں معشوق طرب — خون بدخواہ دم تیغ پر اوس کے ہو حلال

۲۴۔ قصیدہ[1] در تہنیت عیدالضحیٰ مشتمل بہ مدح حضرت جہاں پناہ مرزا محمد اکبر شاہ بہادر

بہار، عید میں ہے اب کے اتحاد[2] تمام — رکھے ہے نخل شگوفہ سے جامہ احرام
ہوا ہے نغمہ بلبل ترانہ لبیک — ادائے حج کے مراسم یہاں تلک ہیں عام
کرے ہے دانۂ گل سے نسیم رمی جمار — نہ کم منا سے ہے گلشن میں ایک ایک مقام
سنے ہے موقف بستاں میں اس سے وہ تسبیح — جسے ہے نغمہ قمری کا کچھ وقوف، مقام
فضاے کعبہ میں ہے کاروان روم و جبش — بھرا ہے یا گل و ریحاں سے صحن باغ تمام
نسیم، گرد چمن یوں پھرے ہے جوں حاجی — طواف کعبہ کی خاطر سبک اوٹھائے ہے گام
پڑھے ہے منبر اشجار پر ببانگ بلند — ہر ایک مرغ چمن خطبہ شہ اسلام
وہ عرش مرتبہ، عالیجناب اکبر شاہ — کہ پشت چرخ ہے خم جس کے آگے بہر سلام
وہ بحر جود، جو ہو موج زن تو آنے نظر — کنول کے پھول کے مانند چرخ ازرق فام
منافی اوس نے یہاں تک بنائے کفر کہ، جا — نپائیں[2] طاق دل بت پرست میں، اصنام
اشارہ اوس کا خداوند امر و نہی ہے یاں — زمانہ چاکر و اختر مطیع و چرخ غلام
اگر وہ لطف سے ہو تسکین فزاے بیتاباں — بغل میں شعلہ کے سیماب کو، رہے آرام
نسیم خلق جو اوس کی چلے بسوے چمن — شمیم گل پہ نہ مایل ہو بلبلوں کا مشام
یہ چارہ سازیٔ تدبیر کا ہے تیرے حکم — کہ جو سبب ہے وہی ہووے مانع اسقام
ضرر رکھا نہ کسی شے میں، یاں تلک کہ طبیب — خواص نگہت گل میں لکھے ہے رفع زکام
زہے علو، ترے ایوان قدر کا شاہا — کہ اوس تلک نہیں ممکن رسائی اوہام
مسیح چرخ نشیں کی نگہہ نہ اس تک جائے — کتابۂ سر محراب پر ہو جو ارقام
کمند کاہکشاں پھینک دے اگر بالفرض — نہیں خیال کو ممکن عروج تا لب بام
وہ چیز جو کہ ذرا ہے شبیہ صورت نہی — سو اوس کو تجھ سے ہے نقصان، اے شہ اسلام
ترے نہیب سے کاہیدگی وہیں دیکھی — بنائے جب مہ کامل کو، چرخ صورت جام
یہی زمانہ کہ لازم تھا جس کے دور کو رنج — سو تیرے عہد میں بخشی ہے وہ مسرت تام
جہان بزم طرب ہے کہ ہو سرور افزا — مثال گردش اقداح، گردش ایام

۱۔ ب: یہاں آفاق مرزا والا قصیدہ ہے۔
۲۔ آ،ب: بنائے

شمر ہے دستِ شجر میں صدف بلطف ہے [illegible]
جو چرخ کھینچ کے چاہے کہ تیر قتل نکالے — کمی [illegible]
تو دستِ چرخ ہو شل اور تیر قتل بڑھالے — نہ [illegible]
جو تیغ قہر سے کھینچے ہے تو، تو ترکِ سپہر — کرے ہے قالب کو [illegible]

کہیں ہیں نیل پہ، طلعت کو دیکھ کر تیری — کہ صبح اسمیں جھلکتی ہے اور ہے یہ شام
رکھے ہے بحرِ تحیر میں کیا مجھے غواص — سیہ وہ پیکر، و دندان مثالِ نقرہ، نم
یہی کہوں ہوں مگر نیل نے بہ دقتِ شنا — نکالے یوسفِ کنعاں نے دستِ نسرین لام
زہے وہ سرعتِ توسن جو کیجیے اوس کا وصف — تو ہو بہ نی زباں بس بہ وقتِ نطق و کلام
بہم نہ لفظ ہو پھر لفظ سے جدا مفہوم — نہ ابتدائے سخن سے ہو فرق تا انجام
زہے ارادہ شناسی ترے ضمیر میں گر — کرے خطور کہ لیجے ذرا اب اس سے کام
تو چھوڑ ہمتِ عارف کیطرح کون و مکاں — ادھر فلک سے گذرتا ہے یہ شگرف خرام
گزر سپہر سے اس خوبی و لطافت سے — زمین پر ہے وہ آتا کہ دل میں جوں الہام
خدا یگانا! تیری ثنا رقم کب ہو — اگر مداد ہو دریا، درخت ہوں اقلام
لبِ فرشتہ ہوا محو نغمہ آمین — کرے ہے ممنون تیری دعا پہ ختم کلام
جو خیرخواہ تری سلطنت کے ہیں اون کو — نشاط عید ہو ہر روز تا بہ صبحِ قیام
عدوے جاہ ترا مثل میشِ قربانی — بزیرِ دشنہ رہے دستِ آسماں سے مدام

۲۵۔ ایضاً قصیدہ در تہنیتِ عید الضحیٰ (کذا) [3] مشتمل بہ مدح حضرت جہاں پناہ مرزا اکبر بادشاہ بہادر

قریبِ صبح کہ تھی چشم زیرِ پردۂ خواب — ولے وہ خواب کہ جس سے نگاہ کو نہ حجاب
عجب نگاہ کہ گو بند چشمِ بینا تھی — ولے کشادہ تھے اوس پر شہود کے ابواب
زہے شہود کہ بے پردہ گاہ صورت سے — نہ چھوڑی شاہدِ معنی کی رخ تک اوس نے نقاب
زمیں سے چرخ تلک ذرہ ذرہ پیشِ نظر — نظر حضیض سے لے اوج تک حقیقت یاب
تمام صرف تماشاہر ایک جانب میں — کہ جوں مقابلِ محبوب دیدۂ احباب
پڑی نگہ غرض اک بارگاہِ عالی پر — جہاں سپہر مدور مثالِ حلقۂ باب
بسانِ نقطہ کہ پیدا درونِ دائرہ ہو — میانِ حلقۂ در آفتابِ عالمتاب
فزوں سپہر سے وہ ارتفاع میں اتنا — کہے ہے ہندسہ داں خوب کرکے، جسکو حساب
کہ نیم حصہ سُہا سے نظر پڑے کمتر — بجائے شمّہ ہو گر نصب نیرِ پرتاب
ہوا وہ سایہ فگن آب گوں سپہر میں یوں — کہ عکسِ چرخ نظر آئے جسطرح تہِ آب
زہے بلندیِ ایواں کہ نقطۂ کیواں — مثالِ خالِ سیہ زیر ابروے محراب
زہے علو و تعالی اللہ ارتفاع مقام — حضیضِ خاک وہاں اوجِ عرش کا ہے جواب
نہ پہنچے پایۂ اول پہ تا حدِ [4] پیری — کرے نگاہ گر اوس پر کوئی بہ عہدِ شباب
مگر نگاہ کی اوس پر کہ مہر نے دستار — رکھی ہے فرق پہ یوں پنجۂ شعاع سے داب

۱۔ لندن۔ "اسلام" جو درست نہیں غالباً سہوِ کاتب
۲۔ ب۔ زور ہے یہ۔
۳۔ لندن۔ عید الاضحیٰ (کذا) سے آگے کی عبارت نہیں ہے۔
۴۔ لندن۔ "تا حدی پیری" جو درست نہیں۔ غالباً سہوِ کاتب

رفیع، سقفِ اولوالعزم کی ہو، جوں ہمت
وسیع صحن کہ جوں سینۂ اولی الالباب

صفا کو واں طلب زیر سائیگی غبار
ضیا کو واں ہوس خانہ زادگیِ تراب

ملک صفوف، صفوف و ہوائے طوفِ حریم
بشر جنود، جنود و خیال سجدۂ باب

بگِردوپیش تھے تکبیر خوان صغیر و کبیر
ہر ایک گوشہ میں لبیک گو، چہ شیخ و چہ شاب

کیا سوال یہ میں نے کہ کیا مقام ہے یہہ
کہ یاں ہے انس و ملک جمع بہر کسبِ ثواب

کہ ناگہاں وہ ملک ہے سروش جسکا نام
لگا یہ کہنے کہ سن گر[1] ہے اشتیاقِ جواب

مجھے گمان تھا، شاید ترا ہے فہم درست
مجھے خیال تھا شاید تجھے ہے رائے صواب

یہ کیا ہے بے خبری کسقدر ہے بے خردی
نہ کچھ وجوب سمجھتا ہے تو نہ استحباب

وہ دن ہے آج کہ اللہ اکبر اسکا یمن
نہ ہووے[2] جسکے فضائل کا حصر و استیعاب

کہ پیشگاہِ تقدس سے حکم پہنچا یہہ
طوافِ[3] کعبہ سے ہر ایک ہو سعادت یاب

سو اوس کا کعبۂ مقصودِ جان و دل ہے لقب
سو اوس کا قبلۂ امیدِ دوجہاں ہے خطاب

مثال عالمِ صورت میں چاہیے گر اوس کی
تو کھول چشم حقیقت نگر کو اپنی شتاب

کہ ظلِ خالقِ اکبر کا بارگاہ ہے یہ
وہ کون حضرتِ اکبر شہِ سپہر جناب

یہ نام سنتے ہی شوقِ حضور نے ناگاہ
شکیب دل میں نہ چھوڑا رکھی[4] نہ دل میں تاب

فراشِ خواب سے اٹھتے ہی کر ادائے وضو
زلالِ جوئے عقیدت سے با دوصد آداب

سجود در کے لیے اوس کے میں چلا یکبار
بجائے گام، تھا رکھتا جبیں شتاب شتاب

اوس آستانہ پہ پہنچا تو سر بسر جبہہ
برائے سجدہ بنا مثلِ مہرِ عالم تاب

سجودِ در کو ادا کر، حضور میں پہنچا
زباں پہ مطلعِ عالی یہ[5] ہے بطرز خطاب

مطلع ثانی

سجودِ در کے لیے تیرے اے سپہر جناب
نہ قدسیوں کو ہے کیا کیا سماجت و تجاب

وہ در ترا کہ نہ بدلیں یہاں سے جا، ابدال
وہ در ترا کہ ہے جائے سکونتِ اقطاب

یہ بارگہ ہے وہ عالی کہ بہر عرشِ بریں
نہ دیں مشابہتِ زینہ، واقفِ آداب

قمر کو طلعتِ روشن سے تیرے کیا تشبیہ
یہ آفتاب ہے آخر وہ کرمکِ شب تاب

ہر ایک کے بخت ہیں بیدار، عہد میں تیرے
بغیر فتنہ نہ طالع میں ہے کسی کے خواب

کسی کا نخلِ تمنا ہو خشک کیا ممکن
جو چشمہ سارِ عنایت سے تیری پہنچے آب

بزیرِ جامہ گل گون ہو جوں تنِ خوباں
گلوں پہ شعلے جو لپٹیں تو یوں رہیں شاداب

زبسکہ ہے یہی منظور باغبانِ قدر
کہ نخلِ شوکت و ثروت سدا رہے سیراب

سو آبیاریِ بستان جاہ کو تیرے
ہمیشہ چرخ کو پھیرے ہے صورتِ دولاب

زہے بہار ترے لطف کی، کہ آتش میں
بصورتِ گلِ احمر ہو بوتۂ زرناب

نسیمِ خلق جو تیری چلے سوے دریا
حبابِ آب ہوں مانندِ شیشہ ہائے گلاب

۱۔ آ، ب۔ تری
۲۔ آ= کا
۳۔ لندن= "وہ کون حضرت اکبر شہ سپہر جناب" لکھا ہے جو اگلے کسی شعر کا مصرعہ ثانی ہے۔ لیکن دونوں مصرعوں کے درمیان میں یہی مصرعہ لکھا ہے
۴۔ ب= جی
۵۔ ب۔ یہی

نہیبِ پاسِ شریعت سے تیرے مستوں کو [illegible]
برائے بادہ کشاں بزمِ ساغر و مے میں جہاں [illegible]
کسی کی گر رگِ دپے میں نہاں ہو مستی بھی اوسے خیال کے [illegible]
اگر ہو خون رگِ تارِ ساز میں نظر عجب نہیں ہے کہ نشتر ہو [illegible]
ترے نہیب سے گر، ہو گداختہ دلِ کوہ عروقِ سنگ سے جاری ہو خونِ لعلِ مذاب
بیاں کی طرز ذرا اور ڈھب پہ پھیروں ہوں نہیں حضور کی سطوت سے اب خطاب کی تاب

مطلعِ ثالث

اگر وہ لطف ہو تسکیں فزائے ہر بیتاب کنارِ شعلہ میں ہو استراحتِ سیماب
جو کارگاہِ عدالت سے تیری پہنچے[1] حکم کہ تار و پودِ تعدی و فتنہ سب ہو خراب
دو ضد کے ربط سے تشریفِ اتحاد بنے قماشِ تفرقہ کی سب متاع ہو نایاب
عجب نہیں ہے کہ دامانِ مہ و شاں میں ہو کتاں کے تختہ سے پیوند و لجہ[2] مہتاب
زمانِ عدلِ شہی میں ہو دشمنِ ضعفاء ستمگروں کی ہے کتنی مجالِ طاقت و تاب
کہ دستیاریِ صولت سے اوس کی خنجرِ تیز بنے ہے بالِ کبوترِ برائے جانِ عقاب
بنانے پائے ضعیفان نہ کشتیِ پر زور کہ دستگیریِ شہ سے یہ کیا ہے استعجاب
ثباتِ خار نظر آنے راہِ طوفاں میں کہ جیسے ہو مژہ و جوشِ اشک کا سیلاب
وہ ابرِ بخشش و برقِ غضب گرآنے بکار سراب ہووے محیط و محیط ہووے سراب
بوقتِ بذل و کرم دستِ جود سلطاں کو شبیہِ ابر سے کہنا نہیں ہے حرفِ صواب
کہ قطرۂ آب وہ دیتا ہے اور گریاں ہے عطا کرے ہے، یہ ہنس ہنس کے بدرۂ زرناب
معاذ اللہ اگر برق ریز ہو وہ غضب نعوذباللہ اگر صاعقہ فگن ہو عتاب
عجب نہیں ہے کہ ہو اوس کی نیم تابش سے شرارہ قطرۂ باران کفِ ربا و سحاب
فلک ہے دشتِ تصرف میں اوس کے یوں مجبور کہ جیسے پنجۂ شہباز میں ہو حالِ غراب
عدو گر اوس کا ہے ابلیس طبع کیا وسواس کہ اوس کی تیغ بھی کرتی ہے کارِ حدِ شہاب
زباں ہے عاشقِ مدحت گری، پہ ڈرتا ہوں کہ ہو نہ وجہِ کلالت، طوالت و اطناب
کروں ہوں ختم دعا پر قصیدہ کو ممنوں پہ وہ دعا جسے لازم اجابتِ وہاب
طوافِ کعبہ ہے تا فرض اہلِ ایماں پر بروزِ عید ہے قربان کی رسم تا کہ صواب
در اوس کا طوف گہِ دو جہاں رہے یارب گلا عدو کا رہے، زیرِ دشنۂ قصاب
بہ صورتِ جگرِ گوسفندِ قربانی جگر ہو دشمنِ دولت کا سیخِ غم پہ کباب

۲۶۔ قصیدہ در تہنیتِ جلوس میمنت مانوس حضرت جہاں پناہ مرزا محمد اکبر شاہ بہادر

صباحِ عیش ہے طالعِ ہر اک ہے، مست سرور بھرا شراب سے مطرب نے کاسۂ طنبور
قدح سے تا بہ ہوا ہے ہوا سے تا بہ فلک شعاعِ بادۂ روشن کا رتبہ پہنچا دور

۱۔ آ: تیرے پہنچے۔
۲۔ لندن: "تختہء ماہتاب"۔ لیکن لجہ، یہاں زیادہ مناسب ہے۔ غالباً سہو کاتب

زبس ہے عکس پزیر، شراب رنگا رنگ
بلور بو قلموں صبح کا ہے صفحہ نور

فروغ صبح و درخشندہ مے کی موجیں دیکھ
عجب بیاض میں سطریں بآب زر مسطور

پہر اور ہے خورشید اور، اختر اور
نہیں نتیجۂ دوران بجز مسرت و سرور

شراب نیّر تاباں، ستارہ ہر قطرہ
بجانے چرخ زجاجی ہے ساغر بلور

حریف جمکدہ کش، کرکے رو، سوے زاہد
سنارہا ہے یہ بیت قصیدہ مشہور

"ہے مغانہ رحیق ختامہ مشک
سفال میکدہ کاس مزاجہا کافور"

اثر یہ نشہ عشرت کا ہے، کہ لے ہے فقیہ
پیالہ ہاتھ میں، پڑھ اِنَّ رَبَّنا لَغَفور

نشاط طبع ہے یاں تک کہ دانۂ تسبیح
ہوا ہے عین مے آب، مثل دانۂ انگور

گیا ہے پردہ تعین کا، اونھ نگاہوں سے
نہ رند شیخ سے، نہ شیخ، رند سے ہے نفور[1]

کھلے ہیں خاطر مستاں پہ معنی توحید
کہیں ہیں ایک ہے، آب مغاں و آتش طور

بغیر خندہ زمیں سے، نہ تا فلک دیکھا
کہ انبساط کا بزم جہاں میں ہے بہ دفور

برنگ خندۂ دنداں نمانے سیم تناں
کرے ہے عقد ثریا سحر میں آج ظہور

جہاں تمام ہے خوش[2] لیک سب سے میں خوشتر
سرور سب کو ولے سب سے میں فزوں مسرور

کہ بہر تہنیت جشن خسروی، طالع
بصد نشاط مجھے آج لانے اوس کے حضور

صباح عیش ہے جس کی جبین انور سے
کرے ہے کسب فروغ اقتباس لمعۂ نور

مہ سپہر خلافت کہ ایک بھی اختر
فلک پہ ایسا نہ چمکا پس از قرون و دہور

زہے جناب شہ اکبر جہاں پرور
کہ اوس سے ہے متعلق مصالح جمہور

پڑھوں وہ مدح میں مطلع کہ سنکے جس کو کہیں
بلند مطلع شعری سے بھی سب اہل شعور

مطلع ثانی

زمیں در ہے وہ ہر ہر وجب پہ مطلع نور
نقوش ناصیۂ خلق واں شموس و بدور

مطلع ثالث

اشارت اوس کی، کرے حکم انصرام امور
ستارہ کارکن و آسماں ہے یک مزدور

اسی کے قوت بازوے عدل سے ہمدست
ہوا ہے چنگل شاہین و مخلب عصفور

کہوں جو قصر معلیٰ کو اوس کے قصر بہشت
سو یہ ہے کوتہی عقل اور قصور شعور

مثال حلقۂ چشم پری ہے حلقۂ در
ہر ایک طاق ہے ہم چشم طاق ابروے حور

فلک ہے شمسۂ ایواں سے یوں فروغ پزیر
کہ جیسے خور کے محاذی ہو صفحۂ بلور

زہے بلندی کاخ شکوہ وہاں فراش
سپہر فرش کریں جانے اطلس و سیفور

دماغ شاخچۂ گل کا پھر زکام کھلے
جو پہنچے مجمر بزم اوس کی سے بخار بخور

یہ طمطراق ہے اوس شہر بند شوکت کا
حشم[3] وہاں کے نہ بازاریوں کا ہو مذکور

سکندر آینۂ دارا بنا ہے دارائی
جم ایک کلال ہے چینی فروش ہے فغفور

کھلے ہے مدحت غایب سے دل کہاں ممنوں
کہ دل میں ولولہ اگن ہے، اشتیاق حضور

۱۔ لندن و آصفیہ دونوں میں مصرعہ یوں ہے کہ "نہ رند شیخ سے نہ شیخ سے ہے رند نفور" جو معنوی اعتبار سے درست نہیں۔

۲۔ لندن: "نغور" جو درست نہیں۔

۳۔ آ: ایک

مطلعِ دوم

ترا چراغِ دل روشن اور مشعلِ طور
کیا ہے ایک ہی آتش کے شعلے سے پرنور

غبارِ راہ ترا چارہ ساز لے کے اگر
بنائے سرمہ، کہیں بہرِ چشمِ شپرِ کور

عجب نہیں کہ یہاں تک بصر کو قوت ہو
عجب نہیں کہ یہاں تک ہو روشنی کا وفور

کہے کہ نور بصر مرحبا تعالیٰ تعالیٰ
جو اوس کے سامنے آجائے تیرِ پرنور

سپہر ترے زمین بوسِ در سے لایا تھا
خیالِ دوشی بدوشی زمیں رکھے ہے غرور

دیا یہ صدمہ ترے صاحبانِ در نے اوسے
کمر کو راست نہیں کرسکے ہے وہ مغرور

درِ محل پہ ترے روز و شب غلام ہیں دو
کہ نام ایک کا عنبر ہے ایک کا کافور

سحابِ دستِ کرم جب ترا ہو قطرہ فشاں
تمام ہو عرقِ خجلت، آبروئے بحور

یہاں[1] سے پہنچے ہے ہر ایک کو سروسامان
ہوا ہے صاحبِ تشریف ہر برہنہ و عور

کہ کارگاہِ تفضل سے تیری لے نکلا
سپہر جامۂ گل روز، خور کلاہِ سمور

نسیمِ کوچہ تری کسقدر ہے، روح فزا
کرے گزار جو ایک دو نفس بسوئے قبور

تو سر نوشتِ حیاتِ ابد پڑھیں اوس کو
کہ جو ہے جبہۂ لوحِ مزار پر مسطور

وہ چیز جسمیں ذرا نکلے شکلِ منہیات
سو ترے عہد میں یاں تک ہے خائف و مقہور

ہمیشہ رہتی ہے[2] بیمار اس لیئے نرگس
کہ ہے شبیہِ مے زرد و ساغرِ بلور

غضب اگر ہو ترا شعلہ ور معاذاللہ
بنائے واسطے ماہی کے حوض، آبِ تنور

جو حرفِ قہر کرے تو رقم، تو بانگِ قلم
جہاں میں زلزلہ افگن ہو مثلِ نفخۂ صور

یہ اضطراب میں اجزائے کوہ آئیں کہ ہو
خطابِ پارہ سیماب پر متین و صبور

عجب ہے ایک گلستانِ تن عدو تیرا
جراحتوں سے گل ولالہ جسمیں نامحصور

ہمیشہ سر ز شرایں میں متصل اوس کے
رواں ہے آبِ دمِ تیغ و دشنہ و ساطور

مثال کو خمِ چوگان[3] عدل میں تیرے
شہا، سپہر، مدور سدا رہا مجبور

طبیبِ عدل ترا قرصِ گل لکھے، گر ہو
تپِ خزان سے، جگر عندلیب کا محرور

بلند مرتبہ و سرفراز دہر تمام
بگردِ سر ترے پھرتے ہیں آں غدیرِ غیور

مثالِ قطب کہ گرد بگرد او افلاک
تو ساکنی و علی حولک الملوک بدور

کتابِ مدح کا تیری نہ تار مسطر ہو
اگرچہ صرف کریں رشتۂ سنین و شہور

زہے سمند کہ ہنگامِ جست و خیز ایسکے
ہزار مرحلہ دنبالہ رو صبا و دبور

رواں ہوں حرف، نہ انکیں زبانِ الکن پر
جو اوس کی شوخی و سرعت کا تک کرے مذکور

عجب چھلاوہ کہ دھیان اوس کا باندھیے کیونکر
تصور اوس کا ٹھہرتا نہیں، نظر کے حضور

وہ تیز گام کہ چھوجائے جو قدم اوس کے
بہم پہنچتی[4] ہیں یہ شوخیاں اوسے بہ ضرور

جو شکلِ وحش کلال اوس کی خاکِ سم سے بنائے
عجب نہیں کہ جو پیدا کرے جناحِ طیور

بنائیں تیغ جو فولادِ نعل سے اوس کے
مثال تیر کی، چھٹ ہاتھ سے وہ پہنچے دور

۱۔ لندن= زائد شعر
۲۔ آ، ب= ترا ہو اگر
۳۔ ب= چوگانِ عزم
۴۔ آ= پہنچنے میں

سوار اوس پہ جو ہو، گر بلند سیری کا / کرے ارادہ سوے خاطرِ خطیر خطور
اچک کے چرخ سے گزرے بہ نیم چشم زدن / نگہ دوچار ہو عینک سے جوں[1] کرے ہے عبور
عجب ہے سرعت و بالا روی و چالاکی / کہ اوس تلک ہو رسائی کسی کا کیا مقدور
غبار اوس کے حواشیٔ زیں کو چھو نہ سکے / کہ ذیلِ ہمتِ عارف کو جیسے گردِ فتور
برابر آئنہ رکھ کر جو ڈپٹے اوس کو / ہنوز عکس کا باقی ہو اوس کے نقش ظہور
کہ جاکنارِ جہاں تک جو پھر کے آنے لگے[2] / دوچار عکس سے اپنے ہو خود وہ غیرتِ حور
لگے جو جانے وہ سرپٹ تو پاس اس سے کوئی / خدنگِ فکر جو پھینکے کہ کون پہنچے دور
یہ نیم راہ نہ پہنچے کہ وہ سریع المسیر / وہاں سے جاکے پھرے ہے یہ کہ ہو، جہاں منظور
تھکا یہ ہمرہیٔ اسپ[3] سے پانے پیکِ خیال / کہ دستِ شل حرکت سے ہو جسطرح معذور
شہا! مدیح تری کچھ نہ کارِ آسان ہے / کہ یاں بیان ہے عاجز، زبان ہے مجبور
کہاں وہ رتبۂ مدحت کہاں یہ فکرِ ضعیف / نہ پہنچے چرخ پہ، ہر چند، پر نکالے مور
مرا خیال کہ دعوا گرِ رسائی تھا / ہزار عجز سے کرتا ہے اعترافِ قصور
نہ تابِ مدح ہے تمنوں کو اب ہے وقتِ دعا / جہاں ہے دعوتِ اقبال کو ترے مامور
ہمیشہ تاکہ رہے ہے فروغِ صبحِ منیر / مدام تاکہ سیاہی رکھے شبِ دیجور
ترے عدو کی رہے صبح، شام ساں تیرہ / ترے محب کی رہے شام، صبح ساں پرنور ہے

۲۷۔ قصیدہ در تہنیتِ جلوسِ میمنت مانوسِ حضرت جہاں پناہ مرزا محمد اکبر شاہ بہادر[4]

سپیدہ دم، باز چشم تھی یاں کہ در سے ناگاہ جلوہ گستر / ہوا ہے اک رشکِ باغِ بستاں بہشتِ خوبی، قدم سے تا سر
وہ قدو قامت وہ رو و طلعت وہ لعلِ خنداں وہ چشم فتاں / نہالِ طوبیٰ بہارِ خوبی جوابِ غنچہ، حریفِ عبہر
جبیں مصفائیوں میں احیا، عذار زیبا، ذقن تماشہ / کفِ کلیم و دمِ مسیحا، جمالِ یوسف چہرِ معقر
بھویں دل آرا، وہ رخ چمکتا، عرق حیا کا جبیں پہ پیدا / ہلالِ طالع، صباحِ لامع، عیاں ثریا پدید اختر
کلالہ مشکیں، عذار رنگیں، وہ لعل میگوں، وہ قدِ موزوں / درختِ گل سے دمیدہ سنبل، گل اور غنچہ بفرقِ عرعر
گلوے سیمیں، دہانِ رنگیں لبانِ نوشیں۔ حدیثِ شیریں / صراحیٔ چیں، پیالہ لعلیں، شرابِ احمر نبات و شکر
کرشمہ جادو، نگہ سخن گو، کشادہ گیسو۔ کشیدہ ابرو / فسونِ بابل حیا سے شامل کمند گستر بدستِ خنجر
زہے لطافت، جچے نزاکت، عجیب رنگت، غریب طلعت / سمن کو خجلت گلوں کو خفت، شفق کو حیرت۔ سحر مکدر
کھلا گریباں و مو پریشاں، بشکلِ مستاں وہ رشکِ بستاں / شگفتہ یک گل، بہارِ سنبل، ہوا معطر۔ صبا معنبر
روش میں لغزش، کمر میں جنبش، مژہ کو کاہش، نگہ کو کاوش / بوضعِ مستاں بشکلِ[5] رقصاں بطرزِ پیکاں بطورِ خنجر
گہے تبسم، گہے تھا تبقہ، گہے تکلم، خموشیاں، گہہ / بصورتِ گل برنگِ قلقل۔ بسانِ بلبل کلی کے ڈھب پر
بن اوسکے پان دمسی وہ دنداں عیاں تھے رخسارِ خال بن یاں / نہ لعل سے دُر۔ نہ ذر سے نیلم نہ سرو سے گل۔ نہ گل سے عنبر
بہ نامِ شوکت، بعرفِ دولت لقب جلالت خطاب حشمت / بہ پیشِ سلطاں کہ جشن تھا واں چلے وہ خنداں یہ شعرلب پر

۱۔ آ: ب: جو
۲۔ لندن: "لگا" مگر "لگے" زیادہ مناسب ہے۔
۳۔ لندن: "حرکت سے جس طرح" لیکن "ہو" درست ہے۔

۴۔ لندن: یہ عبارت نہیں ہے۔
۵۔ ب: اعضاں

مطلعِ ثانی

تجھے مبارک ہو شاہ اکبر، یہ تاج و مسند یہ تخت و افسر کہ یہ ہے خورشید، یہ ہے گردوں [illegible]

مطلعِ ثالث

(چمک)
مہِ منور کے گرد اخترہ چمک کر گریں تھے یکسر جو تیرے سرؤ ایدھر ادھر سے نثار کرنے لگے گل زر
وہ شاہِ برحق، شہی کے الیق جہاں کی رونق ولیِ مطلق وہ پاک طلعت وہ صاف طینت دروں مصفا برون مطہر
جنابِ خاقاں ابنِ خاقاں، خدیوِ دوراں، وشاہِ شاہاں سپہر جاہ و ملک سپاہ و فلک غلام وستارہ چاکر
دمِ شجاعت، گہِ سخاوت بوقتِ شوکت، بگاہِ حشمت عطائے حاتم وِ غائے رستم فرِ سلیماں وسوبرِ لشکر
سدا یہاں کا اس آستاں کا ترے سخن کا ترے بیاں کا فلک ملازم سپہر خادم، زباں مطیع و جہاں مسخر
وہ قصرِ دولت، رکھے یہ زینت وہ کاخِ شوکت رکھے یہ رفعت دمِ رسائی سے مرغِ عرشی شکستہ بال وبریدہ شہپر
یہ تیرے ایواں کو چرخ لکھے یہ اوس کو شمسی شمس کہوے کہ ہم زمیں ہیں تو عرشِ اعلیٰ، کہ ہم ہیں ذرہ، تو ذرہ پرور
تری مدد سے تدر و تیہو تری کمک سے غزال آہو بسوے بازو بروے شاہیں و گرگِ ضیغم پہ حملہ آور
تنِ حسوداں سے باغ وبستاں تمام واں ہے چمن کا ساماں نسیم افغاں، کلی سوپیکاں، جراحتیں گل سناں صنوبر
درونِ حاسد دلِ معاند عدو کے مژگاں حسود کی جاں گہے خراب و گہے کباب و گہے پر آب و گہے پہ آذر
وہ آبِ تیغ وشرار پیکاں، سمِ سمند وہوائے جولاں برونِ میداں بحکمِ یزداں پکار آکر، کریں ہیں یکسر
اساسِ باغی عدو کا خرمن، تنِ مخالف، غبارِ دشمن نثارِ سیل و نیازِ آتش سپردِ خاک و دوچارِ صرصر
وہ دست اور دل ہیں دونوں یکساں کہ اسمیں احساں ہے اسمیں عرفاں : کہ ہاتھ نیساں ہے دل ہے عماں یہ دُرفشاں وہ تمام گوہر
وہ جود دیکھ اور زرفشانی وہ عدل دیکھ اور جہاں ستانی گدا فریدوں، فقیر قاروں خفیف کسریٰ خجل سکندر
ترے محامد ترے خصائل ترے مناقب ترے فضائل جو وہم کاتب ہو صفحہ گردوں شتر ہو مرقم نہ ہوں محرر
جو تیرا ممنوں یہ مدح خواں ہے نظیر اوسکا کوئی کہاں ہے وہ افتخارِ سخن وراں ہے اسے سمجھتے ہیں نکتہ پرور
صلہ کے لائق وہ بلکہ الیق پر اوسکو زرکی ہوس نہ مطلق ترے کرم کی ہے خواہش الحق کہ چاہیں عزت ہیں اہلِ جوہر
نقط نہ ہے لاف نہ ہے دعوا جو مدح تیری کری وہ انشا ذرا جو منصف ہیں نکتہ پیرا، وہ سن کے کہتے ہیں یہ مکرر
اگرچہ ہوتے حریر و سحباں، اگرچہ ہوتے ظہیر و سلماں تو پیشِ مداحِ شاہ دوراں وہ رکھتے نہ کر کتاب و دفتر
سخن ہے ختم اب دعا ہے واجب کہ حق سے سایل ہوں اور طالب محب ہوں مسرور و شاد و خرم عدو ہوں مقہور وخوار و مضطر[1]

۲۸۔ قصیدہ در قدومِ میمنت لزومِ مرشد زادہ آفاق مرزا جہانگیر بہادر از الہ اباد شاہجہاں آباد

بہر نسق ہے شاہِ بہاراں سے اذنِ عام لے شاخِ گل سے دستِ صبا چوبِ اہتمام
کھنچ جائیں یوں صفوفِ بہارانِ[2] بوستاں نک دوش سے نہ دوش ہلے گام سے نہ گام
صف سبزہ پیادہ روش پر کرے درست دستے سوار گل کے چمن میں بانتظام
خوش قامتانِ سرو قداں کو ہو دوستو گردن کشانِ تیرہ بکف کی طرح قیام
تاکید یہ بھی کارکنانِ چمن پہ ہے اجزائے کارخانہ کو لینا کہیں نہ تھام
ہو رنگِ گل سے شاخ کے، توسن نگاربند غنچوں سے اور درست کریں لعل گوں مشام

۱۔ آ: یہ قصیدہ مرزا اکبر شاہ کے قصیدے کے بعد ہے۔
۲۔ آ، ب = جوانان

ہر برگِ سبز زین زمرد طراز ہو　　گوہر نگار تار سے شبنم کی ہو لجام
کرکے بدن پہ چست قبہائے رنگ رنگ　　اثمار ہوں سوار بصد نازو و احتشام
بالائے برگ برگ ہو زیرِ ورق ورق　　یوں رحلتیں ہوں اطلس و مخمل کی سبز فام
یاں تک سحر ہو چار چمن پر فروغ ریز　　مرأت جیسے نور سے لے آب و تابِ دام
اندام صحنِ باغ پہ یوں چار آئینہ　　سج کر دکھاوے رونق و زیبائی تمام
یوں ہو رسالہ ایک زرہ پوش نہر پر　　امواج میں ہو سایۂ اشجار کو مقام
ہتیار سج کے تازہ جوانانِ نونہال　　شان و شکوہ سے ہوں صف آراستہ تمام
یاقوت کی ہو شانہ گلبن پہ گل سپر　　ہو تیغ برگِ سبز کا فیروزہ گوں نیام
ڈالی جھکی ہوئی ہو کماں دوشِ نخل پر　　ترکش کمر میں، شاخ و رگ و ریشہ ہوں سہام
کر دے دبیر نشوونما کارسازِ باغ　　اسبابِ احتشام کو دیں جلد انصرام
غنچہ کی ہر عماری یاقوتِ ناب پر　　پرتو سے موتیا کے کریں موتیوں کا کام
ہو عکسِ سبزہ و گل و لالہ سے رنگ رنگ　　یکسر جبینِ فیلِ سحابِ سبک خرام
ناقہ سوار ابر سے موج نسیم ہو　　تارِ شعاعِ مہر سے زرتار ہو زمام
باجا بھی فوجِ گل کے ہے اب روبرو ضرور　　کہدے نقیبِ فاختہ و قمری و حمام
نرگس کی نے بنے تو زمرد تراش کر　　عبہر کے تاشہ میں نہ لگے غیرِ سیم خام
طاؤس کے گلے سے صدا کرنا کی ہو　　لیں جھانج کا، طیور کے پر جھاڑنے سے کام
ہے دوشِ نخلِ لالہ و طرفہ نشاں کہ ہو　　شعلہ[1] سرِ سنانِ زبر جد پہ لالہ فام
القصہ[2] جب یہ ٹھاٹھ سواری کا پاچکا　　حکمِ شہِ بہار سے ترتیب و انتظام
آرائشِ سپاہ چمن کے نظارہ کو　　خودرو گلوں کا جوش تھا جوں جمع ہوں عوام
ممتوں کے کیجیے مطلعِ رنگیں سے تک قیاس　　کیسی چمن میں سیر تھی کتنی تھی دھوم دھام

مطلع ثانی

نہرے ہر ایک سرو ہے، پانوں کو تھام تھام　　ہے جوشِ گل سے بہر تماشہ یہ اژ
اہلِ تزک کی طرحِ نسیمِ سحر کبھی　　پھرتی ہر ایک کو تھی جھکاتی پئے سلام
میں دیکھ کر یہ خالقِ حب ونوای صنع　　دل میں یہی کہوں تھا کہ اے خالقِ انام
تیار کس لیے ہے یہ ساماں؛ شکوہ کا　　آمادہ کیوں ہوا ہے یہ اسبابِ احتشام
ناگہ مرغِ زمزمہ پردازِ بوستاں　　بولے بہم مثالِ فصیحانِ خوش کلام
آتا ہے وہ سوار کہ جس کی جناب کا　　اقبال خانہ زاد ہے اور بخت ہے غلام
شہزادۂ زمانہ جہانگیر میرزا　　وہ آب و رنگِ گلشنِ اعزاز و احترام
میں نے بھی سن یہ مژدہ لیا راہِ شوق پر　　کارِ قدم جبین سے، پانوں کا سر سے کام
صرفِ نظارہ شوق نے یاں تک غرض کیا　　ان چشم سے ہر ایک بُن موتی نگاہ دام
ناگہ وہ برقِ جلوۂ دشمن گداز دیکھ　　مطلع پڑھا یہ میں نے کہ اے آسماں مقام

۱۔ یہ شعر سرِ سنان زبرجد پہ لعل خام' معنوی اعتبار سے موزوں نہیں۔
۲۔ لندن: زائد شعر

مطلع ثالث

اعدا ہوں تیرے کوکبِ اقبال سے تمام — طالع ہو جب مکمل تو طالع ہوں [illegible]
گر نورِ جبہ سے تری کسبِ ضیاء کرے — ظل، مثل آفتاب کے ہو مشرقِ ظلام
تو صورتِ نسیم ہے عالم ہے جوں چمن — آنے سے تیرے غنچۂ خاطر کو ابتسام
جوں ہو، زمیں شگفتہ قدوم بہار سے — تیرے قدم سے خلق کو ہے، تربیت تمام
پایہ ترا بلند ہو سایہ میں شاہ کے — یہ پایہ ہو مخلد و سایہ وہ مستدام
اوس سایۂ الٰہ کے ممنوں حضور میں — ہو مدح خواں، ارادتِ دل کا ہے یہ پیام

مطلع رابع

اللہ اکبر آپکا یہ کبریا سے نام — عینیت اوس کو اسم الٰہی کے ساتھ تام
ہے مرتبہ پہ اپنے مسمی کہ وہ دلیل — دیکھ اوس حروفِ اسم کا ترتیب و انتظام
اول کے مد سے ہے پیدا علیؓ کا اسم — ایزاد جفر سے وہ ولی کا ہے اختتام
تاجِ کمالِ ثانی و فرقِ بقا کا زیب — یعنی کہ اوس کمال و بقا میں ہے انضمام
پایاں اوس اسم پاک کا ہے منتہاے امر — روے رضا و آخرِ کلا و ولیِ مرام
ایما میں تابہ چند، یہ نکتہ طرازیاں — کہتا ہوں صاف میں شہِ اکبر کا ہے یہ نام
یاں تک بہشتِ شرع ہے اوس سے کہ بادِ صبح — دیتی ہے توڑ گل کو زبس ہے قبیلِ جام
جاری بجائے آب، ہو خوں لعلِ ناب کا — ہیبت سے اوس کی کوہ کے گھل جائیں گر مشام
گر اوس کا حفظ حامیِ حالِ ضعیف ہو — مقدور کیا کہ لیوے ستمگر ستم کا نام
صیاد لے کے، دشنہ جو پہنچے تو بس وہیں — ناخن نیزہ کا پیکرِ نخچیر پہ ہو دام
آتش فروز فتنہ ہو ظالم ضعیف پر — ہے عہدِ معدلت میں یہ اوس کے خیالِ خام
گر برگِ خس پہ شعلہ، تندیِ کیں کرے[1] بلند — بجز جانے خار نیزہ اوٹھا، بہرِ انتقام
معجونِ گل کو اوس کا طبیبِ بہارِ عدل — بہرِ علاج بلبلِ رنجور دے قوام
اوس عدلِ جانفزا سے بنے قوتِ بہرِ روح — پہنچے جعد[3] کی عنبر نکہت جو تا مشام
گر اس کا حکم ہو پئے تبدیلِ خاصیت — شاید کہ بوے گل سے کریں چارہ زکام
گر اوس نسیمِ خلق سے یکدم ہو تربیت — شادابی و سموم میں باہم ہو التزام
سرکش کو دے، جو حکم تو سیلِ ضعیف مٹے — موسیٰ براے شعلہ بنے جبلِ اعتصام
کوتاہ یہاں ہے دستِ تصرف زمانے کا — شوکت یہ ہے ہمیشہ و اقبالِ بالدوام
موجود تاکہ شخص ہے سایہ کو ہے وجود — تو سایۂ خدا ہے، بقا ہے تجھے مدام
بت کو جگہ نہ طاقِ دلِ برہمن میں ہے — بنیادِ کفر کو یہ دیا تو نے انہدام
کنعان اتقا کا وہ یوسف ہے تو اگر — دنیا ہے پر فریب زلیخا بنے نیام
نوٹ آستین ہی میں رہے دستِ خیرگی — دامن پہ تیرے چاہے اگر چاکِ اتہام
تو اوج بخشِ خاک نشیں ہو تو سایہ کو — ہو چشمِ آفتاب میں جوں مردمک مقام
کھینچے کمک جو حفظ ترا، جانِ قیس سے — ہو فوجِ ناز و غمزۂ لیلیٰ کو انہزام
شیرازہ بندیاں تری تدبیر کی اگر — دیویں بہم دو ضد کے لیے حکمِ التیام

۱۔ لندن= "کریں" لیکن "کرے" درست ہے۔
۲۔ آ= انتظام
۳ ل = جعل

ہو تارِ موجِ صرصر و سوزن سے خار کے | اوراقِ منتشر کو ہر ایک گل کے انتظام
ہودج میں جب وہ آنے تو ہو فیل کوہِ نور | انصاف سے تو دیکھ سپہر سیاہ فام
خورشید تیرا یا یہ زیادہ منیر ہے | وہ شام سے نہفتہ ہو، روشن ہے اس سے شام
بلبے وہ رخش، وصف اگر اوس کے کیجیے | لازم لب و زبان کو ہو سرعتِ کلام
کیا جلدیاں بیان ہوں اوس کی، بنایئے | آہن سے اوس کی نعل کے گر خنجر و حسام
میدانِ کلہ زار میں تحریکِ دست رِبن | دیکھے عدو کا سینہ و سر چھوڑ کے نیام
بلبے چھلاوہ دھیان جو باندھے تو اوس کی شکل | آئینۂ ضمیر میں پاوے نہ ارتسام
سرپٹ اگر وہ جانے تو چھوڑ اوس کی ہمری | تھک کر کرے ہے راہ میں، سایہ کہیں مقام
جسطرح دوبدو ہوں دو آہو بوقتِ جنگ | ظِل اپنے سے ملے دمِ رجعت وہ تیزگام
اوس کی ثنا نہ حدِ زباں ہے نہ تابِ نطق | ممنوں دعاے شاہ پہ کر مختصر کلام
آباد امہات میں تا صرفِ پرورش | اس مہد میں ہے تا سرِ موالید کو مقام
اوس کے کنارِ لطف میں اوس کا خلف رہے | یارب بحقِ آلِ نبیِ سیدِ انام

۲۹۔ ایضاً[1] قصیدہ در مدح حضرت جہاں پناہ محمد اکبر شاہ بہادر

واژوں نصیب سیر نہ ہوں رہ کر آب میں | خالی حباب کا ہے، سدا ساغر آب میں
ماتم زدہ ازل کے کسی رنگ خوش نہ ہوں | کب ہو سفید، جامۂ نیلوفر آب میں
اہلِ کمال کی نہیں ہرگز وطن میں قدر | کرتا نہیں بہار کبھو عنبر آب میں
اہلِ فریب سے نہیں بہبود کی طمع | کشتی رواں نہ گاہ ہو موجِ سراب میں
پہلوتے صاف طبع میں ظالم ہوں خود خراب | یعنی کر زنگ جانے پکڑ خنجر آب میں
گردش سے ربط صاحبِ تمکیں رکھے ہے باز | کشتی کو تھام، دے مدد لنگر، آب میں
ہستی کی گر اساس ہو ویراں تو خوب ہے | دیکھا جو غور کرکے جہانِ خراب میں
اس موجِ خیز میں نہیں رنگِ ثباتِ عیش | دم کے لیے حباب ہے مینا گر آب میں
اس بحر میں لکھی غزلِ عاشقانہ زور | ہے نقشہ سازِ خامۂ افسوں گر آب میں

غزل

ہووے جو قطرہ ریز یہ چشم تر آب میں | پیدا ہوں پھر بجانے گہر، اخگر آب میں
جاری ہیں موجِ اشک میں دن رات لختِ دل | آتش دموں کا دیکھ، رواں لشکر آب میں
پیکر گدازیِ تپِ الفت سے مثلِ شمع | ہم تا گلو ہوں آب میں ہم تا سر آب میں
بس اے تلاطم رہو تر کہ کشمکش | رکھتا ہے خار ساں یہ تنِ لاغر آب میں
یاں سیلِ اشک میں تنِ خاکی رہے ہے غرق | برپا بنانے خام ہے یہ کیوں کر آب میں
مطلع پڑھوں ہوں اور میں ایک شستہ و رواں | سن کر جسے ہو گوہرِ صافی تر آب میں

---

[1] ب میں یہ قصیدہ بعد میں ہے۔

مطلع ثالث

یک صبح گر نہانے وہ مہ پیکر آب میں ‏ گرداب کا صفا سے ہو ساغر آب میں
دیکھے کسی کے روئے عرق ناک کی جھلک ‏ ہے عکس آفتاب سدا مضطر آب میں
جوہر نہیں ہیں آئنہ میں تیرے روبرو ‏ تر حسن خوش خطاں کا ہے یہ دفتر آب میں
آلودہ مے سے اوس لب شیریں کو غور کر ‏ کسطرح بے گداز رہے شکر آب میں
موج صفائے چین جبین دیکھ کر تری ‏ پوشیدہ، آئنہ کا ہوا جوہر آب میں
دیکھی ہے کس کی صبح بنا گوش کی صفا ‏ خجلت سے ہو رہا ہے گہر، گوہر آب میں
کیا موج حادثات میں رنگین کلام ہو ‏ تصویر کب بنا سکے صورت گر آب میں
تس پر بھی فیض مدح خدیو زمانہ سے ‏ باندھے ہے نقش کلک ثنا گستر آب میں
یعنے محمد اکبر اعظم کہ جسکا لطف ‏ رکھتا ہے تازہ، غنچہ صفت، اخگر آب میں
شامل ہے اوس کی ذات میں یوں نیکی صفات ‏ گوہر میں جیسے آب ہو اور گوہر آب میں
صیت حمایت اوس کا سما سے ہے تا سمک ‏ ماہی کے پر، نہنگ کو ہیں خنجر آب میں
کتنا ہے اوس کا حفظ کہ مانند ماہیاں ‏ جھڑتا نہیں ہے تیر کا ہر گز، پر، آب میں
آڑے وہ عدل آنے تو اک شیشۂ حباب ‏ توڑے نہ لطمہ پائے دو صد صرصر آب میں
کشتی تک آنے کو رہ طوفان جو روک دے ‏ ہر ایک موج ہو سد اسکندر آب میں
جس جاکہ وہ سحاب سخا قطرہ ریز ہو ‏ بہتا پھرے پہبھر بھی جون معنبر آب میں
اللہ رے فیض باد بہار کرم کہ ہو ‏ گل اوس کے عہد میں، جو رکھے مجمر آب میں
کیا عام اوس زمانۂ رنگین میں ہے بہار ‏ ہوتا ہے سبز رکھیے اگر نشتر[1] آب میں
گر اوس کے ابر فیض سے کسب بہا کرے ‏ پیدا ہو موتیوں کے عوض اختر[3] آب میں
مطلع اب ایک حضور میں پڑھتا ہوں دیکھنا ‏ غواص پھیری طبع ہوئے کیونکر آب میں

مطلع رابع

دھویا ہے اس نے نہی کا یہ دفتر آب میں ‏ ہے صحو بدلے سکر کے، پنہاں شراب میں
شاید ہر ایک مردم آبی کو بھی خیال ‏ تحریر مدح کا ہے تری اکثر آب میں
دریا میں اوس کو کثرت امواج مت سمجھ ‏ تیری کتاب فضل کا ہے مسطر آب میں
منظور قتل تیرے عدو کا ہے بحر کو ‏ کھینچے پھرے ہے موج جو یوں جدھر آب میں
خنجر پہ تیرے خون عدو کے ہیں یوں نشان ‏ جس رنگ سے کہ ہوئیں گل احمر آب میں
آتش زن محیط ہے ازبس یہ تاب قہر ‏ کیا ہے عجب کرے جو سمندر، گھر، آب میں
ہوں غرق سیل فتنہ نہ کیوں خصم سخت جاں ‏ بالطبع بیٹھ جائے سدا پتھر آب میں
گر تیری برق تیغ کا پڑ جائے پر توا ‏ مرجاں کا نخل، جل کے ہو خاکستر آب میں
یہ تیغ موج لجۂ اعجاز ہے مگر ‏ دکھلائے خون خصم سے نت آذر آب میں

۱۔ ب: وہ جناب اکبر عادل

۳۔ لندن: "اخگر" لیکن "اختر" موزوں ہے۔

بلبے سبک روی ترے توسن کی جوں حباب — سم ڈوبتا نہیں ہے چلے وہ گر آب میں
وہ آتشیں خصال کہ اوس کا اگر عرق — ٹہرے لبِ صدف پہ کہیں گر کر، آب میں
آتش ہو بحر، بوتۂ اکسیر گر صدف — سیماب کا سا قطرہ اوڑے گوہر آب میں
ممنوں دعا پہ ختم کر اب اس قصیدہ کو — تا کے۔ بمقامِ طبعِ سخن پرور آب میں
گرداب کو ہے صورتِ پیمانہ جب تلک — اور موج کو مشابہتِ خنجر آب میں
احباب کو ہو جامِ مسرت سے سرخوشی — تیغِ بلا کے ڈوبے عدو، تا سر آب میں

۳۰۔ قصیدہ در تہنیتِ جلوسِ مانوس حضرت جہاں پناہ مرزا محمد اکبر شاہ بہادر

سحر کہ سلسلہ جنبانِ ولولہ تھی نسیم — ملا کے یاسمن و گل کی موج، موجِ شمیم
عجیب یاسمین و گلِ کہ جسکی نکہت کا — کبھی گزار ہو، گر سوے شعلہ زارِ جحیم
تو پیشِ رخنۂ دیوارِ دوزخ آ کے مشام — رکھے ہیں گلشنِ جنت کے ساکنان و مقیم
زہے شمیم کہ بالِ قلم ہو رشتۂ گل — جو ایک شمۂ وصف اوس کا کیجیے ترقیم
برنگِ غنچہ گرہ، دل کی بازکرتی تھی — براے نکہتِ گل تھا خواصِ خلقِ کریم
زہے وہ نکہتِ جان بخش لطف سے جسکے — افاضہ روحِ نباتی کا اس قدر ہے عمیم
کہ اہتزازِ تروتازگی و نکہت میں — شبیہِ دستۂ نسریں ہو مشتِ عظمِ رمیم
بسانِ حجلۂ معشوقۂ گلستان پوش — مہک رہی تھی فضاے جہاں علی التعمیم
مرا بھی کھینچ، گریباں صباے دلکش نے — کہا کہ کلبۂ احزاں کا چھوڑ ربطِ قدیم
غرض شتاب مجھے لے چلی سبک روی — کبھی صبا کو، قدم کو، کبھی میرے تقدیم
سوال مج کو، صبا سے کہ اے چمن پیما — خطاب مجھ سے صبا کو، کہ اے ذہین و فہیم
نسیمِ روح فزا ہے یہ کس گلستاں کی — روانِ تازہ ہے ہمرہ کہاں کی ہے یہ شمیم
بہم کہیں[1] تھے، مگر آج دستِ رضواں نے — دیے ہیں کھول ادھر سب درِ ریاضِ نعیم
غرض اوٹھانے ہوئے دامن و شتاب زدہ — صبا و بندہ روان، وزان کہ ایک حریم
ہوئی پدید کہ دیوار سر بلند اوس کی — رکھے بزیرِ قدم تھی کلاہِ عرشِ عظیم
زہے علو کہ دو صد قرن طے کرے گر راہ — نہ پہنچے پایۂ اول پہ اوس کی فکرِ حکیم
چمن چمن نفحاتِ رواں فزا اوس کی — نکل کے مردہ دلوں پر کرے تھی جاں تقسیم
زہے حریم کہ در اوس کا روے خلق پہ باز — مثالِ دستِ کرم وقتِ بخششِ زر و سیم
مری ارادتِ دل بھی کہے تھی واں پہنچوں — کہ رہنمائیِ طالع نے یوں کیا تفہیم
کہ تج کو اذن ہے جا اس میں پر بصد آداب — کہ تج کو حکم ہے دیکھ اسکو پر، بہ صد تکریم
بہ شکلِ مہر ہوا میں جبیں براے سجود — بہ طورِ چرخ قدِ خم بنا پئے تسلیم
جو اوس حریم میں پہنچا تو دیکھتا ہوں کیا — رسومِ جشن ہیں[2] اور شاہِ واجب التعظیم

۱۔ ب۔ تھیں
۲۔ لندن: "ہے" لیکن "ہیں" درست ہے۔

عدو کے، اوس کی یہ حالت ہے چرخ کے آگے
کہ جوں لجوج طمع پیشگان، بہ پیش لئیم

نہیں شباب سے آخر، وہ تیر قہر بھی کم
کیا یہ فرض کہ دشمن ہے مثل دیو رجیم

بہ تیغ ہاتھ سے دے منصفی بہ وقت نبرد
تن عدو کو برابر ہی کر رکھے ہے دو تمیم

لکھیں حروف موصل جو وصف برش میں
جدا جدا ہوں سر صفحہ پہ دم ترقیم

ثنا محال ہے تمنوں دعا ضرور ہے اب
کہ در، قبول کا، کھولے ہے کردگار کریم

حضور بادشہان فلک مکاں جب تک
ملازمان کا زمیں پہ جھکے سر تسلیم

ہمیشہ پایہ اورنگ سلطنت کے حضور
جبین چرخ پہ واجب ہو سجدۂ تعظیم

۳۱۔ قصیدہ در مدح حضرت جہاں پناہ مرزا محمد اکبر شاہ[1،2]

شب کہ تھی بازمری چشم تماشا تصویر
یک بیک کچھ در و دیوار ہوئے نور پزیر

حبذا نور کہ اک سیم فروغ اوس کے سے
شب دیجور ہو چشمک زن صد صبح منیر

واہ رے نور جو اوس کا ہدف رشک بنے
سینۂ مہر پہ ہر خط شعاعی ہو تیر

اے خوشا نور کہ آتا جو نظر موسیٰ کو
مشعل طور کی جوں دود سمجھتا تنویر

میں یہ کہتا تھا مگر برق تجلی چمکی
یہ جو لمعہ سی درخشاں تھی کروں کیا تقریر

لیک حیرت کہ الٰہی یہ تجلی کیوں ہے
نہ یہ کہ طور، نہ میں حضرت موسیٰ کا نظیر

پھر یہ سمجھا کہ مگر مل کے سب اجرام نجوم
خطۂ خاک[3] پہ گردوں سے ہیں گرم شبگیر

تھی نگہ محو تحیر کہ اوٹھانے برقع
آگیا سامنے ایک غیرت خورشید منیر

زلف شب گوں رخ تاباں پہ جو لہراتی تھی
دیکھ، حیرت نے دیا یوں مجھے اذن تقریر

کوچۂ موجۂ سرچشمۂ حیواں میں کبھو
سیر مہتاب بھی کی اے خضر صبح ضمیر

دونوں زلفیں وہ دلآویز کہ جنکی ہر سطر
خامۂ قدرت صانع نے عجب کی تسطیر

عرصۂ بین سطور اوس کے، میں اک مصحف نور
کہ مرا شاہد دعویٰ ہے وہ رخسار منیر

زور موباف طلا کار وہ سبحان اللہ
جعد مشکیں کے ہر اک بال سے پیوند پزیر

برق اک ایک رگ ابرسیہ سے دی باندھ
تجھ کو شاباش ہے مشاطۂ جادو تدبیر

مانگ کا موے معنبر میں وہ سیمابی خط
کیا ہی ٹوٹا تھا ستارہ سا میان شب قیر

وہ جبیں آئنہ و خال نہ اوس پر کہ ہوا
مردم دیدۂ ارباب نظر، عکس پزیر

ہمسری اوس کی بھووں کی مہ نو نے کی تھی
اب تک انگشت نما ہے کہ ہوا یہ تشہیر

وصف میں اون کے پڑھوں مطلع عالی ایسا
نہ رہے شعر ہلالی کے لیے قدر شعیر

۱۔ آب: میں یہ قصیدہ پہلے ہے۔
۲۔ ب: "لندن" ہے
۳۔ لندن: "سے مگر" پہ "زیادہ مناسب ہے۔ غالبا سہو کاتب

ابروئے کج نے کیا ملک دلوں کا تسخیر — راست ہے "ملک اوسی کا ہے، کہ جس کی شمشیر"
بلبے اعجاز کہ دو مصرعۂ ابرو میں نقط — سب اشارات میں استاد ہے کی درج [illegible]
رندی اس چشم کی دیکھو تو ذرا کعبہ میں — زیرِ محراب دو بیٹھالے گئے۔ ہیں تکبیر
تھیں تو بیمار وہ آنکھیں پہ عیاذاً باللہ — پار گینڈے سے نکالیں تھیں نگہ کا ہر تیر
جان اوس سنبل و نرگس سے بچانا مشکل — کہ ادھر علم پہ بند اور ادھر اذن "بگیر"
پاس اوس چشم کے تھی سایۂ مژگاں نے لکھی — سورۂ صاد کی باریک قلم سے تفسیر
چار سو تھا صفِ مژگاں کا تصور گھیرے — مرغِ دل زور قفس میں تھا گرفتار و اسیر
کیا بنا گوشِ صفا خیز میں آویزۂ لعل — خوں مرا صبحِ قیامت کا ہوا دامن گیر
اللہ اللہ نزاکت کہ دمِ نیم نگاہ — رنگ اوس کے گلِ رخسار کا ہوتا تغییر
اوج، بینی کا رخِ گرم پہ نک دیکھ کبھو — تھی اٹھی موجۂ سرِ چشمۂ خورشید اثیر
کچھ عجب آبِ بقا ہونٹ کہ اون سے لبِ خضر — فایدہ کچھ بھی اوٹھاتے تو نہ ہوتا وہ پیر
وہ لبِ لعل کہ دو مصرعۂ رنگیں کہیے — طرفہ شنجرف سے یاقوت رقم لے تحریر
دیکھ دندانِ سفید اوس دہنِ لعلیں میں — متحیر تھی مری چشمِ تماشا تا دیر
کیونکہ نسریں کی اوگیں غنچۂ گل میں کلیاں — باغبانِ چمنِ حسن نے کیا، کی تدبیر
زلفیں جھک آئیں تھیں اور اوس میں زنخداں جیسے — شب میں نارنج کی قندیل دکھاتی تنویر
کارواں کیا چہِ یوسف کے ہوا گرد بگرد — دلِ عشاق سے غبغب پہ تھی ایک[1] جمِ غفیر
اوس کے رخسار و گلو کو یہ[2] فلک پر طعنے — دو بہ بھی خورشید کبھی لائے تری صبحِ منیر
منتخب گردنِ سیمیں کی سرا سر وہ بیاض — ہے خطِ جدولِ زر اوس میں طلائی زنجیر
رنگِ گل، بوئے سمن، نورِ سحر، آبِ گہر — کرکے حل اوس کے بردوش کی کھینچی تصویر
بلبے ساعد کی صفائی کہ بنائے یک دست — آبِ بلور میں کافور سحر کرکے خمیر
دلِ وحشی[3] پہ نہ موقوف کہ ان ہاتھوں سے — نام کو صید نہ چھوٹا ہے کہ جب سو، اسیر
طایرِ رنگِ حنا تک بھی ہوا رشتہ بپا — مت سمجھ دستِ حنائی میں وہ سیمیں تحریر
دست افشارِ ترنج اوس کے وہ پستان لیکن — لے جو پرویزِ ہوس چھیڑ تو دیکھے تعذیر
مل کے دو غنچوں میں سب رنگِ چمن بالیدہ — ہاتھ گل چینِ تمنا کا پڑا ان پہ نہ دلیر
خوابِ مخمل کا بندھا رختِ سفر کاشاں کو — نہ ہوئی بزمِ شکم دیکھ کے سختیِ حریر
ناف مت کہہ کہ سمن زارِ شکم میں آکر — رشک سے غنچے ہوئے صبحِ صباحت تخمیر
بڑھ کے نک یاں سے ہے خلوت کدۂ حسن عجب — جیکے در تک گزرِ وہم ہے دشوار و عسیر[4]
خون ہوتا ہے یہاں ہر حرکت پر ناداں — دیکھ اے ولولۂ شوق نہ ہونا تو، دلیر
واہ رے ساق کہ اوس طرلہ ستون پر یعنی — کشورِ حسن کی برپا ہے تمامی تعمیر
نور کے آئنہ میں دستۂ بلور لگا — ساق اور کاسۂ زانو کی یہ سوجھی ہے نظیر
کہتے ہیں باندھ لیا وواہیں حنا کو شاید — پہنچی اوس پاؤں تلک یہ ہی ہوئی تھی تقصیر

١- بہ غبغب تھی یک جمع کثیر

٢- لندن: پر

٣- آ: نہ تو

٤- لندن: عبیر غالباً سہو کاتب

وہ قد اور سروِ جو، اوستاد نے موزون کیجے
ایک دو مصرعۂ دل کش نہ طویل و نہ قصیر

جھومتی آئی مئے ناز سے بالیں پہ مری
کچھ جھکیں شرم سے آنکھیں پہ نگاہیں تھی شریر

دیکھتے ہی نہ رہا دل میں کچھ اسبابِ شکیب
نقدِ طاقت سے تہی سینہ کہ جون دستِ فقیر

نفسِ چند تو حیرت مجھے روکے سی رہی
شوق نے دی ہے ولے رخصتِ حرف و تقریر

یوں خطاب اوس سے کیا میں نے کہ اے لعبتِ نور
طرفۂ نقشِ قلم صنعِ خداوندِ قدیر

گو نگہہ تو ہے ترے بادۂ دیدار سے مست
گوش بھی راہِ تکلم سے کباب ساغر گیر

کیا تیرا نامِ دل افروز. کدھر کا ہے قصد
اے کہ خوبی میں ہے معدوم تراشبیہ و نظیر

سن کے جب اوس نے کیے باز دو گلبرگ سے ہونٹ
میں یہ سمجھا کہ ہے اک بلبلِ اعجاز صفیر

غنچۂ لب سے گل افشاں وہ لگی یوں ہونے
کہ[1] سن، اے بلبلِ گلزارِ بہارِ تقریر

کہتے[2] ہیں شاہدِ معنے نہ ہو مجھ سے یعنی
صاحبِ فطرتِ پاکیزہ سوا فیض پزیر

برق چمکے. میری برجستگیِ مضموں سے
شعلۂ گرم بیانی میرے رخ کی تنویر

مصرعۂ مشک رقم، میل مرے کاجل کی
غازہ افشاں مرے رخسار پہ رنگیں تقریر

طبعِ عالیِ سخنور قدِ موزوں میرا
راستی فکرتِ شاعر کی، نگہ کا اک تیر

بافتہ جعدِ گھنگھاوٹ سے رکھوں لفظوں کی
زلفِ پیچیدہ مری پیچ نہ پیچِ تسطیر

زورِ ترصیعِ صنایع سے مرصع زیور
ہے عبارت کی نزاکت مری پوشاک حریر

یہ مرا لطفِ ادا، پر نہ ادا فہم کوئی
نہ نظر باز کوئی. یہ مری صورتِ تصویر

اسی اندیشے میں تحلیل مرے حسن کو تھی
جلوۂ فکرِ سخنور میں نہ ہوجاؤں پیر

اتفاقاً جو کہیں خضرِ خرد آنکلا
اوس نے ارشاد کیا "یوں نہ رہا کر دل گیر"

اس زمانے میں ادا فہم و شناساے جمال
کوئی[3] دیکھا نہ بجز. خسروِ مرآت ضمیر

زینتِ افسر و اورنگِ شہی اکبر شاہ
صاحبِ تاج و نگیں مالکِ دیہیم و سریر

آج،[4] اوس کے گلِ خنداں کی ہے شادی کی رسوم
کہ جو ہے رنگ دہِ گلشنِ عز و توقیر

نونہالانِ چمن شاہ وہ شہزادہ سلیم
لطف[6] سلطان کا اوسے تازہ رکھے ابرِ مطیر

تہنیت[5] میرا لقب اور میں ادھر جاتی ہوں
تو بھی چل ساتھ مرے تاہوں بہم فیض پزیر

سن کے یہہ مژدہ کھلا صورتِ گلبن، میں تمام
اس خبر میں تھی مگر بادِ صبا کی تاثیر

میں بھی ساتھ اوس کے چلا دل میں لیے شوق و سرور
جا حضور اوس کے میں[7] یہ شعر پڑھا بے تاخیر

کہ مبارک ہو شہا تجھکو قرانِ السعدین
ماہِ روشن سے ہوئی وصلتِ خورشیدِ منیر

بن[8] ترے نام کے ہر مدح ہے باطل کہ نماز
نہیں[9] ممکن کہ ادا کوئی کرے بے تکبیر

ایک مطلع وہ پڑھوں سن. جسے احسنت کہیں
طفل سے تابجواں اور جواں سے تا پیر

---

١ - ب: آج وہ دن ہے کہ جوں غنچہ کھلا ہر دلگیر
٢ - س: یہ گیارہ اشعار نہیں ہیں۔
٣ - لندن: "کہ نہ عالی نظری میں ہے کوئی اس کا نظیر" لیکن زیادہ مناسب آصفیہ والا مصرعہ ہے۔
٤ - ب: یعنی اس نو گل
٥ - آ: تہنیت خوانی کی خاطر میں ب: تہنیت نام مرا۔
٦ - آ: رکھے اون دونوں کو عالم میں خداوند قدیر ب: کہ جو ہے مالک دیہیم و خداوند سریر۔
٧ - آ ب: یہ عرض کیا بے تاثیر
٨ - آ: بے۔
٩ - آ: کوئی کرتا ہے ادا آج تلک بے تکبیر

مطالع غالب

درفشاں جود کا تیرے ہو اگر ابرِ مطیر | آبِ گوہر میں ہو طوفانِ زدہ کشتیِ [illegible]

دے تیرا لطف اگر خاک نشینوں کو عروج | سایہ ہو [illegible] ملکِ [illegible] خورشید [illegible]

شمس الافلاک ترے شمسہ ایواں کو لکھے | تو ہے خورشید ہی، میں ذرۂ ناچیز حقیر

ساتویں پشت ہے گزری فلکِ اول کو | خانہ زادی سے ترے در کی، مباہات [illegible]

کیسہ سیارہ کہ ہر ایک فلک رکھتا ہے | مہر جبہہ پہ غلامی کی، بہ حکمِ تقدیر

تجھ پہ یاں تک ہیں کھلے راز کہ محفل میں تیری | خوابِ مخمل کی بھی شاید کہ بیاں ہو تعبیر

تربیت تیری جو دکھلانے بہارِ اعجاز | ثمرِ غنچہ و گل لائے نہالِ تصویر

بیشہ حفظ و عدالت میں تری چشمِ سباع | ہے[1] نہ ممکن کہ ذرا سرخ ہو سوئے نخچیر

پوست آہو کا ملے کیونکہ بقدرِ تعویز | اپنے تپ کے لیے یوں گرگ سے پوچھے ہے شیر

بسکہ یہ چرخِ جفا پیشہ ہے مسکیں آزار | مستعد اور ترا عدل برائے تعزیر

پنجہ زور سے تیرے جو شکنجہ میں کھنچے | چرخ و انجم ہو کہ جوں دانہ در جوفِ انجیر

گر تری بادِ غضب بحر سے ہو گردانگیز | موجۂ[2] آب ہو جوں موجِ خطِ نقشِ حصیر

تاللہ تاللہ دشمن ہوں اگر تیرے جمع | تو لکھے حرفِ غضب اور جو، اے کشور گیر

ان کے سب طائرِ جاں جیسے کبوتر کا ساتھ | اڑتے ہیں جان کے سیٹی، ترے خامہ کی صریر

ترے اوصافِ حفاظت جو بہم یاروں میں | اتفاقاً کسی تقریب سے ہوویں تقریر

برش و قطع یہ معدوم ہو پھر مجلس میں | ہو گریبان و گلو شمع سے ربطِ گل گیر

اللہ اللہ نسیمِ چمنِ خلق تری | سوئے آتش کدہ چل کر جو دکھاوے تاثیر

رشکِ برگِ گلِ رنگیں[3] ہو آتش پارہ | بلبلِ باغ کی منقار بنے آتش گیر

لوحش اللہ ترا رخش کہ جسکے ہیں لقب | فکرِ جولان و کمان، سرعتِ اندیشہ مسیر

تازیانہ کی صدا آئے جہاں کانوں میں | اوس کی[4] اس شہر میں کاغذ پہ نہ ٹھہرے تصویر

اوس کی شوخی کے یہ مضمون ہیں طپاں کاغذ پر | اپنی صورت پہ نہیں حرف ہیں رہتے جاگیر

لافِ ہم پانی کیا نقشِ قدم سے اوس کے | یک شبِ ماہ سے سرزد جو ہوئی یہ تقصیر

سو یہ اوس ناخنہ چشمِ فلک سے ہر دم | میخِ نعل اوس کی کہے ہے، کہ یہ ہے ناخن گیر

نغمہ مدح سے ممنوں کر آہنگِ دعا | منتظر بابِ اجابت پہ ہے کب سے تاثیر

قرصِ خورشید کو جب تک ہے سپر سے تشبیہ | صیقلِ تیغ سے جب تک کہ مہِ نو ہے نظیر

سپرِ[5] حفظِ الٰہی ترے احباب کو ہو | تیرے بدخواہ کی گردن ہو بزیرِ شمشیر

۱۔ آ: تھی یہ۔

۲۔ لندن: "موج" لیکن موجہ زیادہ مناسب ہے، غالباً سہو کاتب

۳۔ ب: جوہر آتش

۴۔ ب: چرخ کو جب تلک او رنگ سے کہتے ہیں شبیہ | جب تلک تاج کا شہ جور کو لکھتے ہیں نظیر
تاج کو نسبت سحر سے ہو ترے زینت و زیں | پاؤں سے تیرے رہے رونق و تزئینِ سریر

۵۔ ب: یہ شعر نہیں ہے۔

۳۲۔ قصیدہ در مدح امیر جامع الامارت والفضیلت

تو نے کیا سبک گراں تا کرانِ علم ہر چند بے کنار ہے بحرِ روانِ علم
سلطاں اگرچہ علم تو سلطاں نشانِ علم عالم کو شان علم سے، پر تجھ سے شانِ علم
عقدہ کشائے علم بنانِ بیاں ترے عقدہ کشائے مشکلِ عالم بنانِ علم
سینہ ترا کہ آئینۂ باصفا ہے ایک عکس الگن اس میں چہرۂ رازِ نہانِ علم
رنگینیٔ بیاں سے تری غازہ و حنا لیتے ہیں بہرِ دست و رخِ شاہدانِ علم
مشاطگی کرے جو ترا دستِ تربیت ہو جہل کو جمال پہ نازش، بسانِ علم
لفظوں سے تیرے سلکِ لآلی ہیں گوندھتے بہرِ گلو و گوش، قمر طلعتانِ علم
ہر سطر تیری خامۂ مشکیں رقم کی ہے پشتِ ورق پہ کاکلِ عنبر نشانِ علم
اے روشنیِ چشمِ معانی! نویدِ کحل وہ کلک میل و مہرہ ہے سرمہ دانِ علم
پاکیزہ حرف ہر سخنِ باصفا ترا ہے درّتاج خسروِ گیتی ستانِ علم
جوہر فروشِ عقل، لآلیِ آبدار لے نطق سے تری پئے زیبِ دکانِ علم
لفظِ جمیل تیرا وہ یوسف ہے، بے بہا دے لعل کے عوض میں نہ بازارِ کانِ علم
جب طبعِ تیز تیشہ زنِ فکر ہو تری کیا کیا نکالتے ہیں گہر ہائے کانِ علم
تیری ہوائے تربیتِ فیض، گر چلے ہوویں شرارِ جہل گلِ ارغوانِ علم
وہ دم مگر نسیمِ جنانِ کمال ہے کیا کیا کھلا ہے یاسمن و ضیمرانِ علم
گرد اوس کے مرغِ روحِ حکیماں ہے جوں تدرو وہ کلکِ خوش خرام ہے سروِ روانِ علم
آوازِ عندلیب سے کچھ کم نہیں صریر خامہ ترا ہے بلبلِ خوش داستانِ علم
تیری نسیمِ فیض نے پھر عام کی بہار عالم میں ہو چکی تھی وگرنہ خزانِ علم
شاید کہ مثلِ طفلِ ہجا خواں رکے زباں تو عقلِ کل سے جب کہ کرے امتحانِ علم
حرفِ شکستہ سب ہیں کہ اس نحو سے کہیے نطقِ بدیع کار نے تیرے بیانِ علم
کبرا تھا عقلِ اول و صغراد کا بہت فکرت تیری نتیجہ کہ ہے کہنہ دانِ علم
تصدیقِ منطقی کو تصور تھا یہ مجھے گویا کہ تن ہے علم ترا، دم روانِ علم
کیوں کر نہ پھر حکیم خلا کو کہے محال پُر ہے شکوہِ فضل سے تیرے جہانِ علم
شکلِ عقیم سے جو نتیجہ ہو ممتنع پھر فہمِ مدعی سے رہا کیا گمانِ علم
کر آئیں ہیں ریاضِ ریاضی کی سیر خوب وہ بھی ترا ہے یک چمنِ بوستانِ علم
بولا زمینِ دور کو دکھا تیری یہ فلک ذرے چمک رہے ہیں یہ، وہ اخترانِ علم
شب ہندسی عقل سے تھی رنج کو گزند جو کہتا تھا میں پڑیا نہیں آسمانِ علم
کھینچے ہیں شکل ہائے مجسطی تو کھیل میں اطفال تیرے در پہ جو ہوں حرف خوانِ علم
دیکھا ہے صفحہ صفحۂ نسخہ دفترِ سپہر وہ ہیں ترے تمہیں ورقِ داستانِ علم
پہنچے فضائے صفحہ پہ معانی کی فوج فوج خامہ ترا اٹھائے ہے جس دم نشانِ علم
جو شہسوارِ عرصۂ معنی ہیں نکتہ تاز چھٹ جائے اون سے سامنے تیرے عنانِ علم
مشائی کا خیال نہ پہنچے رکاب تک لے جب عنانِ توسنِ سرعت نشانِ علم
بخشا ہے تو نے کوکبِ اشراقیاں میں نور اے تیری طبعِ نیّرِ پرتو نشانِ علم

۱۔ مطلب یہ قصیدہ نہیں ہے۔
۲۔ آ، ت، ی
۳۔ لندن: عکس اس میں۔ لیکن عکس الگن موزوں ہے۔
۴۔ آ۔ انتیس اشعار زائد

لاتی بھرے ہے مدح للآلی عکس صفت — [illegible]

تجھ سے جدا نہ علم، نہ تو علم سے جدا — پیدا ہوا ہے [illegible]

نور و ضیا میں ایک ہیں، جان و جسم ہیں — تو جانِ علم و علم [illegible] جہانِ علم

ہے کیا طلسم نادرِ طبع اسقدر — اور [illegible] عرفانِ علم

احیا کیا ہے تو نے کمالاتِ مردہ کو — کہنا تجھے بجا ہے مسیح الزمانِ علم

فکرِ دستِ کلک ترا مومیائی دے — ہو جائے گر شکستگیِ استخوانِ علم

گو ازدہامِ جہل میں پاؤں تھے لڑکھڑانے — لی تھام، تیرے دستِ مدد نے عنانِ علم

کہتا تھا میں کہ عرصۂ بے دانشی میں تو — چاروں طرف سے جمع ہیں غارت گرانِ علم

جنسِ علوم کیونکہ بچے گی! کہ عقل یوں — بولی جنابِ حامیِ دوراں زمانِ علم

اوس کے حصارِ سینہ میں محفوظ حادثات — وہ دادرس ہے اور یہ دارالامانِ علم

تاراج ہو چکی تھی متاعِ کمال سب — ہوتی نہ اوس کی طبع اگر پاسبانِ علم

دارا ی و ریسمانِ سیاست برائے جہل — دیتا ہے نال و خامہ کو وہ قہرمانِ علم

ضحاکِ جہل صرفِ دمار آوری پہ تھا — اوس کا قلم ہوا علمِ کاویانِ علم

ہر معرکہ میں فتح نہ کیوں دیوے اوس کو دست — جب وہ زبان و خامہ ہو سیف و سنانِ علم

کیا جان جہل کی، کہ اودھر رو، وہ کر سکے — ہے تیغ، طبعِ تیز پہ تیری فسانِ علم

ہوتی نہ راستی ترے فکرِ رسا کی گر — بے تیر[1] وہ گئی تھی جہاں میں کمانِ علم

اللہ رے زورِ رستمِ فکرِ قوی ترا — کرتا ہے ایک آن میں حل ہفت خوانِ علم

جوں آفتاب مطلعِ روشن پڑھے ہے اور — تیرے حضور میں یہ ترا مدح خوانِ علم

مطلعِ ثانی

اے مہرِ اوجِ فضل و مہِ آسمانِ علم — نورِ ضمیر سے ترے روشن جہانِ علم

صد چاہِ تیرہ اس شبِ تاریک جہل میں — ہیں رو بروے ہر قدمِ رہروانِ علم

پر کیا خطر کہ شمعِ ہدایت لیے ہوئے — خامہ ترا ہے پیشروِ کاروانِ علم

کیا جودتِ ذکائے طبیعت ہے حبذا — کہنا اوسے درست ہے برقِ جہانِ علم

کیونکر نہ بحرِ حکمت و اسرار طے کرے — کشتیِ عقل پر ہے تری بادبانِ علم

ہے گوشِ استفادہ صدف وار ہر گہر — تیرا بیان سحابِ لآلی فشانِ علم

خامہ ترا ہے موجِ محیطِ حکم بحر — سیراب نیم رشحہ ہوئے تشنگانِ علم

مشتاقِ نیم جرعہ ترے جامِ فیض سے — وہ اہلِ ظرف جو کہ ہیں دریا کشانِ علم

دیکھے ہے تیری طبع سے کشتیِ عقلِ کل — وہ ناتوانِ علم ہے، یہ پہلوانِ علم

وہ شاہبازِ فکر کرے صعوہ ساں شکار — جو کنگرِ سپہر پہ ہو آشیانِ علم

اے مالکِ رکابِ حکم تیرے سامنے — رہتے ہیں سر جھکائے بلند افسرانِ علم

مارا ہے سکہ ملکِ معانی میں تو نے آج — رائج ہے تیرے نام سے نقدِ روانِ علم

تو عرش مرتبت ہے، کمالات میں ترے — زیرِ قدم ہے کرسیِ ہفت آسمانِ علم

ہو آستانہ بوس ترا رکھ کے زیرِ پا — کرسیِ نہ سپہر، قزل ارسلانِ علم

پابوس و دست بوس، ادب سے ترا کرے — ہم آستینِ دانش و ہم آستانِ علم

۱۔ لندن۔ "تیرہ" مگر "تیر" درست ہے۔

ہو سنگ، لعل، پرورشِ آفتاب سے — کامل ہوں تربیت سے ترے ناقصانِ علم

عالم کا سر ترے خطِ فرماں پہ جوں قلم — ہم بندگانِ علم ہے ہم حکمرانِ علم

ممنوں کی کیا زباں کہ تری مدح کر سکے — اے وہ کہ تیری مدح سرا خود زبانِ علم

ایسا ہوا نہ عہدِ فلاطوں سے آج تک — کہتا تھا کل خرد سے یہ تاریخ دانِ علم

کیا حدِ خامہ جو کہ لکھے تیری شرحِ فضل — کیا تابِ نطق جو ہو ترا ترجمانِ علم

میں اور تری مدح، پہ کرتا یہی ہوں عرض — اے رمزِ فہم دانش و اے نکتہ دانِ علم

دانم ہمیں قدر کہ تو در علم کاملی — ہر چند بندہ نیستم از کاملانِ علم

کرتا دعا پہ ختم ہوں اب اس قصیدہ کو — تاپست قدرِ جہل ہے عالی ہے شانِ علم

ہو حاسدانِ جہل نشاں تیرے زیرِ خاک — در پہ ترے رہے سرنامِ آورانِ علم

در تہنیتِ جلوس میمنت مانوس حضرت عرش آرام گاہ، مرزا محمد اکبر شاہ

سحر گہ کہ دل بال افشاں ہوا
کبھی دم میں طے وسعتِ امکاں ہوا

گیا چھوڑ یہ نقطۂ آب و خاک
کہ تھا نقطۂ خشک و تر سے وہ پاک

نظر آئی وہ قسمتِ دل کشا
کہ کہتے ہیں جسکو فضائے ہوا

یہ پرواز یک دم پیا پے کیا
فضائے عناصر کو سب طے کیا

ہوا خاطرِ بستہ کو انبساط
عجب اہتزاز و نہایت نشاط

کچھ اک ہر طرف پرفشانی رہی
طرب سے بہت نغمہ خوانی رہی

وہاں سے بھی آگے ہوا بال زن
دکھائی دیا ایک رنگیں چمن

چمن استعارت ہے آتش سے یاں
سمن دل آتش اسے بوستاں

ہر اک شعلہ مانند شمشاد و سرو
دل اس پہ ہوا نغمہ خواں جوں تذرو

وہ سمجھا اسے لالہ زارِ خلیل
کہ آتش تھی ہم رنگِ نارِ خلیل

بنا شعلۂ عشق سے ہو، جو گل
وہ آتش کو سمجھے خنک مثلِ گل

غرض زمزمہ خواں ہو، اک دو نفس
کہا شوق نے یہ چل آگے کو بس

ہوئی تھی تک اک جنبشِ بال و پر
زجاجی بس اک قصر آیا نظر

عجب قصرِ دلکش بلند و رفیع
بدیع و شگرف و وضیع و وسیع

سمن دوش و بر شاہدِ نقرہ فام
وہاں جلوہ پرداز تھا ماہِ تمام

لیے ہاتھ میں افسرِ نور تھا
وہ افسر، کہ اک گوہرِ نور تھا

وہ قصرِ زجاجی کہ مراتِ صاف
بساطِ فروغِ قمر نقرہ باف

مناسب نہ دیکھا وہاں بے درنگ
کہ وقفہ ہے سالک کی ہمت کو ننگ

گیا طرفۃ العین میں بس گزر
کہ عینک سے جسطرح نورِ نظر

وہ مشتاقِ نظارہ و محوِ سیر
دوئیم کاخ پہ جب کہ پہنچا بخیر

وہاں ایک دبیرِ منور ضمیر
کہ ہم روی و ہم رائی رکھتا منیر

پیے فکر، زانوئے اندیشہ پر
سخن گو کی مانند رکھتا تھا سر

یہ دیکھا غرض متصل دم بدم
مضامین عشرت کرے ہے رقم

وہاں سے ہے گزرا نہایت بہک
گراں ہو سخن کو جو کھٹکا ہو لک

طرب پیشہ، رقاصہ خوش خرام
لقب لولیٔ چرخ اور زہرہ نام

بفرطِ خوشی نغمہ پرداز تھی
غزل سنج اور زمزمہ ساز تھی

صدا یہ زتحریر، یا موجِ نور
وہ آواز کم اسکی برقِ شعور

جو مضمون نغمہ کا سمجھا بغور
بجز تہنیت تھا نہ اس میں کچھ اور

اگرچہ وہ عالم بہت تھا پسند
پہ ہمت تھی، مصروفِ عزمِ بلند

وہیں چھوڑ وہ منزلِ سحر تک
کیا منظرِ چار میں میں گزار

شعاعیں ہر اک سو چمکنے لگیں
یکایک یہ آنکھیں جھپکنے لگیں

۱۔ ب۔ یہ دوسرے نمبر پر ہے۔

۲۔ ب۔ کرم

ذرا چشم حیرت کو دیکھا جو مل / یہ دیکھا بحکمِ حقِ عزوجل
کہ خورشید یک چتر گوہر نگار / کھچے ہے وہاں صورتِ چتر دار
بڑھی اور ہمت پئے ارتفاع / پڑی شیشۂ پنجمیں پر شعاع
وہاں اک جواں سرخ مو، سرخ پوش / پلوا مثلِ ترکاں کیے زیب دوش
نگہ کی ادہر، دل کو ہاتھوں سے تھام / یہ سمجھا، اسی کا ہے مریخ نام
ذبس یوں ہی طیران تھا متصل / گیا خانقاہِ ششم میں یہ دل
وہاں ایک پاکیزہ خو، پاک زاد / نکو خو، نکو رو و نیکو نہاد
جبیں مثلِ سیمائے اربابِ دیں / منور بہت تھی بہ نورِ یقیں
جو نام اس کا پوچھا، سنا مشتری / بہت اسکی مشہور نیک اختری
اسے مثلِ عُبّاد تھی یہ دعا / کہ اللہ! شہ کا ہو طولِ بقا
وہ صرفِ دعا، میں بھی آمیں بہ لب / غرض وِرد و تسبیح میں اسکی سب
چلا چھوڑ کر جب ششم خانقاہ / پڑی قصرِ ہفتم پہ ناگہ نگاہ
وہاں اک علم طرفہ آیا نظر / کہ منصوب تھا بامِ کیوان پر
تہِ سایہ اس کے کھڑے صف بصف / مَلک تہنیت خواں بہم ہر طرف
اسے دیکھ کہتا تھا میں مستمند / علم کسکی دولت کا ہے یہ بلند
وہاں اک مَلک جس کو کہیے[1] سروش / لگا مجھ سے کہنے کہ اے تنگ ہوش
جہاں سربسر بزمِ شادی ہے آج / ہر اک سو خوشی کی منادی ہے آج
طرازندۂ لوحِ اقبال و بخت / فرازندۂ قدر و دیہیم و تخت
سریرِ شہی پر ہوا جلوہ ساز / کیا تخت نے اپنے بختوں پہ ناز
مگر سیر کرتا تو آیا نہ[2] اب / کہ حاضر ہوئے اپنے عہدوں پہ سب
یہ رتبہ ہے شاہی کا اسکی بلند / کہ جانے علم کی یہاں آن پسند
سزاوار اس تخت و افسر کا ہے / کہ مظہر وہ اللہ اکبر کا ہے
پدید اس جبیں سے ہے نیک اختری / عیاں شان سے شوکتِ اکبری
وہ ہے نوگلِ بوستانِ ثمر / وہ ہے مشعلِ دودمانِ قمر
باسم و بجاہ و بقدر و شکوہ / کہ اکبر ہے وہ شاہِ دانش پژوہ
سنا جب یہ نامِ سعادت قریں / کہ ہے فخرِ دانائی و داد و دیں
اٹھا جان و دل میں نشاط و سرور / پڑھے بیت یہ جاکے اس کے حضور
مبارک تجھے اے شہِ نیک بخت / یہ خطبہ، یہ سکہ، یہ افسر، یہ تخت
ترے سایۂ عاطفت میں جو آئے / تو کچھ بھی نہ ظلِ ہما اسکو بھائے
شہا تجھ کو کہتے ہیں ظلِ خدا / ترا ظل ہے بہتر کہ ظلِ ہما
ترا کون ثانی ہے اے شاہِ نیک / خدا ایک ہے اسکا سایہ ہے ایک
ترے گلشنِ خلق کی گر نسیم / چلے جانبِ شعلہ زارِ جحیم
گل و لالہ آتش ہو، بے قال و قیل / وہیں صورتِ بوستانِ خلیل
تری فوج و لشکر کے جو ہیں جواں / اگرچہ نہ نقاش ہیں وہ یہاں
سناں سے قلم لے کے، بہ وقتِ کار / کریں جسمِ اعدا پہ نقش نگار
تری حفظ ہو کارفرما اگر / نہ دشمن کو دشمن سے پہنچے ضرر

۱۔ بہ نہ کہنے جسکو
۲۔ بہ نہ نہ آیا تو اب

رہے برق سے صحبتِ سبزہ [illegible]   کہ [illegible]
جو تو ناتواں کا ہو، حامیِ کار   سناں لے کے [illegible]
کرم سے ذرہ بخش ہووے جو تو   رہے راست آتش [illegible]
ترے عہد میں شرع رائج یہ ہے   عوض سکر کے، [illegible]
کفِ جود کا کون تیرے نظیر   نہ دوں اسکو تشبیہِ ابرِ مطیر
کہ گریاں ہے وہ دے کے یک قطرہ آب   ہنسے دے کے تو بدرہ زرناب
نہ اس عہد میں ہے کسی کو خطر   مگر چاک ہے سینہ کانِ زر
یہ ہنگامہ اب تیری ہمت کا ہے   ہوا نامہ جودِ حاتم کا طے
کوئی قطعہ مخمل کا مانگے اگر   اسے ملکِ کاشاں ملے سر بسر
بروبحر اس جود سے بہرہ ور   کسی کو ثمر دے، کسی کو گہر
کہاں ہے یہ ممنونؔ کی نطق و زباں   کہ شمہ ثنا کا ہو تیری بیاں
یہی عرض کرتا ہے وہ بار بار   کہ اے مظہرِ ذاتِ پروردگار
ترے در کا میں بھی ہوں ادنیٰ[1] غلام   غلاموں کے دفتر میں میرا ہو نام
نہیں حاجتِ عرض ممنونؔ خموش   کہ دریائے ہمت کو آیا ہے جوش
فلک کو ہے جب تک کہ شکلِ سریر   مشابہ ہے افسر سے مہرِ منیر
بحقِ محمدؐ شہِ دو سرا   تجھے تخت و افسر مبارک شہا

در تہنیتِ شادی کتخدائی مرشدزادہ آفاق مرزا جہانگیر عفرہ اللہ تعالی

چل اب مثلِ مشاطہ، بادِ صبا   عروسِ چمن کو سجا زینت فزا
ذرا سایۂ گل سے کر شانہ دام   پٹے طرۂ سنبلِ مشک فام
کچھ ایک خوردۂ گل کو پھیلا یہاں   جبیں، صحنِ بستاں کی، کر زر فشاں
خدِ گل کو غازہ سے رنگین کر   رخِ لالہ پر، عنبریں خال دھر
نہ رکھ چشم نرگس کی، بے سرمہ یاں   اٹھا غنچۂ لالہ سے سرمہ داں
نہ دے گوشِ گل کو تو بے زیوری   ہر اک برگ پر کر یہ صنعت گری
نگیں دار شبنم کو دے کر ثبات   مرصع بنا سرخ مینائے پات
یہ کچھ عکسِ سوسن سے دکھلا ہنر   لبِ غنچۂ گل، مسی زیب کر
گریبانِ گلبن میں باآب و تاب   لگا غنچہ سے تکمۂ لعلِ ناب
پئے گردنِ شاخ اور طرفہ کار   بنا جلد، شبنم سے موتی کے ہار
ہر اک نخلِ گل پوش کر، سر بسر   بنا گل کی ہیکل پئے[1] ہر شجر
قدِ نارون کو کر اب حلہ پوش   کہ جوں خوش قداں ہووے جلوہ فروش
پئے پائے سرو، لبِ آبِ جو   بھنور سے بنا جلد خلخال تو
بنا ٹھیک پوشاکِ رنگینِ باغ   عروسانہ کرکے یہ تزئینِ باغ
پئے تہنیت آ، سوئے بادشاہ   کہ ہے آج اسکے خلف کا بیاہ
وہ مرزا جہانگیر، دلبندِ شاہ   کہ نائب ہے، خورشید کا مثلِ ماہ
وہ نوشاہ بن کر ہوا ہے سوار   مری طرح اس پہ ہو تو بھی نثار

ا۔ ب: وہ

وہ پوشاک گل رنگ، گلگوں بدن　　چمن پر تماشا کھلا ہے، چمن
وہ تابندہ چہرہ وہ دستارِ زر　　کہ خورشید نکلا ہے، خورشید پر
وہ سرپیچ رخشندہ جوں مشتری　　جبیں سے فروزاں نکو اختری
وہ جیغہ وہ سرپیچ جوہر نگار　　عدو کو یہ اختر ہے دنبالہ دار
عجب خوشۂ گوہرِ تاب دار　　کہ ہے طرفِ دستار سے تا عذار
کہ پہلوے خورشید میں آج تک　　کسی نے بھی پرویں کی دیکھی چمک
وہ تا ساق سہرا کہ جیسیں گہر　　مگر تار شبنم کے شمشاد پر
نہ تار[لہ] سنہری ٹھہرے نظر　　خطوطِ شعاعی میں خورشید پر
زمرد کا کنٹھا گلے میں عیاں　　لگے ہیں صنوبر میں انگور یاں
بیاضِ گلو اور سلکِ گہر　　طلوعِ ثریا بوقتِ سحر
نہ الماس کے تکمہ کا ہے ظہور　　گرہ ہو رہا ہے تجلی کا نور
وہ بازو پہ کیا نورتن جلوہ گر　　کئی رنگ کے پھول ایک شاخ پر
کمر بند میں تکمۂ لعلِ ناب　　شفق رنگ نصف النہار، آفتاب
وہ قد نخلِ باغِ ارم ہے مگر　　ہوا جو جواہر سے یوں بارور
تہِ ران عجب رخشِ زیور میں غرق　　بہنگامِ شوخی درخشندہ برق
بصورت پری اور آتش خصال　　خدا کا ظہورِ جمال و جلال
سراپا ہے جوں باغ، جلوہ فروش　　کفل خرمنِ گل ہیں، زنبق وہ گوش
دُم، بال کا جب ہو کاکل فشاں　　ہوا کے ہو دامن میں سنبل فشاں
جو زنگار سے زور پھولا ہے باغ　　کفل نے کیا باغ کو داغ داغ
مگر تھے وہ صناعِ اعجاز فن　　کہ یکسر ہوا میں لگایا چمن
وہ رشکِ چمن، اس پہ ہے یوں سوار　　کہ جوں بوے گل اور بادِ بہار
رواں تخت آگے گل، آرائشی　　گل و لالہ ان پر وہ فرمائشی
گلِ کاغذی، گل سے خوش رنگ تر　　مگر باغِ رضواں کے لختِ جگر
ہر اک شاخ کو ربط یوں گل کے ساتھ　　کہ گل رو، رکھیں زیرِ رخسار، ہاتھ
سبھی سرو کیا کیا قد آراستہ　　مثالِ عروسانِ نو خواستہ
ہوا سے لچک کر جو ہوتی وہ خم　　یہ مضمون کرتی ادا دم بدم
تواضع زگردن فرازان نکوست　　گدا گر تواضع کند خوے اوست
گلِ آتشیں کی ہر اک سو بہار　　زمیں تا بادجِ ہوا، لالہ زار
انار ایک فوارۂ نور ہے　　ہر اک گل، جگر پارۂ نور ہے
مسلسل گل افشاں ہوئی پھلجھڑی　　مگر لعلِ شب تاب کی ہے لڑی
ہوائی ہوئی چرخ پر جلوہ گر　　زمرد کے تختہ پہ جوں خطِ زر
زمیں دے رہی ہے: فلک کا جواب　　ستارے ستارے ہوا ہے شہاب
زنگی وہ چادر میں صد گونہ گل　　بنفشہ کہیں اور کہیں لالہ گل
منقش یہ صفحہ ہوا کا تمام　　کیا لاجورد اور قرمز کا کام
چمن و آرائش کی رنگیں نمود　　گلِ آتشیں لالہ سنبل وہ دود
جواہر جھڑے مور سے، نے شرر　　مرصع ہوئے نسرِ طائر کے پر
عجب آتشیں نیل کا زور و شور　　تجلی کے ہنگام جنبش میں طور
زہے دیو آتش کا رنگ شکوہ　　دمیدہ گل و لالہ بالاے کوہ

لہ لندن = زر تار۔ تصحیح قیاسی۔

عجب برج پر، روشنی کی جھلک — کہ شرمندہ [illegible]
چراغ اور محراب کج آشکار — اگر [illegible] ابھرے [illegible]
بندھی روشنی کی عجب تتلیاں — چراغ ان کے ہر طاقچے میں [illegible]
تماشا فروغ، عجب نور تاب — کہ ایک ایک معدن میں تھا آفتاب
تہِ جالی کہ بہرِ تماشائیاں — جو جھانکا تو جھلکے رخِ مہوشاں
رواں پنجۂ روشنی پیش پیش — فلک ان پہ پروانہ ساں رقص کیش
ہر اک پنجہ، جوں پنجۂ آفتاب — غلط بلکہ خورشید کا پنجہ تاب
وہ کہتے ہیں، دیکھیں جو حق کا ظہور — یہ اللہ لکھا ہے، لے کلکِ نور
وہ نوشاہ اور روشنی کا وفور — کہ جوں دل پہ عارف کے ہو جوشِ نور
شہنشاہِ عارف یہ ہے اس کا دل — نہو جوششِ نور کیوں متصل
زہے شاہِ اکبر زہے باشکوہ — سخاوت میں دریا ہے، تمکیں میں کوہ
بطلعت قمر ہے، برفعت فلک — بصورت بشر ہے بسیرت ملک
اگر حکم دے وہ عدالت پناہ — رفوے کتاں کیجیے، بے تارِ ماہ
زہے اس کے ایوان زینت کی شاں — کہ نسرین گردوں کا یاں آشیاں
ترے عہد میں اے پناہِ جہاں — یہ شکلِ تاسف ہوئی گم یہاں
نہ لے جائے انگشت کو ایک بار — دہن تک کوئی طفلکِ شیر خوار
اگر کفر کا تو ہو بنیادکن — رکھے بت نہ طاقِ دلِ برہمن
شہا وصف تیرے ہیں دریا بھلا — کوئی طے اسے کر سکے تا بجا
تری مدح، ممکن کی طاقت کہاں — مگر عرض کرتا ہوں میں کچھ یہاں
خدا نے کیا تجھ کو جوہر شناس — یہ کرتا ہوں میں اس لیے التماس
نہ نازاں ہوں میں جوہرِ شعر پر — مرے اور جوہر بھی ہیں خوب تر
ازاں جملہ ایک یہ کہ جوں شاعراں — صلہ کے لیے میں نہیں مدح خواں
زر و گوہر کو سمجھوں ہوں سنگ و خزف — اگر یہ ملے تو نہ چنداں شرف
مگر ہے نگاہِ کرم کی ہوس — یہی مجھ کو درکار ہے اور بس
تری ہر نگہ میں اک اعزاز ہے — یہ ہو جائے تو موجبِ ناز ہے
دعا پر میں کرتا ہوں ختم کلام — دعا تیری واجب ہے ہر صبح و شام
فلک پر رہے زہرہ تا نغمہ گر — رہے دائرہ تا بکفِ ماہ پر
مرتب رہے بزم شادی سدا — طرب کا مہیا ہو ساز و نوا

در تہنیتِ شادی کتخدائی مرشد زادہ آفاق مرزا بابر بہادر مدظلہ العالی

دلوں میں یہ ہے کس کی شادی کا چاؤ — کہ ہے شاہدانِ چمن کا بناؤ
رکھ آئینۂ آب کو روبرو — سنورتا ہے سرو، لبِ آبِ جو
سرِ زلفِ ہر شاخِ سنبل کو موڑ — دیا دوشِ اشجارِ گلشن پہ چھوڑ
نہ کہہ کب برائے رخِ گل ہے زلف — دو سو سایۂ بالِ بلبل ہے زلف
بلیے شانہ پنجہ ہے شمشاد کا — کہ گل جھڑ ہو، موے بنفشہ کی وا
عجب سنبلستانِ عنبر نشاں — رواں جدولِ آب، وہ درمیاں
دروںِ سیہ موے پر پیچ و تاب — نکالی ہے کیا مانگ جوں سیم ناب

رگِ برگِ سوسن کا رنگ اس نمط
کہ ہے چشمِ نرگس میں سرمہ کا خط

حنا بند ہیں گل کی ڈالی کے ہاتھ
کہ ہم دست ہوتا ہے خوباں کے ساتھ

ہر اک سو عجب ہی خوش انداز یاں
حلے سازیاں ، محلہ پرداز یاں

مگر گوندھنے، موتیوں کے ہیں، ہار
کہ شبنم لآلی و مشقب ہیں خار

دلوں میں ہے رعنا، گلوں کے امنگ
کہ رنگین ہیں پیراہن ان کے دو رنگ

معطر ہو تا جامہء بوستاں
کھنچے باز، ہر غنچہ نے عطر داں

میں اس باغ میں دیکھ کر یہ بہار
کہوں تھا، یہ دل میں کہ پروردگار

گلوں کے ہیں کیوں جلوۂ دلفریب
چمن زار کو کیوں عروسانہ زیب

کہ مرغِ چمن یوں ہوئے نغمہ ساز
چمن کو ہے آج اپنے بختوں پہ ناز

کہ آتی ہے اس گل[1] کی رنگین برات
جو ہے زینتِ گلشنِ کائنات

چمن سے چلی بوئے گل اور صبا
کہ اس رشکِ گلشن پہ ہووے فدا

زِخود رفتگی مجھ کو بھی لے چلی
برات اس کی دیکھوں، ہوس دل میں تھی

نکل باغ سے آ، سرِ راہ پر
جو دیکھا، تو دیکھا یہ کچھ جلوہ گر

کہ آتا ہے یک طرفہ باغِ رواں
جگر خون کنِ بوستانِ جناں

گلِ کاغذی جن سے رنگیں نظر
گلِ[2] و لالہ رویاں سے خوش رنگ تر

ہر اک گل کی خاطر ہے آخر خزاں
بہار ان گلوں کی، ولے جاوداں

وہ مینا کے تخت اور گلِ زرنگار
سپہرِ پُر اختر تھے لائے، اتار

ملایک تھے، شاید کہ آئے ہوئے
خیابانِ جنت اٹھائے ہوئے

وہ گل دیکھیے گر انہیں آنکھ بھر
رگِ گل سے رنگیں ہو، تارِ نظر

ہر اک گل کو جنبش تھی ڈالی کے ساتھ
دمِ رقصِ خوباں حنا بستہ ہاتھ

عجب چشمِ نرگس میں شوخی نہاں
کہ بادِ صبا سے اشارت کناں

کسی گل پہ ڈالی ہوئی، کوئی خم
نہ ابروئے لالہ عذاراں سے کم

وہ گیندے کہ تھے رنگِ خوبی میں فرد
زرِ جعفری ہوگیا، دیکھ زرد

ہر اک سرو کے قامتِ دل پسند
قدِ خوش خراماں سے رتبہ بلند

گر، اس سرو آگے، کرے آکے ناز
عجب کیا کہ ہے، قدِ طوبیٰ دراز

صبا سے لچک گر نہوتی تھی، خم
کہ تھی حالتِ وجد میں دم بدم

یہی وجد تھا، یہ ہی حق بینیاں
کہ سب ایک صانع کی رنگینیاں

وہ تختے چراغوں کے بانور و تاب
کہ یک یک فلک پر ہزار آفتاب

چراغ ان پہ، مہ سے درخشندہ تر
کہ خورشیدِ تاباں کے نورالبصر

کنول سے، چراغوں کے، شعلہ عیاں
اگا، نیلوفر سبز میں گلِ ارغواں

وہ مینائے فانوس، روشن چراغ
دلِ چرخ اور سینۂ ماہ داغ

عجب جوشِ[4] مینائے فانوس تھا
فلک جس کے پرتو سے طاؤس تھا

وہ فانوس میں، شمع بانور و تاب
جھلک روئے خوباں کی زیرِ نقاب

۱۔ لندن: بوئے اور گل
۲۔ آ: گلِ، لالہ رویاں
۳۔ ب: داز
۴۔ ب: خوشِ وہ مینائے

رخِ شمع تھا شب سے تازہ ہوا | [illegible]
رواں پنجۂ روشنی سر بسر | طلبا نجم اٹھا یا [illegible]
بہت قصۂ نور اور ناز گرم | نہ جادو کہ معجز کا بازار گرم
ہر ایک پنج شاخہ منور تمام | کہ دستِ کلیمِ علیہ السلام
بہت روشنی پہ انہیں اپنی ناز | زباں کی تھی سوئے کواکب دراز
ثنا ان کی آتش زباں کو پسند | کہ تھے گرم کیا کیا مخمس کے بند
اٹھائے ہوئے تھے وہ دستِ دعا | کہ ہو اخترِ شاہ روشن سدا
بندھیں ٹٹیاں روشنی کی تمام | چراغ ان میں رنگِ رخِ لالہ فام
برنگِ گلِ سرخ جھلکے چراغ | مگر رخنہ رخنہ تھے دیوارِ باغ
چراغ ان شبکوں سے یوں ربط یاب | کہ حاتم کے گھر میں ہو جوں لعلِ ناب
نہ ٹٹی کہ یک دام تھا دل پسند | ستارے کھنچے حلقہ حلقہ میں بند
سمجھ مت چراغوں کو پرتو فشاں | کہ جالی سے جھلکے رخِ مہوشاں
بندھے برج وہ عرش ساں، جا بجا | زمیں نے دیے چرخ کیا کیا دکھا
ہر اک برج پر روشنی کا عروج | زمیں، آسماں وار ذات البروج
فلک پر تھی دودِ چراغاں کو راہ | لگا لینے کاجل سکورے پہ ماہ
فتیلوں میں صرف، ان کے ہوتا مگر | جو بے پنبۂ ماہ، سو کس قدر
گلِ آتشیں کی کھلی وہ بہار | زمیں تا بادجِ ہوا، لالہ زار
انار آتشیں دیکھ حیراں نظر | کہ زریں لگے سرد میں برگ و بر
ترنجوں کے گل، پارۂ زرتاب | غلط بلکہ لختِ دلِ آفتاب
عروسانہ تھی پھلجھڑی، خوشنما | کہ تھا، سر پہ سونے کا سہرا، بندھا
ستاروں کے وہ گنج چھٹنے لگے | گہر ہائے شب تاب لٹنے لگے
چھٹیں چادریں، گل کھلے رنگ رنگ | فزائے ہوا، لوحِ کلکِ فرنگ
ہوائی کی تھی آسماں پر نمود | کہ خطِ طلائی وِ لوحِ کبود
ہو دم رقص، طاؤس تھے گل فشاں | مگر زیرِ ہر پر، تھا اک بوستاں
نہ کہہ نیل، آتش کے تھے کوہِ نور | تجلی کے ہنگام، جنبش میں طور
یہ کچھ نیلِ جنگی کا ہنگامہ تھا | کہ جلتا عدوے سیہ نامہ تھا
ہوا آتشیں دیو، کیا شعلہ در | کھلا زورِ لالہ سرِ کوہ پر
ہوا دیو جنگی سے روشن یہ آج | کہ سچ، دیو سنتے تھے آتش مزاج
کھلا باغ ایک آتشیں تھا، تمام | کہ باغِ جناں، اس کو بھیجے سلام
یہ کچھ روشنی اور وہ دل بندِ شاہ | ستاروں میں جیسے کہ گھر جائے ماہ
وہ شہزادہ بابر مہِ مہر چہر | سپہرِ شہی کا فروزندہ مہر
جو نوشہ بنا ہو کے آراستہ | فدا جانِ عالم تھی بے خاستہ
وہ تشریفِ زر تار و پیکر کا نور | کہ نورٌ علیٰ نور کا تھا ظہور
وہ دستارِ زر کار و چہرے کی تاب | کہ یک جا نمایاں، مہ و آفتاب
وہ سرپیچ و جیغہ وہ دستارِ زر | گلِ مہر کی برگ نکلی مگر

۱۔ بد یہ مصرعہ نہیں ہے
۲۔ لندن یہ شعر نہیں ہے

دلآویز طرہ، فروزاں گہر ہوا قطرہ نعرہ زلالِ سحر
خجل خوشہ پرویں کا اس کے حضور کہ بالا سے نازل مسلسل تھا نور
خطوطِ شعاعی کے کچھ تار، لا پرونے تھے، پرویں کا سہرا بنا
گلے میں وہ موتی کی لڑیوں کے بل کہ صبح و ثریا تھی دست و بغل
گریباں میں تھا تکمۂ لعل رنگ کیا عرصہ کیا غنچہ و گل پہ تنگ
وہ گل رنگ سینہ، وہ موتی کے ہار چمن میں عجب موتیا کی بہار
کمر بند میں تکمۂ لعل زیب اگا سرو میں لالۂ دل فریب
تہِ راں عجب توسنِ خوش جمال کفل خرمنِ گل ہے، سنبل وہ بال
حِنا بند، لے ساق سے تا کفل مگر کھیت لالہ کا آیا کھدل
کفل سینہ گردن سراسر تھی گل کہ جیبِ صبا میں بھرا باغِ گل
پری شکل توسن وہ زیور میں غرق شعاعی جواہر سے کوندی تھی برق
اشارہ پہ نوشہ کے جولاں گری کہ حکمِ سلیماں میں باد و پری
رواں آگے آگے وہ نوبت نواز ہوئے چرغ پر گوش، عیسیٰ کے باز
مچا شادیوں کا غل، تا فلک گئے بھول، تسبیح خوانی ملک
یہ ہر ایک شبنا سے آتی صدا کہ تجھ کو مبارک یہ شادی شہا
کرے فیض کا تجھ سے، وہ اکتساب کہ نوشہ ہے، مہ اور تو آفتاب
زہے شاہِ اکبر، شہِ دل فروز کہ مہر اس کے آگے ہے یک شمعِ روز
نہ پہنچا کسی دل کو اس سے خراش مگر سینہ معدن کا ہے پاش پاش
حمایت جو اس کی ہو مانوسِ شمع بنے بادِ صرصر سے فانوسِ شمع
ستم گر، ترے عہد میں ہے خراب کہ ہے سحر کھجانے کی ان کو نہ تاب
اگر ناخنِ شیر ہیں برقرار تو ہیں کھینچتے، پائے آہو کے خار
جو اس حفظ سے جمعِ اضداد ہو تو دشمن نہ دشمن سے برباد ہو
برنگِ عرق اور رخِ دل ربا رخِ مہر پر ہوئے شبنم کی جا
جو اس گلشنِ خلق کی ہو صبا کہیں دامنِ بحر پر، عطر سا
عجب کیا کہ جوں شیشہ ہائے گلاب کفِ بحر پر ہوں معطر حباب
ترقی دہِ باغ وہ ہو، اگر صدف میں ہو غنچہ کے شبنم گہر
درستی کا اس کی ہے بندوبست رہے ہے نہ زلفِ بتاں تک شکست
ترے وصف کس طرح لکھے قلم نہ گز سے ہو پیمودہ دامانِ یم
ثنا تیری ممکن سے کب ہو بیاں کہ ہے ناطقہ لال و الکن زباں
دعا پر سخن، اب کیا مختصر دعا تیری واجب ہے، شام و سحر
رہے ساز، تا دستِ ناہید میں شباہت ہے تا جام و خورشید میں
تری بزم میں عام ہو روز و شب مئے عیش اور نغمہ ہائے طرب

مثنوی در تہنیت جلوس میمنت مانوس حضرت عرش آرام گاہ مرزا محمد اکبر شاہ

تماشا آج کی تھی صبح پر نور[1] جبینِ مہوشاں، یا عارضِ حور
تعالی اللہ عجب صبحِ پر انوار تجلی، ایک اس کی آئنہ دار

۱۔ لندن۔ نوروز

دل ابرار ، جان انوار اندوز [illegible]
عجب لطف و صباحت ، طرفہ تنویر   سرقشہ آئینہ [illegible]
رواں یک جوئے آب ، دُرِ شبہوار   یہاں دھویا ، [illegible] تاباں [illegible]
سحر ، روشن گرِ افلاک تا خاک   سحر ، انوار بخشِ ہر دلِ پاک
سحر ، یا چشمۂ فیضِ الٰہی   سحر یا بحرِ نورِ بے تناہی
سحر ، یا صاف صافِ آبِ بلور   کیا تھا بحر نے چادرِ نور
سحر ، یا مطلعِ نورِ تجلی   فروغِ مشعلِ طورِ تجلی
سحر ، یا روشنیِ سینۂ حور   سحر ، یا پرتوِ آئینۂ نور
سحر ، یا یاسمن زارِ فصاحت   سحر ، یا نورِ رخسارِ صباحت
سحر ، یا انجمن افروزِ بستاں   سحر ، یا زمزمہ آموزِ مستاں
صدائے وا شدن ، گل کی دلاویز   بہم مرغانِ گلشن زمزمہ ریز
مسجع گو تدرو نازک آنداز[1]   قوالی سنج مرغِ[2] داستاں ساز
صدا نورِ بکہ یک سو ، نور افشاں   کہیں شکر نشانِ طوطیِ خوش الحاں
طرب سے تھی طبیعت سب کی مانوس   خراماں کبک تھا ، رقصندہ طاؤس
ترانہ سنج تھا ہر طائرِ کاخ   یکایک سم پہ بل جاتا ، سرِ شاخ
کھڑکتا ، برگ برگِ ہر شجر تھا   کہ دستک زنِ دمادم تال پر تھا
طنبورِ بوستاں تھے[3] نغمہ گرِ گل   چنگ ، چٹکی بجاتی غنچۂ گل
صدا دلکش رکھے تھی موجۂ باد   رگِ طنبور ، جیسے گرمِ فریاد
نئے نرگس میں پھوکے تھی صبا ، دم   کہ صرفِ نے نوازی تھی دمادم
تموج سے قایم کی پہ آواز   مگر تھا کاسۂ گل ، کاسۂ ساز
قدح میں گل کے لبریز ، آبِ شبنم   صباء ، کاسہ نوازی میں ہے ہم
شہی لالا لعلِ آگیں دایرہ تھا   کفِ گل میں رنگین دایرہ تھا
کبھی دل ساتھ قمری کے ، پرافشاں   کبھی ہمراہِ بلبل گرم دستاں
نک ، ایکہ نکلا نہ گلشن سے بو ، شاد   ذرا ٹھیرا ، بزیرِ پایۂ شمشاد
کمانچہ ساز کا ، ہر شاخ خمدار   ہر اک موجِ صبا ، طنبور کا تار
ہوا سے ، شاخِ گل کو رقص سازی   ہر اک غنچہ سے کرتی ، شیشہ بازی
عجب آبِ رواں کی ، نرم آواز   نہوتی چشمِ نرگس ، خواب سے باز
وہ شورِ جوئے آبِ نغمہ سازی   ظہور بر حباب و شیشہ بازی
چمن میں تھی عجب رنگین مجلس   کہیں مطرب ، کہیں ساقیِ مونس
جوانانِ چمن کو بادہ پینا   قدح رکھتا ہر گل ، سرو ، مینا
کج وا سج چلی تھی موجۂ آب   رہی تھی لڑکھڑا مستِ مے ناب
دکھاتا[4] ساغرِ مے لالہ یک دست   لیے بے خود پڑا ، ساغرِ سیہ مست
نسیمِ عیش تھی ، یہ گل کھلے تھے   تجھے بھی اس چمن میں ولولے تھے
کبھی کی ، زیرِ گل نغمہ سرائی   کبھی رگردِ صنوبر پر کشائی
سناتا شعر پڑھ ، مرغِ چمن کو   کہ جوں صاحبِ سخن ، صاحب سخن کو
جو ، قصہ ، بلبل و گل کا سناتا   تو ہر ایک غنچہ ، کیا کیا مسکراتا

۱- ب- آواز

۲- ل: = مرغان ، غالباً سہو کاتب

۳- لندن- بوستاں نغمہ گر ہے

۴- لندن- دیا تھا مگر "یہ" موزوں ہے-

صبا کے ساتھ گہ گہ بہرہ طیر
غرض اس باغ کی کرتا تھا میں سیر

کہ دور سے یک بہار جلوہ ناگاہ
یہ رنگینی سی آنکلی کہ بس واہ

ادا و ناز آگے طرز خواں
دلِ عاشق جلو میں گرم جولاں

مژہ برچھی نگہ تھی تیغِ زر مشت
جو آوے سامنے اس پر زد و کشت

حیا تھی دور باش و تبسم شرم
نزاکت کا تنتک دیکھ مستِ گرم

ولیکن جان پر میں کھیل آخر
ادھر دیکھا تو دیکھے زور کافر

وہ قد تھا سرو گلزارِ نزاکت
اٹھا سکتا نہ تھا بارِ نزاکت

ریاضِ جاں سے یک نخلِ رسا تھا
مگر پروردۂ آبِ بقا تھا

قیامت فتنہ گر وہ قدِ بالا
کہ شورِ حشر تھا سانچے میں ڈھالا

قدم تک، سر سے وہ زلفِ رسا تھی
ہوئی بالا سے نازل کیا بلا تھی

جھکی تھی فرق سے تا پشتِ پا زلف
دخانِ آتش رنگ حنا زلف

عذارِ گرم پر زلفِ معنبر
کہ آتش پر پڑا لوٹے تھا عنبر

تعجب ربطِ زلف و رخ خدایا
رہا خورشید کے پہلو میں سایا

خمِ ہر مو سے چہرے کی عیاں تاب
کہ اس شب میں دو صد مہرِ جہاں تاب

بندھے دل، اس سرِ کاکل میں یک مشت
وہ کافر سوے قراں تھی، رکیبے پشت

ڈھلک کوٹھے سے بھی آئی وہ چوٹی
شبِ یلدا کہیں تھی اس سے چھوٹی

صفائی پشت وہ روے سحرساں
میں اس پر دیکھ چوٹی سخت حیراں

سحر کا خط سدا، شب میں ہو پیدا
سحر میں یاں خطِ شب ہے ہویدا

سیہ چوٹی میں گوندھا سرخ موباف
نہ مشاطہ کہ جادوگر تھی وہ صاف

لگا رکھی تھی اس نے سحر سے سانٹھ
کہ شعلہ میں لگائے بال سے گانٹھ

سیہ چوٹی میں وہ موبافِ گلگوں
نہ بیمِ جاں سے دل، کس رنگ ہو خوں

یہ وہ کالا کہ جس کے منہ سے ہر دم
نکلتا ایک شعلہ سا[۲] ہے پیہم

وہ نرم و صاف گردن، جعدِ پرخم
بچھا لوٹے تھا ہندو، فرشِ قاقم

سیہ[۱] مستی کا تھا ازبس تلاطم
عجب ہی رابطہ رکھتے تھے باہم

وہ کاکل، گردنِ روشن سے ہمدست
لیے شیشہ بغل میں ہندوے مست

وہ مشکیں بال اور مانگ آشکارا
اندھیری رات میں ٹوٹا تھا تارا

وہ خطِ فرقِ سیمیں جلوہ گر تھا
شبِ تاریک میں خطِ سحر تھا

وہ خطِ فرق مثلِ نقرۂ ناب
کہ سنبل زار میں یک جدولِ آب

وہ سیما سیم گوں، چوٹی سیہ رنگ
فرنگستان سے سیدھی راہ تا زنگ

جبیں اور مانگ، رکھتی تہر مروش
مزید اس کے مہ و خورشید خط کش

جبیں آئنہ بلکہ اس سے بہتر
نہ چیں اس میں کہ آئنہ کے جوہر

جبیں مثلِ زمینِ شعرِ دل جو
عجب عالی تھی، اسمیں بیتِ ابرو

گرہ ابرو کی کیا ہی حسنِ مشحوں
کہ جوں بیتِ معقد میں ہوں مضموں

ہلال ابرو، جبیں یک ماہِ تاباں
ہلال و مہر تھے دست و گریباں

سیہ ابرو اگر ہے کیا عجب تو
سیہ ہو مہر کے آ، پاس مہِ نو

نزاکت کے غرض قرباں ہیں ہم
کماں یہ آتشِ گل پر ہوئے خم

نہ ابرو نظر کر، چشمِ بدمست
نشہ حیرت کا یہاں آتا ہے یک دست

کہ محرابوں میں کعبہ کے خدایا
بنائے میکدہ کس نے ہیں، آیا

وہ اسکی [illegible]م و روئے عالم افروز
کہ دورِ مہ میں گردا تھے شب و روز

۱؎ ب: یہ شعر نہیں ہے۔ ۲؎ ل: "سا" ندارد، تصحیح قیاسی

نشہ کے، چشم میں ڈورے [illegible]
[illegible]

غزال اس چشم کو کہنا سزاوار
[illegible]

نہ زیبا چشمِ شوخ اک خالِ مشکیں
گرے [illegible] جنبش [illegible]

نہ تھی ہر اک مژہ تیغِ سیہ تاب
علم ہر دم [illegible]

وہ مژگاں تبر اسکی چار صف تھیں
کریں یک تیر سے دل کو ہدف [illegible]

کرے دل چھوٹ، کیونکر اس سے پرواز
کہ یہ عصفور ہے، وہ یک چنگلِ باز

کہیں اس گوش سے کی طرحِ دعویٰ
صبا نے دی نگوں کو گوش مالی

وہ سیمیں گوش اور رخسار کا نور
چمکتی چاندنی میں بام بلور

گہر اس گوشِ سیمیں میں لٹکتا
ستارا صبح کا سا تھا چمکتا

پروئے پھول تھے بالی میں دوچار
ہوئے گرم آتشِ گل سے وہ رخسار

رخِ آئینہ، نہ اس پر خال پیدا
نظر بازوں کا عکسِ مردمک تھا

رخِ روشن پہ تھا مینے کا کیا اَوج
اٹھی تھی چشمۂ خورشید سے موج

سدا بینی سے وہ روے منور
قلم تھا کھینچتا، خورشید و مہ پر

دہن پر نَے بہ پے موجِ تبسم
عجب بحرِ عدم کو تھا طلاطم

نہ کی کیا خوردہ بینی ہم نے، آیا
نشاں پر اس دہن کا کچھ نپایا

بہت ڈھونڈا پر اس تک رہ نپائی
جب آیا یاد یہ شعرِ شفائی

نمودِ بے وجود است ایں دہاں نیست
کہ چیزے جز تبسم درمیاں نیست

نہ دندان و دہن تھا وہ سراسر
نمایاں درجِ لعلیں میں سے گوہر

وہ دندان سلک در لیکن نسفتہ
کئی نسریں کی کلیاں، ناشگفتہ

زنخداں، رنگ میں خوبی کے، تھی فرد
کہ سیب اس رشک سے ہو سرخ اور زرد

چہ غبغب نہ کہہ، تھا چاہِ نخشب
ذرخ اس کا جبہہ پہ نکلا ماہِ نخشب

گلوے صاف یا شفاف مینا
نظر آتا تھا اس سے مے کا پینا

جو اس کے قہقہہ کا رنگ لکھوں
جگر پھر قلقلِ مینا کا ہو خوں

گلے سے شعلۂ آواز دلکش
عیاں فانوسِ بلوریں سے آتش

گلو وہ یک بیاضِ لطف آگیں
رقم کیا کیا، نہ بوسوں کے مضامیں

نمایاں وہ زہِ سرخ گریباں
بیاض و جدول شنگرف تھے داں

کہیں جو شیرۂ صبحِ صباحت
کرے تھا صاف، دستِ صنعِ قدرت

بنائے دُرد سے خورشید و اختر
رہا جو صاف سو وہ، دوش اور بر

عجب بازو پہ بازو بند لعلیں
کہ لالہ لائے تھے، گلِ شاخِ نسریں

صفا، ساعد کی مثلِ آبِ بلور
ہوئی تھی آستیں فوارۂ نور

کفِ سیمیں پہ دکھلاتی حنا رنگ
شفق کا صبح میں، جلوہ نما رنگ

کفِ دست اور انگشتن تماشا
مرا دل دستمالِ حیرت اس جا

کہ ہو دیں شاخ سے گلبرگ پیدا
یہاں گلبرگ سے شاخِ بن ہو پیدا

سدا انگشت و فندق سے حیراں
کہ گل لائی عقیق اب شاخِ مرجاں

بہت سرکش وہ دو پستانِ نوخیز
بخود مغرور ہر اک فتنہ انگیز

تن کا نوری و چترِ سیہ تھی
فرنگی زادگاں مشکیں کلہ تھی

وہ پستان یا ترنجِ دست افشار
ولے پرویزِ دل کا ہاتھ بیکار

سدا آئینۂ دل سے اسے جنگ
ہوئے یہ گوے سیمابی یہاں سنگ

مسک جاتی کہیں اس پر جو محرم
تو قدسی چاک کرتے خرقہ اس دم

شگافِ محرمِ اوپر، کان دھر کر | ذرا یہ بیت سنیو غور کر کر
نکورو تابِ مستوری ندارد | چو در بندی سر از روزن برآرد
نزاکت سے بھرا سینہ وہ دلکش | کیا موتی کے ہاروں نے منقش
وہ سینہ تا شکم ایک چشمۂ نور | مکدر اس کے آگے آبِ بلور
کمر واہ، عدم ساں بے نشاں تھی | عبث کی ایک تہمت درمیاں تھی
کمر تک تھی وہ چوٹی عنبر افشاں | کمر مانندِ مو، چوٹی میں پنہاں
کہیں تھے دیکھ، اسکی ناف کو سب | کہ نصف روز میں نکلا ہے کوکب
نہ آگے، راہ ڈھونڈ اے جانِ مفتوں | کہ بڑھ چلنے میں ہوتا ہے یہاں خوں
طلسمِ طرفہ تھا کوئی تہِ ناف | مگر تھا ایک قفل نقرۂ صاف
کھلے وہ قفل کب، ہے صعب و دشوار | کلیدِ فکر یعنی یہاں ہے بیکار
نہ اس نقرہ پہ ہوتی دسترس ہے | کہ یہاں محروم زرکوبِ ہوس ہے
سرینِ صاف تھی سرمایۂ ناز | وہ گنجِ حسن سے سیم پس انداز
عجب آئینۂ زانو تھے جوں مہ | غلط، کرتے یہ زانو مہر و مہ تہ
جو اسکا آئینہ گر نے سنا ذکر | اٹھاتا ہے نہ زانو سے سرِ فکر
نہ کہہ اس ساق کو شاخِ گل، اے دل | بھلا کیا شاخچہ بندی سے حاصل
لگا یہ ہاتھ، مضمون دست بستہ | وہ ساقِ آئینۂ زانو کا دستہ
نہ اسکی ساق کا کچھ ہوسکے ذکر | بزیرِ بار ہے یہاں گردنِ فکر
وہ پشتِ پا کہ تھی، یک لوحِ مینا | حنا آتی نظر، جوں رنگِ صہبا
چمن میں آئی، جب وہ ماہ پیکر | رکھا سر، شاخِ گل نے اس قدم پر
صفا سے رنگ گل کا، پھوٹ نکلا | کفِ پا پر نہ جلوہ تھا حنا کا
غرض وہ دلبرِ زیبا شمائل | کہ دل بے اختیار اس پر ہو مائل
نظر آئی تو بس میں کر گیا غش | زباں پرواہ واہ اور دل میں غش غش
گیا چھا، مجھ پہ، بیہوشی کا ساماں | نگہ حیراں، طپاں دل، مضطرب جاں
زباں بیکار، دل وقفِ طپیدن | شکیب و صبر سرگرمِ رمیدن
تحمل نے ولے کی، بردباری | شکیبائی نے کرکے دل کی یاری
زباں کو قوتِ گفتار بخشی | بیاں کو طاقتِ اظہار بخشی
بصد شوق و بصد ذوق و بصد جوش | کہا میں نے کہ اے غارت گرِ ہوش
سہی سروِ گلستانِ تمنا | بڑھے قمریِ دل و جانِ تمنا
ترے جلوے سے آنکھیں مستِ دیدار | تجلی سے ترا سینہ پُر انوار
بتا تو کون ہے! اے جانِ عشاق | کہ ترے نام سننے کا ہوں مشتاق
لبوں کو کر، دمِ عیسیٰ سے دم ساز | جِلادے تو ذرا یہ کشتۂ ناز
یہ مجھ سے سن، لبوں پر لا، تبسم | زباں کو پھر دیا اذنِ تکلم
عجب آواز نازک اور پر شرم | صدائے خندۂ گل سے کہیں نرم
کہا مجھ سے کہ سن، اے جانِ معنی | کہ تو ہے بلبلِ بستانِ معنی
لقب میرے بہت رکھتے ہیں شہرت | مجھے کہہ خواہ دولت خواہ عشرت
طرب تو کہہ مجھے یا شادمانی | غرض میں ہی ہوں لطفِ زندگانی
یہ وقتِ صبح، جو ہے لطف انگیز | کوئی ہے مست کوئی زمزمہ ریز
سبب یہ ہے، کہے ہے یوں منادی | کہ ہر اک سو، نئے ڈھب کی ہو شادی

ہوا شاہِ زمانہ جشن فرما | [illegible]
وہ یعنی شاہِ اکبر نیک اختر | عجب [illegible]
مبارک باد کو جاتا ہے ہر ایک | عنایت سب پہ [illegible]
سو میں بھی اب چلوں ہوں تہنیت کو | خدا رکھے سدا اس سلطنت کو
یہ مژدہ جب سنا میں اس کے لب سے | عجب حالت ہوئی فرطِ طرب سے
کہ آنے میرے جنبش میں سب اعضا | چلا میں ساتھ اس کے یہ پڑھتا
خداوندا! یہ شہ ہو اور جہاں ہو | جہاں محکوم اور یہ حکمراں ہو
غرض، باہم چلے خنداں و شاداں | وہ کہتی آفریں، میں تھا ثنا خواں
غرض پہنچے ہم اس کے آستاں پر | پہنچ گویا گئے ہم آسماں پر
ہوئے جب باریاب اس آستاں سے | تو پہنچے عرش پر ہم آسماں سے
عجب تھا صحن میں ساماں مہیا | ہر اک عہدہ پہ اپنے حاضر اس جا
مرصع چتر اور تخت ہوا دار | بہم خورشید و گردوں تھے، نمودار
لوا زرتار تھے جوں بیرقِ نور | لگے پرچم میں اسکے طرہ حور
زر و گوہر میں یک سو اسپ تھے غرق | برائے دیدہ نظارگی برق
جل زرتار پشتِ فیل پر تھی | بہم پیوستہ کیا شام و سحر تھی
بنائے پھول تھے خرطوم پر گل | برائے جادہ کہسار تھے گل
بڑھا آگے تو دیکھا، طرفہ ایواں | شہنشہ کے وہاں ارکان [1] و اعیاں
پہ گرد و پیشِ شاہِ ہفت کشور | کہ دورِ ماہ حلقہ زن تھے اختر
وہ خود تختِ شہی پر تھا قدم زن | کہ جیسے آسماں پر ماہِ روشن
ہوا یہ آفتابِ عالم افروز | حضور اس مہر کے یک مشعلِ روز
زہے تخت و شہی وہ صاحبِ تخت | کھلے اس کے قدم سے تخت کے بخت
نمایاں منہ پہ انوارِ الٰہی | عیاں جبہہ سے فرِ بادشاہی
جبیں اسکی میں ہے اقبال کا نور | کہ ذات اسکی چراغِ چشمِ تیمور
سراپا ہے وہ یک نورِ تجلی | وہ اسکا تخت ہے طورِ تجلی
جو اسکا جلوہ گہہ ہو کوئی گلشن | تو ہر اک نخل ہو جوں نخلِ ایمن
جو اسکے عدل سے اضداد ہوں جمع | ہوا سے تازہ جوں گل ہو، گلِ شمع
اگر ہوجانے وہ حامیِ مظلوم | ستمگر کی ہو قوت پھر تو معدوم
عجب کیا، آشیاں اپنا، کبوتر | بنانے توڑ کر، پھر باز کے پر
ستم کے ہاتھ کاٹے اس نے باللہ | کتاں بانی کرے عالم شبِ ماہ
کرے سرمہ جو اسکی خاکِ در کو | تو یہ قوت ہو شپر کی نظر کو
کرے خورشید سے جا کر ملاقات | سن، اے نورالبصر! کہہ کر کرے بات
دلِ مجنوں کا گر، وہ ہو نگہدار | تو گم ہو غمزۂ لیلیٰ سے آزار
درستی عہد میں اسکے ہے یہاں تک | شکست آئے نہ رنگِ عاشقاں تک
کھلے گنجینۂ بخشش کا جب در | دیئے بن، وہ نہ چھوڑے سیم اور زر
زبس خورشید گو ہے صورتِ زر | یہی ہر صبح کہتا ہے، نکل کر
سدا میں، اس لیے نکلوں ہوں لرزاں | مبادا بخشش دے، مجھ کو وہ سلطان

۱ـ ب: اعیان و ارکان ـ ــــ ل. ک. ندارد تصحیح قیاسی

رقم کیجے ، گر اس ہمت کے جوہر | تو ہو نالِ قلم یک تارِ گوہر
اس ابرِ جود[1] سے برسیں جو گوہر | گدا ہوں ، آبِ گوہر میں شناور
جو اس سے کوئی مانگے قطعۂ دق | وہ ملکِ مصر بخشے اس کو الحق
جو اسکے حکم سے تک تربیت ہو | نہ آتش میں رہے پھر تندئی خو
اگر وہ قہر ہووے کار فرما | تو ماہی پر ہو آتش ، آبِ دریا
وہ لیتا جود و جرأت سے ہے عالم | رکھے تیغ وطبق جوں مہر ، باہم
جوانانِ سپاہِ شاہِ جم جاہ | مصور تو نہیں باللہ ، واللہ
قلم کی طرح ، لیکن لیکے ، خنجر | کریں نقاشیاں ، اعدا کے تن پر
نہ تنہا عالمِ صورت کا خاقاں | کہ ہے وہ ملکِ معنی کا بھی سلطاں
خدا آگاہ ، ہے یہ شاہِ عادل | خدا بینی ، خدا دانی میں کامل
نگاہِ حق نگر دی ، اسکو حق نے | عجب عالی نظر دی اسکو حق نے
ہر اک صورت میں دیکھے ، جلوۂ دوست | کھلے ہیں ، اس پہ معنی ہمہ اوست
بسوے حق ہے دل ، رو سوے عالم | کرے دنیا و دیں کے کار ، باہم
وہ دل تسبیح خواں ، لب ہیں سخن میں | اسے خلوت ہے ، عین انجمن میں
کہوں اوصاف میں اس کے کہاں تک | دعا لاتا ہوں ممنوں ، اب زباں تک
رہے تا مہر کو ، تشبیہِ افسر | کہیں تا تختِ گردوں کو سخنور
وہ سر ہو اور افسر یا الٰہی | قدم ہو زیب بخش تختِ شاہی

در تہنیتِ جشنِ جلوسِ میمنت مانوس حضرت فردوس منزل شاہِ عالم بادشاہ غازی

بیٹھا میں سحر کو سر فرو تھا | آئینۂ دل ہی روبرو تھا
آئینہ نہ کہہ ، کہ مطلعِ نور | جوں روے پری و سینۂ حور
آئینہ ، طلسم خانۂ راز | میں چشمِ خیال سے نظر باز
ہو، فرطِ نشاط سے نواساز | بال ، پرِ شوق کو کیا باز
ہر اک طرف میں ، بال زن تھا | مفتونِ نظارۂ چمن تھا
گل طرفہ وہ پہلوے سمن میں | باہم شفق و سحر چمن میں
غنچہ پہ ، سمن کے پرتوِ گل | مینا حلبی ، و لالہ گوں مل
گل ساغرِ بادہ تھے ، دکھاتے | تھے پاؤں ، صبا کے لڑکھڑاتے
سبزہ[2] پہ نسیم ، گر کے ، جوں مست | کہتی تھی یہی کہ رفتم از دست
اینڈیں تھے ، تمام نخلِ انگور | انگڑائیاں لے رہے تھے مخمور

غزل[3]

گل جام لیے ، گل گلابی | جھومیں تھے نہال ، جوں شرابی
کیا کیا گل و غنچہ جھومتے تھے | باہم رخ و لب کو چومتے تھے

۱۔ لندن ۔ ابر و جود ۔ ساقط الوزن غالباً سہو کاتب

۲۔ لندن "شبنم" مگر "سبزہ" زیادہ مناسب ہے۔

۳ لندن غزل کا عنوان نامناسب ہے ، غالباً سہو کاتب

لالہ میں وہ داغ تھے نمایاں [illegible]
ساقیِ بہار نے پیالہ نرگس کو [illegible]
رکھتے تھے غرض وہ نشہ پر درد بخشش جامِ بلور [illegible]
آواز سے، آب کی لبِ آب نرگس کی وہ چشمِ مست [illegible]
کیا تھا لبِ جو کو بادہ[1] مینا (کذا) رکھتا تھا حباب سے جو مینا
پانی کا وہ شور و نغمہ سازی کرتے تھے حباب شیشہ بازی
تھا سجعِ طیور کیا دلآویز ہر ایک تدرو زمزمہ ریز
شاخِ گل کج تھی یا چغانہ مرغِ چمن و دو صد ترانہ
تھے باغ کے جو جوانِ رعنا موزوں قامت، بلند بالا
آئینۂ آب میں ہر اک آن دیکھیں تھے اکڑ اکڑ کے کیا شان
تھے سرو جو تن رہے، اکڑ کے دوش، ان سے صبا چلی رگڑ کے
میں اور صبا بہم شتاباں پھرتے پھیے سیرِ ہر خیاباں
رکھتے، رخِ گل پہ گاہ رخسار جوں روئے بتاں پہ عاشقِ زار
گر کھولتے بیٹھ زلفِ سنبل جوں دستِ ہوس بتوں کے کاکل
قد سرو کا، گاہ بر میں لیتے حسرت سے نثار خوب دیتے
بو کرتے کبھی دہانِ غنچہ گہ کھولتے عطر دانِ غنچہ
ہو مست کبھو، گلوں کی بوسے کلیوں کے دہن کے لیتے بوسے
آتی دل میں جو کچھ ہوائیں پھولوں کی وہ کھولتی قبائیں
ساقی کو کبھو ہو مست و سرشار منت کی غزل سنائی ہر بار

غزل

باغست و گل و بہار، ساقی! قربانِ تو، مے بیار ساقی
چوں لالہ بطرفِ ایں گلستاں جامی بکفم گزار ساقی
در موسمِ گل چہ جائے ناز است کشتیِ از انتظار ساقی
یک شیشۂ مے بجائے دلِ نہ امروزم درکنار ساقی
یک خم کدہ بادہ میتواں خورد گردد اگر آں نگار ساقی
با حوصلۂ تنگ چہ سازم گردد، روزے کہ یار ساقی
جا مست بکف است و بندہ مخمور ایں ظلم روا مدار ساقی
مے دہ تا اختیار باماست دیگر تو و اختیار ساقی
امروز بآب میتواں شست از خاطرِ من غبار ساقی
عہد تو شکست منتِ ما
باشد بجہاں قرار ساقی

میں اور صبا یہ قصہ کوتاہ پھرتے تھے، ہر ایک سمت ہمراہ
ناگاہ بس اک بتِ سمن فام لے جس سے صباحیں، سحر وام
یوں آئی بس اس چمن میں یعنی دل میں جیسے لطیف معنی
سر تا بقدم، بہارِ خوبی رعنا گل، لالہ زار خوبی
وہ قد کہ نہالِ سرکشیدہ تھا گلشنِ جاں سے نودمیدہ

۱- ب: مست

سرمایۂ عمرِ جاودانی | پروردۂ آبِ زندگانی
بالوں کا وہ طول اور قامت | تھا جادۂ عرصۂ قیامت
رکھتی تھی -- بلا ہی مانگ مہوش | خورشید مزید اس کا خط کش
راہِ ظلمات میں تھا آیا | نورِ نفسِ خضر ہویدا
بالوں میں وہ مانگ؛ کر نظارہ | دل، رشک سے شب کا، تھا دوپارہ
دل نے جو اسے نظر کیا خوب | حیرت کی، وہ موج میں گیا ڈوب
تھی مانگ وہ جعد سے جبیں تک | تھا ہند سے ایک کوچہ چیں تک
وہ جعد سیاہ و سرخ ہوباف | کیا مجھ سے بیاں ہو مو بہ مو صاف
کالا تھا وہاں زبان نکالے | یاں جان کے، آپڑے تھے لالے
زلفیں، رخِ گرم پر نظر کر | انگاروں پہ لوٹتا تھا عنبر
عارض گل و رنگِ آتشِ گل | دود اس کا وہ زلف اور کاکل
ابروے کج اس پہ کیا عیاں تھی | خم آتشِ گل سے[1] وہ کماں تھی
دونوں ابرو تھے اسکے ہم قدر | تھا حسن میں کوئی بھی، نہ کم قدر
ہوتے ہیں غرض دوچار، باہم | ایک، ایک کے سجدہ کو ہوا خم
ابرو کے تلے وہ چشمِ سرشار | حیرت سے سدا رکھیں؛ مجھے چار
کعبہ کی یہ طاق میں خدایا | رکھے کس نے ہیں جامِ صہبا
مژگان اس کی کہ چار صف تھیں | یک میل سے دل کریں ہدف تھیں
بینی سے وہ ربطِ چشم کیا تھا | بیمار دو اور[2] ایک؛ عصا تھا
وہ روح فزا دہان و دنداں | گوہر تھے درونِ آبِ حیواں
وہ موجِ تبسم و دہاں تھا | سچ ہے کہ نقطہ سے خط ہویدا
ڈوبے، دلِ عاشقانِ بیتاب | وہ چاہِ ذقن کہ چاہِ سیماب
تھے گوش وہ گوشِ تابِ گوہر | گرد انکے صفا سے، آبِ گوہر
کیا، گوہرِ گوش دیکھ کر یاد | آیا مجھے ایک شعرِ استاد
سرمایۂ صد تجملِ صبح | گوہر، نہ کہ دانۂ گلِ صبح
نورِ سحر و صفاے نسریں | بوے سمن لطافت آگیں
نقاشِ ازل[3] نے خوب حل کر | اس گل کے بنانے دوش اور بر
سیمیں ساعد تھی شمعِ کافور | فانوس وہ آستینِ پرنور[4]
کم روح سے کچھ صفامیں مت جان | تھی قالب آستیں کی وہ جان
پنجہ تھا وہ یا جوابِ مرجاں | نے بلکہ وہ پنجہ تابِ مرجاں
رنگین وہ فندقیں سراسر | غنچوں کو نچائیں انگلیوں پر
ہوں وصفِ گلو میں مستِ تحریر | ہے شوقِ صراحی اب گلوگیر
کیا قہر، صداے قہقہہ مست | تھی قلقل شیشہ سے وہ ہم دست
پستان وہ سرکش اسکے نوخیز | مغرور بخود دو فتنہ انگیز

۱- لندن = پہ
۲- لندن = دو، ایک اور عصا، غالباً سہو کاتب
۳- لندن = اجل
۴- ب = بلور

رکھتے تھے دو غنچۂ سمن [illegible]
تھا صاف شکم وہ ناف پر نور جتاب [illegible]
انگشت سے سیم رنگ خاتم رنگیں تھی انار [illegible]
اندام زبس کہ تھا پٹ صاف سوائے ڈھلک کے مت کچھ [illegible]
دخل آگے نہ لکرت رسا کو اس غنچہ میں کب گذر صبا کو
بنی ایک چمن وہ پا سے تا سر دو برگ پہ سب چمن سے بہتر
گو فیض بہار تھا نہ کچھ کم شرمندہ دو برگ سے نہ پر ہم
وہ برگ گل اور اس پہ پیدا خط ناخن عندلیب کا تھا
کر زور نہ اور لکر صافی ہوتی ہے نہ آگے موشگافی
یک غنچۂ گل پہ ناشگفتہ یک دانہ دُر و لے نہ سفتہ
کیا وا ہو یہ عقدۂ نہانی کیا خوب کسی کی ہے زبانی
زیں پیش سخن نمیتواں گفت نادیدہ گہر نمیتواں سفت
تھی کیا وہ سرین صاف سیمیں خرمن سمن و نسریں
کیسے جیسے گنج خوبی و ناز تھا اس سے وہ سیم کچھ بس انداز
آئینۂ زانو نے مصفا آئینۂ مہ کو داغ رکھتا
دیکھے جو اسے تک آئینہ گر زانو سے نہ پھر اٹھا سکے سر
گلچیں نگاہ سر سے پا تک لوٹے تھا عجب بہار ہیک
آئی جو نظر وہ ساق سیمیں بولا ہے عجب یہ شاخ نسریں
اندیشہ ہو مثل غنچۂ دل تنگ بولا کہ یہ گفتگو کے کیا رنگ
نسریں کی، یہ شاخ میں ہے اسلوب یہ شاخچۂ بند، یاں نہیں خوب
وہ گلبن باغ ناز و خوبی پامال کن ہزار طوبی
گل ہاتھ میں تھی لیے کہ ناگاہ وہ پشت قدم پہ آ بہا، واہ
سو رنگ، صفا سے پھوٹ نکلا جلوہ نہ کفک پہ کہہ حنا کا
آئی جو نظر وہ غیرت گل ہوش اڑ گئے مثل نکہت گل
سب سیر چمن میں دل سے بھولا یہ اور ہی ایک پھول پھولا
یوں، اس سے کہا کہ اے پری وش جی تجھ پہ فدا و جان ہے غش
اے لالہ عذار، سرو بالا ہے تجھ سے بہار، یہ دو بالا
تو خوں کن جان صد گلستاں کیا نام تیرا ہے، تیرے قرباں
وہ غنچۂ لب سے گلفشاں ہو افراط طرب سے گلفشاں ہو
بولی کہ سن، اے جہان معنی دے بلبل بوستان معنی
سب مجھ کو کہیں ہیں، شادمانی ہوں مایۂ اصلی زندگانی
وا مجھ پہ کسی کی ہو، کم آغوش ہوں صاحب تخت سے، ہم آغوش
ہوں عاشق روئے شاہ عالم ہے جسکی طرف نگاہ عالم
سو اسکا ہے جشن عالم آرا اب تخت پہ ہے جلوس والا

یہ باغ جو دیکھتا ہے ناداں　　اقبال کا ، اس کے ہے گلستاں

دخل، اس میں کبھو نہ ہو خزاں کا　　جاوید ہے رنگ و بو یہاں کا

وہ روز ہے ، آج روزِ شادی　　پُر ، بانگِ طرب سے شہر و وادی

جاتی ہوں میں تہنیت کی خاطر　　رکھے اسے نت خدائے قادر

سنتے ہی کھلا بصورتِ گل　　یوں میں نے کہا کہ غیرتِ گل

اس ذات کا میں بھی ہوں ثناخواں　　میں ذرّہ ، وہ آفتاب ذیشاں

القصہ میں اور وہ شتاباں　　خنداں خنداں اٹھائے داماں

پہنچے جب اسکے آستاں پر　　جو طعنہ زناں تھا آسماں پر

سجدے کو ہوئی مثالِ خورشید　　سر تابقدم جبینِ امید

مجرے کی غرض جو بارپائی　　دولت و ثروت ہزار پائی

دیکھا تو ہے بزمِ عشرت افروز　　لبریزِ نشاط و فرحت اندوز

تھا زور بلند تختِ طاؤس　　کرتا تھا سپہر بھی زمیں[1] بوس

تھے ، صحن میں بس ہجوم ایسے　　افلاک پہ ہوں نجوم جیسے

وہ چترِ مرصع و دل افروز　　تھے طرّہ گل و زمیں زردوز

صناع ، مگر تھے وہ فسوں گر　　خورشید بنا لگائے اختر

کیا چترِ بلند لوحش اللہ　　سایہ میں ہے اسکے مہر اور ماہ

عہدہ پہ[2] سب اپنے تھے سرا سر　　خورشید لیے ہوئے تھا افسر

بہرام کے دوش پر لوا تھے　　سو اوجِ فلک پہ فرق سا تھے

جوں مہر تھے شقہ ہائے زر تار　　کم تارِ شعاع سے نہ ہر تار

خودنورِ خدا سے وہ سرشتہ　　انسان کی شکل میں فرشتہ

دے زور اگر وہ ناتواں کو　　تہدید کرے جو سرکشاں کو

عصفور سے آئے کارِ شہباز　　نَے ، بلکہ کرے شکارِ شہباز

کمزور کی گر کرے رعایت　　بے تاب و تواں کو وہ حمایت

سکھلائے قوی کشتی کے گر، فن　　شعلہ کے ہو ، مو ، کمند گردن

ماہی کی ہے ، شکل ، تیرا خنجر　　ہے خونِ عدو میں پر شناور

سینہ ہے عدو کا باغ و بستاں　　ہے شاخ سناں، و غنچہ پیکاں

جوشن جو اسے ، کرم سے دے تو　　شعلہ پہ ہو ، راست قامتِ مو

بخشش پہ جو آئے تیری ہمت　　کیا تجھ سے ، سحاب کو ہے نسبت

نقد اپنا تو دے ہے اور خنداں　　گریاں ہے وہ دے کے آبِ عماں

افسانۂ جود ہے یہ مشہور　　پونہچا بخشش کا کام کیا دور

روزینہ ہے مہر کا معین　　لے، زر سے۔ وہ صبح بھر کے دامن

شب ہوتے ہی بس ہر ایک اختر　　پائے ہے ایک اشرفی مقرر

اس عہد میں تو گراں ہنر ہے　　ارزاں ہے اگر، تو سیم و زر ہے

اے لجۂ جود و بحرِ احساں　　اس بحرِ کرم کو ہے نہ پایاں

تیرا وہ جود ، وہ سخا ہے　　نامہ حاتم کا، ہوگیا طے

جو کوئی تیرا کہ مدح خواں ہو　　انعام اسے تو بحر و کاں ہو

۱۔ ب۔ قدم بوس

۲۔ لندن۔ عہدہ سب لیکن "پہ" ضروری ہے، غالباً سہو کاتب

ممنوں جو ہے تیرا ثنا خواں [illegible]
تو، اس کو صلہ جو دے تو کم ہے وہ لائق [illegible]
پڑ، چاہے نہ وہ، درم نہ دینار اک تیرا لطف [illegible] ہے
سر پر ہو ترے قدم کا سایہ ہوں اسکا بلند [illegible]
زر سنگ ہے اور خزف ہے گوہر عزت چاہیں ہیں اہلِ جوہر
اک لطف ہی کی تیرے ہوس ہے درکار یہی ہے اور بس ہے
وہ دستِ دعا کو اب اٹھا کر کہتا ہے یہی کہ ربِ اکبر
تا افسر و مہر و تختِ گردوں عالم میں ہے، یہ کہے ہے ممنوں
یہ افسر و تختِ بادشاہی قائم رکھنا تو، یا الٰہی

در تعریف تختِ نماز حضرت فردوس منزل کہ بر شکلِ مسجد ساختہ بود

صریرِ خامہ ہے اللہ اکبر
قلم ہے کچھ مؤذن سے نہ کمتر

خمِ انگشت سے ہنگامِ تحریر
نظر، محراب کی آتی ہے تصویر

مصلّیٰ وار ہے گسترہ نامہ
ادائے سجدہ حق میں ہے خامہ

یہ لوح و نامہ کو کیوں سرفرازی
مگر ہوں، واصفِ تختِ نمازی

بنا وہ تخت شکلِ مسجدِ چوب
عجب اس میں ہے محرابِ خوش اسلوب

نہ کچھ نجّار بھی مانی سے کم تھا
الٰہی تیشہ تھا! یا مو قلم تھا

غلط! مانی کی کب یہ خوش طرازی!
نہ ہو یوں مو قلم سے نقشہ بازی

وہ محراب اور تحریریں خوش اسلوب
کہ جوں بر چیں رہے ابروئے محبوب

گلوں میں یہاں تک آثارِ نزاکت
اٹھا سکتے نہیں بارِ نزاکت

کرے ہے نازکی ان سے طراوش
عجب کیا، گر صبا دے انکو جنبش

وہ برگِ نازک و طرفہ رگِ گل
سمجھ کر پھول، ہو دلدادہ بلبل

وہ گنبد، جس سے موزونی ہے مانوس
چراغِ نورِ ایماں کا ہے فانوس

کلس کوتاہ و باریک و خوش اسلوب
کرے ہم دستیِ انگشتِ محبوب

اٹھائے ہے مثالِ اہلِ طاعت
کلس، ہر آن انگشتِ شہادت

وہ منبر جس سے ہے رہ، سوئے افلاک
کہ وہ ہے نردبانِ عالمِ پاک

وہ اس پر تعبیۂ قبلہ نما ہے
کہ قطب چرخ کا، حیرت فزا ہے

بہ پیشِ سجدہ گہ رکھتا ہے منبر
رکیا قبلہ نما جو نصب اوس پر

سو اس میں رمز یہ دیکھے ہے حق بیں
کہ اسکے روبرو ہے قبلۂ دیں

وہ یعنی شاہِ عالم شاہِ اکرم
کہ وہ ہے قبلۂ آمالِ عالم

ہمیشہ روبروئے ربِ معبود
رہے سجدے میں: وہ عالم کا مسجود

جبیں میں کی انوارِ الٰہی
عیاں جبہہ سے فرِّ بادشاہی

یہاں تک جلوہ گہ اسکا ہے روشن
تجلی زار ہے جوں دشتِ ایمن

یہ کچھ قصرِ جلال اسکے کی ہے شاں
کہ اس پر نسرِ طائر مرغِ ایواں

ادا، کس سے، ثنا کا، ہووے مضموں
دعا میں اب یہی کہتا ہے ممنوں

بحق بادشاہِ عرش مسند
شہِ دنیا و دیں، یعنی محمد

سریرِ عرش ہے جب تک الٰہی
بزیرِ پا ہو، اس کے تختِ شاہی

در تعریفِ باغِ حیات بخش

برنگِ نکہتِ گل ، میں سحر گاہ
نسیم صبح کے پھرتا تھا ہم راہ

لیے پھرتا ، ہر اک سو سیر کا ذوق
عنانِ آرزو ، وقفِ کفِ شوق

ہوا ناگہ، عیاں ، اک دل کشا باغ
کہ جس سے روضہ فردوس تھا داغ

درِ خِ ہر نیک و بد پر وا ، در اس کا
برنگ بابِ لطفِ حق تعالیٰ

بسانِ دستِ اربابِ سخا ، باز
ہمیشہ ، چوں کفِ اہلِ دعا باز

کھلا تھا جوں لبِ خندانِ مستاں
کشادہ جوں جبینِ مے پرستاں

نظر آیا کشادہ جب درِ اسکا
برنگِ دیدۂ اہلِ تماشا

پئے نظارہ ، اذنِ شوق نے راہ
درونِ باغ دی، بس در سے ناگاہ

تعالی اللہ عجب باغِ دلآویز
قدِ شاہد صفت، ہر نخلِ نوخیز

کہوں ہر نخل کی، کیا کیا نہ خوبی
کہے طوبیٰ، لگ اٹھ، جس کو طوبیٰ

شگفتہ گل ، بیاباں در بیاباں
ریاضِ جنت اس میں یک خیاباں

عیاں ہر گل پہ ، عکسِ بالِ بلبل
کہ جیسے لالہ رخساراں کے کاکل

رخِ نسریں پہ شاخِ کج ، پدیدار
عروسِ باغ کے ابروئے خمدار

فروغِ رنگِ گل ، برگِ سمن پر
حنا بستہ کفِ سیمینِ دلبر

نکالا شاخ سے ہر غنچہ نے سر
برنگ جیبِ سبز و تکمہ زر

برائے طرہ آرائی سنبل
کرے شانہ کشی مژگانِ بلبل

فضا اس کی ہے از بس عشوہ انگیز
نیاز و ناز کا ہنگامہ تھا تیز

طلب بوسے کی تھی ، از بس صبا سے
سمیٹے ہونٹ ، غنچوں نے حیا سے

عجب داغِ دلِ لالہ کو تزئیں
بتِ ہندو ، درونِ قصرِ لعلیں

نہ داغ و برگِ لالہ ، کہہ کہ پیدا
نقابِ سرخ سے ، رخسارِ لیلیٰ

ہویدا لالہ سے داغِ سیہ فام
شفق میں جابجا تھے لکۂ شام

چمن یک محفلِ عیش و طرب ہے
رکھے ہے ہاتھ میں نرگس دف و نے

کمانچہ ساز کا شاخِ کجِ گل
ترنم ساز ، مطرب وار بلبل

مشعبد جوں رسن پر ہو قدم زن
رواں سنبل پہ ، ہر یک مرغِ گلشن

روش پر عرعر و سرو صنوبر
بہم رقصاں ، اصول فاختہ پر

گلِ احمر بزیرِ سرو رعنا
چنے کیا جامِ رنگیں گردِ مینا

گلوں کی شاخِ خم گشتہ کی تزئیں
برنگِ طاقِ سبز و جام لعلیں

کرے ہے جامِ گل حیرت فزائی
مئے لعل اور دُردِ کہربائی

لیے ہے نرگسِ سرشار مخمور
مئے اصفر سے بھر کے ، جام بلور

ہر اک سو عکسِ گل سے سرو بستاں
بسانِ شمعِ محفل ہے فروزاں

ہوئیں ہیں قمریاں گرد، اس کے یوں جمع
کہ پروانہ ہو جوں پیش و پسِ شمع

چمن یا ادرس گاہِ اہلِ عرفاں
درخت اسمیں، برنگِ سبز بختاں

صبا سے راز ہائے وقف و سیر
کہے مثلِ گلِ خیر ی ابوالخیر

۱۔ ب: عشق انگیز

۲۔ ب: میں

شفیق آسا گلستاں میں شفق [illegible]
کتابِ بوستاں ہیں بوستانِ گل
عطرِ بلبل [illegible]
بلند و طرفہ و موزوں ہے شمشاد
برنگِ مصرعہ [illegible]
گبے نورِ شجر پہ واعظِ عرفاں
کہ جوں منبر پہ وادیِ نور [illegible]
کروں گر لذتِ میوہ، بیاں اب
تو لب چاٹے زباں کو، اور زباں لب
رکھے ہے خوشۂ انگور، اس جا
ہمیشہ[1] عقد میں، عقدِ ثریا
ہوئی تا لذتِ انبہ جہانگیر
ہوا سن، زرد زرد آلوے کشمیر
برنگِ غبغبِ امرد، ہر امرود
دلِ اربابِ ذوق، اس سے ہے خوشنود
ترنجِ، اب گوئے خور پر، طعنہ زن ہے
ترنجِ رز کا، یہ صفرا شکن ہے
کہیے وا، لب برائے مدح نغزک
کہ پہلودار ہے، ہر طرف کرک
شجر کو لون کے وہ اطرافِ گلشن
ہر اک دے ہے جوابِ نخلِ ایمن
تماشا سرخ کوبیِ چشمِ بد دور
گرہ یاں ہو بہا ہے شعلۂ طور
جھکی شاخیں ہیں، محرابوں کی تمثیل
نہ گولے لٹکے، ہیں لعلیں قنادیل
رکھیں ہیں، دل میں ازبس رشکِ نارنگ
ترنجِ مہر کا زرد، اب ہوا رنگ
شجر ہیں بیر کے، سدرہ سے کیا کم
طیور اس پہ ملائک ساں مکرم
عجب ہی بیروہ رنگین و شاداب
خجالت سے ہے سرخ اب رنگِ عناب
بھلا ہم دست ان کا کون ہے یاں
جو ہو تو فندقِ انگشتِ خوباں
یہ خورم باغ اور اسمیں وہ ایواں
کہ جس سے پست تر ہے، بامِ کیواں

در تعریفِ بارہ دری

عجب بارہ دری، وہ عرش ساں ہے
کہ سر کوب برِ اوجِ آسماں ہے
بلندی میں وہ ہے گردوں سے برتر
رہا ششدر میں، اس سے ہفت منظر
عجب میں ہندسیِ چرخ پیما
ہوا یہ آسمانِ تازہ پیدا
ملے جا[1] اور پروازِ ملک کو
کہ ہے چرخِ دہم، یہ نہ فلک کو
سپہرِ چار میں ہے، انجم مسیحا
کرے کسبِ ہوا، اس بام پہ آ
جو صوفی اس کے زینوں پر رکھے پا
کرے طے مدارج کا تماشا
تعالی اللہ زہے رفعت زہے شاں
کہ اس پر نسرِ طائر مرغِ ایواں
نہ رفعت میں ہے کم عرشِ بریں سے
ہوا بالیدہ یک گردوں، زمیں سے
زحل نے چشم میں باندھی یہ تمثال
کہ ہے اس ابروے محرابی میں خال
وہاں ہر سنگ ہے لبریزِ انوار
بسانِ سینہ اربابِ اسرار
کروں کیا وصف اس عالی مکاں کا
کہ ہوں کب، رازداں میں[2] آسماں کا

۱۔ ب۔ نت اپنے

۲۔ لندن۔ راز آسماں کا۔ غالباً سہو کاتب

در تعریفِ حوض

قلم فوارہ[1] آبِ گہر سے یہ وصفِ حوض کا شاید اثر ہے
عجب ہی حوض، رشکِ حوضِ کوثر کہ جسمیں مہر، اک مرغابی زر
وہ گرد و پیش صفہانے درختاں کہ جیسے گردِ کوثر سبز بختاں
لبالب اسمیں وہ آبِ دل افروز کہ جس سے آبِ حیواں ہے سیہ روز
عجب ہی آبِ صاف صاف تنویر زلال اسکا سحر دروے طلباشیر
رکھے مرات و آب زندگانی کہ ہے خضر و سکندر کی نشانی
وہ فوارہ کا چھٹنا چشمِ بد دور دل عارف سے جیسے جوششِ نور
مگر وہ ہاتھ ہے دریاِ دلوں کا کہ ہے سلکِ گہر ہر سو، لٹاتا
سمجھتے ہیں اسے فوارہ، ناداں کھڑا ہے آب میں، کوئی دعا خواں
دعا دیتا ہے مژگان کرکے، پر آب کہ یہ گلشن رہے سرسبز و شاداب
زبس تھی آبِ افشاں یہ دمادم ہوا تا سبزہ زارِ چرخ بھی نم
رکھے یہ آب جا، افلاک پر گام کہے ماہی کا گوشِ مہ میں پیغام
بیاں اب خوبیِ تالاب کیجیے کہ گلزارِ سخن کو آب دیجیے

در تعریفِ تالابِ باغِ حیات بخش

عجب تالاب اور خرم گلستاں کہ جیسے سلسبیل و باغِ رضواں
لبالب اسمیں[1] آبِ زندگانی ہوا تسنیم بھی بیاں پانی پانی
حباب اس کے ہیں عکسِ خور سے پر نور رکھے ہے ہاتھ میں تسبیحِ بلور
مصفا۔ جیسے عارف کی ہو طینت رواں جیسے کہ شاعر کی طبیعت
گر اس تالاب پر پاتا خضر، راہ نہ جاتا چشمۂ حیواں پہ ہرگاہ
کہ وہ صافی خرد کرتا[2] نہ کیونکر عمل، خذ ما صفادع ماکدر پر
یہ رنگ اس میں دکھانے عکس گلزار کہ آئینہ میں تمثالِ رخِ یار
وہ آئینہ صفت اور سبزہ[3] اس پر نظر آتا ہے جوں زنگار یک سر
کرے زنگار، کم آئینہ کی آب پہ یہ زنگار تو ہے آئنہ تاب
صفائے تختہ آب، آئینہ ساں میں اس پر مثل طوطی، شکر افشاں
نہ اس میں سمجھیو شکر فشانی کہ تھا رطب اللسان مدح خوانی
دل۔ مداحِ ذاتِ شاہِ عالم[4] بیاں کب ہوں صفات شاہ عالم[5]
جبیں میں، اس کی ہے اقبالِ تیمور کہ ذات اسکی ہے فخرِ آلِ تیمور
سراپا نورِ عرفاں ہے، سر شتہ بشکلِ آدمی لیکن فرشتہ

۱۔ب۔ اس کے ہیں
۲۔لندن۔ "دکھانے۔" نہیں ہے جو تکمیل مفہوم کے لیے لازی ہے۔
۳۔لندن۔ سبز ، غالباً سہو کاتب
۴۔ب۔ اکبر
۵۔ب۔ اکبر

گر اسکے عہد میں ہوتا فلاں [illegible]
یداللہ تا ابد[1] تجبیرش فروشد — تم نہیں [illegible]
گر اس کا وصفِ ہمت کیجیے سر — بجانے حرف نچلے لب [illegible]
جو لطف اس کا کرے سایہ کو تائید — تو ہو مردم برائے چشمِ خورشید
جو ہووے شمع سے حفظ، اسکا مانوس — بنائیں دامنِ صرصر سے فانوس
زمانے میں ہے، اس کے بے تامل — گلِ خورشید پہ عشاق بلبل
دلِ مجنوں کا گر وہ ہو نگہدار — تو گم ہو غمزۂ لیلیٰ سے آزار
زمانِ معدلت میں، اسکے راحت — دلوں کو دے ہیں اسباب اذیت
کرے اسبابِ ایذا سے، طرب گل — ہونے ہیں زخم و خنجر، سبزہ و گل
جو ہو دریا پہ قاہر، بے محابا — پڑھے یالیتنی کنت ترابا
رکھے ہے خاکِ در اسکی مجدد — ہمیشہ بوسۂ چرخ پہ اختر
مناہی کی ہے، اس نے یاں تلک محو — نہاں ہے میں، بجانے سکر ہے، صحو
نہ خوار اس عہد میں کوئی مگر زر — نہیں کوئی ذلیل، الا کہ گوہر
درستی عہد میں ہے، اس کے یہاں تک — شکست آوے نہ رنگِ عاشقاں تک
شکست اتنی ہے ناپیدا، جہاں سے — نہ ٹوٹنے حرف الکن کی زباں سے
جو وہ درماندگاں کا ہو، مددگار — تو دیکھے آبلے سے، کلوشیں خار
دعا پر بس یہاں ختمِ بیاں ہے — کہ تاب مدح خوانی، اب کہاں ہے
الہٰی گل ہو جب تک زیبِ دستار — رہے پامالِ ہر یک جب تلک خار
ترا، احباب کا ہو رتبہ عالی — نصیب دشمناں ہو، پائمالی

مراثی

ترکیب بند درمرثیہ ملک الشعرا میر قمر الدین منت علیہ الرحمتہ والدِ ماجدِ مصنف

اس باغ میں کہ سینۂ ہر گل نگار ہے — ہر برگِ سبز، خنجرِ زہر آب دار ہے
کیا رنگِ عیش یاں کہ، برنگِ دو رویہ گل — ہم کاسہ اس چمن میں خزاں و بہار ہے
توام شگفتِ گل سے ہے، آشگفتگیِ گل — خنداں نہو کہ بر ہی، انجامِ کار ہے
یاں ایک نخل میں ثمرِ مدعا نہیں — حرمان و بے کسی ہی گل و برگ و بار ہے
نالاں ہے بے ثباتیِ باغِ زمانہ پر — ہر صبح صوتِ غنچہ سے یاں آشکار ہے
انگشت منع کی ہے ہر اک شاخِ گل کہ یاں — دل مت لگا کہ یہ چمن بے مدار ہے
برگِ خزاں رسیدہ کہ ہے دور نخل سے — لوح کتاب تفرقۂ روزگار ہے
اس انجمن میں چشمِ تماشا نہ کھولیو — کب اسکو ایک ڈھب پہ ثبات و قرار ہے
یہاں بزم مثلِ مجلسِ پروین ہے[2] شب کے شب — تا صبح تنے تو بزم ہے نہ کوئی یار ہے
اس انجمن کو دیدۂ عبرت سے دیکھنا —
لگ جانے جی نہ نقشۂ صحبت سے دیکھنا

۱۔ ب: فیض

۲۔ لندن: "ہیں" مگر "ہے" درست ہے۔

یاں ایک زیب و زینتِ بزمِ زمانہ تھا — تزئینِ مجلسِ دو جہاں یگانہ تھا
تھا نور بخشِ انجمنِ شعر و شاعری — وہ شمعِ بزمِ اہلِ زباں کا زمانہ تھا
وہ شمعِ بزم قدسی ہوا، اپنے واسطے — یہ کلبۂ سیاہ یہ تاریک خانہ[1] تھا
اس انجمن کو چھوڑ گیا تیرہ ہائے ہائے — جاتے ہی اس کے بزم میں نامِ ضیاء نہ تھا
دردِ شکیب گلہ، دیا کیوں فلک کہ یاں — لافِ شکیب و دعویٔ طاقت کیا نہ تھا
تھا وہ ہمارے اوج سعادت۔ ہر ایک آن — سر پر ہمارے سایہ فگن کیا زمانہ تھا
اس دامِ کہنہ سے پر پرواز وا کیے — قدسی نشیمن اور فلک آشیانہ تھا
اپنا گہر یتیم ہوا، ہم سے اس طرح — اس بحرِ مکرمت کو نہ کرنا، گرانا تھا
اٹھی نہ اپنی گردِ گراں خیز یوں شتاب — در کار۔ رخشِ عزم کو کیا، تازیانہ تھا

اس گرم رَونے وادیٔ ہستی کو طے کیا
ہم والیوں نے، ناقۂ ہمت کو طے[2] کیا

کیوں اے صبا! وہ زینت و زیبِ چمن کہاں — ویرانہ ہے چمن کہ گل و یا سمن کہاں
موجِ تبسم آج[3] لبِ غنچہ پر نہیں — وہ خندہ تھا کہ وقفِ لبِ نسترن کہاں
رکھتی نہیں ہے عارضِ نسریں شگفتگی — شادابی و طراوتِ روئے سمن کہاں
گم ہوگیا ہے قامتِ شمشاد سے خرام — وہ رقصِ دلکشِ قدِ ہر نارون کہاں
کھولے[4] حلّہ و حلہ عروسانِ باغ نے — غنچوں کے تکمہ، گل کے، وہ اب پیرہن کہاں
رنگین قمیص غنچہ و اطلسیں قبائے گل — رہتے تھے تنگ و چست جو، بالائے تن کہاں
پیراہن و قبائے جوانانِ بوستاں — جز جامۂ دریدہ و خونیں کفن کہاں
مرغِ چمن کے لب پہ، غزل نوحہ ہوگئی — ہے نکتہ سنج شاعرِ رنگیں سخن کہاں
ماتم سرائے مسکن و موطن ہوا ہے آج — وہ نو سفر کہاں وہ عزیزِ وطن کہاں

بادِ صبا کو رحم نہیں، اپنی جان پر
لاتی نہیں وہ نکہتِ پیراہن اب ادھر

ہر دم ہے دل پہ زخمِ نوٗ دجاں پہ یک گزند — کیجے نہ شکوۂ ستمِ چرخ تا بہ چند
ٹک دیکھیے کہ وضعِ جہاں میں خلل ہے کچھ — کیجیے ذرا نہ دیدۂ انصاف بیں کو بند
افسردہ نے تو، مجمرۂ آفتاب ہے — نہ آتشِ فنا کے، کواکب ہوئے سپند
نے، وا، ہوئے ہیں پائے ثوابت برائے گشت — سیارگاں پہ ہے نہ سرِ راہ سیر بند
نے فرشِ خاک، بادِ فنا نے لیا لپیٹ — نے ہے، فتادہ خاک پہ، یہ خرگہِ بلند
نے کنگرِ سپہر بریں پر ہے زلزلہ — نے کچھ گستہ، کاہکشاں کی، ہوئی کمند
آیا نہیں ہے طبع عناصر میں اختلاف — نے کچھ موافقت ہے، انہوں کی خلل پسند
نےَ طبعِ زہر لی ہے، شکر نے قبول اب — کام و زباں کو دی ہے نہ سمِ التذاذ و قند

۱۔ ب: ضیا
۲۔ ب: بے
۳۔ لندن۔ آپ۔ لیکن آج زیادہ مناسب ہے۔ ب = آنج غالباً سہو کاتب
۴۔ ب: کھولا

ہم پر ہی زندگی کی حلاوت ہوئی ہے تلخ [illegible]

کس کو نصیبِ شہد ، ہمیں خوانِ دہر ہے
ہم کو تو خوانِ دہر سے قسمت میں زہر ہے

کیا حال ہے کہ دل کو نہ ہے ، صبر نہ قرار — دل ریش ریش ہے ، جگر و سینہ ہے فگار
سینہ میں آج تعبیۂ صد جحیم ہے — دم نکلے ہے شرارہ فشاں ، آہ شعلہ بار
بھڑکی ہے آگ سینہ میں ، کیسی کہ یا خدا — نکلے ہے جائے قطرۂ اشک ، آنکھ سے شرار
ہے مشہدِ ہزار فغاں ، گوشۂ گلو — کنجِ دہن ہے نالۂ خوں گشتہ کا مزار
ہر زخمِ سینہ ، یاں ہے ہم آغوش نمیں سے — ہر داغِ دل رہبے ہے ، نمک داں سے ہمکنار
نہفتہ زیرِ ہر بنِ مو ہیں ہزار زخم — ہر زخم میں ہزار سناں بلکہ صد ہزار
رکھ زخمِ دل پہ تیغ رگِ جاں میں سناں — چرخِ جفا پسند کیے ہے کہ دم نہ مار
اے رہبرِ فنا! قمر الدیں کے پاس جا — میری زباں سے عرض یہی کیجو ایک بار
کہتے تھے جسکو لختِ دل و پارۂ جگر — اے قبلہ ہے ہزار جراحت سے وہ دوچار

وہ زخم اس کے سینہ پہ اب جانے گیر ہے
نہ قابلِ رفو ہے ، نہ مرہم پذیر ہے

اے دوستوں کہو کہ مری داستاں سنے — آکر حدیثِ دردِ جدائی بیاں سنے
میری حدیثِ درد کو اغیار و یار سے — آکر باتفاق سنے ، یک زباں سنے
تھا چارہ سازِ درد و طبیبِ مرض مرا — بیماریِ دل اور مرا دردِ جاں سنے
کہتا ہوں کب کہ آکے ، سنے آشکارہ حالِ دل[1] — پوشیدہ سب سے وہ مرے رازِ نہاں سنے
کہتا تھا مجھ کو بند دل و گوشۂ جگر — اب تیغِ ہجر کیا ہے ، جراحت فشاں سنے
کہتا تھا مجھ کو قرۃِ عینیں و نورِ چشم — اب ماجرائے دیدہ و اشکِ رواں سنے
کہتا تھا آفریں ، مرے اشعارِ گرم پر — اب آہ کا وہ مصرعۂ آتش نشاں سنے
اصلاح دے کہیں ، کہیں تحسیں کیے مجھے — وہ نکتہ سنج سب مری نظم و بیاں سنے
رنگینیِ کلام مری تھی پسندِ طبع — پُر خون نوحہ اور غزلِ خونچکاں سنے

موزون کرکے ہجر کی سب داستاں پڑھوں
رنگین ترانہ و غزلِ خونچکاں پڑھوں

امید تھی کہ آئے گا وہ نوسفر یہاں — پہنچے گا ، تن کو مژدۂ جانِ دگر یہاں
امید تھی کہ عہدِ خزاں کا گزر چکا — پھر ، گل کرے گا بالبِ خنداں گزر یہاں
امید تھی کہ سعی ہے ، اس ابرِ لطف کی — نخلِ مراد لائے گا برگ و ثمر یہاں
امید تھی کہ نخلِ ستم دیدۂ خزاں — آئے بہار ہونے لگا ، پھر باروَر یہاں
اپنی شبِ سیاہ کو ، امیدِ نور تھی — امید تھی کہ ہوگا ، طلوعِ قمر یہاں
خوش تھے کہ وہ ہما ، زپئے سایہ گستری — سر پر کرے گا ، بازِ مرے بال و پر یہاں

---

[1] ب: حال

امید[1] تھی کہ نور فشاں ہوگا آفتاب   کچھ تو اثر کرے گی دعائے سحر یہاں
خوش تھے بہت کہ وصل کی اب آئے گی خبر   وا حسرتا، وصال کی پہنچی خبر یہاں
امید تھی کہ در سے، وہ خنداں پھر آئے گا   تا صبحِ حشر، چشم رہی سوئے در یہاں

تا صبحِ حشر، چشمِ تمنا براہ ہے
آواز پابہ گوش ہے، در پہ نگاہ ہے

کیا حال ہے کہ آج شرارہ فشاں ہے آہ   دودِ فغاں ہوا ہے کلف بہرِ روئے ماہ
چہرہ ہوا ہے سیلیِ حرماں سے سب کبود   سینہ ہوا طپانچۂ حسرت سے سب سیاہ
نوکِ مژہ ہے چشم میں مثلِ سرِ سناں   کچھ کم نہیں خدنگ سے، آنکھوں میں ہر نگاہ
دیکھیں کہ کب عناں کو، ادھر پھیرتا ہے وہ   تا صبح گاہِ حشر رہی چشم یاں[2]، براہ
اے رہ روانِ ملک عدم، اس طرف کو تم   جاؤ کہ ہے جدھر قمرالدیں کی بارگاہ
اول رخِ نیاز کو، اس آستاں پہ رکھ   کیجو یہ عرض، عرض ہے ممنوں کی قبلہ گاہ
واماندگاں کے حال سے، غفلت اب اس قدر   سالارِ کارواں کی، کہیں بھی ہے رسم و راہ
جنگاہ میں ہے آگ پڑی، لو خبر شتاب   اتنی کہیں ہے گرم روی رسم بادشاہ
آپ ہی کی ذات سے ہے امیدِ مدد مجھے   کرتی ہے ملکِ جاں پہ یورش ہجر کی سپاہ

پھیرو ادھر عنان تو مل آنکھیں رکاب سے
رؤوں یہ میں کہ دامنِ زیں تر ہو آب سے

ترکیب بند سید حیدر، فرزند دل بند مصنف

اے برقِ نالہ! قصد سپہرِ سیاہ کر   دے سیلِ اشک، خانۂ ہستی تباہ کر
گردوں نے میرا سینہ کیا، وہ گزارِ تیر   تو ناوکِ فغانِ دل، گردوں میں راہ کر
بر میں لگیں ہیں کاوشِ پنہاں سے برچھیاں   اے دل! نہ ضبط بس، نفسِ سینہ کاہ کر
فریادِ خونچکاں سے مجھے روکتا ہے، کیوں   اے ہم نفس ذرا! مری محنت نگاہ کر
دل ریزہ ریزہ کرتے ہوں، جسکا خدا سے ڈر   ہے منصفی کہ اس سے کہے تو، نہ آہ کر
پیوند کو جگر کے جگر سے جدا کیا   سیرِ مروت، فلک کینہ خواہ کر
گم وہ عزیزِ جاں ہے کہ یعقوبِ آرزو   یوسف کو چاہتا نہ کبھو، جس کو چاہ کر
جو نورِ چشم تھا نہ رہا مردمانِ چشم   بیٹھیں نہ کیونکہ جامہ، ماتم سیاہ کر
مکھڑا وہ یاد آنے ہے دن رات یا خدا   رؤوں نہ کیوں، نگاہ سوئے مہر و ماہ کر
خورشید رو نہاں ہے مرا، مجھ سے دور چرخ   طالع کر اس کو رات مری صبح گاہ کر

ہوجائے ایسی صبح تو دل میں سرور آئے
چمکے وہ آفتاب تو آنکھوں میں نور آئے

---

[1] شعر
۱۔ ب۔ یہ بعد میں ہے۔
۲۔ ب۔ گا

نادان دل! عبث یہ خیالِ محال ہے [illegible]
یہ ہے خیال میں کہ نظر آئے وہ جمال [illegible]
آغوش سے مری وہ نکل جائے ، یا نصیب! کیوں ! جاں مری نہیں کوئی لیتا نکال ہے
جو میری جان تھا سو گیا ، میرے پاس سے بن جان کوئی زندہ رہے ، یہ محال ہے
روحِ شریف حیدرِ صفدر کی ہے قسم حیدر بغیر تو مجھے جینا وبال ہے
غم خوار ، کر نہ میری تسلّی کی گفتگو میں اور مجھ سے صبر! عجب یہ سوال ہے
ہوں خاک پر پڑا تو اٹھاؤ نہ دوستاں جنبش کی تاب نہ حرکت کی مجال ہے
میں ناتوان و ہر سرِ مو سے مرے بندھا مستحکم ایک کوہِ گرانِ ملال ہے
اے میری جان! حال تک اپنا بیان کر مجھ سے نہ پوچھ ، آہ عجب میرا حال ہے
رہتا ، ترے مرض کا تصور ہے روز و شب صحت مجھے رہی ، یہ عجب قیل و قال ہے

تپ تیری یاد کرکے ، مری جاں سلگ گئی
اس دل کو ، آگ اس ہی حرارت سے لگ گئی

بیٹھے پسر عزائے پدر میں ہے ، ہر کہیں آفت ہے یہ پدر ہو ، پسر کا عزانشیں
یعقوب سے الم میں نہ تشبیہ دو مجھے آخر ہوا وہ شاد ، ابد تک ہوں میں حزیں
لائی صبا نہ بو مرے یوسف کی ، گرچہ ہوں بیت الحزن میں ، صورتِ یعقوب جاگزیں
اے گم شدہ کہاں ہے تیرا منزل ومقام مدت سے میری چشمِ تمنا کو ہے کہیں
طے کسطرح سے تو نے یہ راہِ دراز کی سوجی ہوئی تھی ہائے تیری پائے نازنیں
کہتے ہیں ہونگے صحنِ قیامت میں ایک جا یہ ہی ہے تو محال ، ملاقات کچھ نہیں
آ ، دیکھ شورِ نوحہ و فریاد و آہ سے گھر کی مرے ہے صحنِ قیامت بنی ، زمیں
تیرے فراق نے یہ لگائی ہے آگ کیا فریاد شعلہ دم ہے ، شرارِ آہ آتشیں
دیتا ہوں بوسہ یوں تیرے سنگِ مزار کو جس شوق سے کہ گلہ ، تیری چومتا جبیں
دیدار خواہ ہوں ، مرے رکتے نہیں سر شک لیتا اٹھا ہوں دیدۂ گریاں سے آستیں

گریم چو ابر برسرِ خاکِ مزارِ تو
تا بروید زخاک رخِ چوں بہار تو

اے رشکِ ماہ چار دہم ، چار سالہ ماہ بن تیرے ، دود مانِ پدر سب ہوا سیاہ
تھا تو چراغ و چشم مرا آہ بن ترے ہم خانہ بے چراغ ہے ، ہم چشم بے نگاہ
دستِ تہی ہوں ، دیکھ کے ، اپنے سرشک ریز کس گوہرِ مراد کو کھویا ہے ، میں نے آہ
ڈھونڈوں کہاں ! گرا ہے عجب درِ بے بہا بے نورِ چشم راہ ہے تاریک ، شب سیاہ
کینہ کسی کا تھا ، نہ مجھے ای جفا پسند چرخِ جفا پسند ہوا مفت کینہ خواہ
آرام تھا جسے مری آغوش میں سدا اسکی بنائی خاک تلے آہ خواب گاہ
توڑا ہے کیا شگفتہ گلِ شاخِ آرزو گل چیں نے میرا باغِ تمنا کیا تباہ
اپنے چمن کو کیا ہے توقع بہار کی دل بندِ خاک سے نہ اگے ، جوں گل و گیاہ

ا۔ ب: غلط

جس اخترِ سپہر تمنا سے رات دن کرتی تھی کسبِ نور مری چشم یا الہ
اختر فشاں ہے صبح سے تا شام وہ ہی چشم اختر شمار شام سے ہے وہ ہی تا پگاہ

کیا ہو فروغ ریز اگر وہ ستارہ ہو
اس چشم کو نصیب نگاہ دوبارہ ہو

اے طوطیِ ریاضِ تمنا و آرزو کیوں ہے خموش ، ہو ، شکر افشانِ گفتگو
ہے کس سے ہم صفیر ، ترا ہم نوا ہے کون یاں تو ہے مرغِ جاں کی نوا ، قیدیٔ گلو
اے عندلیب قدس ، وہ رنگیں نوا تری کر یاد زمزمے ، مرے لب پر ہونے لہو
آموختہ تھا ، دستِ محبت کا تو مری اے طائرِ مرادا کہاں پر فشاں ہے تو
ایک ایک شاخِ برگ و ثمر دوحہ و شجر میں ڈھونڈتا ہوں اس چمنستان کے سو بسو
گہہ دل میں ڈھونڈتا ہوں ، تجھے گہ چشم میں کہ تجھ کو گشتِ باغ ہے یا سیرِ آبِ جو
گھر میں مرے ہے خونِ جگر ، یا فغاں کا دور تو کس چمن کی سیر میں ہے ، محوِ رنگ و بو
تو ہے فضائے قدس میں ، میں اس قفس میں ہوں پہنچوں ہوں کب اگرچہ کھلیں بالِ جستجو
اس باغ سے اڑا ہے ، عجب طیرِ خوش نوا آواز اب خوشی کا سنوں گا نہ میں کبھو
ماتم کدہ بنا چمستان دہر ، سب مرغان نغمہ سنج کے لب پر ہے ہائے ہو

ہیں داغِ دل اوگے ، نہ چمن لالہ خیز ہے
نغمہ کہاں کہ باغ یہ سب نالہ خیز ہے

ترکیب بند مرثیہ سید الحکماء میر محمد حسین علیہ الرحمتہ

یہ گلستاں کہ نہیں کچھ بجز آزار یہاں کاوشِ خار سے ہر گل ہے ، دل افگار یہاں
فرصتِ عیش ہے ، یک نیم تبسم سے کم بر ہی گل کو ، بس خندہ ہے ، ناچار یہاں
تک ہنسے صبح تو پھر چاک گریبان کیا غم ، ہر اک عیش کو ہے عاقبتِ کار یہاں
زہرِ حرماں ہے بس آخر دہن و کام ہو تلخ شہدِ مقصد سے حلاوت جو ہو یک بار یہاں
سو فلاطوں کی ، کفِ خاک کرے ہے لیکر ایک خشت سرِ خم ، چرخِ ستم گر یہاں
ہووے آرام بھلا کیونکہ کسی کو ، کہ نہیں ایک ڈھب پر روشِ گنبدِ دوّار یہاں
ہم گرفتارِ فلک اور فلک گونے صفت خم چوگان فضا میں ہے ، گرفتار یہاں
بستہ خاطر کو ، علایق سے نہ کیجو ہر گز چھوٹنا دل کا ، مبادا ہو کہ دشوار یہاں

دل کو وابستہ نہ کر یاں طرب و عشرت سے
دیکھ یہ گلشن گیتی ، نگہہ عبرت سے

باغِ حکمت میں یہاں اک گلِ رعنا تھا لطف و خوبی سے جہاں کا وہ چمن پیرا تھا
صرصرِ مرگ سے افسوس ، خزاں دیدہ ہوا زینت و زیب جو ، اس ساتِ گلستان کا تھا
کون یعنی وہ فلاطونِ زماں ، میر حسین دردِ عالم کی دوا ، لطف و کرم جسکا تھا
کیا ہوا اب کہ مرے درد سے بے پرواہ ہے اس سے آگے نہ مرے حال سے بے پرواہ تھا

کیا لگایا ہے بس اب خنجر جلاد فراق [illegible]
آج کیا حال ہے افغاں جو نہیں ہوتی ضبط [illegible]
جا کے اس شاہ سے میرا کہو کوئی احوال گوش فریاد [illegible]
حال لشکر سے نہیں بے خبری، عادت شاہ کوئی ہم میں سے بھی [illegible]

دیکھ، ٹک آ کے مری بے کسی و تنہائی
واہ درماندگی و واسی و تنہائی

ہائے کیا جور ہے، کیا ظلم ہے کیا بیداد ستم چرخ سے کسطرح نہ کیجے فریاد
دل پہ میرے نہ رہے، یک قطرۂ خوں سے کمتر زخم پہ زخم لگاتا ہے سدا، یہ جلاد
وضع عالم میں بھلا حادثہ کچھ ہے پیدا نسق و نظم جہاں میں ہے خلل کچھ، روداد
نہ تو جنبش ہے زمیں کو، نہ فلک کو آرام حرکت اور سکوں ہے، وہاں، برحسب مراد
نہ تو سیاروں کو ہے سیر مسافت میں خلل نہ ثوابت کو سکوں میں حرکت اور فساد
روش دہر، اسی ڈھب پہ چلی آتی[1] ہے نہ تو ہے خاک سبک رو، نہ گراں خیز ہے باد
چال عالم کی سبھی خوب ہے لیکن افسوس بد ہے کچھ مجھ سے سلوک فلک بد بنیاد
ہر گھڑی رنج ترقی پہ ہے، آرام ہے کم صبر، گر ڈھونڈیے دل میں، نہ تو کم ہے نہ زیاد

دم بدم کیونکہ فزوں ہووے نہ ماتم اپنا
تھا جو غمخوار سو اب اس کو نہیں غم اپنا

آج[2] کیا ہے کہ جو خاطر کو نہیں آج سرور نہ تو آسودگی طبع ہے نہ دل کو حضور
مشعل مہر بھی افسردہ نظر آتی ہے کچھ تنزل ہو، شمع کواکب میں نہیں آتا نور
کیا ہوا ہائے کہ قانون طرب برہم ہے ہے وہاں نوحہ، جہاں اٹھتے تھے آہنگ و سرور
ہے کہاں! آن کے دیکھے وہ فلاطون زماں عافیت ہوگئی بیمار، طرب ہے رنجور
شب سے تا صبح نہیں، چشم کواکب کو خواب بس کہ پہنچے ہے، فلک پر یہ فغان پرشور
لخت لخت جگر اب خانۂ زنبور ہوا کاوش آہ ہوئی، ناصب نیش زنبور
سینۂ تفتہ میں وہ زخم نمک بند ہیں آہ کہ سدا رہتے ہیں لب تشنۂ آب ساطور
کون سی صورت بہبود کہ یہاں ہر یک زخم دشمن جانی مرہم ہے، رفو سے ہے نفور

فائدہ بخیہ و مرہم سے! کہ اب سود نہیں
ہے یہ وہ زخم کہ جسکو رخ بہبود نہیں

تھی یہ امید کہ وہ سوے وطن آوے گا مژدۂ مقدم جاں، جانب تن آوے گا
تھی یہ امید کہ پھر، بہر گرفتار قفس تحفۂ نکہت نسرین و سمن آوے گا
تھی یہ امید کہ بس عہد خزاں کا گزرا گل، پھر اب خندہ زناں، سوے چمن آوے گا
تھی یہ امید کہ پھر کشتہ ہجراں کے لیے مژدۂ روح رواں، سوے بدن آوے گا

۱۔ ب: جاتی ہے
۲۔ ب: ہائے

تھی یہ امید کہ اس چارہ گرِ غم کو دیکھ   دل سے پھر شکوہ غم تا بدہن آوے گا
تھی یہ امید کہ ہر بوِ نسیمِ سحری   تحفہ نکہتِ پیراہنِ تن آوے گا
مرگِ یوسف کا نہ معلوم تھا، ہے بخت قسمت   لے کے پیغام کوئی، سوئے وطن آوے گا

تادمِ صبحِ قیامت ہے یہاں چشم براہ
کب عناں پھیرے ہے ادھر وہ شہ عالی جاہ

ہائے محرومی و ناکامی و دردِ ہجراں   حسرت اے حسرتِ دل، حیف ہے نو میدیِ جاں
ہائے! وہ ماہ یہاں انجمن آرا نہ ہوا   ہائے تنہائی وہی روزِ سیاہِ ہجراں
چہرہ و سینہ ہوا اپنا طمانچوں سے سیاہ   کچھ عجب شکل سے یاں، رنگ ہے ماتم کا عیاں
لب سے لے تابہ جگر آگ سی بھڑکے ہے پڑی   تجھ سے فریاد ہے اے نالہ آتش افشاں
کس لیے نکلے ہے ہر دم نفسِ آتش بار   ایک آتش کدہ سینہ میں نہیں، گر پنہاں
ہائے! کسطرح سے جاویں، طرفِ میر حسین   نہ تو رہبر ہے، نہ اس راہ میں پاؤں کے نشاں
کسطرح کیجیے اب رختِ سفر اس کی طرف   اپنے گریہ سے ہوا، راہ میں حائل طوفاں
ظلم و بیداد کا طوفان ہے، کیا دل پہ آہ!   ہائے کیا جان پہ ہے ظلم و ستم کا طغیاں

ہائے کیا واقعہ ہے کچھ نہیں مضمون معلوم
ایک دل، تس پہ ہے صد حسرت و حرماں کا ہجوم

۱

جھمکڑا[1] برق کا سا اس جمال میں دیکھا
اگرچہ پردے کے پیچھے خیال میں دیکھا

دلِ گدا ختہ میں ہے فروغِ جلوۂ یار
کہ آفتاب چھپتا زلال میں دیکھا

تجلّی عام ہے اس کی کہ ایک مہر کا نور
نجوم و ذرہ و بدر و ہلال میں دیکھا

خمیر مایۂ مرأت و تیغ ، یک آہن
کہ جو جمال میں وہی جلال میں دیکھا

سمجھتے ربطِ ظہور و خفا ہیں اہلِ شہود
کہ ایک رنگ سویدا و خال میں دیکھا

عجب بہار کا عالم ہے جسمِ خاکی میں
چمن چمن گل و ریحان ، سفال میں دیکھا

فزوں تھی تیز پری ، دل کی گو فرشتوں سے
سو وہ بھی کاکلِ جاناں کے جال میں دیکھا

اگرچہ قرب ہی ہو پر نظر کی تاب کہاں
بہوش کوئی نہ بزمِ وصال میں دیکھا

کبھی نہ جمع ہوں خود بینی و خدا بینی
بڑا یہ نقص ہے ، مجنوں ، کمال میں دیکھا

۲

تبھی اس حسنِ مطلق سے ہے کب آئینہ اعیاں کا
دلِ ہر ذرہ ہے خلوت کدہ خورشیدِ تاباں[2] کا

شکوہِ جلوہ پر جس کے دو عالم تنگ ہے ، وہی
یہاں پیدا ہے دیکھو! ظرف اس آئینۂ جاں کا

بہارستانِ معنی دیکھ ، وا کر ٹک گرہ دل کی
کہ اس غنچہ کے کھلنے میں ہے ، ساماں سو گلستاں کا

جلایا طور جس نے ایک جھمکے سے ، آیا ہے
ہماری طاقتِ موسیٰ کو دھیان اس برقِ سوزاں کا

تماشائی ہو اپنا ، کرکے آنکھیں بند ہر سو سے
کہ تو کیا ہے! نگارستاں ہے ، کلکِ صنعِ یزداں کا

چراغِ دیر و شمعِ کعبہ ، ایک آتش سے روشن ہے
نہیں ، پر دیدۂ تحقیق وا ، گبر و مسلماں کا

ٹھہر سکتی[3] ہے اس آئینۂ دل پر نظر کس کی
کہ یاں ہے جلوہ گر خورشید ، اس کے روئے رخشاں کا

نخستیں گام پر اسبابِ ہستی سب لٹا بیٹھے
رہِ الفت ہے یہ ، یاں سر کا سودا ہے نہ ساماں کا

ادھر آ ، گر کلیسا و صنم خانہ نہ دیکھے ہوں
دلِ مسجد نشیناں ہے نمونہ کافرستاں کا

سمجھ کر عشق کی وادی میں کر و فر سے تو آنا
کہ چشمِ مور میں یاں ہیچ ہے یہ کشورِ سلیماں کا

الٰہی! کس قدر وسعت کہے میدانِ محشر ہے
کہاں پھیلانے گا جا کے یہ (سب؟)[4] طومار عصیاں کا

عجب آداب سے مجنوں کو دیکھا سجدۂ بت میں
کہ سخت افسوس آیا ہم کو اپنے دین و ایماں کا

۳

بندہ ہوں حسنِ صورت و عشقِ مجاز کا
ہر آئنہ میں جلوہ ہے اوس جلوہ ساز کا

۱۔ لنڈن میں زائد غزل
۲۔ ل: جاناں
۳۔ آ: یہ شعر نہیں ہے۔
۴۔ سب کسی نسخہ میں نہیں۔

اے تو بے ادب نہ اسے آگ دے، کہ ہے
دل جلوہ گاہ، پردہ نشینانِ راز کا

ہے آستانِ دیر پہ، اپنی نشست و خاست
کب ہے حرم میں، ہم کو ارادہ نماز کا

از خویش رفتگی ہی پا[1] ہم عشق ہیں یاں نہیں
عزم کلیسا اور ارادہ حجاز کا

یاں جان تک بھی دے چکے، پروا[2] واں نہیں
جھگڑا کہاں[3] چکائیے ناز و نیاز کا

مدِ نگہ غزال کی، خامہ ہو جب لکھوں
افسانہ اوسکی نرگسِ افسوں طراز کا

ممنوں دلِ[4] ستم زدہ ہے، عشق کا حریف
یاں ہے دوچار صعوہ پے[5] بالِ باز کا

۴

اے[6] وہ کہ آئینہ ہے تو حسنِ قدیم کا
رویت تیری مشاہدہ ربِ عظیم کا

تیرے گدائے در سے جو رازِ فلک سنے
پردہ سا اٹھ گیا ہے کلامِ حکیم کا

دیکھیں گے اسکو لانے[7] نہ عاشق پہ جس کی تاب
میں غش ہوں لن ترانی و لافِ کلیم کا

تو پرکشا جہاں ہے وہاں سے ہے دشتِ دست
پرواز دور طائرِ عرشِ عظیم کا

منسوخ کی ہر ایک اولی العزم کی کتاب
رتبہ تو دیکھ امی و طفلِ یتیم کا

تیری ہوائے کوچہ سے آتا ہے جس کو چین
سمجھے نسیم خلد کو شعلہ جحیم کا

نعتِ صحیح و مدحِ درست اوسکی ہو سکے
کیا حوصلہ ہے معنی و لفظِ سقیم کا

ممنوں کو یا رسول نہ ناکام چھوڑیو
ہووے گا جب کہ معرکہ امید و بیم کا

۵

لبالب نورِ عشقِ مرتضیٰ سے سینہ ہے اپنا
مقابل مہرِ عالمتاب کے آئینہ ہے اپنا

زہے رتبت کہ وہ پا، وقتِ معراجِ یقین بولے
کہ دوشِ پاکِ خیرالمرسلین سازینہ ہے اپنا

نہ اس مشرب سے لذت بد مذاقانِ تعصب لیں
کہ صوائی[8] کے آگے تلخ، یہ لوزینہ[9] ہے اپنا

نہیں سرمایہ دل داغِ عشقِ آلِ احمد بن
سدا لبریزِ نقدِ جعفری گنجینہ ہے اپنا

۱۔ آ: "ہے یہ عشق میں یہاں نہیں"
۲۔ آ: "پروا یہاں نہیں"۔
۳۔ آ: شوخ
۴۔ آ: شکستہ ہوا
۵۔ آ: ہے
۶۔ ب: یہ غزل بعد میں ہے
۷۔ ب: آنے
۸۔ آ: صفرائی
۹۔ آ: پوزینہ

بھرا[1] رکھتے ہیں ہم صاف یقیں سے آئینہ گیتی

۶

تجھے نقشِ ہستی مٹایا تو[2] دیکھا | جو پردہ تھا حائل اٹھایا تو دیکھا
یہ سب تیرے ہی حسن کا پرتو ہے | نہ دیکھا تجھے، تیرا سایہ تو دیکھا
یہاں ہر شرر شعلۂ طور سا ہے | یہ جلوہ جو دل کو جلایا تو دیکھا
برا ماننے مت ورے دیکھنے سے | تمھیں حق نے ایسا بنایا تو دیکھا
نہوں[3] کیونکہ ممنونِ پیرِ مغاں کا | یہ عالم جو ساغر پلایا تو دیکھا

۷

تجھے کچھ یاد ہے پہلا وہ عالم عشقِ پنہاں کا | شگاف پردہ سے کب تھا اشارہ چشمِ فتاں کا
وہ صیدِ تشنۂ ذوقِ شہادت ہوں کہ رہتا ہے | قدِ تعظیم خم، آگے مرے شمشیرِ عریاں کا
نہیں اس[4] شکل بن مرگر کبھی صورت کوئی تسکیں کی | مری چھاتی پہ رکھ دیکھو ورقِ تصویرِ جاناں کا
یہاں دم کھینچتا دو دو پہر مشکل ہے ہو جاتا | دھواں گھٹتا ہے جب سینہ میں اپنی آہِ سوزاں کا
بلا ہے[5] پیچ وتابِ رشک بھی، کیا کیا الجھتا ہوں | اگر شانہ ہلا گرداں ہو اس زلفِ پریشاں کا
نہ کی غمزے نے جلادی نہ ان آنکھوں نے سفاکی | جسے کہتے ہیں دل لٹتا وہی قاتل ہوا جاں کا
بنا نقشہ[6] ترے اندوہ گیں کا یہ کہ ہے اوسکو | سرِ فکر اور زانو اور گوشہ بیتِ احزاں کا
شگافِ سینہ سے از بسکہ دودِ دل نکلتا ہے | سیہ اب جا بجا ہے رنگ سے اپنے گریباں کا
یہ دل ہے قطرۂ خوں سے بھی کم اللہ رے جرأت | ہوا ہے قصد پہ روکش اوس خدنگِ اندازِ مژگاں کا
غزل اب اس زمیں میں اور بھی کہتے ہیں ہم ممنوں | کہ سن کے دل جسے محظوظ ہو ہر اک سخنداں کا

۱۔ آ۔ سوا
۲۔ آ: پہ تو
۳۔ آ: نہ ہو
۴۔ ل: اپنے
۵۔ آ: بلا ہی یہ عتاب رشک ہے۔
۶۔ لندن: مرا

مطلع ثانی

۸

[1] سیاہی کب یہ پوچھے ہے، رگڑ کر گوشہ داماں کا
کرامت عشق نے دل کو کیا وہ داغ حرماں کا
اڑے سو شورِ محشر، گرد ہو یاں ایک جنبش میں
ہوا بے پردہ و رسوا جو یوں رازِ دلِ مجنوں
خراشِ تازہ کی پھر آج کچھ لذت سی آتی ہے
بھلا کیا فایدہ اوس دشمنِ جاں سے جو ملتا ہے
ستارہ صبح کا یا عقدۂ آبِ لطافت ہے
نمک میں سودۂ الماس کو اے وائے بیدردی
جراحت ریز کیا ہو چکی اول نگہ اسکی
جگر ہے ٹکڑے ٹکڑے کون سی طاقت پہ ہوں ہردم
بحذفِ نون، غزل ان قافیوں میں اور کہہ مجنوں

کچھ کاجل نہ پھیلا، سایہ ہے تیرے ہی مژگاں کا
کہ رہتا ہے سدا جو تشنہ لب خونِ نمکداں کا
کیا تو نے غبار اے چرخ ہم کو کس کے داماں کا
اوٹھا کر پردۂ محمل یہ کس نے ناز سے جھانکا
قلق میں کھل گیا شاید دلِ مجروح کا ٹانکا
تجھے کیا شوق ہے ناحق ہی اے دل! جی کے نقصاں کا
ہوا جو تکمہ الماس، زینت اوس گریباں کا
ملا کر زخمِ دل روکش کیا اوسنے نمکداں کا
خیال اس پر بھی ہے غمزہ کا گاہے، گاہ مژگاں کا
حریفِ کاوِ کاوِ نشترِ دہم طرحِ پیکاں کا
کہ مشتاقِ سخن تیرا ہے دل ہر اک غزل خواں کا

۹

کسے اب معرکہ میں شوق کے زہرہ ہے غوغا کا
جھمکڑا ایک دیکھا تھا ترا جس غرفہ سے گاہے
ادھر اے خضر تک ہمت کر ہوتا پھر شناور ہے
کہا میں نے کہ دل گھبرانے ہے، رکتا ہے دم تجھ بن
تجلی کیسی اپنے سامنے اک برق کوندے ہے
تمہارے خندۂ زیرِ لبی سے خرمنِ طاقت
گرہ ہے دم گلو میں، شوقِ آبِ تیغِ قاتل سے
ہمارا مومِ طاقت پھر کسی کے گرمِ جلوہ سے
میں اپنی بے سروپائی سے اتنا اس لئے خوش ہوں
الٰہی وہ جو وعدے تھے وفا کس طرح سے ہونگے
نگاہِ فتنہ زا کو کس کے اب مشقِ تغافل ہے

کہ پھر دنبال رو سرمہ ہے مژگانِ صف آرا کا
[2] اودھر رہتا ہے منہ دو دو پہر تک تیرے [3] شیدا کا
دل اک طوفانِ بے پایان و بحرِ شوق افزا کا
تو کیا کہتا ہے، کچھ کیجے علاج اس اپنے سودا کا
یہ پردہ اٹھ گیا کس کے جمالِ عالم آرا کا
حریفِ برقِ عالم سوز ہے اس ناشکیبا کا
نہوں، مشتاقِ آبِ خضرو نے بادِ مسیحا کا
ہوا ہے آج روکش آفتابِ عالم آرا کا
کہ نے مرہوں، گلِ گلشن کا ہوں، نے خارِ صحرا کا
نہ واں خو یاد آنے کی نہ شیوہ یاں تقاضا کا
کہ مجنوں چرخ تک ہے موجزن پھر خوں تمنا کا

---

۱ - بھ یہ شعر نہیں ہے۔
۲ - آ: ادھر
۳ - آ: بہ شور
۴ - آ: ۳

گمان کیونکہ کروں تجھ پہ دل چرانے کا — جھکا کے آنکھ، سبب کیا ہے مسکرانے کا
وفورِ گریہ ترحم، ہجومِ نالہ کرم — کہ ہے ارادہ اسے دردِ دل سنانے کا
مجھے وداع کرو ہم نشیمانِ[1] چمن — کہ نقل شعلہ پہ ہے قصد آشیانے کا
یہ سینہ ہے یہ جگر ہے، یہ دل ہے بسم اللہ[2] — اگر خیال ہے تلوار آزمانے کا
کسی کے ہونٹ کے ہلتے ہی ہم تمام ہوئے — مزا ملا نہ ہمیں گالیاں بھی کھانے کا
مجھے یہ درد ہے معلوم، حکمِ بلبل بن — نہ میری خاک پہ کر قصد پھول لانے کا
بجھا کے سوزنِ الماس زہر میں لاؤ — کہ یاں ہے دھیان شگافِ جگر سلانے کا
بہم ہے محوِ سخن یاں نگاہِ ناز و نیاز — رقیب! فائدہ کیا کان یوں لگانے کا
ترنمِ غزلِ تازہ ساز کر ممنون — کہ اشتیاق ہر اک کو ہے اس ترانے کا

۱۱

نہ بند[3] غم میں ہے زور اشک بھی بہانے کا — کہ اس قفس میں نہیں حکم آب ودانے کا
کسی کی چشم کا کشتہ ہوں، ساغرِ مے پر — کرو تبیہ مری فاتحہ دلانے کا
دریغ واپسی قیس، قصدِ ناقہ نشیں — ہوا ہے پردۂ محمل کو اب اٹھانے کا
نگاہِ ناز بس اب کب تلک یہ تیغ زنی — کہ یاں رہا نہ جگر زخمِ تازہ کھانے کا
وہ شعلہ رو ہو رخ افروز تو ارادہ ہے — چراغ، تربتِ پروانہ پر چڑھانے کا
دیا ہے وعدۂ جاں بخش نے تمھیں[4] مقدور — ہزار آرزوے[5] مردہ کو جلانے کا
کیا فریفتہ کہہ کہہ کے حالِ دل اسکو — اثر فسوں سے نہیں کچھ کم اس فسانے کا
غموں کی گر یہی بالیدگی ہے تو آخر — دلِ گرفتہ نہیں سینے میں سمانے کا
رقیب کا تو نہ پامال ہوں، پھر مجھے — غبار کیجو نہ پر، اوس کے آستانے کا
وہ تیرِ ناز لگا کر کہے مرے دل پر — کہ یہ خدنگ ہے لایق اسی نشانے کا
غزل پڑھی ہے قوافی میں کیا تصرف کر — غرض کہ ممنون اوستاد ہے زمانے کا

۱۔آ،ب۔نشیمان
۲۔آ۔بس
۳۔آ۔پند
۴۔آ،ب۔سے تمہیں
۵۔ب۔آرزو

۱۲

جھکی نگہ میں ہے ڈھب پرسشِ نہانی کا
حیا میں زور[1] دیا رنگ مہربانی کا

جلے ہیں گرمِ نفس سوز سے کہ بہرِ چراغ
کرے ہے شعلہ ہی کام آبِ زندگانی کا

تبسمِ لبِ غنچہ کو دیکھ ، روتا ہوں
کہ ٹھیک رنگ ہے اس خندۂ نہانی کا

کیا نہ بازوے قاتل کی نازکی پر دھیان
گلہ ہے سخت مجھے ، اپنی سخت جانی کا

نہ آنے دست بدوشِ کرشمہ کیوں وہ نگاہ
قبول اس سے نہیں عذر ناتوانی کا

کیا ہے گردشِ چشمِ بتاں نے خانہ خراب
نہ کچھ قصور[2] ہے یاں دورِ آسمانی کا

کہاں سے روز[3] دل و سینہ و جگر لاؤں
تمھیں تو کھیل لگا ہاتھ تیغ رانی کا

الہی جیب کہ دامن کہ آستیں دھوؤں
مژہ نے سیکھ لیا شغل خوں فشانی کا

ملے جو لب بھی پئے عرضِ حالِ دل تو کہے
مجھے دماغ کہاں تک ہے قصہ خوانی کا

خیالِ یار نہ آغوشِ دل میں دیکھ سکوں
یہ مرتبہ تو ہوا رشک و بد گمانی کا

نہیں بچا مرضِ عشق سے کوئی ممنوں
ہمیں دریغ بہت ہے تری جوانی کا

۱۳

تا عدم ہے شور اپنی آہِ پر تاثیر کا
ہے بہ‌اے دلِ عنقا ہدف اس تیر کا

جان دوں اس نزع پر میں تو جو گھبرا کر کہے
کام اس کا ہو چکا ، کیا فائدہ تدبیر کا

گلشنِ اقبال تک مردوں کے کب پہنچے خزاں
سبزۂ پژمردہ کبھی دیکھا نہیں شمشیر کا

جو نظر آتی ہے صورت ہے وہ معنی سے تہی
اس زمانے میں مرقع ہے جہاں تصویر کا

شعلہ زن رہتا ہے سوزِ دل سے پہلو میں مرے
جوں زبانِ شمع ہے پیکان اس کے تیر کا

ہر پری رخسار کا رہتا ہے منہ اس کی طرف
سیکھے آئینہ سے کوئی عمل تسخیر کا

بزم میں چرچے تھے کیا کیا پر اسے واشد نہ تھی
کل عجب عالم نظر آیا ترے دلگیر کا

شرط یہ ہے بوستاں میں جانے گل شعلے گیں
فائدہ؟ اے عندلیبو ! آہِ بے تاثیر کا

صحبتیں اہلِ جنوں کی یوں جو برہم ہو گئیں
سلسلہ ابتر ہوا کس زلف کی زنجیر کا

اور طرزِ عاشقانہ میں کہوں[4] ممنوں غزل
چاشنیِ درد رہن ہے کیا مزہ تقریر کا

۱۔ آ: اور

۲۔ آ: تصور

۳۔ ب: اور

۴۔ آ، ب: کہو

تشنۂ لذت ہے پھر، زخمِ جگر نخچیر کا
تک تک [illegible] کر [illegible]

اے شہیدِ عشق بے رنگی پہ ہے شرطِ ادب
دستِ قاتل ہو نہ [illegible] شمشیر کا

صبح تک کیا کیا نہ مجھکو تھیں سماجت ہائے شوق
رات رکھ کر [illegible] تصویر کا

لے لیا بوسہ تو دیں اپنے، نہ کیا کیا گالیاں
یاں گلہ ہے [illegible] بھی زیادہ ہے مزہ تقریر کا

رک ہجومِ گریہ تک آکر سرِ مژگاں تلک
ہے ارادہ آج خطِ شوق کی تحریر کا

دیکھیو شیریں! سرِ فرہاد کی تو خیر ہے!
سرخ آتا ہے نظر کچھ رنگ جوئے شیر کا

خاک پہ آکر بسری گہنے لگا وہ پر غرور
معتقد ہوں جذبۂ الفت کی بھی تاثیر کا

ہے ترے بیمار کی رخصت، جو آتا ہے تو آ
کوچ کی جلدی یہاں، واں کیا سبب تاخیر کا

کچھ زمیں سے چرخ کی جانب رواں بجلی سی ہے
آج شعلہ پھر اٹھا کس نالۂ شب گیر کا

دل غم کا کل سے نکلے کون سی تدبیر سے
پیچ کھل سکتا ہے کس سے رشتۂ تقدیر کا

آنکھ لگنا آنکھ سے، سامان گرفتاری کا ہے
حلقہ حلقہ سے ملے تو نقشہ ہے زنجیر کا

گریہ کب چھوڑے بنائے آرزو، ممنوں بجا
فائدہ کیا رہگذارِ سیل میں تعمیر کا

۱۵

زیرِ دنداں رہ گیا حسرت سے لب سوفار کا
شب یہ کنجِ غم میں تھا عالم، ترے بیمار کا

گرمیٔ رفتارِ بیاباں فنا کو چاہیے
کوئی ہمدم. آرام کو [illegible] تری تلوار کا

خفتگانِ خاک کے سحر پہ قیامت ہوگئی
غالباً ہنگامہ پھر اٹھا کسی رفتار کا

چرخ سے کہدو کہ کشتی محکم رکھے تو تھام لے
آج ہے طوفان سرشکِ چشمِ دریا بار کا

ہاتھ پاؤں میں حنا لگوائیے نہ دستِ غیر سے
فائدہ کیا خون ہوجاوے عبث دوچار کا

زیرِ لب کیا کیا نہ آپی آپ میں بکنے لگوں
یاد آوے جب بہکنا اس بتِ مے خوار کا

سونے اور جاگے نہ اسکی بزمِ خلوت میں، یہ ہے
شکوہ بختِ خواب ناک و دیدۂ بیدار کا

شب کہاں تھا بادہ نوش؟ اے غیرتِ ناموس و ننگ
کھل رہا ہر پیچ ہے کچھ طرۂ دستار کا

شیشہ و ساغر بجائے شمع و گل لانا کہ میں
مرگیا ہوں دیکھ کر، عالم کسی میخوار کا

لب پہ ہر حرفِ تمنا خوں میں ہے ڈوبا ہوا
رنگ یہ ہے کشتگانِ شوق کی گفتار کا

۱۔ آ، ب: زخم سے ہے تشنۂ لذت، جگر نخچیر کا
۲۔ ب: اسنے دیں
۳۔ آ: دی گالیاں
۴۔ آ: تقدیر
۵۔ آ: آتا
۶۔ آ: اٹھا ہے
۷۔ آ: اپنے آپ
۸۔ آ: خون میں ڈوبا ہوا

بالشِ ممنوں پہ جی جلتا رہا تا صبح دم — کیا عدو کیا دوست کا ، کیا یار[1] کا ، اغیار کا

۱۶

کیا کیجئے بیاں ترے عارض کے نور کا — خورشید یا کہ برق ہے یا شعلہ طور کا
خلوت میں صبح کی تھی شبِ وصل کیا خبر — یارب ! سرِ زباں ہو بریدہ طیور کا
اللہ[2] ضعف ! لب تلک آکر نفس کہے — درپیش کیا سفر مجھے آیا ہے دور کا!
ہنگامے سخت ہوں ، شبِ ہجراں کے سہہ چکا — کیا خوف واعظا ! مجھے روزِ نشور کا
کھولے ہے گل کے کان صبا ، تو بھرے ہے اوس — کیا فائدہ چمن میں اسیروں کے شور کا
دورِ فلک میں کسی کو نہیں میکشی کا ذوق — رکھتا[3] ہے ماہ ہاتھ میں ساغر بلور کا
کاہیدہ ، ناتواں یہ ترا یاں تلک ہوا — درکار[4] ہے عصا اسے مژگانِ مور کا
ملتے[4] ہی آنکھ دل سے ، خدنگِ نگہ تھا پار — بیمار سے چھٹا ہے غضب تیرِ زور کا
سینہ ہی بسکہ قتل گہِ آرزو ہوا — ہے داغِ دل چراغ تمنا کے گور کا
ہوتے ہی رنجش اتنی سماجت پہ آگیا — منہ اور بن گیا ادھر اس پر غرور کا
بے طاقتی نے اسکی مجھے کردیا خجل — یارب برا ہو اپنے دلِ[5] ناصبور کا
کعبہ ہو یا صنم کدہ خالی کوئی نہیں — دیکھو جدھر ، ادھر ہی جھمکڑا ہے نور کا
ممنون ذرا شگفتہ سودا نگاہ کر — ہر سنگ میں شرار ہے اسکے ظہور کا

۱۷

مانع ہے عرضِ حال سے ڈھب اس نگاہ کا — دل درد سے ہے خوں ، پہ کہاں[6] حکم آہ کا
جس برق نے جلا کے کیا خاک طور کو[7] — روکش ہے اس سے حوصلہ اپنی نگاہ کا
قربانِ یار ، نعش ، مری دیکھکر کہا — گردن پہ کس کی خون ہے اس بیگناہ کا

۱۔ آ ، ب : کیا یار کیا ...
۲۔ ب : اللہ رے
۳۔ آ ، ب : سے پورا مصرعہ لیا گیا ہے (ل) میں ۔ ہر داغ گور کا
۴۔ ب : شعر بعد میں ہے
۵۔ آ : ادھر ہے جھمکڑا ہی
۶۔ آ ۔ نہیں
۷۔ آ ۔ کا

مستی میں شیشہ پہ ہیں محوِ رقص ہوں ہوا جام | [illegible]
دل کو کر تنگ طاقتِ دلتنگیں ہے روزگار | روشن رکھے ہے صبر [illegible]
بیعت کا قصد راہبِ میخانہ سے ہے آج | توڑوں ہوں عہد حلق [illegible]
کیا کیا کیا ہے خانہ بخانہ مجھے خراب | خانہ خراب ہو دلِ گم کردہ راہ کا
آہوں نے جا کے آگ لگائی سپہر تک | اختر نہ ہے[2] پہ جلا میرے مقدر سیاہ کا
صدقے تیرے کہ منہ سے الٹ دے ذرا نقاب | موسیٰ کو لاف آج بہت ہے نگاہ کا
ممنوں ہزار خاک کھلے تو جبین پہ | پوچھے ہے کب وہ حال، کسی داد خواہ کا

۱۸

کیا دل ہوا برشتہ تفِ[3] سینہ تاب کا | نکلے ہے دم کے ساتھ دھواں سا کباب کا
بجلی سی ایک بزم میں کچھ کوندنے لگی | کس منہ سے اٹھ گیا ہے یہ گوشہ نقاب کا
کس رو کا پرتوا ہے یہ کس مو کا سایہ ہے | ٹکڑا کہیں شفق کا، کہیں ہے سحاب کا
پہلوے رخنہ رخنہ سے جھلکے ہے داغِ دل | ہر روز تہ میں[4] جلوہ ہے یاں آفتاب کا
میں شیفتہ ہوں اس گلِ رعنائے حسن پر | شوخی کے ساتھ رنگ ہو جس میں حجاب کا
کیفیتوں سے زخم بھرے ہیں مگر، دیا | پانی کسی کی تیغ کو صہبائے[5] ناب کا
وہ زلف دستِ غیر میں ہے، منصفی تو دیکھ | پھر پوچھتا ہے مجھ سے سبب پیچ و[6] تاب کا
اے انتظارِ یار ذرا رحم کر، کہ ہے | مشتاق، آج دیدہ بیدار خواب کا
کیا دل کے لخت لخت اڑائے! جدا کیا | اس طفل نے ورق سے ورق کس کتاب کا
ممنوں غزل اک اور کہو وہ کہ نکتہ سنج | نقطہ ہر ایک بیت پہ دیں انتخاب کا

۱۹

ٹکڑا سا اک دکھائی دیا آفتاب کا | گوشہ سرک گیا ہے یہ کس کے نقاب کا
سینے سے دل نکل نہ پڑے یا خدا ہے خوف | یک چند یہی حال ہے[?] گر اضطراب کا
سرگشتگی میں گردشِ چشمِ بتاں سے ہوں | شاکی نہ دورِ چرخ کے ہوں انقلاب کا
آہستہ لب کو جنبش و پنہاں نگہ ہے تیز | رکھتا غضب ادا ہے یہ عالم عتاب کا
رسوا ہوں کس قدر کہ وہ کہتا ہے مجھکو دیکھ | رسوا شدہ[7] ہوں میں اسی خانہ خراب کا

۱۔ آ۔ ہو
۲۔ ب۔ کا
۳۔ آ۔ کف
۴۔ آ، ب۔ سے
۵۔ آ، ب۔ اضطراب
۶۔ ب۔ کا
۷۔ لندن۔ زدہ، لیکن شدہ درست ہے، آ، ب میں شدہ ہی درج ہے۔

میں غش میں تھا کہ یارِ عرق ریز آن کر | بیٹھا تو ہوگیا مجھے چھینٹا گلاب کا
منہ پھیر، زیرِ لب نہیں کہنا صحیح کچھ (نہیں؟) | دو دو ہوں دو بدو تو مزہ ہے جواب کا
آ، دیکھ میری چشم میں اس رخ کا پرتو | کیا سیر ماہتاب ہے عالم ہے آب کا
روکش ہزار لطمۂ صرصر سے ہے مدام | تک دیکھیو تو حوصلہ اپنے حباب کا
وعدہ تو اس نے خواب میں آنے کا ہے کیا | یاں پر، شبِ فراق میں کب نام خواب کا
ممنون تیری غزل اے نکتہ سنج کہہ | مشتاق آج دل ہے ہر ایک نکتہ یاب کا

۲۰

دھویا ہے کس نے منھ کہ یہ ہے لطف آب کا | لبریزِ رنگِ گل سے ہے ساغر حباب کا
بیتاب نالہ نکلے ہے رخصت دے اے قلق | لوں، پوچھ حال تک، دلِ خانہ خراب کا
مستی میں گر ہوں چشم، گہے لب پہ بوسہ زن | بادام و پستہ ساتھ مزہ ہے شراب کا
ہے عکسِ روے یار دلِ چاک میں عیاں | یاں ہے کتاں نقاب، رخِ ماہتاب کا
وا، روے آتشیں پہ نکر زلفِ عنبریں | سایہ حجاب کیا ہو، رخِ آفتاب کا
پنہاں تڑپ کے جی ہی سمجھتا ہے کچھ مزے | آغوشِ دل میں خون ہے سو اضطراب کا
تھی حاشیہ پہ گل کے نہ تحریر عنبریں | یہ سلسلہ بھی ہوا طفیلِ خطِ مشک تاب کا
ممنوں کسی کو چشمِ حقارت سے تو نہ دیکھ | پر تو ہے سب میں ایک ہی عالی جناب کا
پہلے ہی ہم سے حضرتِ سودا ہیں کہہ گئے | جلوہ ہر ایک ذرہ میں ہے آفتاب کا

۲۱

کھولا جو پیچ طرۂ عنبر شمیم کا | مشکِ ختن سے بھرگیا دامن نسیم کا
وہ زلف اور قد و دہاں دیکھ، مٹ گیا | زاہد کے دل سے نقش الف لام میم کا
گو خشت بھی نہیں پہ ہے بالیں ولے دماغ | ہے آسمان پر ترے در کے مقیم کا

۱۔ ۲: کو
۳۔ آ: یوں
۴۔ آ: کو
۵۔ یہ شعر نسخۂ لندن میں ہے۔
۶۔ آ: سے پورا مصرعہ لیا ہے۔
۷۔ آ: ہے

۲۳

کب گل ہے ہوا خواہِ صبا اپنے چمن کا — وا، جنبشِ دم سے ہے رفو زخم کہن کا
بیتابیِ دل تیرے شہیدوں کی کہاں جانے — کچھ کم رگِ بسمل سے نہیں تار کفن کا
ضبط گرمِ نفس کر اے بلبلِ نالاں — گل ہے عرق آلودہ، جلا رنگ سمن کا
دیتا ہے پھر آئینہ کو کس واسطے بوسہ — وہ آپ جو دلدادہ نہیں اپنے دہن کا
زندانِ غریبی کو سمجھتا ہوں گلستاں — جوں یوسفِ کنعاں ہوں ستم دیدہ وطن کا
طفلی میں دیا ہے سبق استاد نے تجھ کو — ناز و نگہ و عربدہ و شوخی و فن کا
کس چیز کا اب وصف کروں تیری ادا میں — انداز کا، رفتار کا، قامت کا، پھبن کا
مانندِ حباب آب کیا عشق نے ممنوں — پایا نہ نشاں جامہ میں، اپنے کہیں تن کا

۲۴

نہیں ہے جلوہ نما غنچہ شاخ پر گل کا — کہ ہو رہا ہے گرہ شعلہ، آہِ بلبل کا
مبادا جوشِ لبِ جام سے کریں تمثال — ملا نہ لب نے مِرے لب تو ساغرِ مل کا
چکے ہے نیمِ تبسم پہ خوں بہا اپنا — ہمارے قتل پہ کیا ہے سبب تامل کا
کرے نہ حسنِ خدا داد، حادثہ برباد — ہوا سے کھل نہ سکے پیچ زلفِ سنبل کا
یہ شرط ہے کہ لگے آگ جامۂ گل میں — وگرنہ فائدہ کچھ بھی ہے بلبلو! غل کا
شمیم مشکِ ختن کی، عنبر کی ہے لپٹ آتی — کھلا ہے پیچ الٰہی! یہ کس کے کاکل کا
کبھے ہے، دیکھ مجھے، صورت آشنا سے ہو — ہزار جی سے ہوں قربان اس تجاہل کا
یہاں تک اوج پہ آئی ہے موجِ اشک اپنی — کہ چرخِ خم شدہ ہم شکل بن گیا پل کا
کسی کے نیمِ تبسم سے رو کشِ صد برق — ہر ایک دانہ ہے یاں خرمنِ تحمل کا
نہیں ہے کام ہمیں آبِ خضر سے ممنوں — رواں ہے حکم یہاں خنجرِ تغافل کا

۲۵

قدم رکھا ہے یاں کس نے کہ گل تصویر قالی کا — رکھے ہے رنگ اوس پانے حنابستہ کی لالی کا
دعائیں زیرِ لب آہستہ آہستہ اسے دوں ہوں — جو یاد آنے ہے لب تک آکے رک جانا وہ گالی کا

۱۔ بجائے حباب
۱۔ آتا ہے
۳۔ آتا مجھے

پڑا ہے پرتوِ مہ طلعتاں اس دیدہ تر میں
[illegible]

نظر کر صبح، نہیں عقدِ ثریا خوب روتا ہوں
[illegible]

کسی کی جنبشِ دستِ حنائی دل میں کھٹکے ہے
نسیم [illegible]

نگاہِ شوق یوں گستاخ مت جا اس کے عارض پر
خطر ہے [illegible]

ترے بیمار کو طاقت نہ کروٹ کی، نہ جنبش کی
نہاں [illegible] ہے [illegible] سورت [illegible]

فرنگی زادۂ بے درد تجھ بن دل پہ مستوں کے
کرے ہے کام موجِ بادہ، تیغ پرتگالی کا

خدا حافظ ہے اس مینا سے دل کا، ہاتھ میں اسکے
کہ دھیان آیا ہے اُنگلی پہ اب اُک لاابالی کا

لکھا جو شعر تعریفِ جمالِ یار میں ممنوں
وہ حسنِ نظم میں ہمسر ہے اشعارِ جلالی کا

۴۶

رکھے ہے رنگ کچھ ساقی شرابِ نابِ آتش کا
معطر کیا رکھا لیکر گلِ شاداب آتش کا

بھرے یہ گرم آنسو پونچھ مت دستِ نگاریں سے
کہ ان آنکھوں سے رہتا ہے رواں سیلاب آتش کا

تہِ مژگاں نہاں رکھتے ہیں ہم لختِ دلِ سوزاں
یہاں خاشاک میں رکھا ہے اخگر داب آتش کا

نگاہِ گرم سے اسکی دلِ بیتاب روکش ہے
حریفِ آخر ہوا یہ پارۂ سیماب آتش کا

جو سیلِ اشک و آہِ گرم کو ٹک دیجئے رخصت
نشاں دریا کا گم ہو، نام ہو نایاب آتش کا

شکیب و تاب و ہوش و صبر، سوزِ غم سے سب سلگا
ہوا طعمہ غرض اپنا تمام اسباب آتش کا

عرق اس شمع گوں عارض پہ کیا صنعِ الٰہی ہے
نہیں دیکھا ہے ہم نے ربطِ باہم آب آتش کا

ہمارے دامنِ تر پہ نہ ہنس اتنا بھی اے صوفی
کہ ہے یہ خشک پیراہن ترا بھی باب آتش کا

تصور تیرے روئے مہروش کا بسکہ رہتا ہے
نظر آتا ہے اک شعلہ بوقتِ خواب آتش کا

خدا کے واسطے برقِ فغاں کو روکنا ممنوں
کروگے وقف کب تک خانۂ احباب آتش کا

برنگِ شعلہ سینہ میں سدا جلتا ہی رہتا ہے
الٰہی کیا بنا ہے یہ دلِ بیتاب آتش کا

ڈراتا ہے عبث ممنوں کو تو دوزخ سے اے واعظ
دکھاؤں داغِ دل تو ہووے زہرہ آب آتش کا

۱۔ آ: آنے
۲۔ آ: ہو
۳۔ آ: شعلہ
۴۔ آ: نہیں
۵۔ آ: ملتا
۶۔ بھوپال۔ لندن کے نسخوں میں یہ دونوں اشعار نہیں ہیں۔

۲۷

خالی رہا ہمیشہ ہی ساغر حباب کا
روتا ہوں حال خوب[1] نظر کر، حباب کا

یہ ہو چکا طلاطم امواج گریہ، یاں
بہتا پھرا پہر بھی، جوں گھر حباب کا

ہر آبلہ ہے دل کا دوچار فغان گرم
صرصر سے یاں مقابلہ ہے ہر حباب کا

گرداب فتنہ سے نہ ذریں کچھ سبک رواں
رکھے نہ بیم غرق، شناور حباب کا

دامن تھا کس کا دیدہ تر پر کہ اشک سے
ہے پیراہن تمام معطر حباب کا

نازک دلوں کے سامنے دم بھی سمجھ کے کھینچ
ٹوٹنے نفس سے شیشہ، مقرر[2] حباب کا

ڈر اسکے عکس تیغ سے رہتا ہے بحر کو
پہنے زرہ ہے موج کی، مغفر حباب کا

اتنی بقا پہ پر ہے وہ باد غرور سے
بے مغز کس قدر ہے غرض، سر حباب کا

ممنوں، غزل اک اور بھی اس بحر میں لکھو
بیکار لفظ ہو نہ کہیں پر، حباب کا

۲۸

ہوں میں گداز گریہ سے ہمسر حباب کا
تن سب ہے آب، جیسے کہ پیکر حباب کا

دریا میں کون رشک قمر دھوبہا ہے منہ
لبریز ماہتاب ہے ساغر حباب کا

تن اسکا گھر رہا تھا ستاروں میں چاند سا
تھا پیراہن پہ کام جو یکسر حباب کا

سوز دروں سے پڑگئے سینہ میں آبلے
وجہ ظہور شعلہ ہے کیونکر حباب کا

اس چشم سا رکھے نہ ہے دور فتنہ چرخ
ہو جام مے سے جام برابر حباب کا

یہ موج خیز فتنہ نہ جانے مقام ہے
بقچہ رہا ہمیشہ ہی سر پر حباب کا

اپنی فغان تند سے برباد ہے سپہر
ٹھہراؤ کیا مقابل صر صر حباب کا

تک باؤ بندھتے ہی د بس[3] اب اتنا اپھر چلا
کیا تنگ حوصلہ ہے سبک سر حباب کا

آنکھوں میں پھر گیا[4] سر ممنوں وہ تیغ یار
جلوہ قریب موج نظر کر، حباب کا

۲۹

نیاز گریہ ہے، سرمایہ کیا ہوا دل کا
کل ایک لخت نہ ہمراہ آہ تھا دل کا

ہزار خون جگر سے بغل میں پالا تھا
طپاں لہو میں نہ آساں ہے دیکھنا دل کا

۱۔ آ۔ ب۔ خوب حال
۲۔ آ: معتقر
۳۔ آ: بس اتنا
۴۔ آ: ہے

سیاہ درد نے طاقت سے خانہ جنگی کی
ہوا [illegible] دل کا

یہ کس کا کوچہ دلکش ہے ، دیکھنا کوئی
کہ ہے ادھر ہی کو [illegible]

ہوا ستارہ دنبالہ دار ہر ایک[۲] داغ
رکھے ہے ربط ، [illegible] نالہ رسا دل کا

ترے[۴] وسیلے سے ہے روشناس صد اندوہ
وگرنہ کون[۳] تھا اسے عشق! آشنا دل کا

نگاہ اٹھ نہیں سکتی جھکی جھکی ہے آنکھ
لیا ہے تو نے[۵] ہی دل ، چھپ چھپا دل کا

کیا شگفتہ پہلو تو خار سا نکلا
کہ مدتوں ہی[۶] بغل میں گماں رہا دل کا

رواں ہے خوں چپ و راست دونوں آنکھوں سے
جگر کا فکر جدا ، سوچ ہے جدا ، دل کا

رکا نہ گریہ کسی سے بھی ، بے دلوں نے ترے
عجب ہی سوز سے شب مرثیہ پڑھا دل کا

کیا جو ضبط تو تڑپی فغاں یہ سینے میں
کہ کہنہ زخم ہر ایک بس تڑق گیا دل کا

ہر ایک طفلِ سرشک اک ورق لیے نکلا
عجب ہی نسخہ پریشان ہو گیا دل کا

زبس کہ سینہ تو ہے مرقدِ تمنا یہاں
ہر ایک داغ جلے ہے چراغ سا دل کا

فغاں تو کھینچ کے لے ہی چلی تھی سینے سے
پہ حسرتوں نے نہ دامن رہا کیا[۷] دل کا

بقیدِ لام قوافی غزل میں رکھ ممنوں
پہ خوب بیٹھے ہے تکرار جا بجا دل کا

۳۰

رہے ہے رو کشِ نشتر ہر آبلہ دل کا
یہ حوصلہ ہے کوئی بل بے حوصلہ دل کا

سمجھ کے رکھیو قدم رہروانِ وادیٔ عشق!
رواں ہے یاں دمِ خنجر پہ قافلہ دل کا

عبث نہیں ہے یہ وابستۂ پریشانی
کسی کی زلف کو پہنچے ہے سلسلہ دل کا

ہجومِ غمزہ و خیلِ کرشمہ ، لشکرِ ناز
عجب سپاہ سے ٹھہرا مقابلہ دل کا

کہوں میں کیا کہ ہوا کیسے بے جگہ مایل
ہے اپنے بخت کا شکوہ ، نہیں گلہ دل کا

ہمیشہ رنج و طرب کی ہے ، یاں خرید و فروخت
رہے ہے یک غمِ نو سے معاملہ دل کا

گہے صبا سے گہے شانہ سے کشاکش ہے
پڑا ہے زلف سے کیا اسکی مجگلا دل کا

شبِ فراق نے چھوڑا نہ صبر و تاب و شکیب
لگی یہ آگ کہ اسباب سب جلا دل کا

کچھ آج اور ہی ہاتھوں میں جھنجھنا ہٹ ہے
رملا کے خونِ حنا میں ، مگر ملا دل کا

مژہ سے ٹپکے ہے کچھ خونِ گرم سا ممنوں
گیا ہے پھوٹ[۸] مگر کوئی آبلہ دل کا

۱۔ آ: کوہی
۲۔ آ: صدانہ
۳۔ آ: کوئی
۴۔ آ: یہ شعر نہیں ہے، "ب" میں اس سے پہلے ہے۔
۵۔ آ: سے
۶۔ آ: چکی
۷۔ آ: رہا کیا
۸۔ آ ب: ٹوٹ

۳۱

تھام اے دستِ تپش اب یہ ہلانا دل کا
آج منظور ہے تک چاک رسلانا دل کا

ہاتھ سینہ پہ تک آہستہ رکھو چارہ گراں!
زخم تازہ نہ کہیں آہ دکھانا دل کا

رنگ چہرے سے اڑا جانے ہے ہر تیس کے ساتھ
ہو سکے ضبط سے کب، حال چھپانا دل کا

واہ رے کثرتِ درد و غمِ خوباں کہ یہاں
سینۂ تنگ میں مشکل ہے سمانا دل کا

شاخِ گل، مرغِ چمن زاد مبارک کہ ہمیں
نخلِ آتش پہ نشیمن ہے بنانا دل کا

آتشیں داغ سے تک بچ کے نکلنا دمِ سرد
دیکھیو تو یہ چراغ اب نہ بجھانا دل کا

نالہ دنبالہ رو، نالہ پسِ آہ ہے آہ!
قافلہ، لب سے فلک تک ہے روانہ دل کا

غمزہ، جاسوس ہے پہلو میں مگر مدِ نظر
اسکی دزدیدہ نگہ کو ہے چرانا دل کا

آگ دیتا ہے کوئی اپنے ہی[1] گھر کو ناداں
تیرے ہے، حق میں نہیں خوب جلانا دل کا

اک طوفانِ سرشک، امڈے ہے، ہر حرف کے ساتھ
قصہ تا لب، نہیں آسان ہے لانا دل کا

زور راحت کدہ سینہ ہے کہ جو داغ یہاں
آنے ہے، تکیہ میسر ہے لگانا دل کا

سینہ سے تا بلب آغشتہ خوں نکلے ہے
زور رنگین ہے ممنوں، یہ فسانہ دل کا

۳۲

منتظر دیدۂ تر اپنا تو گھر ہے اس کا
حلقۂ چشم مرا، حلقۂ در ہے اس کا

خوشۂ اشک نہیں مزرعۂ دل میں ہم نے
تخمِ الفت کا جو بویا تھا، ثمر ہے اس کا

جس نے دیکھا تیرے بیمار کو، سو محزوں ہے
آج کچھ حال مگر نوعِ دگر ہے اس کا

اور کچھ فکر نہیں اس دلِ سودائی کو
ہاں مگر ایک خیال، آٹھ پہر ہے اس کا

اس دُرِ گوش سے تاراج[2] ہوا کشورِ دل
وقف سیلاب سے گوہر کی، نگر ہے اس کا

تر اس آویزہ سے ہے نخلِ مرادِ عاشق
سبز اس آبِ زمرد سے شجر ہے اس کا

نقدِ دل کب کا دیا، مایۂ جاں بھی اپنا
نذر اس کی ہے، جو منظورِ نظر ہے اس کا

ہوں[3] میں اس رتبہ شناسیٔ محبت کا شہید
کس قدر لطف غرض واہ اِدھر ہے اس کا

خنجرِ ناز کو دیکھ اپنے، مرا لے کر نام
یوں کہا، اس کے سزاوار جگر ہے اس کا

کنجِ تنہائی میں یہ شغل ہے اب ممنوں کو
ظرفِ داماں ہے اور دیدۂ تر ہے اس کا

۳۳

نام جانے کا نہ لے یار کہ مرجاؤں گا
سنتے ہی نام سفر جی سے گزر جاؤں گا

نالہ حلقۂ در کے سے، میرے بھی ہیں نصیب
باہر آوے گا وہ، تیں گھر میں اگر جاؤں گا

۱۔ ب: اپنے گھر کو
۲۔ آ، ب: تاراج سب
۳۔ آ: یہ شعر نہیں ہے۔

ہے یہی گریہ، بے صرفہ تو اس محفل سے — [illegible] جاؤں گا
گرمِ رو راہِ فنا کا ہوں، عدمِ ہستی سے — ایک [illegible] سی [illegible] جاؤں گا
تیرا بیمار کہے تھا دمِ رخصت سب سے — یار گر آئے گا اب بھی، تو [illegible] جاؤں گا
بے دھڑک تیغ لگا تو کہ اگر محشر میں — مجھ سے پوچھیں گے ترا نام، تو مکر جاؤں گا
خوب اس کشورِ ہستی میں غریبانہ پھرا — اب ہے تک تصورِ عدم، یعنی کہ گھر جاؤں گا
نک وہ مصری سے دکھادے لبِ شیریں مجھ کو — گھول کے پی نہ اوسے[1]، مثلِ شکر جاؤں گا
خود پسندانِ فرومایہ کے آگے ممنوں — میں نہ زنہار پئے عرضِ ہنر جاؤں گا

۳۴

عین راحت ہے جو کچھ ہم پہ ستم کیجے گا — سر جھکا دینگے اگر تیغ علم کیجے گا
دیکھ کر مجھ کو کہیں ہیں یہ بتانِ خوشخط — ایک دن، سر کو ترے تن سے قلم کیجے گا
کس کو پروا کہ ہوادارِ گل و لالہ رہے — باغِ دل، اپنے ہی کو رشکِ ارم کیجے گا
کلبۂ تنگ میں ہستی کے رکے ہے خاطر — اب ذرا سیرِ بیابانِ عدم کیجے گا
نہ صفا، کعبہ نشینی سے ہوئی کچھ حاصل — دل کو جاروب کشِ بیتِ صنم کیجے گا
ساتھ بوسے کے، ہے دشنام کا کچھ بھی موقعہ — آبِ حیوان میں نہ آمیختہ، سم کیجے گا
ناتواں ہم سے[2] بھی دنبال ہیں اے راہرواں — توسنِ عزم کو مت تیز قدم کیجے گا
دل میں جو آگ سی بھڑکے ہے، ابھی جائیگی بجھ — سن کے گر سوزِ مرا، چشم کو نم کیجے گا
بخدا بندے کا وہ ہی خطِ آزادی ہے — نامہ اخیار کو، اب کے جو رقم کیجے گا
دل ہے دل، اس پہ نہیں، تیز چھری کرتے ہیں — بے دھڑک، ذبح نہ آہوے حرم کیجے گا
مجھلا زلف کا شانہ سے بہت طول کھنچا — آخر اے بادِ صبا تجھ کو حکم کیجے گا
ایک دن میں نے کہا اس سے کہ اے رشکِ بہار — کلبۂ غم زدگاں، رشکِ ارم کیجے گا
سن کے یہ عرض لگا کہنے، کہ یہ تو معلوم — خاک پر تیری کبھو لیک کرم کیجے گا
اور اے عاشقِ جاں سوز تری مرگ کے بعد — ماتم و نوحہ بصد درد و الم کیجے گا
جب کہا اس سے یہ ممنوں نے کہ پھر فائدہ کیا — زندگی میں ہی اگر میرا نہ غم کیجے گا

۳۵

آکے اس شرط سے تو دل پہ مرے تیر لگا — لیجو فتراک سے یعنی کہ یہ نخچیر لگا
بعدِ ہر زخم کہے تھا یہ ترا کشتہ ناز — تیرے قربان، اب ایک اور بھی شمشیر لگا
دل پہ اسکے نہ لگی گرم ہوا سی بھی کبھو — دوں، تجھے آگ اب اے آہ کی تاثیر لگا
تیرے نقشہ کا رہے یوں دلِ حیراں میں خیال — جس طرح دیجیے آئینہ میں تصویر لگا
نکہتِ مشک، دمِ بادِ صبا میں ہے آج — کھولنے کون؟ سرِ زلفِ گرہ گیر لگا
گنہِ عشق ہی کافی ہے سزا دینے کو — اور بہتان نہ ظالم پئے تعذیر لگا

۱۔ آ:اس کو نہ پی
۲۔ ب: ہم سے دنبال

نمک و سودۂ الماس سے لونوں ہوں مزے ۔۔۔ مت ، مرے آبلہ دل کو طلبا شیر لگا
کچھ شبِ وصل کی ہمبستگیاں یاد بھی ہیں ۔۔۔ تجھ سے کیا جانے تھا یہ عاشقِ دلگیر لگا
کھولتا گلہ سر کا کل و گرہ عقدۂ زلف ۔۔۔ کہ گرہ طرہ میں دیتا ، وہ بتدبیر لگا
سو وہ سب ربط گئے یوں کہ نہ گویا کچھ تھے ۔۔۔ کچھ علاقہ نہیں رکھتی ہے یہ تقدیر لگا
پُر اثر کیا ہی غزل اور پڑھی ممنوں نے ۔۔۔ کھنچنے شرم ، بہت محسنِ تاثیر لگا

۳۶

کون کھینچے ہے کماں[1] کاف میں اب تیر لگا ۔۔۔ کہ اُدھر ہی کو نظر رہ گئی نخچیر لگا
شب یہ سوجھا دلِ بیتاب کی تسکین کا علاج ۔۔۔ سینہ پر نام ترا کرنے میں ، تحریر لگا
خواب میں لب پہ رکھا شب ، قدحِ آبِ حیات ۔۔۔ صبح اس منہ سے دیا منہ پہ تعبیر لگا
ایک دو آن کا بیمار ترا مہمان ہے ۔۔۔ کہیں آنا ہے تو آچک ، کہ نہ اب دیر لگا
رخصتِ حرف نہ دی ناز نے اس کو ورنہ ۔۔۔ ایک دو بات میں لیتا دمِ تقریر لگا
آپ کو خاک جو کیجے تو ملے نقدِ مراد ۔۔۔ ہاتھ اپنے یہ عجب نسخۂ اکسیر لگا
کوئی غمخوار لگاوے نہ گلے تو آپ[2] ہی ۔۔۔ اپنی چھاتی سے ہوں روتا دلِ دلگیر لگا
قتل بے وجہ نہ کر مجھ کو کہیں گے کیا لوگ ۔۔۔ کوئی نہ کوئی تو ، ذمہ مرے تقصیر لگا
لکھ کے ایک قتل کا محضر تو مری نعش کے[3] ساتھ ۔۔۔ اب درِ شہر پہ ظالم پئے تشہیر لگا
نہیں معلوم کہ ممنوں کے گھر آیا کون ۔۔۔ دی سرِ شام ہی دروازہ کی زنجیر لگا

۳۷

نورِ[5] مہ کو شب تہِ ابر تنک کیا لاف تھا ۔۔۔ بال اس مکھڑے سے اٹھ جاتے[6] ہی مطلع صاف تھا
صافیٔ و نظربدگی کیا تھی دمِ بوس و کنار ۔۔۔ بوسہ کو مشکل ٹھہرنا ، سینہ سے تا ناف تھا
گوہریں زیور کے پیدا عکس کیا تھے جابجا ۔۔۔ وہ بلوریں سینہ[7] یا آئینہ شفاف تھا
شیشہ دل سے نکالے کس طرح تیرِ نگاہ ۔۔۔ شست چشم ناوک افگن کا غضب ہی صاف تھا
گہہ محرف کی کلہ[8] مجلس میں ، گہ شیشہ پہ جام ۔۔۔ سادہ رو تھا مغبچہ پر کس قدر حراف تھا

---

۱ ۔ آ : ہاتھ
۲ ۔ آ : ہی آکر
۳ ۔ آ ، ب : ہے
۴ ۔ ب : کو
۵ ۔ ب : یہ غزل نہیں ہے
۶ ۔ آ : تو
۷ ۔ آ : شیشہ
۸ ۔ آ : کے گلے

تک[1] شرارے آہ کے پہنچے کہ بس چھپنے لگا — جوں [illegible] اختر [illegible]
چند غارت گر جہاں دیکھے وہیں۔ جانا مجھے — میں جدا ہے نقدِ جاں [illegible] انداز تھا
آج مستانہ سا پھرتا تھا درِ میخانہ پر — کل تلک ممنوں حریمِ کعبہ میں طواف تھا
رات ممنوں کی سنی تازہ غزل، کیا خوب تھی — ورنہ وہ رنگیں سخن تو شہرۂ اطراف تھا

۳۸

ابر[2] کو ہم چشمیِ مژگاں کا میری لاف تھا — آہ کے دو ایک ہی جھونکوں میں مطلع صاف تھا
میری بربادی کی خاطر اخترِ دنبالہ دار — سوسنی معجر کے نیچے نقرہ گوں موباف تھا
کی شکایت ظلم کی میں نے تو بولا مسکرا — کشورِ خوباں میں[3] گاہے بھی، سنا انصاف تھا
کھود دیے دریا کے دریا، دُرِّ خوش، آبِ سرشک — یادِ دستِ مژہ اسراف سا اسراف تھا
داغ کے سکہ کی خاطر نقدِ دل دیکھا مرا — جب پرکھتا قلب، ہر اک عشق کا صراف تھا
رات اس مجلس سے جو آتا تھا، کہتا تھا مجھے — نام لے لیکر ترا وہ آج یوں وصاف تھا
ہرزگی، وارستگی، آشفتہ وضعی تھی تمام — وہ مرا شوریدہ سر ایک مجمعِ اوصاف تھا
اک نگہ کا دور سے بھی آج کل محروم ہے — دل کہ تیرا مدتوں خوکردۂ الطاف تھا
ہو درِ میخانہ پر، لے، دخترِ رز بیٹھے ہوئے — حضرتِ ممنوں یہی کیا شیوۂ اشراف تھا

۳۹

مایلِ افسانہ شب، وہ شوخ افسوں ساز تھا — شوق سے رقصاں ہمارے لب پہ حرفِ راز تھا
فرصتِ یک بوسہ، بیتابیِ دل نے دی نہ آہ — کل لبِ معشوق، سینہ میں وہ تیرِ ناز تھا
تھے بہت مضمون باریک، اشاراتِ نہاں — خوب دیکھا مصرعۂ ابرو میں کیا ایجاز تھا
حالتِ دل چشم سے اسکی چھپاتے رات کیا — ہر نگہ جاسوس تھی، غمزہ ہر ایک غماز تھا
قتل کرتی تھیں وہ آنکھیں، جان دیتے تھے وہ لب — ہر نگہ جادو تھی اسکی، ہر سخن اعجاز تھا
چشمِ حیرت، باز کیسی آئینہ کی رہ گئی! — وہ خود آرا کل جو خلوت بیچ محوِ ناز تھا
سینہ میں لگتے ہی آخر جی گیا تن سے نکل — طائرِ جاں کو خدنگ اوس کا پَرِ پرواز تھا
سنتے ہی آہنگِ مطرب خاک ہم جل کر ہوئے — برقِ خرمن سوزِ ہستی شعلۂ آواز تھا
وہ خدنگ انداز مژگاں چار صف ہیں اور دل — جا پھرا تنہا! عجب ہی یہ جواں جاں باز تھا
ہوگیا یہ ناتواں دل روکشِ مژگانِ یار — صعوۂ بیجاں حریفِ چنگلِ شہباز تھا
جی بچاتے کسطرح! کل در پئے جانِ نزار — غمزہ تھا، عشوہ تھا، ممنوں ناز تھا انداز تھا

---

[1] ب - یہ غزل نہیں ہے۔
[2] ب - یہ غزل بھی نہیں ہے
[3] ق - میں بھی

۴۰

کل گرمِ تاز کون سا گلگوں سوار تھا   جو دھجی دھجی بادیہ مشتِ غبار تھا

میں کربلائے عشق ہوں، ۲ دشت دور تر   ابرِ بہار مجھ سے سدا قطرہ بار تھا

پڑتی تھی وصل میں بھی نگہ در پہ بار بار   از بسکہ دیدہ خوگرِ صد انتظار تھا

کھٹکے تھا کون، کل مرے دل میں کہ ساری رات   سینے میں آرزو کا (کے) عجب خار خار تھا

گل جوں [۲] شگفتہ موجِ صبا سے ہو باز، یوں   تحریکِ دم سے زخمِ دلِ داغ دار تھا

آیا نفس گستہ حرم سے ہر ایک صید   محوِ شکار کل جو وہ طاقت شکار تھا

ٹپکے تھا جانے خوں، گلِ داغ سے گلاب   شب، ہم بغل جو مجھ سے وہ رشکِ بہار تھا

ممنون ہوا دوچار جب اس سے، نیازِ برق   سامانِ ہوش و طاقت و صبر و قرار تھا

۴۱

شبِ ہجر میں یہ [۳] ستم زدہ عجب اک بلا سے دوچار تھا
کہ نہ تاب اور نہ [۴] خواب تھا، نہ شکیب تھا، نہ قرار تھا

دل و سینہ ہوگئے ریش ریش، جو وداعِ یار ہوا یہ پیش
کہ نگاہ گاہ [۴] خدنگ زن گہے غمزہ تیغ گزار تھا

سرِ شب سے لے کے سحر [۵] تلک گئے پھنک قدم سے جو سر تلک
تپِ دل تھی یا کوئی شعلہ تھا، دمِ گرم تھا کہ شرار تھا

ہدفِ خدنگِ بلا یہاں دل و سینہ ہوگئے بلکہ جاں
جو کسی پہ ناز سے تیر زن میرا نازنیں وہ سوار تھا

یہ نفس کے رات تھے کاد کاد کہ دل و جگر میں تھے گھاؤ گھاؤ
یہ جگر خراشِ فغاں تھی شب کہ گلو و سینہ فگار تھا

ترے پاؤں پہ تھا یہ سر مدام ترے رخ پہ چشمِ صباح و شام
نہ تو ربطِ دامن و چشم، نے سر و زانو میں سروکار تھا

نہ فقط میں عار چمن رہا کہ ہمیشہ ننگ تھا دشت کا
نہ یہ [۶] سر ہی قابلِ گل کبھی، نہ قدم ہی لائقِ خار تھا

طرفِ زمیں نگاہ کر سر و رو رکھوں میں خاک پر
کہ برائے سیر جدھر جدھر، ترا گاہ گاہ گزار تھا

۱۔ آ، ب: سے
۲۔ لندن: جو، لیکن جوں درست ہے۔ غالباً سہوِ کاتب
۳۔ آ: ہی
۴۔ آ: نگاہ نگاہ
۵۔ آ: صبح
۶۔ آ: کہ یہ ہی

ہجوم[1] غم کی تھی چپقلش کہ مجال دم کی ہون کشش
تجھے اپنی زیست سے ہے خلش، پہ نہ پاس رات کا تھا
جو کرے ہے شکوہ تو ممنوں اب، جو کہے لگے[2] اسکی ہنسی سب
نہ طریق تھا یہ ترا کبھو، نہ کبھو یہ تیرا شعار تھا

۴۲

کل جو خلوت میں وہ گل محو[3] خود آرائی تھا — آئینہ پشت بدیوار تماشائی تھا
تیرے قامت نے کیا خوب ہی سیدھا اوسکو — سرو گلشن کو بہت دعویٔ رعنائی تھا
برق بے[4] دست نے یک دست جلایا پیہات — خار صحرا جو ہرا رونق تہی پائی تھا
کل غزالہ جو ہوا تیری طرف چشمک زن — کیا اسے کام ادب سے کہ وہ صحرائی تھا
نک جو ابروے کج مغبچاں آنے نظر — شیخ کا طاق پہ بس دفتر دانائی[5] تھا
ہاتھ میں جنبش محمل کے عناں ہے اپنی — ورنہ یاں کس کو سر آبلہ فرسائی تھا
گر تصور سے ترے خلطہ لڑانی تھی کبھو — تیرے شیدا کو یہ شغل شب تنہائی تھا
سو گماں کیوں کہ نہ آتے کہ مجھے دیکھ کے وہ — خندہ تیرا، سبب وسوسہ افزائی تھا
روبرو ہوتے ہی اس برق بلا کے ممنوں — نذر آتش ہوا سامان شکیبائی تھا

۴۳

کھا کے، کل سوبیچ وتاب اٹھا جو دل سے نالہ تھا — جاکے گردوں پر چمکتا شعلۂ جوالہ تھا
خواب میں بوسہ لیا تھا رات، بلبے نازکی — صبح دم دیکھا تو اسکے ہونٹ پر تبخالہ تھا
تھی خیال مہ رخاں سے شب بغل لبریز نور — آپ سے خالی ولیکن میں برنگ ہالہ تھا
کل برنگ غنچہ تھی کس کو مجال گفتگو — بات جب کرتا تھا، منہ میں دل کا اک پرکالہ تھا
بدگمانی سے ذرا ورنہ لیا تیرا جو نام — دیکھتا بوسہ کی خاطر میں لب دلالہ تھا
اس گل سیراب بن، کل ہم کو بزم عیش میں — جام عشرت ہاتھ میں یکدست خوں، جوں لالہ تھا
واہ رے! افسردگی اس خاطر دلگیر کی — اشک کا قطرہ جو ٹپکا چشم سے سو، ژالہ تھا
رات تبدیل قوافی سے یہاں تا صبح دم — دل سے ممنوں اس طرح موزوں نکلتا نالہ تھا

۱۔ ب۔ یہ شعر نہیں ہے۔ ۲) آ، ب، کہے ہے ۳ سکو
۳۔ آ، ب: بت
۴۔ آ، ب: بے درد
۵۔ لندن: "رعنائی" لیکن دانائی زیادہ مناسب ہے۔

۴۴

بس کہ وقتِ گریہ پیشِ چشم وہ مہ پارہ تھا — بہ چلا جو اشک سو، یک اخترِ سیارہ تھا
اے وفورِ گریہ! تک رخصت کہ پوچھوں اس کا حال — کل تڑپتا سینہ میں بےڈھب دلِ بیچارہ تھا
اپنی راحت گر، سدا آغوشِ بیتابی رہی — کب ہمیں طفلی میں سیلِ جنبشِ گہوارہ تھا
دم سے شب ہوتا تھا میلا، آہ کا کم تھا اثر — تھا بدن یا آئینہ، دل تھا کہ سنگِ خارہ تھا
صبح کا نکلا ہوا' آیا تھا گھر میں شام کو — ہرزہ گرد خورشید ساں، کل وہ مہِ آوارہ تھا
خرمنِ طاقت سے یاں شعلے پڑے بھڑکا کیے — گرمِ جولاں کل کہاں یارب وہ آتش پارہ تھا
جلوہء رنگیں اسے ثمنوں ادھر تھے اور ادھر — خون آنکھوں میں مری اندازِ صد نظارہ تھا

۴۵

آج آفت قہر ہے، یوں خشمگیں تو کب نہ تھا — آستیں بالیدہ و چیں برجبیں تو کب نہ تھا
آج پشتِ دیں پہ آشوبِ زماں کچھ اور ہے — ورنہ ظالم فتنہء روئے زمیں، تو کب نہ تھا
آج خونِ صید پہنچایا ہے تا صحنِ حرم — ورنہ تر رکھتا لہو سے ذیلِ زیں تو کب نہ تھا
آج ہے ایمائیاں دنبال کیا کیا دادخواہ — پیشِ خیلِ غارت اندازانِ دیں تو کب نہ تھا
آج بے ڈھب تیر پر کچھ تیر پوشیدہ چلے — جانتا اے غمزہ انداز' کیں، تو کب نہ تھا
آج ٹپکا ہر نگہ سے خونِ مظلوماں[1] چند — تیز رکھتا ورنہ قاتل! تیغ کیں تو کب نہ تھا
آج ہے کچھ وہ تبسم خرمنِ طاقت پہ برق — ورنہ اخگر ریز لعلِ آتشیں تو کب نہ تھا
آج ہیں کچھ اور ہی یہ جلوہ ہائے رنگ رنگ — ورنہ رشکِ صد نگارستان چیں تو کب نہ تھا
آج دیکھ آئنہ کیا پوچھے ہے کچھ نازک ہوں میں — سن لے او جانِ نزاکت' نازنیں تو کب نہ تھا
آج لچکے ہے کمر کچھ بار کے بھی بوجھ سے — ورنہ نازک شکل شاخِ یاسمیں تو کب نہ تھا
آج ہے ابرِ تنک ہیں نورِ مہ پر طعنہ زن — کھولتا چہرہ پہ زلفِ عنبریں تو کب نہ تھا
آج ثمنوں دوسری کہہ کر غزل نازش ہے کیا — کب نہ مضموں بند و معنی آفریں تو کب نہ تھا

۴۶

میں لگا جاتا نہ کب! کہتا نہیں' تو کب نہ تھا — میں نہ تھا گستاخ کس دن شرمگیں تو کب نہ تھا
گوشہ[2] چشمی سے[3] بھی نگاہیں تو مری جانب نہیں — اب ہوا کیا؟ غیر کا پہلو نشیں تو کب نہ تھا
اب نہ ایمائی اشارے ہیں نہ رمزیں میرے ساتھ — نکتہ سنج اے غمزہ' سحر آفریں تو کب نہ تھا
اب نشانِ بوسہ سے لب پر مرے مجھے ہے ننگ — سچ تو کہہ رکھتا یہی نقش نگیں تو کب نہ تھا
غش ہوں اس پرسش پہ، دیکھ افسردہ پوچھے ہے مجھے — آج کیا صورت بنی؟ اندوہگیں تو کب نہ تھا
چٹکے چٹکے طائرِ دل پر مرے، اے طفلِ شوخ — اک چھری لاتا درونِ آستیں تو کب نہ تھا

۱۔ آ: خوں کسی مظلوم کا
۲۔ آ: گوشہ چشم نگاریں۔
۳۔ آ: نہ اب ایمائی

چشم قتاں ! کب نہ آہو گیر تو آہو عجب تھی — [illegible]
میں نے پوچھا غیر سے غلطے ملی، یوں کہنے لگا — [illegible]
جو غزل تیری سنی ممنوں سو وہ ہے[1] گرم گرم — شعلہ ساں رکھتا زبانِ آتشیں تو اب [illegible]

۴۷

خوگرِ دشنام لعلِ شکّریں تو کب نہ تھا — جامِ شربت میں ہلاہل زہرگیں تو کب نہ تھا
رہ گیا پھرنے سے کیا جو صبح اب ہوتی نہیں — متصلِ گردش میں اے چرخِ بریں تو کب نہ تھا
نالۂ سوزاں ہونے کیا، دامنِ عیسیٰ کی خیر — گرم رو ہوئے سے چہبر چار میں تو کب نہ تھا
یوں نگہ کے تیر اس روزن سے تو چلتے نہ تھے — چاک کرتا پردہ اے محمل نشیں تو کب نہ تھا
دور آنکھوں سے رہا پر دیدۂ دل کے حضور — جب تصور کر لیا پیارے یہیں تو کب نہ تھا
زلف پر چیں کے شکن گنتا تھا میں، کہتا تھا وہ — اپنے قبضہ میں سمجھتا ملکِ چیں تو کب نہ تھا
مجھ سے تب کہنے لگا، دیکھا کوئی ناکام جب — یاد آیا تب تجھے، میرے قریں تو کب نہ تھا
ان دنوں ناعاقبت فہمی سے ممنوں دل دیا — مصلحت اندیش اور انجام بیں تو کب نہ تھا

۴۸

یاں تلکہ وقفِ الم رات یہ ناشاد ہوا — تن پہ ہر بال سرِ سوزنِ فولاد ہوا
نالہ ازبس کہ شعارِ دلِ ناشاد ہوا — جو نفس لب تلک آیا سو وہ فریاد ہوا
بال و پر ہوگئے فرسودہ قفس میں جب سب — ہائے رے خوبیٔ قسمت کہ تب آزاد ہوا
شب کہا اس سے نہ بوسہ ہے تو دشنام[2] تو دو — زیرِ لب ناز سے آہستہ کچھ ارشاد ہوا
آنے جب قتل گہہِ ناز میں ہم تشنۂ ذبح — ہائے بے آب دمِ خنجرِ فولاد ہوا
گونگۂ کو بھی نہ کم مشقِ فسوں سازی تھی — ساحری میں یہ تیرا غمزہ کچھ اوستاد ہوا
یاں سدا کاوشِ پنہاں سے نہاں ہیں نشتر — نہ ہوا دل کہ کوئی کیسہ نصّاد ہوا
آکے روز اک غمِ نو یا الم تازہ بسا — سینہ معمورۂ غم، دل الم آباد ہوا
غزلِ فارسی[3] کی خوب بنا تجھی ممنون — پہ نہ بنیادِ ریختہ کا قصر بھی بنیاد ہوا

۴۹

رات، تم بن نہ تنک آسودہ یہ مہجور ہوا — رشتۂ بسترِ راحت دمِ ساطور ہوا
دل پہ شوق کہ تھا ننگِ شکیب، پر کلہ — بلبے ہمت کہ حریفِ شررِ طور ہوا
دیکھنے جان ٹھہر جانے کہ خوں ہوتی ہے — آج بے طرح یہ دردِ دلِ رنجور ہوا

۱۔ ب۔ بے سودہ گرم

۲۔ ب۔ ہی

۳۔ آ۔ کو

مجھکو نزدیک بہ دل جانیو یارانِ وطن ‏ تفرقہ سازیِ دوراں سے ہوں گو دور ہوا
چاندنی مار گئی اس دلِ زخمی کو رات ‏ پڑ تو انداز یہ کس کا رخِ پر نور ہوا
ہوں شہیدِ خطِ سبز و نگہِ جادو فن ‏ میں نہ مسموم ہوا اور نہ مسحور ہوا
یوں اشارہ نہ کر ابرو سے کہ ہو لغزشِ دل ‏ گر، گرا طاق سے یہ شیشہ تو بس چور ہوا
دکھ دیا ساتھ مرے کس نے دلِ نالاں کو ‏ کہ نہ آرام درونِ بغلِ گور ہوا
دست بردوش نفس سینہ سے نکلے ہے آہ ‏ ناتوانی کا یہاں اور ہی بس زور ہوا
اور بھی ایک غزل کہہ، کہ ہر اک سو ممنوں ‏ تیری شیریں سخنی کا تو عجب شور ہوا

۵۰

رخصت ایک اک سے کیا عاشقِ رنجور ہوا ‏ گھر سے جو اسکے بلند آج عجب شور ہوا
غیر تھا داغ[1] مرے تیرے گماں سے جو کہیں ‏ جوششِ عاشق و معشوق کا مذکور ہوا
ربطِ داغِ دلِ سوزاں سے یہاں شعلہ فروز ‏ شمعِ کافور صفت، مرہم کافور ہوا
مردمِ چشم کے مانند کہ ہے چشم کے بیچ ‏ یار ہے چشم میں اور چشم سے مستور ہوا
حیلہ جو لطف کی تھی وہ نگہِ ناز، پہ یاں ‏ کچھ نگاہوں میں کہیں، سو نہ یہ مقدور ہوا
جو لگا زخم یہاں نشترِ راحت[2] سے آہ ‏ رفتہ رفتہ مرے سینے میں وہ ناسور ہوا
اڑ گئے[3] ہاتھوں جو لیا اسکو شب، اک گوشہ میں ‏ میرے قابو سے نکل جانے، نہ مقدور ہوا
ہوکے[4] ناچار لگے کہنے کہ سبحان اللہ ‏ تم تو مختار ہوئے اور میں مجبور ہوا
ناتوانی سے یہ کاہیدہ ہوئے ممنوں اب ‏ انکو درکار عصائے مژہ مور ہوا

۵۱

دیکھ کر یاس و تمنا سے یہ بسمل رہ گیا ‏ جب گلے پر تیغ رکھ کر، تک وہ قاتل رہ گیا
کل ترے بیمار نے غش سے ذرا کھولی تھی آنکھ ‏ تو نہ تھا، سو دیکھ بالیں کو وہ بے دل رہ گیا
کوئی کہہ دے تیز رو ناقہ نشیں سے یوں پکار ‏ گر کے اب اک ناتواں دنبالِ محمل[5] رہ گیا
کھل چکے ہیں کیا نقاب و پیرہن کے بند، کیا ‏ ایک پردہ شرم کا تھوڑا سا حایل رہ گیا
عرض بیتابیِ دل میں نے جو کی، چھاتی سے لگ ‏ وہ لگا کہنے کہ لے اب تو ترا دل رہ گیا
جب وہ آبِ تیغ وقفِ یہ گلو ہونے لگا ‏ گھونٹ لو ہوکے سے پی پی کے یہ گھایل رہ گیا
اشک کے سیل و وفورِ گردِ خاطر سے مری ‏ بیٹھ گردوں کا سفینہ اب تہِ گِل رہ گیا
جی نہ کیوں پروانہ دیتا یہ بھبوکا تن ترا ‏ جل گئی ہے، تس پہ بھی اے شمعِ محفل رہ گیا

۱- آ، ب: حسرت
۲- آ، ب: یہ شعر نہیں ہے
۳- آ، ب: یہ بھی شعر نہیں ہے۔
۴- ب: کے
۵- ل: بابل، غالباً سہو کاتب

قیس اور ہم تھے دبستانِ جنوں میں ہم سبق — [illegible]
تو گیا جوں ہی تو مرنے کی سی گھبراہٹ ہوئی — بہتیر جی تو [illegible]
ہم رہے اے موجِ خیزِ فتنہ اس گرداب میں — کشتی اسے [illegible] دور ساحل [illegible]
سن غزل اک اور ممنونؔ سے لگا کہنے وہ شوخ — ایک تو ہی تو زمانے میں ہے قابل رہ گیا

۵۲

رشک اس پر ہے کہ یوں مر کر جو بسمل رہ گیا — سر قدم پر، ہاتھ میں دامانِ قاتل رہ گیا
کون سا محمل نشیں گزرا کہ یہ رویا ہے قیس — قافلہ کا قافلہ سب پارہ دیر گِل گیا
کچھ لگا ہوں میں کیا چاہے تھا دل عرضِ ہوس — تیری چتون دیکھ کر لیکن یہ سائل رہ گیا
وہ جو کم قسمت ہیں، لیں اہلِ کرم سے فیض کیا — خشک لب اس قرب پر دریا کے ساحل رہ گیا
جس طرف کو میں گیا اس کعبۂ در کی طرف — صورتِ قبلہ نما، دل ہو کے مائل رہ گیا
چل بسے پیش از سحر، تھے جو رفیقانِ سفر — آہ ایک سوتے کا سوتا میں ہی غافل رہ گیا
اشک افشاں ہم جو گزرے تھے سو پاؤں کا نشاں — کوئی بھی باقی نہیں، اب تا بمنزل رہ گیا
وہ جو ہیں گرمِ سراغ، آویں کہ ہر ہر گام پر — یا جگر کا لخت یا پرکالۂ دل رہ گیا
شب جو پہنی گُل کی بدّھی تھی سو پھولوں کا نشاں — اس تنِ نازک پہ مانندِ حمائل رہ گیا
چل بسا، سرِ لشکرِ اہلِ جنوں، ممنونؔ کہاں — آج اس وادی میں کچھ شورِ سلاسل رہ گیا

۵۳

آمد آمد[1] سن تری جی تن سے چل کر رہ گیا — آ کے دم آنکھوں میں، سینہ سے نکل کر رہ گیا
دَیر سے مستی میں سوئے کعبہ چل کر رہ گیا — لڑکھڑانے پاؤں تھے، پھر میں سنبھل کر رہ گیا
لے گیا دل ہاتھ سے اور پاؤں کے نیچے مَلا — دیکھتے کا دیکھتا میں ہاتھ مَل کر رہ گیا
لشکرِ غم میں یہ سمجھا تھا کہ جانے گا گزر — یہ تو ملکِ دل میں آ، اپنا عمل کر رہ گیا
غالباً خوں ہو چکا سینہ میں دل، بے غم ہوا — قطرہ قطرہ منہ پہ اشکِ سرخ ڈھل کر رہ گیا
برق سی سینہ سے چمکی پھر جو دیکھا، کچھ نہ تھا — سوختہ جاں، شب ترا بستر پہ جل کر رہ گیا
نام سنتے ہی ترا، گریہ بکیا کیا کیا نہ ضبط — ایک دریا سا مرے دل سے ابل کر رہ گیا
بزم سے اس نے نکالا ہی تھا، پر مجھ کو بھی دیکھ — دردِ دل کا کیا بہانہ کر، مچل کر رہ گیا
کچھ نہ سمجھا کیا ہوا، عرضِ تمنا کا جواب — وہ لبِ نازک کچھ آہستہ سا ہل کر رہ گیا
اور بھی تصویر چاہی تھی کہ تجھ سی[2] ہی بنے — کچھ جو نقاشِ فلک سوچا، سنبھل کر رہ گیا
رنگِ رخ ویسا نہ ہوتے دیکھ شنجرفِ شفق — لے سفیدی میں سحر کی یونہی حل کر رہ گیا
اشک کا طغیاں ہوا ممنونؔ غریقِ رحمت آہ — ایک یا دو مرتبہ اچھلا اچھل کر رہ گیا

---

۱ ۔ ب ۔ یہ پوری غزل بہت آگے دوبارہ دی گئی ہے
۲ ۔ آ، ب ۔ تجھ ہی سے

۵۴

اس نگہ نے کیا کہا، چپ میں جو یاں تک رہ گیا
دل سے حرفِ آرزو آکر زباں تک رہ گیا

لب تلک آیا ہے جی، پر آکے یاں تک رہ گیا
ہاں دلِ نالاں تعلق یک فغاں تک رہ گیا

واہ رے یہ زورِ جذبِ عشق اور تمکینِ ناز
گھر سے بیتابانہ آ[1] وہ آستاں تک رہ گیا

کب تلک اے گریہ ہر دم پارہء دل کا سوال!
تو ہی منصف ہو، یہ سرمایہ کہاں تک رہ گیا

سینہ تو زخموں کا خواہاں تھا، پہ اٹھکیلی تو دیکھ
لا کے سو سو بار وہ خنجر یہاں تک رہ گیا

کیا ہی الجھاوا[2] پڑا ایک ایک نوکِ خار سے
برق کا داماں پہنچ، اس آشیاں تک رہ گیا

مت سمجھ آویزہ[3] گوہر، کہ ہو ہو کے گرہ
ہر سخن میرا پہنچ گوشِ بتاں تک رہ گیا

اشک آج آتے ہیں تھم تھم، لختِ دل کوئی مگر
آ، بنِ مژگاں، چشمِ خوں فشاں تک رہ گیا

آگ دی کیا یاں تپِ الفت نے جل کر مثلِ شمع
استخواں تک بلکہ مغزِ استخواں تک رہ گیا

دیکھ ڈہکانا اور اٹھکیلی کہ بوسے کے لیے
وہ دہاں سو[4] مرتبہ لاکر، دہاں تک رہ گیا

نقدِ جان و جنسِ ایمان و متاعِ دل، سبھی
دے چکے اب[5] دھیان کیا، سو تک رہ گیا

محوِ خود آرائی تھا خلوت میں وہ بت[6] آئنہ
پشت بردیوار، حیراں ناگہاں تک رہ گیا

اذنِ عرضِ شوق بارے بس، رہا جاتا نہیں
رہ سکا ظالم، جہاں تک میں وہاں تک رہ گیا

زہرِ غم نے کیا سرایت کی کہ ممنوں بعدِ مرگ
وہ جگر در، لا دہن یاں، استخواں تک رہ گیا

۵۵

دل، شب جو شعلہء تپِ ہجراں سے جل گیا
کچھ بھاپ ہی لگی تھی[7] کہ سب سینہ پھل[6] گیا

خاموش ہم زباں کہ لیا تو نے کس کا نام
دل میں اٹھے[7] یہ ہول کہ دم سا نکل گیا

اے واہ سادگیِ وفا، بعدِ صد فریب
آج اسکے جھوٹ وعدے پہ، پھر میں بہل گیا

سر اس قدر نہ کھینچ تو اے شمع بزم میں
نک منہ پہ نور آنے ہے، جوبن تو ڈھل گیا

کچھ حال اور تو نہیں معلوم، شب کوئی
سو بار دل کو سینہ میں جیسے کہ مل گیا

بے اختیار گریہ جو چھوٹا تو کیا کروں
سینہ جو آبھرا تھا، یکایک ابل گیا

کیا عرضِ آرزو میں بھلا کرسکوں کہ واں
ٹپکا نگہ سے قہر، جو نک ہونٹ ہل گیا

قاصد سے میری مرگ کی سن، دل پہ رکھ وہ ہاتھ
بولا کہ کیا کہا کہ میرا جی ہی دہل گیا

نک ہوش دیکھ حیلہء مستی سے لڑکھڑا[8]
رکھ ہاتھ اس کے دوش پہ ممنوں سنبھل گیا

۱۔آ۔ "آ" نہیں ہے
۲۔آ،ب۔ الجھاؤ آپڑا
۳۔آ۔آمیزہ۔گوہر
۴۔ا۔سب
۵۔آ۔اور
۶۔آ۔چھل
۷۔آ۔اٹھی

۸۔لندن۔لڑکھڑا نے لیکن یہی درست ہے۔ غالباً سہوِ کاتب

بغل میں تجھے بھینچا کہ پہ تنگ آہی گیا
[illegible] تن کا [illegible] مری [illegible] آہی گیا

نہیں معلوم کمین گہ میں نگہ تھی کس کی
بہی دیکھا کہ مرے دل پہ خدنگ آہی گیا

آفریں جذبۂ الفت کہ سرِ مجنوں پہ
نہ لگی ناقۂ لیلیٰ کو درنگ آہی گیا

جلوہ افروز ترے ہوتے ہی اے غیرتِ شمع
پر فشاں بزم میں، دل جیسے پتنگ آہی گیا

میں جو خلوت میں گیا اسکی، میرے[2] ولولہ دیکھ
ہنس کے بولا کہ لیے دل میں امنگ آہی گیا

بے تکلف برِ اغیار میں بیٹھا تھا وہ
میں جو پہنچا تو کہا تو بڑے جنگ آہی گیا

دوربیں سے وہ فرنگی بچہ دیکھے تھا خدنگ
نگہِ تیز کا جوں تیر تفنگ آہی گیا

مثلِ دل شیشہ چھپاتا تھا بغل میں ناگاہ
ہاتھ سے محتسبِ شہر کے سنگ آہی گیا

کس قدر دل کو تصورِ خطِ خوباں کا رہا
آخر اس آئینۂ صاف پہ زنگ آہی گیا

حملۂ عشق تو دیکھو کہ شکارِ دل پہ
ایک ہی جست میں مانندِ پلنگ آہی گیا

ایک دو جرعہ بصد شرم پیے تھے ہر، چند
پہ نشہ کا تری آنکھوں میں تو رنگ آہی گیا

درِ میخانہ پہ دیکھا تھا بہت شرمائے
میر ممنون کو اندیشۂ ننگ آہی گیا

۵۷

دل کاوِ کاوِ غمزے سے پُرنیش ہوگیا
یک قطرہ خوں حریفِ دو صد ریش ہوگیا

یا ہے جگر خراشی دیا سینہ کا دیاں
قسمت سے شغل ہم کو یہ درپیش ہو گیا

دشنہ ہے سیر کچھ نہ ہونے کشتگانِ شوق
دل وقفِ غمزۂ ستم اندیش ہوگیا

آنے تھے کعبہ چھوڑ صنم خانے میں سو یاں
للّٰہ دشمن ایک بت بدکیش ہوگیا

ہر دم عتابِ نیش زنی ان لبوں سے ہے
آبِ بقا میں خلط یہاں نیش ہوگیا

شاہانہ جنسِ طاقتِ صبر و خرد تھی یاں
دل دستبردِ غم سے جو پہ درویش ہو گیا

ممنوں قضا نے ہم کو دیا کیا بغیر دل
سو وہ بھی نذرِ کاہشِ تشویش ہوگیا

۵۸

آنکھیں لڑی تھیں، اس سے دلِ زار بندھ گیا
کیا مفت بے گنہ یہ گنہگار بندھ گیا

دامن چھڑا کے کون گیا اپنے ہاتھ سے
اشکوں کا پھر جو جیب تلک تار بندھ گیا

تاثیر، گرم[4] آہ نے کی تھی، اوت وہلے
آیا وہ جب کہ یاں لبِ اظہار بندھ گیا

۱۔ ب: تری
۲۔ ب: مرا
۳۔ آ: جذبۂ عشق تو دیکھو اڑ کے شکار دل پہ
۴۔ آ، ب: آہ گرم

مجلس میں آگیا تھا کہیں ساغرِ شراب
پہروں خیالِ نرگسِ سرشار بندھ گیا

تو نے جو ہیں یہ بال لپیٹے ، سو کھول دے
اپنا دل ان میں ہو کے ، گرفتار بندھ گیا

رقاص - موجِ باد و نوا سنج تھے طیور
کل کیا سماں درونِ چمن زار بندھ گیا

ہم والیوں کی جنس پریشاں ہے جا بجا
یاروں کا رخت سر بسر و بار بندھ گیا

تھی دل میں کاوکا و رگِ جاں میں خار خار
شب جو تصورِ مژہ یار بندھ گیا

گزری ہمیں تڑپتے ہی اسیرِ قتل میں
کب کا بتوں کی تیغ کو زنگار بندھ گیا

ممنوں شبِ وصال بتا ، تجھ کو کیا ہوا
جو دیکھ کر اسے لبِ گفتار بندھ گیا

۵۹

ہر نفس ضبط ، زبس نالہء شبگیر کیا
ہم نے ہر لختِ دل ، آماجگہِ تیر کیا

بنِ مژگاں میں تیرے اشک نہاں ہیں، کس نے؟
قصہء یاس مرا آن کے تقریر کیا

نہ بڑنے بخیہ، مرے زخمِ جگر، عیسیٰ نے
مفت ، فرسودہ سرِ سوزنِ تدبیر کیا

نہ گنے چشمہء حیواں پہ یہ حلقِ تشنہ
آج منت کشِ آبِ دمِ شمشیر کیا

سینہء سوختہ آتش کدہء آذر ہے
ضبط ، ازبسکہ ہے سوزِ دلِ دلگیر کیا

غنچہ ساں ہر گرہء دل میں نہاں ہے خوشبو
آج کس گل کو تصور میں بغل گیر کیا

یوں تو کیا کیا نہ یہاں تو نے بنایا اے چرخ
پہ خرابہ مرے دل ہی کا نہ تعمیر کیا

قلم مو سے نہ بہزاد کہ[1] اوس کی کھنچے
اور باریک نہ کیوں خامہء تصویر کیا

آہ ہر حرف پہ[2] نکلے تھی، ٹپکتے تھے سرشک
دیکھ کس شوق سے خط تجھ کو یہ تحریر کیا

کاوشِ خار کرے ہے گرہِ آبلہ وا
ہم نے بھی عقدہء دل وقفِ سرِ تیر کیا

عوضِ رحم اسے سن کے چھٹی جھنجھلاہٹ
لے ، تجھے ہم نے سلام ، آہ کی تاثیر کیا

کاوشِ آہ نے چھوڑا نہ پسِ مرگ بھی آہ
لوحِ تربت کو مری خاکہ ، تصویر کیا

آبِ خنجر وہ سلامت رہے ممنوں تاحشر
جس نے سیراب دلِ تفتہء نخچیر کیا

۶۰

بوسہ بھی دے، کہ اتنے تامل[3] نے غش کیا
غلطی میں ہم کو طرزِ تساہل نے غش کیا

چمکا یہ نور اٹھتے ہی برقع کے بزم میں
دعوئے گرانِ صبر و تحمل نے غش کیا

کس کو ترانہء نغمیء داؤد پر خیال
اس انجمن کو نغمہء قلقل نے غش کیا

دریا کشی کا مژدہ اونھیں جو ہیں اہلِ ظرف
ہم کو تو ایک ہی قدحِ مل نے غش کیا

دی کس کی باس طرہء سنبل نے باغ میں
آشفتگانِ نکہتِ کاکل نے غش کیا

۱۔ آ، یہ مگر
۲۔ آ، سے
۳۔ آ، یہ تیرے قاتل

کن[1] حلقہ حلقہ بالوں کی لالی ہے بو نسیم / [illegible]
دے بادہ[2] بوے عطرِ قبائے سمن بران / [illegible]
کس سروِ گل عذار کا گلشن میں ذکر ہے / قمری کے ہوش اڑ گئے، بلبل [illegible] کیا
غنچہ نے کی جو اس لبِ خنداں سے ہمسری / گلشن میں ہنستے ہنستے ہر اک گل نے [illegible] کیا
تھا کیا فسوں فسانہ دل میں کہ سن کے رات / اس سرگرانِ جامِ تغافل نے غش کیا
ممنون اس طریقِ غزل گوئی پہ تری / طوطئ ہند و بلبلِ آملؔ[3] نے غش کیا

۶۱

منہ[4] ڈھانکے آ وہ بولا، میں بے نقاب آتا / طرزِ نگہ سے تیری، پر ہے حجاب آتا
یہ سیم تن ہے کوئی دیکھو تو پیرہن میں / لبریز یا ہے نورِ صد ماہتاب آتا
خورشید روے جاناں ہے کس قدر درخشاں / کچھ چشمِ آئینہ میں بھر بھر ہے آب آتا
اوس رخ کا رشکِ پنہاں روشن ہوا کہ ہر صبح / رنگِ شکستہ لے کر ہے آفتاب آتا
اوس روے پُر عرق کے روتا خیال میں ہوں / ہر اشک و لختِ دل ہے باآب و تاب آتا
تقواے قدسیوں کے پھر پاؤں لڑ کھڑاتے / گر ہاتھ میں لیے وہ جامِ شراب آتا
غنچہ کو اسکے آگے تھا لافِ خوش دہانی / کچھ وہ جو بول اٹھتا تو کیا جواب آتا
چشمِ بتاں کی گردش کرتی نہ گر خرابی / خلقِ خدا میں پھر یہ کیوں انقلاب آتا
شب میرے ولولوں سے ہو ہو کے تنگ بولا / یوں جانتا تو کیوں میں تجھ تک شتاب آتا
میری طرف نگاہیں کیا گرم گرم کی ہیں / منہ پہ عرق ہے، گل سے جوں ہے گلاب آتا
ہاروں میں کشمکش ہے، الجھے ہیں موے کاکل / رہ رہ کے میرے دل میں ہے پیچ و تاب آتا
چوٹی مسک رہی ہے زیور جھنک رہا ہے / ہاتوں پہ تیرے غصہ ہے بے حساب آتا
صورت ملی دلی سی، دکھلا کے پھر کہے تھا / کیا آدمی ہے کرنا، تجھ کو خراب آتا
ممنوں تری غزل میں تاثیر کس قدر ہے / حالت میں وجد کی ہے، ہر شیخ و شاب آتا

۶۲

شعلے[5] سے طور کے ہے زیرِ نقاب آتا / پھر کون دیکھ سکتا، گر بے حجاب آتا
کہتا ہے آؤں گا میں شب خواب میں، یہ سچ ہے / تو جانتا ہے مجھکو، تجھ بن ہے خواب آتا
قاصد کو دیتے ہی خط، در سے لگائی آنکھیں / سمجھا رہا ہوں دل کو یہ ہی جواب آتا
گر انتظار کے درد اپنے۔ میں تجھ سے کہتا / وعدے سے پیشتر تو بے صبر و تاب آتا
شب دل خراش نالے، سن کر مرے کہے تھا / ہمسائگاں کو اسکے کیونکر ہے خواب آتا

۱۔ آ: کس
۲۔ آ: برنی
۳۔ طالب آملی
۴۔ آ۔ب: میں یہ غزل نہیں ہے۔
۵۔ آ۔ب: یہ غزل بھی نہیں ہے

سوزِ دروں سے کیا دل، سینہ میں بھن رہا ہے ہر اشک گرم ہے جوں اشکِ کباب آتا
ڈرتا ہوں یہ نہ خالی ہوجائے دل کا معدن ہر اشکِ سرخ سے ہے اک لعلِ ناب آتا
جوں صبح سانس ٹھنڈی۔ دل سے ہے اک نکلتی پیری میں یاد جب بھی عہدِ شباب آتا
کیا شوق کشتہ اسکے، ہنستے ہیں آج شاید خنجر کو زعفراں سے دے کر ہے آب آتا
ہاتھ اسکا ہاتھ میں ہے اللہ، آج کس کے کچھ نبض میں ہے میری آج اضطراب آتا
پھر تیسری غزل بھی تمنون دیکھتے ہم دیواں جو ہاتھ تیرا۔ اے نکتہ یاب آتا

۶۳

گر[1] آسمان سے ہے وحی و خطاب آتا خط کا مرے نہ واں سے لکھا جواب آتا
رخشِ غرور سے کب رکتا تھا میں کہ اترے اے کاش کہ وہ آتا، پا در رکاب آتا
مجھ تشنہ حلق کو وہ، دے آبِ تیغ بولا اس رہن نہیں مجھے کچھ کارِ ثواب آتا
کل چور کر چکا تھا نشہ میں شیشہء دل پھر آج ہے وہ مستِ صہبائے ناب آتا
یوں تیغ دیکھ اس کی، خوش شوقِ کشتگاں ہیں لبِ تشنگاں کی خاطر، جیسے ہے آب آتا
سینہ میں ریزہ ریزہ دل کا ہوا برشتہ ہر نالہ تیغ پر ہے لے، ایک کباب آتا
وہ خاک میں ہیں لپٹے اور خار ہیں دمیدہ مخمل کے خواب پر تھا جنکو نہ خواب آتا
لب تہنیت سرا ہیں ہر زخم دل کے باہم خنجر لیے ہے شاید وہ پر عتاب آتا
سینہ میں کوئی دل کو، تمنونؔ مسل رہا ہے آنکھوں سے متصل ہے کچھ خون ناب آتا

۶۴

غش میں جو ناگہاں دل روزِ وصال آیا اس عطرِ پیرہن کی بو سے بحال آیا
نے غمزہ نا اشارہ پرسانِ حال آیا کیا اس نگہ[2] سے دیکھا جو یوں ملال آیا
ٹپکا ہے ان لبوں سے خوں طرزِ یک تبسم بوسوں کا اے تمنا، کن پر خیال آیا
مشہد نے اپنی اب تک لبِ تشنگی اُگے ہے خاک اپنی پر نہ ساقی۔ یک جرعہ ڈال آیا
اس کشتہء ستم کو بارے[3] جے بیقراری کیا بعدِ ذبح، قاتل کچھ انفعال آیا
شب تھی طلب کہ کیجے، ٹک سینہ جیب سے وا ہوں سر بجیب، لب تک یہ کیا سوال آیا
دونوں طرف دلوں کی حسرت رہی دلوں میں ارماں، نہ ایک کو بھی باہم نکال آیا
تھا شوق و خوفِ رنجش، تھا ناز و بیم جرات یاں کیا گماں، وہاں شب۔ کیا احتمال آیا
دل پر ستم کشوں کے، ٹک رحم بھی، کہ کیا زخم یہ نیم قطرہء خوں، اب چھیل چھال آیا
سیرِ چمن کو اے دل، پروازِ شوق کب تک پس سخت زحمتوں میں بازو د بال آیا
ٹک اور شعر پڑھ لے تمنوں، کہ اس غزل کا ہر ایک شوخ مضموں، رشکِ غزال آیا

۱۔آ۔ب۔ یہ غزل بھی نہیں ہے۔

۲۔آ۔ نے

۳۔آ۔ بھولے سے یہ ہوتی ہے

کب کشتگانِ غم سے کہ[1] عرضِ حال آیا
خوں ہو لبوں سے [illegible] یاں جو [illegible] آیا

اس چشم میں نہ فتنہ، نہ زلف میں بلا ہے
اپنا یہ دل ہی اپنے جی کا وبال آیا

گر خوں سے، خاکِ پر نم دی ہاتھ میں فلک نے
ہم تشنہ لب یہ سمجھے جامِ [illegible] آیا

ہاں گوشِ غیر وا رہ، عشاقِ بے زباں کو
ہر ہر طپش سے دل کی، کر عرضِ حال آیا

چھاتی سے قبرِ مجنوں کیا کیا لگا کے رویا
دل کے بکار بارے، کل میں نقال آیا

جو دل پہ ہو[2] بجا ہے اسکی یہی سزا ہے
یوں اب نظر نہ جس کو اپنا مآل آیا

لب کیوں نہ بند کیجے جب معرکہ میں ممنوں
دعویٔ گرِ فصاحت، ہر طفلِ لال آیا

٦٦

غش سے ہمیں افاقہ، دم بھر کبھو نہ آیا
جب تک صبا کا جھونکا، لے تیری بو نہ آیا

اللہ رے[3] ناتوانی، سینہ سے اپنے نالہ
اٹھا تھا شب سحر تک، پر تا گلو نہ آیا

وہ تفتہ ہوں کہ بعدِ گردن زدن، رگوں سے
جوں تارِ شمع شعلے نکلے، لہو نہ آیا

ہم نذرِ نیم جولاں خاک اپنی کر چکے ہیں
رخشِ غرور سے تو، لیکن فرو نہ آیا

قربانِ مہربانی، سینے سے لگ وہ بولا
اب تک بھی تیری نکلی کچھ آرزو نہ آیا

زخموں پہ زخم جھیلے، داغوں پہ داغ کھائے
گزرا نہ فکرِ مرہم، وہمِ رفو نہ آیا

یاں در سے لگ رہی ہیں تا وقتِ نزع آنکھیں
لے حسرتیں چلے ہم، پر آہ تو نہ آیا

بیمار کا ترے شب ایک دم سا لگ رہا تھا
سو بھی، کبھو تو پیارے آیا، کبھو نہ آیا

کل دیکھ نعش میری کس کس کو تھی نہ حسرت
پھر تجھ کو بھی[4] تاسف کچھ ایک گو نہ آیا

صد آفریں عجب ہی ممنوں غزل پڑھی ہے
تجھ سا نظر تو کوئی خوش گفتگو نہ آیا

٦٧

زخمی کو دیکھ تیرے؛ یک چارہ جو نہ آیا
انگشت زیرِ دنداں جو سرخرو نہ آیا

آزارِ خلق پر تو مت باندھ تیغ ظالم
پانی کمر سے کس کی یہ تا گلو نہ آیا

طغیانِ گریہ جس دم، آنکھوں نے نک کیا یاں
خونبار جوں مژہ کب، ہر ایک مو نہ آیا

اس معرکہ[5] (میں) ہم بھی ہیں شکلِ زخمِ تازہ
رونے سے نک جدا یاں ہنسنا کبھو نہ آیا

ایما، سخن اشارہ، اس چشم کو ہے سب سے
ہم بھی تجھے کچھ سمجھتے، پہ گفتگو نہ آیا

دل اور خیلِ حرماں، یہ نیم قطرۂ خوں
صد داغِ جاں گزا نے کب دو بدو نہ آیا

کہتے تھے ہم کہ ممنوں کر ضبطِ گریہ ناداں
دیکھا کہ دل مژہ سے آخر کو جو نہ آیا

۱۔ ب: نے
۲۔ لندن: جو دل پہ بجا ہے لیکن یہ درست ہے، غالباً سہو کاتب
۳۔ آ، ب: نک دیکھ
۴۔ تو بھی
۵۔ ب: معرکہ میں، لندن۔ میں، ندارد

۶۸

شب، بستر راحت پہ جز آزار نہ پایا — تلوار کی ڈوری سے کم اک تار نہ پایا

مدت سے سمجھتے تھے بغل میں خلش دل — پہلو کو جو چیرا تو بجز خار نہ پایا

دل مرگ پہ رکھا تھا قلق سے پہ شب افسوس — بستر کے تلے دشنۂ خونخوار نہ پایا

کیا ہوگئے سب صرف سر شک آہ کے ہمراہ — آج ایک بھی لخت دل افگار نہ پایا

تھا خانۂ ہمسایہ میں وہ جلوہ نما پر — اس چشم نے تک رخنۂ دیوار نہ پایا

دی رنگ رخ گل نے یہ آتش کہ قفس میں — آج ایک پر مرغ گرفتار نہ پایا

دل کعبہ میں چھوٹا تھا ولے خوب جو ڈھونڈا — جز گرد در خانۂ خمار نہ پایا

سر پر ترے بیمار کے افسوس سے ظالم — دنداں کے تلے لب، لب غمخوار نہ پایا

مانع تھا ادھر تو ادب، آڑے تھی ادھر شرم — شب، لب سے بہم ملنے، لب اک بار نہ پایا

ہر دم طپش دل سے نوا زن ہوں قفس میں — نالہ نے گزر، تا سر منقار نہ پایا

ممنوں کی غزل سن کے ہزاران چمن نے — یہ رتبۂ رنگینی گفتار نہ پایا

۶۹

دل جب سے لگایا، بجز آزار نہ پایا — یہ شغل تو کچھ ہم نے سزاوار نہ پایا

گم ہو یہ اسیری کہ تہی پانی نے اپنی — گاہے مزہ سرزنش خار نہ پایا

کس نے ترے سینہ سے ملے دیدۂ تر رات — پژمردہ جو پھولوں کا سحر، ہار نہ پایا

اس بن کہ مری خرمن ہستی کو کیا خاک — تجھ میں اثر اے آہ شرر بار نہ پایا

ساتھ اسکے نہ جاگے، کبھو ایک بار بھی ہمنے — اس طالع خوابیدہ کو بیدار نہ پایا

پرواز کرے شوق سے، گر روح، بجا ہے — اس طائر دل سا تو، گرفتار نہ پایا

لیتے ہی بس اس شوخ نے جز رشتۂ دامن — پر باندھنے کو اور کوئی تار نہ پایا

ممنوں نے پڑھی وہ غزل صاف کہ جس کا — ہم قدر صفا میں در شہوار نہ پایا

سن کر[1] یہ کہا میر نے انصاف سے افسوس — اس جنس کا یاں کوئی خریدار نہ پایا

۷۰

کیا گراں طرۂ گل ہے ترے سر پر آیا — ایک باریک سا لپکا جو کمر پر آیا

تیر بیداد جو اس شست[2] نگہ سے چھوٹا — یا مرے دل ہی پہ یا میرے جگر پر آیا

کیا رقیبوں کو جلایا، تری تصویر کے پاس — کھینچ[3] تصویر ہوں اپنی ترے در پر آیا

مرحبا ناوک بیداد، کہ سینہ میں مرے — سر پیکاں سے جو ٹپکا تو ادھر پر آیا

۱۔ آ، ب: یہ سید نے کہا سن کے

۲۔ آ: سمت

۳۔ آ: کھینچے

مجھ سے ہم عتاب تھا وہ ، بہل کے بیدار کیا [illegible]
پیار کی دیکھ کے آنکھیں مری شرما کے کہا عرق ہو دل میں [illegible] آیا
پردہ الٹے ہی وہ بت گھر سے چلا دیکھیں تو یہ خدا کا ہے غضب [illegible] آیا
جذبہ دل نے کیا زور ، پہ طالع تھے ضعیف در پہ وہ ٹھیر گیا ، گھر سے تو در پہ آیا
آگ کیا دل میں بھری ہے عوضِ آہ و سرشک شعلہ ہی شعلہ ، شرر ذات ، شرر پہ آیا
کس سے وعدہ تھا کہ شب اٹھ کے، سحر تک سو بار یوں کبھی در پہ ، کبھی راہ گزر پہ آیا
اے جنوں مژدہ ، ہوا جوشِ بہاراں تازہ دیکھ ، سبزہ ہے ، کسی کے گلِ تر پہ آیا
اسکے رخسار سے ، تشبیہ جو دی تھی ناگاہ نور سا ایک ، رخِ شمس و قمر پہ آیا
گر غزل اور کہے ، لاف نہ کیجو تمکیں یہ بڑا عیب ہے ، دعویٰ جو ہنر پہ آیا

۷۱

کیوں یقیں، اب تو مرے دل کے اثر پہ آیا تو تو کہتا تھا نہ آوں گا اِدھر، پہ آیا
غمزۂ یار! نشانہ پہ کوئی چھوٹے[1] تیر صیدِ غفلت زدہ سرحدِ نظر پہ آیا
کچھ لبِ بام سے نیچے تھی ، رسی اپنی کمند صحن میں گھر کے ، وہ کوٹھے سے اوتر پہ آیا
دل پہ جو تیغ لگاتا تھا ، لگی سینہ پر ہے تاسف میں کہ کیوں وار سپر پہ آیا
دل کو کس دستِ حنا بستہ میں تھا رات فشار رنگ خون کا ، مژۂ دیدۂ تر پہ آیا
اے گلِ تازہ! تجھے بے بھی خبر ، ہرزہ باد کل اڑا بلبلِ دل خستہ کا پر، پہ آیا
اشک و پرِ کالۂ دل ، سلک و جواہر تھے مگر کہ گہر لعل پہ اور لعل ، گہر پہ آیا
چھپ کے وہ خانہ نشیں ، چشمِ نگہ بازاں[2] سے تھا ادھر، گرچہ نہ امکانِ گزر ، پہ آیا
آتے ہی ناز سے بولا کہ تیری خاطر میں لاکھ ہی ڈھب کے تھے ہر چند خطر، پہ آیا
نہیں معلوم کہ تمکیں کے کہاں اٹھا درد دیکھتا یہ ہوں کہ ہاتھ اوس کا جگر پہ آیا

۷۲

گھر سے گرمِ عتاب نکلا وہ ماہ تو آفتاب نکلا
تقوے کے ہیں پاؤں لڑکھڑانے وہ در پہ پیے شراب نکلا
اس لب پہ ہے داغِ مے ، قیامت مغرب سے بھی آفتاب نکلا
یاں سر سے دھوئیں نکل گئے ، وہ دیتا زلفوں کو تاب نکلا
چھٹکی کچھ چاندنی سی شاید وہ منہ سے الٹ نقاب نکلا
آنکھ اس سے لڑی تو ہر نگہ سے شوخی میں مِلا حجاب نکلا
کل کوچے میں میں تیرے تھا گزرا دل ہاتھوں میں داب داب نکلا
اے تشنہ لبی! تجھے مبارک دریا نے جہاں سراب نکلا

۱۔ آیۂ ذرا
۲۔ آیۂ ب۔ جاناں

وا، ہوتے ہی چشم ، کچھ نہ دیکھا دیکھا جو یاں ، سو خواب نکلا
کون آنے ہے ، سینہ سے یہاں دل جاتا ہے ، باضطراب نکلا
جاں کندن سخت دیکھ تیری آنکھوں سے تو خوں ناب نکلا
ممنون تھا انتظار کس کا؟ کیوں دم نہ ترا شتاب نکلا
ہر شعر تیری غزل کا ممنوں شائستہ انتخاب نکلا

۷۳

بریان و صد التہاب نکلا دل داغ زدہ کباب نکلا
لخت دل ، گرم اشک کے ساتھ کیا کیا نہ بہ آب و تاب نکلا
بوسہ جو دیا[1] تو کس مزے سے بارے کچھ تو حجاب نکلا
گوشہ جو نقاب کا وہ سر کا یک پارۂ ماہتاب نکلا
مرتا ہوں میں اس نگہ پہ ، جس سے[2] کچھ لطف میں ہو عتاب نکلا
یاں جس نے کہ خاکساریاں کیں وہ ہی عالی جناب نکلا
ہے جوش رشک آستیں سے فوارہ سے جیسے آب نکلا
جاگے ہو ، کہیں قدح کشی کی شب سے تا آفتاب نکلا
صدقے[3] انکار کے ، نہ اب تک آنکھوں سے خمار و خواب نکلا
کیا صل علیٰ ، ہے تیرے منہ پر گل سا رنگ شباب نکلا
ممنون کو پارسا تجھے سمجھے سو بادہ کش و خراب نکلا

۷۴

کیا نقش ترا لوح دل تنگ پہ کھینچا یک دست قلم صفحۂ اورنگ پہ کھینچا
بلبے وہ نزاکت جو کہیں پھول تھے پہنے خط ہر رگ گل نے تن گلرنگ پہ کھینچا
کس کا ہے رواں ناقہ کہ مجنوں نے دم سرد ہر ایک صدائے جرس و زنگ پہ کھینچا
کیا سینۂ فرہاد نہ تھا تیشۂ فولاد یوں نقش جو شیریں کا سر سنگ پہ کھینچا
ہائے اے جگر و دل ! مژۂ یار نے خنجر پھر قصد ستیزہ گری و جنگ پہ کھینچا
مدہوش تھا اس خط سے ، کیا چشم نے بھی مست اور ایک قدح مے ، قدح بھنگ پہ کھینچا
دل نغمہ گر عشق ہے ، ظالم نہ ہدف کر کیوں تیر ہے ؟ اس مرغ خوش آہنگ پہ کھینچا
گو رنگ قبا سے تن نازک کا چکاں[4] تھا اسکو بغل شوق میں کیا تنگ پہ کھینچا

۱۔ آ ، بہ تھا بیہ تو ۔ یہی درست ہے
۲۔ آ ، ب ، یہ میں
۳۔ آ ، ب ، یہ میں یہ شعر پہلے والی غزل میں ہے۔
۴۔ بیہ چھوٹے تھا

ہم خاک نشیں عرش سے گورے، شرر کلش [illegible]
ممنوں نے اٹھاتے ہی قلم ریختہ ایک اور [illegible]

۷۵

مطرب نے نہ دل بانگ نَے دو چنگ پہ کھینچا — اس پردے میں ایک اور ہی آہنگ پہ کھینچا

شاباش ہے اے زورِ کمندِ کششِ قیس — ناقہ طرف اپنے، کئی فرسنگ پہ کھینچا

کانٹے سے رگِ جانِ سیہ روز میں کھٹکے — شانہ جو تری کاکلِ شب رنگ پہ کھینچا

یاں ہاتھ میں طشتِ دلِ پر خوں ہے لکھا — واں تیغ بکف، گرم اسے جنگ پہ کھینچا

تصویرِ شہادت کا مری عالمِ رنگیں — نقاش نے اس رنگ پہ، اس ڈھنگ پہ کھینچا

مشتاق ہوں شوریدگی و ہرزہ سری کا — خط نسخۂ ہوش و خرد تنگ پہ کھینچا

ممنون نہ پرکار تھی گو دستِ قضا میں — کیا دائرہ چرخِ سیہ رنگ پہ کھینچا

۷۶

جو کیا سوالِ بوسہ، تو ملا جواب الٹا — مرے منہ پہ ہاتھ مارا بدوصد عتاب الٹا

پڑا شمع کا سا پرتو، مرے آ، قریبِ خانہ — رخِ آتشیں سے کس نے، یہ سرِ نقاب الٹا

یہ گریزِ حسن تھی واں، یہ کشش تھی عشق کی یاں — کہ وہ گھر سے در پہ نکلا، پہ پھرا شتاب الٹا

وہ جھکی جھکی سی آنکھیں نظر آکے مر گیا ہوں — سرِ قبر پر مری رکھ، قدحِ شراب الٹا

اسے کیا خدا کا ڈر ہو، جو مثالِ مثبت قرباں — مجھے ذبح کرکے سمجھا کہ ہوا ثواب الٹا

جو وہ تیغ کھینچ آیا، مجھے گریہ سے کیا منع — یہ ستم ہے اور روکا دمِ ذبح، آب الٹا

تپِ دل سے شعلہ بستر یہ ہوا کہ اپنی کروٹ — گئی جل کہ آگ پر جوں نہ کیا کباب الٹا

نگہ اس پہ گرم کی تھی کہ جلیں حیا کے پردے — اسے اور بھی کچھ آیا عرقِ حجاب الٹا

مری اس غزل سے ہمسر کہیں اور کی غزل کو — کہ یہاں ہے سامعوں کا عجب انتخاب الٹا

۷۷

یہ نظر پڑا جھمکڑا جو وہ تنک نقاب الٹا — کہ گرا زمیں پہ موسیٰ بصد اضطراب الٹا

ترے لب سے مے ٹپکنی، عجب ایک ہے قیامت — کہ ستم ہے غرب سے جو پھرے آفتاب الٹا

جو سرشک میں نے روکے، لگی آگ دل میں دونی — کہ لگا جلانے اپنا یہ گھر اور آب الٹا

دبی آگ اپنی خاطر غرض آبِ شعلہ رو کی — ترے مکھڑے سے دوپٹا جو بوقتِ خواب الٹا

۱۔ آ: کا پرتو
۲۔ آ: عید
۳۔ آ: سے
۴۔ آ: ہے
۵۔ آ: ڈولے

سرِ زلف شمع رخ پر تری دیکھ کر ہو حیراں
کہ چلا یہ دود ، کھا[1] کر خمِ پیچ وتاب الٹا

جو اسے کہا ہر لیک جا، نہ قدح کشی کیا کر
تو (وہ؟) مستِ ناز دینے یہ لگا جواب الٹا

مرے لب کے جام چھولے رہی آرزو ہمیشہ
لگی آگ ، مجھ پہ کرنے یہ اب احتساب الٹا

طرفِ مریض اپنے ، چلے آؤ اب تو سیدھے
کہ دم اسکو لگ رہا ہے بہ د صد عذاب الٹا

ہوئے جتنے اشک افشاں مرے دل میں شعلہ اٹھے
کہ اس آب سے ہوا کچھ عجب التہاب الٹا

جو بنائے کارِ دنیا وہ بگاڑتا ہے ممنوں
جو رہا سنوارنے میں ، وہ ہوا خراب الٹا

۷۸

کاوشِ غم نے ستم، رات یہ مجھ پر توڑا
کہ ہر اک موے بدن پر سرِ نشتر توڑا

ہائے کس طفل کا گردوں نے گرفتار کیا
کہ قفس سے جو نکالا تو ہر اک پر توڑا

کروٹیں خون ہوئیں رات کہ بے چینی سے
خار سا کچھ تہِ ہر رشتۂ بستر توڑا

کچھ نہ خارا شکنی کی سی صدائیں ہیں آج
غالباً تیشہ ہے فرہاد نے سر پر توڑا

ہچکیاں سب کو لگیں، اسکے سرہانے شاید
تیرے بیمار نے دم، آج ستمگر توڑا

کس قدر شرحِ گراں باریِ غم لکھی تھی
کہ مرے نامے نے بازوئے کبوتر توڑا

چشم سے قہر، تری تیرِ نگہ کا چھوٹا
کہ جگر تک مرے سینے سے گزر کر توڑا

آئی پرخوں دلِ بلبل سے اک آوازِ شکست
بے دھڑک کس نے یہ گلبن سے گلِ تر توڑا

کچھ عجب کوہ[2]، شکنی کا تو نہیں ! پر فرہاد
رشتہ امید کا معشوق سے کیونکر توڑا

تیری نرگس سے بہت دعویِ ہم چشمی تھا
سرِ بادام کو کیا مار کے پتھر توڑا

حوں حباب ایک نفس ہے یہ طلسمِ عشرت
اس میں گر شیشہ بنایا، کبھے ساغر توڑا

آج ممنوں نے کہی کیا غزلِ شیریں اور
کہ مرے ذائقہ میں رتبۂ شکر توڑا

۷۹

میں نے کل اس سے کہا دل کو ہے کیونکر توڑا
اک آئینہ مرے رکھ کے برابر توڑا

دل کہ تھا قدر میں کعبہ سے فزوں تر ، توڑا
ہو تو بت، تم نے خدا کا ہے ولے ، گھر توڑا

دیکھ کر بند قبا کے ترے ٹوٹے ٹوٹے
میں نے کیا آپ کو ہو ہو کے ہے مضطر ، توڑا

کاوشیں مجھ سے رہیں ضبطِ فغاں کو کیا کیا
تا گلو سینہ سے نشتر[3] پہ ہے نشتر توڑا

قصہ کہتا تھا کسی عہد شکن کا میں رات
وہ لگے کہنے، یہ طعن آپ نے ہم پر توڑا

---

۱ ۔ آ ۔ لیکر

۲ ۔ ب ۔ وہ ، لندن ۔ ۔ۂ ۔ زہ " ندارد سہو کاتب

۳ ۔ لندن " ب " کہ ۔ متن مطابق " آ "

۴ ۔ آ ۔ محض ۔

اشکِ شادی ترے آتے ہی گرے[1] بھر بھر / دیدہٴ تر نے [illegible] توڑا
لگ چکا جی تو نہیں ہم سے چھڑایا جاتا / تم نے گو [illegible] توڑا
دل کے پیوند ہیں یہ بازئ طفلانہ نہیں / کیا کھلونا ہے کہ جوڑا ابھی اور ابھی توڑا
کوہِ غم کی یہ گرانی ہوئی سر پر آخر / میرے آئینہٴ زانو کو سرِ سر توڑا
جزو جزو دلِ سیپارے کیے کیا برباد / توڑے شیرازہ ہی قرآن کا کافر توڑا
نزع میں بھی نہ[2] وہ پیمان شکن آیا، افسوس / واہ کس ارمان سے یاں جان کو مر مر توڑا
ہاتھ گستاخ نہ کیوں ٹوٹ گئے ممنوں کے / دست بازی میں جو اس شوخ کا زیور توڑا

۸۰

مزا[3] لڑنے کا، ہنسنے کا نہ پایا / اسے ہم چھیڑتے، تنہا نہ پایا
صفائی طاقِ کعبہ، اللہ اللہ / پہ رکھا جام یا مینا نہ پایا
کئی نکتے تھے لکھنے اوس دہن کے / تیرا صفحہ، پر، عنقا نہ پایا
نہ دیکھا خندہٴ دندان نما وہ / کوئی بھی عقدہٴ دل، وا نہ پایا
تپِ دوری و تن ہے خس، پر اپنا / بجز آتش، کرم فرما نہ پایا
علاجِ دردِ دل کا نسخہ تجھ بن / بیاضِ حضرتِ عیسیٰ نہ پایا
شب ایک کروٹ پہ دردِ دل سے تا صبح / ذرا آرام وادر وا نہ پایا
جگر کیا ہو چکا پُر کالہ کوئی / سرِ مژگاں خون، بالا نہ پایا
بھٹکتی روح ہے مجنوں کی کب سے / گزر تا ناقہٴ لیلیٰ نہ پایا
نوشت و خواند بن دل دے دیا تھا / تمسک کچھ، پٹے دعویٰ نہ پایا
کہا، آؤں گا فردا کو، دیکھ لینا / کہ یہ بیٹھے تا فردا نہ پایا
غضب ہے بے کسانہ راہ در پیش / رفیق و ہمرہ و ہم پا نہ پایا
گیاہِ خشک کی کیا تاب اپنے / یہاں کب برقِ رنگ اوڑتا نہ پایا
برا ہو رشک کا، اس کا تصور / جو اپنے دل سے شب، ہم خانہ پایا
یہ گھبرایا کہ سینہ چیر ڈالوں / کوئی خنجر، پہ جاں فرسا نہ پایا
غزل کیا اور بھی لکھی ہے ممنوں / کوئی تجھ سا سخن پیرا نہ پایا

۸۱

وہ[4] آیا جب کہ لب ہلتا نہ پایا / کہوں کچھ، اسقدر یارا نہ پایا
رہِ کعبہ میں دل چھوٹا تھا ہم سے / درِ میخانہ پہ مستانہ پایا
ادا، غمزہ، کرشمہ، ناز سب ہیں / ترحم آپ میں اِلّا نہ پایا

۱۔ آہ توڑا
۲۔ ب۔ وہ نہ
۳۔ لندن۔ زائد غزل
۴۔ لندن۔ زائد غزل

تیری مژگاں کی ان چاروں صفوں سے　　دو عالم کب تہ و بالا نہ پایا
تہی، صد کاوشِ نیشِ ستم سے　　کوئی محنتِ دلِ شیدا نہ پایا
گدازِ آتشِ پنہاں سے جوں شمع　　نشان سر سے کہیں تا' پا نہ پایا
نہفتہ درد سے ہوتی ہے خون، جان　　پہ کوئی زخم تو پیدا نہ پایا
مرے نالوں نے شب کیا صور پھونکے　　کہ چرخِ ہفتمیں ڈھونڈا، نہ پایا
کسی کے تھے نہ آغوشِ ہوس میں　　کہ پیچ چولی' کا تو مسکا نہ پایا
رہی گرداب میں ٹوٹ اپنی کشتی　　گزر تا ساحلِ دریا نہ پایا
ترے جلووں سے کب اپنا پرِ کاہ　　حریفِ برقِ آتش زا نہ پایا
کہا میں نے کہ ڈھونڈے، شہر و صحرا　　دلِ گم گشتہ پر، اپنا نہ پایا
لگا کہنے' بھلا یہ ذکر کیا ہے　　کسی سودائی کو پایا، نہ پایا
رہا ممنوں تو جیتا شبِ ہجر　　کوئی خوں ریز دشنہ کیا نہ پایا

۸۲

ہر مو، سے سوزِ غم نے شعلہ اٹھا کے چھوڑا　　الفت کو آگ لگ رہی، آخر جلا کے چھوڑا
کیا کیا نہ میں ہوں پھڑکا، صیاد پیشگاں نے　　جو تُو اسیر چھوڑا، مجھ کو دکھا کے چھوڑا
تھا کس قدر تعلق قاتل سے' دامن اسکا　　تلوار پر نہ ہر گز، تلوار کھا کے چھوڑا
کس صید گہ میں لا یا گردوں کہ ہر طرف سے　　ایک ایک تیر ہمراہ، آوازِ پا کے چھوڑا
اس گردن و کمر میں خم ہو چکی تھیں بانہیں　　بے جرأتیِ دل نے قابو میں لا کے چھوڑا
اک[1] نور کا جھمکڑا کچھ رہ گیا چمک کر　　چہرے سے آج پردہ کس نے اٹھا کے چھوڑا
اے بادِ آہ! جنبش اتنی بھی تھی نہ لازم　　ایک ایک پارۂ دل، آخر اڑا کے چھوڑا
کیا کہہ گئے طبیب اب بیمار کو تمہارے　　کہتے ہیں آسرے پر، اسکو خدا کے چھوڑا
صید حرم پھرے ہے غافل مزاہی ہوگا　　ایک آدھ ہاتھ اس نے گر گھات پا کے چھوڑا
دیں کھول کس نے زلفیں، نکہت کا ایک بکا　　دامان و جیب میں کچھ بادِ صبا کے چھوڑا
ان رہرواں کے یارب کیا ہاتھ آگیا ہے　　جوں نقشِ پا، ہر اک نے مجھ کو مٹا کے چھوڑا
کب وہ قدم تھے چھٹتے ہر چند خون ہوتے　　پر رشک سے انہوں کو، دستِ حنا کے چھوڑا
تو جس کے ساتھ چاہے، اب شوق سے لگا پھر　　ہم ہی ہوئے الگ، لے، سو گند کھا کے چھوڑا
ممنوں مئے محبت پی، سہل مت سمجھ کر　　یہ جام کم، کسی نے منہ سے لگا کے چھوڑا

۸۳

سینہ میں اک نفس بھی نہ ترا تیر رہا　　خونِ[2] حسرت میں تڑپتا دلِ نخچیر رہا
دیکھ[3]، عیسیٰ ترے بیمار کو دلگیر رہا　　سرِ انگشت تہِ لب دمِ تدبیر رہا

۱۔ تہ میں باقی کے اشعار نہیں ہیں۔
۲۔ تہ یوں
۳۔ تہ دیکھا جس نے

ہاتھ سے رہے بیکسیِ دامن و بے یاریِ جیب — کہ [illegible]
کچھ نہ صورت دلِ بیتاب کی تسکیں کی بندھی — شب [illegible]
جب کیا قہقہہ مانندِ صراحی ہم نے — گریہ خوں کی نہاں [illegible] رہا
ہائے یہ گریہ بے صرفہ کہیں ڈوب چکے — کاغذِ نامہ نہ بہاں قابلِ تحریر رہا
پوچھنے آرزوئے دل ، وہ کب آیا ہے کہ جب — زورِ جنبش نہ بہانے لبِ تقریر رہا
جذبہ قیس مگر زور پہ آیا کہ رکا — ناقہ اس دشت میں لیلیٰ کا کچھ اک دیر رہا
بنِ مژگاں میں مرے اشک نہاں ہیں ، سن کر — اب بھی قصہ کا مرے منکرِ تاثیر رہا
گریہ بنیادِ تمنا نہیں چھوڑے ، ہے بجا — کہ یہ سیلاب سدا دشمنِ تعمیر رہا
جب وہ مژگاں کی صفیں آئیں سناں بازی پہ — لشکرِ طاقتِ دل کیا زبر و زیر رہا
ایک دو دم میں غزل اور بھی لکھیے ممنوں — شب سرِ خامہ ذہیں مائلِ تحریر رہا

۸۴

یک جراحت کو سسک اور یہ نخچیر رہا — کہ نہ تک ایک تشنہ آبِ دمِ شمشیر رہا

مطلعِ ثانی

ناوک انداز جو شب نالۂ شبگیر رہا — شیشۂ چرخ سحر تک ہدفِ تیر رہا
دل میں کیا کیا ہوسِ عرضِ تمنا تھی ولے — تیری چتون کا وہ ڈھب مانعِ تقریر رہا
رات کیا کیا تجھے سینہ سے لگایا ہے کہ میں — صبح تک تیرے تصور سے بغل گیر رہا
ساربان ناقۂ لیلیٰ کی پڑھ آہستہ ، حدی — گر کے دنبال اب اک پائے بزنجیر رہا
عوضِ بوسہ میں دشنام وہ دے ہے مجھ کو — ذوقِ عصیاں کا ، پئے لذتِ تعذیر رہا
کس نے چوسا لبِ شیریں کو ترے رات کہ یاں — گھونٹ سے زہر کے پی پی کے یہ دلگیر رہا
دل میں شب کیسی تھی ممنون خلشِ دشنۂ رشک — رنگ کیوں منہ کا ترے مائلِ تغئیر رہا

۸۵

شبِ انتظار تھی کس کی کل ، کہ خیال جانبِ در رہا
سرِ شب سے لے کے کھلا ہوا درِ دیدہ تا بسحر رہا
ہوئی خاک کشت جہان کی ، یہ ہوائے نالۂ غم چلی
مگر ایک گلشنِ بیکسی کہ ہے اپنا سینہ ، سو تر رہا

۱۔ن: قابلِ تحریر
۲۔ن: بے لذتِ تقدیر ۔
۳۔ن: سپر

لبِ جامِ سم ، دمِ تیغِ غم ، سرِ خنجرِ ستم و الم
کوئی نذرِ جاں ، کوئی وقفِ دل ، کوئی صرفِ زخمِ جگر رہا

نہ قلق سے جاں مری ، اب تلک کبھو آ کے پہنچے ہے لب تلک
نہیں دن کھنچے ہے یہ شب تلک یہی اضطراب اگر رہا

شبِ وعدہ یاں یہ قلق رہا کہ لبوں پہ جی مرا آ گیا
پہ فریبِ وصل جو تھا ترا ، اسی آرزو میں ٹھہر رہا

کبھی بھرتے گر ، دمِ آہِ سرد دلِ سنگ میں بھی اٹھے تھا درد
نہ دموں میں ہے وہ تصرف اب ، نہ کچھ آہ میں وہ اثر رہا

غم و درد جس کی طرف چلا ، سو ادھر سے اس نے گزر کیا
کہ سدا یہ کوچۂ دل مرا غمِ نو کا راہ گزر رہا

شبِ وصل کون سا عقدہ تھا کہ کیا نہ دستِ ہوس نے وا
نہ حجاب اسکو اُدھر رہا ، نہ لحاظ ہم کو اِدھر رہا

جلے دل میں جتنی ہوس تھی سب کہ یہ دستِ شوق تمام شب
کبھو حلقہ گردنِ یار میں ، کبھو اس کا طوقِ کمر رہا[1]

جو کسی نے قافیہ کو بدل ، پڑھی اس زمیں میں شب اک غزل
تو ہر ایک شعرِ خوش ادس کا ، کل مرے وردِ تا بسحر رہا

۸۶

نہ شفیق سر پہ رہا کوئی ، جو رہا تو زخمِ ستم رہا
نہیں ہوی کو کوئی مری ، مگر ایک تیغ کا دم رہا

نہیں لب پہ دودِ فغاں عیاں ، نہیں سرخ جیشی سے خوں دہاں
کسی لب کا رنگِ مسی وہاں ، جو لیے تھے بوسے ، سو جم رہا

ستمِ گزشتہ کے عذر واں کسی لطفِ تازہ کی عرض یاں
نگہوں میں نازونیاز کی عجب التماسِ بہم رہا

پئے نذرِ دامنِ چشم کیا گلِ اشک لائے اب بھلا
نہ جگر میں آب ، نہ دل میں خوں ، نہ بنام سینہ میں نم رہا

نہ وہ فصلِ گل ، نہ سماں رہا نہ چمن ، نہ پھول ، نہ وہ ہوا
کوئی پھول یہاں جو رہا ہرا ، سو وہ دل پہ داغِ الم رہا

نئے ڈھب کی آنکھ میں ہے کھٹک ، مگر آج آ کے مژہ تلک
کوئی شیشہ ریزہ کہ لختِ دل جسے کہتے ہیں ، سو وہ تھم رہا

کہوں ممنوں اسکو میں شاعری ، یہ فسوں گری ہے کہ ساحری
کہ ہمیشہ خامۂ نطق سے تری سحرِ تازہ بہم رہا

۱۔ آیہ پڑھا

ہوئیں تم کو اور سے صحبتیں ، تمہیں اور مشغلہ مل رہا
نہ وہ ہم رہے ، نہ وہ تم رہے ، نہ وہ جی رہا ، نہ وہ دل رہا

ترے اشک نرگسِ سرمہ سا ، کہیں چھپکے ناز سے آنچ کیا
کہ تمام دامنِ سرخ پر چمن اب ہے لالہ کا کھل رہا

تجھے پانے ناقۂ یار کا ، کہیں قیس کچھ نہ لحاظ تھا
ترے سیلِ گریہ سے جابجا ، جو غبارِ دشت کا رگِل رہا

ہوئیں کس مژہ کو ہیں جنبشیں ، رہیں کس نگاہ سے کاوشیں
کہ جگر پہ داغِ کہن ہر اک مرا جابجا سے ہے رچھل رہا

ہوئیں روزِ خلوتِ خاص شب کہ وہ بت تھا ساتھ ہوسِ طلب
پہ اُدھر حجاب ، اِدھر ادب ، جو رہا تو یہ ہی گِل رہا

وہ گرہ تھی کون سی رہ گئی کہ نہ دستِ شوق سے جو کھلی نہیں
شبِ وصل جراتِ عشق سے ، بہت آہ میں تو خجل رہا

ہوئے جب سے گرم روِ فنا ، نہ[1] سایہ دم نہ کہیں لیا
مگر اسکی تیغ کا تو سدا سرِ تفتگاں پہ ہے ظل[2] رہا

تجھے دردِ رشک کی کیا خبر ، کہ گراں یہ دل پہ ہے کس قدر
کہ جو پھول ہے ترے سینہ پر ، مری چھاتی پر وہی سل رہا

مرے چتونوں نے ہے کیا کہا کہ کچھ ایک غصہ ہے ، کچھ حیا[3]
گئی جھک نگہ ، لبِ نازنیں ترا ہولے ہولے ہے ہل رہا

رہی آنچ عشق[4] کی یہ متصل ، یہ ہوا گداز طلائے دل
نہ کچھ آرزو ہی کا غش رہا ، نہ کسی ہوس کا ہی غل رہا

جو کہا یہ میں نے کہ کی دغا ترے دل نے لے کے[5] بھی دل مرا
تو لگا یہ کہنے کہ تم کو کیا ، یہ معاملہ تو بدل رہا

ترے رنگ رنگ کے جلوے جاں ، یہ نگار و نقش رکھیں عیاں
کہ ہر ایک گوشۂ خانہ یاں مرا رشکِ چین و چگل رہا

سرِ نقص سے نہ جگہ ملی اسے بحرِ کاملِ شعر میں
کہ دل اپنا ننگ سے نام کے ، جو غزل کہی تو خجل رہا

۱۔ آ۔ گردِرہ فغانہ ذرا سا
۲۔ آتہ اشک
۳۔ آتہ نیا
۴۔ آتہ رہے آنچ
۵۔ آتہ ہے

۸۸

تھا روز کون سا کہ یہاں غم نہیں رہا
پڑھ پڑھ کے دل کا مرثیہ ماتم نہیں رہا

کیوں مسکی چولی ہے اور بکھرے بکھرے بال
گر اختلاط غیر سے ، باہم نہیں رہا

بس اے وفورِ گریہ ، ذرا رخصت اب کہ یاں
لوہو جگر میں ، سینہ میں کچھ نم نہیں رہا

اب جز خدنگ اور دمِ تیغِ یار بن
پہلو نشیں نہیں کوئی ، ہم دم نہیں رہا

اسبابِ عیش جمع ہیں سب کچھ ولے یہاں
کیا ہوئی خوری ! دلِ خورم نہیں رہا

نت سینہ چاک و زخم ، جگر پر رہا ولے
کچھ فکرِ بخیہ و سرِ مرہم نہیں رہا

بو آستیں میں ہے اب اس عطرِ جیب کی
گردن میں دستِ غیر ، تری خم نہیں رہا

آیا تھا دیکھ زلف تیری کس کے ہاتھ میں
کیا کیا ترا اسیر کبھی برہم نہیں رہا

تبدیلِ قافیہ سے جو کل یہ غزل سنی
رویا یہ میں کہ چشم میں کچھ قم نہیں رہا

۸۹

یاں ذوقِ زخمِ خنجرِ قاتل نہیں رہا
دل چاہئے تڑپنے کو ، سو دل نہیں رہا

واحسرتا کہ قاتلِ بے رحم بعد ذبح
یک لحظہ پیشِ دیدہء بسمل نہیں رہا

کیوں بزم میں جھکی جھکی آنکھیں تھیں کل اگر
چتون میں کوئی بوسہ کا سائل نہیں رہا

اے کاوشِ خدنگِ نگہ ، رحم کر کہ یاں
ٹکڑے جگر ہے ، سینہ میں اور دل نہیں رہا

کیا جانئے کہ دل[1] میں یہ کیسی بھری ہے آگ
کس دم کے ساتھ شعلہ مرے ، مل نہیں رہا

آئی بہار و غنچہ صفت دل مرا ہے بند
گل کون سا ہے ورنہ کہ جو کھل نہیں رہا

وا کرچکا ہوں عقدہء بند نقاب کو
اب جز حجاب ، پردہء حائل نہیں رہا

کم ، تابِ دل ہے گرچہ پرکاہ سے ولے
کب برقِ طور سے وہ مقابل نہیں رہا

کوچہ میں تیرے کون سا دیوانہ آ بسا
شب ایک آن شورِ سلاسل نہیں رہا

قرباں بسر ہیں بے سروپائی کے اپنی ہم
ممنون ہم کو فکرِ گل و گِل نہیں رہا

۹۰

ذرا جب[2] کہ یہاں رو کے داماں نچوڑا
ہر ایک تار سے ایک طوفاں نچوڑا

ٹپکتے ہیں کچھ متصل خوں کے قطرے
یہ کیا دل کو اے دستِ حرماں نچوڑا

عجب مشغلہ چشمِ تر نے دیا ہے
کہ دامن گہے ، گہ گریباں نچوڑا

دمِ نزع بوسہ دیا ، جان آئی
ترے لب سے کیا آبِ حیواں نچوڑا

گریباں نہ تر کر ، کہ سرِ آستیں کو
ابھی تو ہے اے چشمِ گریاں نچوڑا

دہن میں مریضانِ غم کے ، ترے آج
سنا ہے کہ شربت مری جاں نچوڑا

۱۔آ۔ سینہ میں کیسی

۲۔آ۔ جب یہاں

بجھو کا سا کچھ رنگ ہے آمیز ہر کا [illegible]
ہری طرح گہہ رو کے دامن سے تو نے [illegible] خون کی [illegible]
فشارِ کفِ دستِ حرماں نے ، مجنوں قلم چاک [illegible]

۹۱

دھواں اے آہ یوں کرتی ہے کیا ، جا جلانا ہے تو اک دن بس جلا جا
ٹھہر اتنا کہ میں سینہ کروں چاک مرے تو داغِ دل ، ٹک دیکھتا جا
نکل[1] ، جوں بوئے گل جاؤں گا گھر سے مجھے مت چھیڑ ، اے بادِ صبا ، جا
یہ ہے عرضِ اسیرانِ مرغِ گلشن ہمیں آواز تو گالے ، سنا جا
کہاں تک ترک تاز ، اے لشکرِ غم نواحِ دل تو ویراں ہو چکا ، جا
سلام اپنا بھی یارانِ وطن کو کہہ کے ، اس دشت میں جوں نقشِ پا ، جا
تمنائے جراحت میں ہے خونِ دل خدا کے واسطے ، تیغ اک لگا جا
یہ جسمِ ناتواں ہے کشمکش میں بس اے دم ! اس طرح اب تو نہ آ ، جا
جگر ، دل ، سینہ ، سب حاضر ہے قاتل یہاں تو شوق سے تیغ آزما جا
ترے بیمار کے سر پر ہیں سب جمع برائے رخصت ، ایک دم تو بھی جا
بس اب تو شوق سے بیگانہ وش پھر ہوا اوروں سے تمیں بھی آشنا ، جا
یہ جی میں ہے کہ کوئی تکیہ مجنوں بناؤں جانبِ دشتِ فنا ، جا

۹۲

جو بعدِ مرگ بھی دل کو رہی کنار میں جا تو سو چکا میں ، فراغت سے بس مزار میں جا
[2] تمام درد ہوں ، معلوم کچھ نہیں کہ ، کہاں ترے خدنگ نے کی ہے ، تنِ نزار میں جا
اٹھا جو داغ کہیں سے ، چلا جو درد کہیں سو کی پسند ، مرے سینۂ فگار میں جا
نکل کے گھر سے گئے در پہ ، گہہ سر کو پر پھروں تھا رات میں تیرے ہی انتظار میں جا
سمجھ کے لختِ جگر آ کہ دل کے ٹکڑوں سے تجھی نہیں ہے مری چشمِ اشکبار میں جا
یہی تو رزق تجھی پانی ہے مرا ظالم سمجھ کے برقِ شرربار ! خار زار میں جا
متاعِ قافلۂ سیماب و شوق ، نقصانِ دوست کیے ہے ، آج رہیں اک شعلہ زار میں جا
قدم سمجھ کے تو رکھ ، کشتگانِ حسرت سے تجھی نہیں ہے ٹک الفت کی رہ گزار میں جا
ملالِ بے کسی و یاس ! بس ادھر مت آ نہیں رہی ہے دل و جانِ بیقرار میں جا
یہ رنگ ہے دلِ مضطر میں داغِ پر خوں کا کہ جام مے کو ہو جوں دستِ رعشہ دار میں جا
اٹھے جو کلفتِ دل ، گم ہو میری کلفت میں غبار جیسے کہ مل جائے ہے ، غبار میں جا
نہو کہیں کہ دو صد خونِ خفتہ ہوں بیدار صبا جو جائے تو آہستہ کوئے یار میں جا

۱۔ لندن: بکھر جاؤں گا جوں شبنم ، ا بھی دیکھئے لیکن زیادہ مناسب 'ب' والا مصرعہ ہے۔
۲۔ ت: یہ شعر نہیں ہے۔

[1]
جو یوں کبود ہے تیر فغاں زہر آلود — لگا ہے کس کا تن ؟ چرخِ کینہ کار میں جا
خدنگِ غمزہ تو خارا شگاف ہے اس کا — چھپائے جی کو، کوئی کون سے حصار میں، جا
گھٹے ہے دم غمِ تنہائی میں کہ ہم فنِ عشق — لبے ہیں، چھوڑ ہمیں کون سے دیار میں جا
مزارِ کوہکن و قیس پر یہ جی میں ہے — کہ خوب روئیے اب دشت و کوہسار میں جا
تمام زخم ہوں، پر لذتِ خراش کہے — کہ خوب لوٹیے ممنونؔ دشتِ خار میں جا

۹۳

یو قلموں جلوہ ہے، ہر آن تماشا — یاں دیدہ سراسیمہ ہے، حیران تماشا
[2] قاتل ہی نہ ہووے، کہ مری نعش پہ اک شوخ — تھا دیکھ رہا بن کے کچھ انجان تماشا
بسم اللہ اب اے خضر و مسیحا کہ وہ قاتل — تلوار کو آیا ہے لگا سان تماشا
بسمل کوئی، کشتہ کوئی، سسکی ہے کوئی آہ — دیکھا ترے کوچہ میں یہ انجان تماشا
کھنچے ہے وہاں ہر حرکتِ دل، طرف اپنی — آشفتہ نظر یاں ہے، پریشان تماشا
لڑتی تھی بھی آنکھ، موا سیر میں دل مفت — سمجھا تھا لڑانے کو یہ نادان تماشا
دور آپ کو کھینچے ہے، جو آجائے وہ خوش قد — دیکھے ہے ابھی سروِ خیابان تماشا
دل تھام کے ہاتھوں میں نظر اس پہ کروں ہوں — اس ہوش ربا کا نہیں آسان تماشا
کعبہ بھی، ترا شیخ صفا سے نہیں خالی — دیکھا تو ہے بتخانہ رہبان تماشا
بے فصلِ گل و رخنہ دیوارِ چمن سے — ممنونؔ کو میسر نہیں ایک آن تماشا

۹۴

[3]
کچھ رنگ ترا قہر میں آ، اور بھی چمکا — آتش سے یہ مانندِ طلا اور بھی چمکا
پھر داغِ جگر آہ سے دہکا، کہ یہ اخگر — تک باد کا جھونکا جو لگا اور بھی چمکا
گو آپ سے افسردہ ہو، آتش پہ ترا رنگ — جرعہ جو کوئی مے کا پیا اور بھی چمکا
پیشانیِ سادہ بھی نہ آئینہ سے کم تھی — افشاں سے ولے، جبہہ ترا اور بھی چمکا
دل بجھ ہی چکا تھا، نہ جگر دیکھ جلا ہو — شب شعلہ مرے سینہ سے تھا اور بھی چمکا
کہتے ہیں کہ طور ایک جھمکڑے سے ہوا خاک — ویسے[4] ہی کوئی برق خدا اور بھی چمکا
تھی کان میں موتی کی لڑی، عقدِ ثریا — آویزہ، دُرِ مثلِ سہا اور بھی چمکا
جامِ مے گلرنگ میں تک عکس دکھا دے — خورشید میں خورشید ذرا اور بھی چمکا
ممنونؔ وہ سینہ تھا عجب نور کا تختہ — الماس کے زیور نے دیا اور بھی چمکا

۱۔ آ۔ جو یوں کبود ہی
۲۔ آ۔ ۹ اشعار نہیں ہیں۔
۳۔ آ۔ شروع کے تین اشعار نہیں ہیں
۴۔ آ۔ ایسے ہی

نہ توڑ اے محتسب ناحق سمجھ کر ساغر و مینا
کہ مرے ہے [illegible] ساغر و مینا

شکستِ صاف طبعاں سے حذر ظالم کہ ٹوٹنے پہ
بنے ہر ریزہ سے [illegible] ساغر و مینا

حریم کعبہ میں دیکھا کہ کل اک مست کہتا تھا
ذرا یاں چاہیے طاقوں کے اندر ساغر و مینا

کہا میں نے کہ دل کو ربط تیری چشم سے کیوں ہے
لگا مجھ کو دکھانے وہ اٹھا کر ساغر و مینا

کسی کی چشم و گردن کا ہوں کشتہ، یہ وصیت ہے
کہ میری خاک پر تم دیجیو دھر ساغر و مینا

نہیں معلوم کیا ہیں راز رونے اور ہنسنے میں
کہ سرگوشی میں کہہ سن کر مکرر ساغر و مینا

فلک پر یا کہ مہر و ماہ پر ہو حکم، کیا حاصل
کہ ہم مستوں کو تو سب سے ہے بہتر ساغر و مینا

یہاں ہے کنجِ غم میں دیدۂ تر اور دلِ پرخوں
رکھے ہے بزمِ عشرت میں وہ دل بر ساغر و مینا

درِ میخانہ پر ممنوں ملے تجھے سخت شرمانے
چھپاتے تجھے بغل میں ہو کے مضطر ساغر و مینا

غزل لبریزِ کیفیت کوئی محفل میں اب پڑھ لے
ردیف اسکی ہو اے طبعِ ہنرور! ساغر و مینا

۹۶

یہاں ہے خوں شدہ دل، دیدۂ تر ساغر و مینا
رکھے ہے بزم میں وہ نشہ پرور ساغر و مینا

تجھے مستانہ چشم و سبز پوش اک چاہیے ساقی
مبارک ہو تجھے، تجھ کو ہے بہتر ساغر و مینا

چمن میں کون سا نازک طبیعت بادہ پیما ہے
کہ جائے سرو و گل دیکھیں ہیں یکسر ساغر و مینا

ہوئی کس مست کی آمد چنے جو غنچہ و گل نے
خیابانِ چمن سے لیکے تا در، ساغر و مینا

چمن یہ دیکھ، چشم و دل میں خوں آیا ہے بھر ساقی
تجھے تو دے، مئے گلگوں سے بھر کر ساغر و مینا

بھر آویں کیوں نہ اب آنکھیں، نہ دل کس رنگ سے خوں ہو
جو دیتے یوں بوسہ، جھک جھک ان لبوں پر ساغر و مینا

رکھے ہے قہقہہ اور دیدۂ نمناک محفل میں
وفا و جور پر کس کے ستم گر ساغر و مینا

نہیں ممنوں شراب لعل گوں اس رنگ مجلس پر
رکھے ہے خون پہلو میں سراسر ساغر و مینا

۹۷

جاں بخش ہے اس خنجرِ بران کا لوہا
یاں کام کرے ہے[1] چشمۂ حیوان کا لوہا

یہ سانس سے میلا ہو، وہ آہوں سے نہ ہو نرم
تن آئینہ ہے، دل ہے مری جان کا لوہا

اس صدمۂ ہجراں کی ہے وہ کوفت کہ اڑ جائے
جی سنگ ہو، دل ہو اگر انسان کا لوہا

بلبے دلِ گرم اپنے کی سوزش کہ ہوا جذب
بن قطرۂ آب، آپ کے پیکان کا لوہا

اس رمز کا کشتہ ہوں، وہ پوچھے مجھے دکھلا
کیسا ہے مری[2] تیغ صفاہان کا لوہا

رہ، لذتِ زخمِ کفِ پا، خاک چلیں ہم
تفتہ ہے سب اس عشق کے میدان کا لوہا

وہ تفتہ جگر ہوں کہ دمِ ذبح سے اب تک
ہے گرم ترے خنجرِ بران کا لوہا

راحت ہے جراحت ترے ہاتھوں سے، لگا تیغ
یاں حکم رکھے ہے گل و ریحان کا لوہا

۱۔ آ، ب: دل آئینہ ہے تن ہے۔
۲۔ ملا: تری

کب سلسلہ تقدیر کا کٹتا ہے ، گیا مفت   آہن گر تدبیر کے سوہان کا لوہا
ممنون غزل اک اور کہہ ایسی کہ نہ سمجھے   بیکار کہیں فہمِ سخندان کا لوہا

۹۸

خوں سے مرے تر ہے ترے پیکان کا لوہا   یاں رشک بنا لعلِ بدخشان کا لوہا
قیدی ہوں میں اس کا کہ دلِ سخت سے جس کے   شرمانے ہے قفلِ درِزندان کا لوہا
مت ، اشک کے دے داغ جگر پر کہ جلادے   رو کش ہو گر ، اس آتشِ سوزان کا لوہا
ہو دل کی صفائی سے شہود ، اصل سے کیا کام   ہے بادۂ آئینۂ حیران کا لوہا
کیا کیا نہ لگے تیغ و سناں ، مجھ پہ نہیں ہے   باقی کسی حداد کی دوکان کا لوہا
نغمہ گرِ الفت سے دلِ سخت ہو تسخیر   محکوم تھا داؤدِ خوش الحان کا لوہا
یاں پاسِ ادب سے ہے لہو خشک کہ ممنوں   تر ہو دے نہ اس خنجرِ برّان کا لوہا

۹۹

کہیں یہ دل خیالِ کوئے دلبر میں نہیں لگتا   لگا ہے جی کس گھر میں کہ جی گھر میں نہیں لگتا
دم آجاتا ہے آنکھوں میں ، جو دلبر میں نہیں لگتا   نکل آتا ہے یہ در پر کہ جی گھر میں نہیں لگتا
شہیدِ عشقِ نیرنگی یہاں تک ہوں ، دم بسمل   کہ داغِ خوں مرا اس تیغ و خنجر میں نہیں لگتا
غنیمت جانِ پہنچے سر تلک گر جوشِ اشکوں کا   یہ درِّ بے بہا شاہوں کے افسر میں نہیں لگتا
تری اس چشمِ جادو میں قیامت اچھلاہٹ ہے   جو دیجے سرمہ تو اس شوخ کافر میں نہیں لگتا
مقابل کون ہو سکتا ہے تجھ سے جامہ زیبی میں   بھلا یہ سبز جامہ سرو کے بر میں نہیں لگتا
جنہوں کے خشک دامن ہیں ، ذریں وہ مے پرستی سے   کہ داغِ بادہ اپنے دامنِ تر میں نہیں لگتا
سرِ مژگاں ، سرِ مژگاں سے اپنا ہجر کی شب میں   کسی کی یادِ گیسوئے معنبر میں نہیں لگتا
نشے میں سرخ ڈورے دیں ان آنکھوں کی یہ کیفیت   بھلا یوں مے کا لہرانا بھی ساغر میں نہیں لگتا
کرے تاثیر اس دل میں نہ آہِ جاں خراش اپنی   مثل مشہور سچ ہے ، نیش پتھر میں نہیں لگتا
رہا دل غنچہ آسابند تو کیا فائدہ اس سے   کلی کی طرح اوس پھولوں کے زیور میں نہیں لگتا
گیا چھپ چھپ کے سو سو طرح اسکے دیکھنے کو میں   ولے قابو مرا اس رخنۂ در میں نہیں لگتا
کہوں کیا دل خراشی تیرے حسرت کش کے نالے کی   کہ کس شب تیر سا ، اک جانِ مضطر میں نہیں لگتا
غزل میں ایک شعر سست بھی بہتر نہیں ممنوں   خذف پارہ بھلا جوں سلکِ گوہر میں نہیں لگتا

۱۔ آ، ب = یہاں
۲۔ آ= کہ داغ خون مرا اب وبال، تیغ و خنجر میں نہیں لگتا
۳۔ آ= یہ شعر نہیں ہے۔ لندن= دل بسمل جو درست نہیں۔ غالباً سہو؟ کاتب ۔ ب = دم
۴۔ ب = کسو

۱۰۰

تم بن اس جانِ تفتہ کا، کیا جامۂ شب کیا تن جلا — سوزِ دل سے ناگہاں [illegible] پیراہن جلا
دانۂ اخترِ سیہ بختوں کا تیرے رہ گیا — برقِ افغاں نے دیا گو، چرخ کا خرمن جلا
آبلہ پائی کو اپنی، کام لیتے ہیں ابھی — یوں نہ یکسر خارِ صحرا، برقِ آتش زن جلا
زیرِ گلبن آج کچھ جز مشتِ خاکستر نہیں — شعلۂ گل سے یہاں تک طائرِ گلشن جلا
سینہ سے تا پردۂ[1] لب، چن دے شعلے و لے — خارِ خارِ دل نہ تجھ سے آہ برقِ افگن جلا
یاد آتا ہے دلِ آتش نوائے گم شدہ — بس خموشی اب یوں نہ جی اے مرغِ دستاں زن جلا
قتل گاہِ آرزو سینہ ہے اپنا، رات یاں — جوں چراغِ گور ہر داغِ دلِ روشن جلا
ان دنوں ہے ہاتھ صرفِ سینہ کاوی، تم پہ جی — بے کسیِ جیب اور ناکامیِ دامن جلا
حسرت آباد دل اپنا یوں جلایا دوست نے — خانۂ دشمن کو دے ممنوں، نہ یوں دشمن جلا

۱۰۱

کوئی ہمدرد، نہ ہمدم، نہ یگانہ اپنا — روبرو کس کے کہیں ہم یہ فسانہ اپنا
نہ کسو[2] جیب کے ہیں پھول، نہ دامن کے خار — کس لیے تھا چمنِ دہر میں آنا اپنا
فائدہ کیا جو ہوئے شیخِ حرم، راہبِ دیر — نہ ہوا دل میں کسی کے جو ٹھکانا اپنا
ہیں رواں ناقہ[3] کے دنبال ہزاروں بیتاب — دیکھیو پردۂ محمل نہ اٹھانا اپنا
ہم ہیں ایک آتشِ سو زندہ و پر سوزِ فغاں — خرمنِ چرخ کی خاطر ہے زبانا اپنا
ہیں ہزاروں دلِ پر خوں کو ہر ایک عقدے سے ربط — دیکھیو طرۂ مشکیں نہ ہلانا اپنا
میں[4] نے لکھا تھا کہ جان آئی ہے لب پر اب تو — یوں جواب آیا کہ ہوتا نہیں آنا اپنا
ضعف ہے مانعِ تحریر، ولیکن قاصد — اسے پیغام زبانی یہ سنانا اپنا
مثلِ شمعِ سحری رہگزرِ شوق میں یاں — دم لبوں پر ہے، اب اے ماہِ یگانا اپنا
اگر آنا ہے تو آ، ورنہ کوئی دم میں اب — عدم آباد کو نزدیک ہے جانا اپنا
آہ کا کھینچیے گر تیرِ ہوائی ممنوں — مرغِ عرشی ابھی ہوتا ہے نشانا اپنا

۱۰۲

ٹھہرانے[5] ہے یاں بوسے پہ پیغام تمہارا — چوسوں میں لبِ جام کو لبِ جام تمہارا
وہ بے کسی اپنی کہ گئی طاقتِ پا، کب — دروازہ رہا جب کہ کئی گام تمہارا
کی میں نے پئے چھیڑ کہ اب غیر کے در پر — اپنے تر نام آج لکھا نام تمہارا

۱۔ آ: تا پردہ چلمن دیے
۲۔ آ: کسی
۳۔ ب: ناقہ دنبال
۴۔ آ: زائد شعر
۵۔ ب: ٹھہرا ہے

۱۰۲

دل سننے کو تڑپے ، پہ کہے رشک کہ ہو کیوں
محرم لبِ دلاّلہ سے پیغام تمہارا

خط دیکھے کبوتر تو اڑانے پہ اڑے ہوش
ہے مسکنِ صد[1] باز ، لبِ بام تمہارا

تا سینہ نہ رکھے دمِ خنجر پہ ، نہو چین
کشتہ ہے نپٹ خوگرِ آرام تمہارا

مشہد پہ مری پہنچے گر شمع تو ہو سرخ
کشتہ ہوں میں اے سروِ گل اندام تمہارا

بے چارہ گراں! دستِ جنوں[2] جیب پہ گستاخ
اور رشتۂ تدبیر بہت خام تمہارا

بوسہ ہے لب حور سے بھی زہر ، کہے تھا
یوں نزع میں لذتِ چشں دشنام تمہارا

اول نفسِ زیست میں جوں[3] شمع ہونے داغ
ممنوں یہاں دیکھیے انجام تمہارا

۱۰۳

مر کر بھی یہاں جوشِ تب و تاب نہ ٹھہرا
تک سبزہ ، مری قبر پہ شاداب نہ ٹھہرا

گل ہار کے مرجھانے تا صبح د شاید
آنکھوں سے شبِ وصل بھی یاں آب نہ ٹھہرا

جانا تجھے شب ، عطرِ گریباں سے دگرنہ
کچھ فرق میانِ تن و مہتاب نہ ٹھہرا

خوں چشم میں ہو ، حسرتِ دیدن کہ پس از ذبح
تک سامنے وہ قاتلِ احباب نہ ٹھہرا

کیا کیا نہ تپش تھی جگرِ تشنہ میں اپنے
خنجر سے ترے تا نہ پیا آب ، نہ ٹھہرا

لے پنجۂ ہنگامِ تماشا ترے رخ پر
تک دیدۂ خورشیدِ جہاں تاب نہ ٹھہرا

دیوار پہ گہہ ، گاہ تھا زانو پہ سحر تک
بالیں پہ سرِ عاشقِ بیتاب نہ ٹھہرا

خاکستر سینہ سے اڑا شعلہ سا ہوکر
ہر چند رکھا اخگرِ دل داب ، نہ ٹھہرا

اللہ رے اس عکس کی گرمی کے مقابل
آئینہ بھی جوں چشمۂ سیماب نہ ٹھہرا

نشتر تھی مگر دل کی خلش ، شب نہ پہلو
ٹپکا ہے کیا خاک پہ ، خونناب نہ ٹھہرا

ممنوں نے کہی وہ غزلِ صاف کہ[4] من بعد
نظروں میں کوئی گوہرِ نایاب نہ ٹھہرا

۱۰۴

شب ایک ہی کروٹ پہ دمِ خواب نہ ٹھہرا
پہلو میں کسی ڈھب ، دلِ بیتاب نہ ٹھہرا

دریا سا لیے بیٹھے تھے سینہ میں ، کسی نے
چھیڑا تو بس اک اشک کا سیلاب نہ ٹھہرا

سرشار کہیں سے نہ تم آتے ہو پہ ، اک جا
پا ، آپ کا جوں مستِ مئے ناب نہ ٹھہرا

مژگاں سے ڈھلک اشک گیا جیبِ عدم تک
غلطاں تھا زبس یہ درِ خوش آب نہ ٹھہرا

چمکا جو ترا چہرہ ہوا داغ جگر خشک
گل تابشِ خورشید سے شاداب نہ ٹھہرا

ابرو سے تری شور رگِ جاں میں ہے یہ تار
نالے سے ترِ ناخنِ مضراب نہ ٹھہرا

اس عشق کے اک حملۂ مردانہ سے ممنوں
ہو لشکرِ صد صبرِ عناں تاب نہ ٹھہرا

۱۔ آ: بہت
۲۔ آ: اے چارہ گراں دستِ جنوں بہت ہے گستاخ
۳۔ آ: یوں ہو گئے تم
۴۔ آ: جس

۱۰۵

کیا نگاہوں سے یہاں خون دمِ بسمل ٹپکا — ایک قطرہ نہ تری تیغ سے قاتل ٹپکا
ہم نے نظروں سے کہا کیا اگر نگہ سے تیری — رنگ اک پیار کا کچھ شرم میں مل مل ٹپکا
نالہ[1] قیس کہاں تک یہ ہوا کی گرمی — بس بہت سا عرقِ صاحبِ محمل ٹپکا
تجھے فلک نوحہ کناں، کشتۂ حسرت پہ ترے — کیوں ترا اشک بھی، اے حور شمائل ٹپکا
شعلہ افروز ترا رخ جو ہوا شب، دلِ شمع — ہو گداز، اے سببِ گرمیِ محفل ٹپکا
واہ رے برقیِ ناوک زنِ صید افگنِ ناز — تیر اک بوند سا، ہوتے ہی مقابل ٹپکا
تیغ زن کس کی رہی ساعد شیریں حرکات — لطف شربت کا مرے خون کے شامل ٹپکا
آگیا زور پہ کیا پنجۂ حرماں کا فشار — متصل آج ہے خونِ جگر و دل ٹپکا
تلخ سنتا ہوں دہن اسکے سے، قسمت تو دیکھ — قدحِ آبِ بقا سے ہے ہلاہل ٹپکا
نزع ممنوں کو ہے اس بوسۂ لب کی خاطر — منہ میں شربت نہ اب اے ہمدمِ غافل ٹپکا

۱۰۶

بے طرح، شب طپانِ دلِ بیتاب تو ہوا — سینہ کا جابجا سے گستہ رفو ہوا
جا لذتِ خراش کہ غم سے یہاں تلک — کاہیدہ سینہ ہے کہ نہ ناخن فرو ہوا
آنے، گئے ادھر سے اُدھر کچھ پھرا کیے — یوں روز اپنا صرف، تری گرد کو ہوا
یاں چاندنی سی ہے در و دیوار پر مگر — مہمانِ غریب خانہ کوئی ماہ رو ہوا
بیمارِ انتظار نے تیرے، غشی سے آنکھ — کھولی ذرا تو بس نگراں چار سو ہوا
کیا کیا خیال تھے کہ کہینگے دوچار ہو — دیکھا اُسے تو وا، نہ لبِ گفتگو ہوا
تیغ و سناں سے جی نہ بھرا، زخم جھیل کر — آخر تری نگاہ سے دل دوبدو ہوا
غمزے نے کس کے تیغ لگائی کہ چشم میں — اندازِ صد نگاہ تمنا لہو ہوا
صد کوہِ درد ہر سرِ مو سے رکھے ہیں باندھ — گو ناتواں یہ جسم میرا مثلِ مو ہوا
نیم آہ سی مریض[2] کھینچتا تھا، پر — زور اس قدر کبھو نہ ہوا اور کبھو ہوا
مطلع جو تونے اور پڑھا اس زمین میں — ممنوں پسندِ خاطرِ ہر نکتہ جو ہوا

۱۰۷

سینہ سلگ رہا ہے، جگر سب لہو ہوا — اے گل ہمیں نصیب، یہی رنگ و بو ہوا
اللہ رے کاوِ کاوِ گرہ ہر ہر نفس کے ساتھ — الماسِ ریزہ تھا کہ نیازِ گلو ہوا
اس باغِ ناز سے دم گل چینیِ ادا — کیا تنگ دامنِ نگہِ آرزو ہوا
شب کیا اشارتیں تھیں بہم رنگ و روے شوق — ہر آن گونہ گونہ ترے روبرو ہوا
مجنوں نے تیرے دام کیے وحشیانِ دشت — پر اے رمیدہ وضع! تک اپنا نہ تو ہوا

۱۔ لندن۔ ب = یہ شعر نہیں ہے۔

۲ لندن۔ تری، غالباً سہو کاتب

لب بستگی[1] تھی غنچہ صفت موجبِ بقا ۔ کھلتے ہی ہونٹ دم یہ تموا ، مثلِ بو ہوا
دونوں جہاں سے کشتہ ترا ہاتھ دھوگیا ۔ شکرِ خدا ، شہید نہ یہ بے وضو ہوا
یاں ارتباطِ شعلہ وخس ہے بہم کہ میں ۔ جتنا جلا ، فروغ ترا شعلہ رو[2] ہوا
آئینہ دیکھ دعوۂ یکتائی تھا تجھے ۔ تیرا ہی عکس آکے ، ترے دوبدو ہوا
تا پیرِ دیر سلسلۂ بیعت کا[3] ہے درست ۔ ممنوں مرا مرید ، جنابِ سبو ہوا

۱۰۸

میں کشتۂ دل کی کاوشِ پنہاں کا ہوچکا ۔ نشترِ نیاز اک رگِ جاں کا ہوچکا
خوں گشتہ دل میں گھر ، لبِ جاناں کا ہوچکا ۔ کیا کیا مزا ہے زخم و نمکداں کا ہوچکا
اے[4] نوج چاک اب سرِ تاراج کس لیے ۔ تختہ تباہ تو مرے داماں کا ہوچکا
اکثر شگاف سینہ سے تھا خون دل رواں ۔ سو بار رنگ سرخ ، گریباں کا ہوچکا
بیٹھے تمہارے آبلۂ پا ، لو علاج اب ۔ لب تشنگیٔ خارِ بیاباں کا ہوچکا
پُر آب سی ہے چشم عزیزوں کی غالباً ۔ بیمار تیری نرگسِ فتاں کا ہوچکا
بارے نگاہِ کافرِ خونخوار رحم بھی ۔ ناحق میں خون ایک مسلماں کا ہوچکا
کیا کیجیے بیاں کہ نزاکت میں کس قدر ۔ رتبہ بھی اپنے رشکِ گلستاں کا ہوچکا
غمزہ[5] ، کرشمہ دل پہ جھکے سب کہ اک ہجوم ۔ اس قطرۂ خوں پہ دشنہ گزاراں کا ہوچکا
ہر ہر نگہ سے رات شکستہ سا بزم میں ۔ رنگِ عذار ، اوس گلِ خنداں کا ہوچکا
اب آہ بھی جگر میں نہیں ورنہ کس قدر ۔ بازار گرم نالہ و افغاں کا ہوچکا
سو سو شرار و شعلے اڑے ہر نفس کے ساتھ ۔ خالی خزانہ سینۂ سوزاں کا ہوچکا
ممنون کیوں غزل نہیں پڑھتا ہے اور تو ۔ کیا زور تیری طبع غزل خواں کا ہوچکا

۱۰۹

اکثر دوچار دل صفِ مژگاں کا ہوچکا ۔ یک قطرہ خوں ہدف کئی پیکاں کا ہوچکا
وہ بیکسیٔ وحشت و بیکاری جنوں ۔ تار ایک ایک جیب کا ، داماں کا ہوچکا
وہ ہونٹ اپنے تشنۂ خوں ہیں ، جیوں سو کیا ۔ دشمن مسیح تک تو مری جاں کا ہوچکا
ہمراہ نالہ گریہ[6] سحر تھا ہوا کے ساتھ ۔ کیا لطف آمد آمدِ باراں کا ہوچکا
پہلو شگاف کرکے رکھا[7] ہے بجائے دل ۔ یہ اشتیاق تو تیرے پیکاں کا ہوچکا

---

۱ ۔ آ : تشنگی
۲ ۔ لندن ب : خو لیکن رو زیادہ مناسب ہے
۳ ۔ آ : ہو
۴ ۔ آ : باقی کے دس اشعار نہیں ہیں
۵ ۔ آ ، ب : زائد شعر
۶ ۔ آ : یہ شعر نہیں
۷ ۔ آ : گیا ہے

نکلا نہ عقدۂ لب یک زخم سے بھی دل | [illegible]

تھا کس سے وعدہ آہ! کہ سینہ میں ساری رات | ہنگامہ ایک اضطراب [illegible]

نکلا ذرا تو دیر، اِدھر سے ابھی رواں | تابوت تیرے کشتۂ ہجراں کا ہو چکا

گر یہ ہی تفتگی ہے الٰہی! تو جل کے خاک | یاں شوق ہم کناریِ خوباں کا ہو چکا

جل جانے سوزِ سینہ کہ گرم اس سے بارہا | زیور تمام سینۂ جاناں کا ہو چکا

شیخِ حرم نشیں[1] سے مبارک شکستِ عہد | ممنوں مریدِ حضرتِ رہباں کا ہو چکا

۱۱۰

ضبط یوں ہی جو طپشِ ہائے نہاں کیجیے گا | ایک دن ہر سرِ مو برق فشاں کیجیے گا

ہمت اے نالہ کہ تک پیشکشِ ہمتِ[2] چرخ | کئی ایک ناوک دوچارِ سناں کیجیے گا

جل کے رہ جائیں گے جوں شمع و مثالِ فانوس | پیرہن اپنے کو لبریزِ دخاں کیجیے گا

تو گرفتار ہوں، تڑپوں کہ نہ تڑپوں، دو دم[3] | مجھ کو تعلیم، تک اے ہم قفساں کیجیے گا

اللہ اللہ ہے اے کعبہ نشیناں اپنی | کہ بس اب بندگیِ پیرِ مغاں کیجیے گا

ہم تو خود کشتہ بھی ہوتے ہیں، پر اتنا کہہ دو | کہ تری نعش پہ افسوس تو ہاں کیجیے گا

ہر طپشِ دل کی صدا عرضِ تمنا کی ہے | یاں خموشی میں سب ارمان بیاں کیجیے گا

بعدِ صد ضبط گر ایک (آہ)[4] کبھی کھینچوں تو کہئے | کب تلک در پہ مرے، آپ دھواں کیجیے گا

انتظار آہ جو بھی[5] ہے تو مرنے کے وقت | بند کس طرح سے چشمِ نگراں کیجیے گا

اور بھی اک غزل اس بزم میں پڑھیے[6] ممنوں | آج محظوظ دلِ نکتہ وراں کیجیے گا

۱۱۱

دل کو وقفِ سرِ مژگانِ بتاں کیجیے گا | قطرۂ خوں نذرِ دو صد نوکِ سناں کیجیے گا

کلکِ موج، رمِ برق و ورقِ شعلہ اگر | ہاتھ آئے تو رقمِ سوزشِ جاں کیجیے گا

خشک ہونے پہ جراحت مرے دل کی آئی | طرہ و زلف کو پھر مشک فشاں کیجیے گا

بند بند اس کے ہیں شوخیِ ادا سے لبریز | نگہِ شوق، شبِ وصل کہاں کیجیے گا

جگر تفتہ نہ لے جائیں گے تا آبِ حیات | حکم، یاں خنجرِ قاتل کا رواں کیجیے گا

نیم وا نرگس و کم رنگ کئی غنچۂ لب | یاں کرم، صبح نہ اے رشکِ جناں کیجیے گا

---

۱ - آ: کو

۲ - آ، ب: سینۂ چرخ

۳ - آ: دو دم

۴ - لندن: نہیں ہے، غالباً سہو کاتب۔ ب: آہ

۵ - آ: نہیں ہے

۶ - ب: پڑھیو

لوٹتا ایک تو کانٹوں پہ ہوں، بستر[۱] پر اور بدگمانی کو عبث خار فشاں سمجھے گا
روکتے گریہ ہیں اس طرح بھی، دیکھا ممنوں! ہم نہ کہتے[۲] تھے کہ عارض خفقاں سمجھے گا

۱۱۲

جگر[۳] کے داغ نے دل، سینہ، جان، تاب و تواں پھونکا
چراغِ دودماں نے، دودماں کا، دودماں پھونکا
برہنہ پائی کو اپنی نہ کیا کیا کام لینے تھے
ابھی کیوں خار خارِ دشت اے برقِ جہاں پھونکا
ستم یہ ہے نہیں اس بزم میں جا، ورنہ پھر سنتے
کہ کیا افسونِ بیہوشی و خوابِ پاسباں پھونکا
گیا رہ، دانہ اختر تو اپنا اس سے کیا حاصل
اگر برقِ فغاں نے خرمنِ ہفت آسماں پھونکا
نفس روکوں تو جی سلگے، جو دم بھی لوں تو وہ بھڑکے
مجھے پھونکا، مجھے پھونکا، مجھے سوزِ نہاں پھونکا
پھپھولے پڑ گئے، سوزِ دروں سے، جابجا میں نے
شب اپنا سینہ و پہلو، یہاں پھونکا، وہاں پھونکا
غضب صورت تھی، دیکھ اسکو لبِ روح القدس نے بھی
دل اپنے کی طرف پڑھ الامان والاماں پھونکا
بھبوکا سا بنا تھا رنگ جس دن چہرۂ گل کا
وہیں سمجھے تھے ہم بال بلبلاں پھونکا
مبارک گرم جوشی باغباں گل سے مبارک ہو
کہ ہم آتش نواؤں نے خود اپنا آستاں پھونکا
کہوں تھا حضرتِ عیسیٰ نہ نبضِ تفتگاں دیکھو
سرِ انگشت لب پہ رکھ نہ اے معجز نشاں پھونکا
نشانِ تن نہیں ہم جاں گدازوں کا حباب آسا
مگر اک دم رمق سا پیرہن میں ہے یہاں پھونکا
حریم کعبہ میں ناگہ زِ خود رفتہ ہوا صوفی
بہوش آیا، ذرا پڑھ پڑھ کے جب نامِ بتاں پھونکا
مقابل جب ہوا دل آفتابِ روئے جاناں کے
یہ شیشہ آتشی تھا، جان کو، پرتو فشاں پھونکا
دبی ہے آگ سینہ میں ہوائے نالہ چلتی ہے
جگر سے تا گلو پھونکا گلو سے تا زباں پھونکا

۱۔ آ: بہر روز
۲۔ آ: ہیں
۳۔ آ، ب: میں پوری غزل (۱۵ اشعار) نہیں ہے

غزل جاں سوز پھر نوکِ قلم سے کیا لکھی ممنوں
کہ اس نے ہے عجب شعلے سے ، اے آتش بیاں پھونکا

۱۱۳

بھڑک[1] نے آتشِ دل کی سراسر استخواں پھونکا — تباشیر حزیں نے نیستاں کا نیستاں پھونکا
ترے داغِ محبت کی ، جگر پر کی تھی مہمانی — عجب مہمان کافر تھا کہ خوانِ میزباں پھونکا
جلانے داغ سے ہیں ، داغِ دل پر ، اس تمنا کے — لبِ لعلیں سے تو نے پر نہ گا ہے میری جاں پھونکا
خیالِ ہمسری حورانِ جنت کو بہا اوس سے — فرشتے نے ہر اک کے کان میں کچھ کچھ یہاں پھونکا
مرا دودِ فغاں جب گھٹ گیا ، گھبرا کے وہ بولا — نہ ہو اس سوختہ اختر نے اسبابِ جہاں پھونکا
ترا بیمار آخر تھا جو پوچھا آکے ، جی اٹھا — رواں تازہ شرائیں میں ، مسیحائے زماں پھونکا
کدھر سے پھول کوئی آپڑا باد بہاری میں — کہ ہر اک بلبلِ جاں سوختہ کا آشیاں پھونکا
بنی اکسیر الفت بوتہ طاقت گدازی میں — دلِ بیتاب رکھ کر اس لیے سیمابِ جاں پھونکا
بلا ہے آتشِ الفت کہ دو دو دل کو ساتھ اس نے — اِدھر پھونکا ، اُدھر پھونکا ، نہاں پھونکا عیاں پھونکا
طپانِ دل پہ وہ رکھ کر ہاتھ ہم عمروں سے کہتا تھا — وہاں وہ آپ جلتا ہے ، مجھے اس نے یہاں پھونکا
میرا خرمنِ ہستی ہی تمہیں یک دست پھونک آتا ہے — کبھی ہے خار خارِ دل بھی اے آتش رخاں پھونکا
غزل کیا پر اثر سی عاشقانہ پھر پڑھی ممنوں — کہ راہِ گوش سے اک شعلہ سا تا مغزِ جاں پھونکا

۱۱۴

کہا[2] میں نے مروت کا تمہیں نے خانماں پھونکا — لگا کہنے کہ ہاں پھونکا ، نہیں پھونکا تو ہاں پھونکا
فغانِ جاں خراش بلبلِ بے دل پہ ہنستی ہیں — گلوں کے کان میں کیا اے نسیمِ بوستاں پھونکا
مرے گھر کی طرف منھ کرکے آہِ سرد بھر بھر کے — کہے تھا وہ کسی کی مجھ کو تاثیرِ فغاں پھونکا
دل لبیک گویانِ حرم اپنی طرف کھینچا — کہو ناقوس میں کیا اے برہمن زادگاں پھونکا
غضب ترسا بچہ تھا شوخ ، در پر دیرِ مستاں کے — ردا و خرقہ و سجادۂ صوفی وشاں پھونکا
جو ہیں گرمِ سراغِ برق نازاں ، دیکھنے آویں — کہ سنگِ سرمہ ساں ہے ، جابجا سنگِ نشاں پھونکا
مگر اشکوں میں تھے اخگر ، جلانے ہر دو سو مژگاں — اگرچہ بحر تھا حایل ، کراں سے تاکراں پھونکا
فغان وگریہ سے میرے یہ غوغا ہر طرف اٹھا — ڈبوئی یہ زمیں ، وہ آسماں کا سائباں پھونکا
جہاں سوزِ آہ کی تم نے کچھ آتش دستیاں دیکھیں — دھوئیں میرے اڑانے ، خانۂ ہمسائیگاں پھونکا
بھلا اپنے ہی گھر کو آگ دیتا ہے کوئی ناداں — یہاں تم ہی تو رہتے تھے ، یہ دل کیوں میری جاں پھونکا
مرا آغوش پروردہ بصد خونِ جگر دل تھا — کیا کس جا پہ خاکستر ، اسے لیجا ، کہاں پھونکا
کہا شیشہ نے کیا ساقی ، اٹھے جو قہقہہ اوس سے — فغاں رکھتی ہے گوشِ نے میں کیا ، اے نغمہ خواں پھونکا
طلبگارِ بہارستانِ حسنِ یار نے ممنوں — اٹھا کر ہمہ دوزخ گلستانِ جہاں پھونکا

۱۔ آ، ب، ج میں پوری غزل (۱۲ اشعار) نہیں ہے

۲۔ آ، ب، ج پوری غزل (۱۲ اشعار) نہیں ہے

۱۱۵

[1] اوس پہ ہر شوقِ نہاں شب، سرِ محفل کھولا ‏ گردشِ رنگ نے حالِ دلِ مائل کھولا

کون آیا مری تربت پہ، سن آوازِ قدم ‏ مژۂ بند کو گھبرا کے ترے رگل کھولا

دل ہی خوں کشتنِ پنہاں کے سمجھتا ہے مزے ‏ بہ تکلف ہوں طپانِ راز، نہ قاتل کھولا

رخصت اے ساحلِ امید کہ یاں کشتی پر ‏ بادباں ہم نے سوے ورطۂ حایل کھولا

قیسِ پس ماندہ کو یک جنبشِ پا بھی نہ رہی ‏ دستِ لیلیٰ نے ہے کب پردۂ محمل کھولا

بوسہ دل کھول کے لینے نہ قدم کے بھی دیے ‏ جلد آ کیوں سرِ فتراک سے بسمل کھولا

جلوہ اس پردہ نشیں کا اسی حجلہ میں سنا تھا ‏ چاک کر سینہ کہ ہے روزنِ طرفِ دل کھولا

دیکھ داغوں کی وہ مہریں مرے دل پر، بولا ‏ خوب محضر ہے پئے دعویِ باطل کھولا

پھر گسستہ ہوئی شوریدہ سروں کی زنجیر ‏ کس نے پیچ و خمِ پیچیدہ سلاسل کھولا

شوخیِ ناز تھی روکے، کہ کھلے بندِ قبا ‏ قابوے شوق نے کچھ پاتے ہی غافل، کھولا

یاں فرشتے بھی دکھلائی دیے، تونے اب تک ‏ بند برقع کا، نہ اے حور شمائل کھولا

سو گئے بختِ شبِ وصل کہ تک گوشۂ چشم ‏ اس نے کھولا تو گراں خواب ہے شامل کھولا

گو اُدھر شرم تھی حایل کہ کھلے عقدۂ دل ‏ ہوس و ناز نے کیا وصل میں گھل مل کھولا

عاشقانہ غزل اک اور بھی دیکھی ممنوں ‏ ترا دیوان جو اے شاعرِ کامل کھولا

۱۱۶

[2] تھا گرہ دم، جو گلو میں دمِ بسمل کھولا ‏ ناخنِ تیغ نے کیا عقدۂ مشکل کھولا

آہ سے خوں ہے ٹپکتا جگرِ زخمی کا ‏ تونے ٹانکے سے ہے ٹانکا، طپشِ دل کھولا

کون سا گل مری تربت سے ہے خنداں گزرا ‏ ایک دروازۂ جنت ہے ترے رگل کھولا

آبِ شیریں ملے، جو ہم تشنہ لبوں نے چاہا ‏ آسماں نے سرِ میناے ہلال کھولا

گرہِ شرم جو کھلنی تھی سو وہ ہی نہ کھلی ‏ وصل میں ورنہ ہر اک پردۂ حایل کھلا

مشک کی سی لپٹ آتی ہے، کمر سے تو نے ‏ ہے مگر نافہ، خطِ یار کے حامل کھولا

کشتہ پر کشتہ ہیں اتنے کہ ہوئیں راہیں بند ‏ کس قدر تیغِ ستم تو نے ہے قاتل کھولا

طے بیابانِ رہِ عشق کہاں ہوتے ہیں ‏ قدم سعی تو اے ہمت کامل کھولا

پردے پر پردے طلسماتِ جہاں کے اٹھے ‏ اب تلک دیدۂ غفلت ہی نہ غافل کھولا

خاطرِ یار تو نازک، تری بے صرفہ زباں ‏ دفترِ شکوہ عبث کیوں دلِ جاہل کھولا

دلکشا اور غزل کیا ہی پڑھی ممنوں نے ‏ دل گرفتہ تھا بہت، اس نے درِ دل کھولا

۱۔ آ، ب، ۃ میں یہ غزل (۱۴ اشعار) نہیں ہے۔

۲۔ آ، ب، ۃ میں یہ غزل (۱۱ اشعار) نہیں ہے۔

[1] سرِ صد راز تری چشم نے مں حل کھولا / کیا کلیدِ مژہ سے قفلِ درِ دل کھولا
ہائے وہ حسرتِ دل پوچھنے آیا کب ہائے / جب نہیں، ہونٹ بھی جاتا ہے، بمشکل کھولا
موج پر موجِ بلا اور سفینہ اپنا / بحر سے کشتیِ سلامت کو ہے ساحل کھولا
ہم رہے وادیِ غربت میں بھٹکتے، تم نے / ہم یہاں با رختِ سفر صبح کی منزل کھولا
گل کِھلے، غنچے اُدگے، سبز ہے صحرا صحرا / باغباں نے نہ پرِ بالِ عنادل کھولا
باغ تو واشدنِ گل پہ بہت پھولے تھا / اس نے بھی بند گریبانِ مقابل کھولا
ہر قدم پر ہے ایک آتش کدہ، سبحان اللہ / پاؤں جو میں نے، بچے طی منازل کھولا
جگر و دل کے اڑے لخت سے لخت آہ کے ساتھ / کس نے شیرازہء اوراقِ رسائل کھولا
دلِ وابستہ کو اے شانہ! سر کا کل سے / کھولنے کا جو ہوا تھا متکفل کھولا
خلوتِ وصل کی باتیں کہیں بے ہوشی میں / گرچہ یہ راز نہ تھا کھولنے قابل، کھولا
مرحبا ہمتِ تمنوں کہ لب تشنہ و خشک / آبِ حیواں کا نہ جو خضر سے سائل، کھولا

۱۱۸

یہ بے چینی نے تم بن ہیر مجھ سے میری جاں باندھا / کہ ہر ہر تارِ بستر سے شب، اک کانٹا یہاں باندھا
بخونِ غنچہء افغاں سے بھرا ہے دشت رنگ آسا / گلوے نالہ میں کس نے دلِ آزردہ جاں باندھا
نواے آتشیں برق افگنِ اشجارِ گلشن تھی / نہالِ شعلہ پر جا، ہم نے آخر آشیاں باندھا
کہاں وہ شوخیاں، اس مصرعہء قامت کے ہونے سے / بھلا مضمون سیدھا سا[2]، تو سروِ بوستاں باندھا
چراغاں سے سرشکِ آتشیں پلکوں پہ ہیں، دیکھو / کہ ٹھاٹھ روشنی کا کیا لبِ آبِ رواں باندھا
ادا، غمزہ، کرشمہ، عشوہ، چشمک، ساحری، شوخی / یہ بلوا ایک دل پر تم نے اے چشمِ بتاں باندھا
عنانِ ناقہ اس وادی سے کیا بیدرد کھینچے ہے / کمندِ آہِ مجنوں، کیوں نہ دستِ سارباں باندھا
مُندی کب چشمِ مجنوں، بے خودی سے جب کہ لیلیٰ نے / اٹھا محمل کا پردہ چھوڑ، پیچھے کارواں باندھا
بہت اس عرصہ گہہ میں زیرِ گردوں تنگ خاطر تھے / جہاں کا اور نقشہ چھوڑ کر ہم نے، جہاں باندھا
غبارِ دل نے اپنے اک زمینِ تازہ پیدا کی / مرے دودِ فغاں نے اور[3] نقشِ آسماں باندھا
پڑھی پر سوز تو نے کیا غزل اک اور بھی تمنوں / کہ جو مضمون باندھا گرم، اے آتش زباں باندھا

۱۱۹

عذاب اپنے لیے یہ آپ مرغِ گلستاں باندھا / کہ مجھ آتش نوا کے پاس تونے آشیاں باندھا
تصور شب ترا تا صبح، کس کس طرح یاں باندھا / کبھی کھولی قبا، گہہ طرہء عنبر فشاں باندھا

۱۔ آ، ب، ج میں (۱۱ اشعار) نہیں ہے۔
۲۔ آ: سیدھا تو نے
۳۔ آ: بہر گلشن

۱۱۹

ہوا مقبول تب سجدہ ، کوئی مسجد نشینوں کا
سرِ سجادہ میں لکھ لکھ کے جب نامِ بتاں باندھا

سلام اے رہبر وانِ کعبہ ، رخصت ہے کہ ہم نے تو
بس اب احرام، سوے خانۂ پیرِ مغاں باندھا

عدو ہے ناخدا ، خونخوار لجہ ، جاں گزا ، موجیں
مخالف ہے ہوا، کشتی کو ہم نے بادباں باندھا

نگہ کے سامنے اک برق اکثر کوند جاتی ہے
تمہارا دھیان مدت سے بس اے آتش رخاں باندھا

تجھے ہم خانہ دیکھوں ، مردمک سے رشک تھا مجھ کو
ترا دل میں خیال آنکھوں سے بھی اپنے نہاں باندھا

کبھو زلفیں ، کبھو کاکل ، کبھی وہ جعد ڈھونڈوں تھا
یہ پوچھوں تھا کہ دل لے، آپ نے میرا کہاں باندھا

وہ کچھ آشفتہ و برہم سے ہو ، بولے کہ بس چھوڑو
دیا دل ، یا کوئی جھگڑا ہے تمنے مہرباں باندھا

ترا نامہ جو آیا ، شغل تھا پہروں یہ ممنوں کو
پڑھا گہہ کھول کر ، بازو پہ گہہ ، تعویز ساں باندھا

۱۲۰

نہ رہا پر ، نہ طپش سے دلِ بیتاب رہا
رات ہاتھوں میں نہ کیا کیا میں اسے داب رہا

پردہ کس چہرے سے تھا رات یہ اٹھ اٹھ جاتا
پر تو ایک برق کا سا ، شاملِ مہتاب رہا

تن پہ مرجھا سے رہے ہیں ، یہ گلِ زخم تمام
کیا مگر تیغِ ستم میں نہ وہاں آب رہا

اوسکی آنکھوں سے ستاروں کی نمک ریزی پوچھ
صبح تک جس کا کھلا دیدۂ بے خواب رہا

کیا تپِ دل تھی تہِ خاک کہ تربت پہ مری
تمتمایا سا ، رخ لالۂ شاداب رہا

گردشِ چشم پہ ساقی کی نظر[1] تھی اپنی
دور میں یوں تو بہت جامِ مئے ناب رہا

پُر کئے دلو و سبو خون سے مظلوموں کے
چرخ پھرتا جو سدا صورتِ دولاب رہا

خلوتِ شوق میں کیاکیا نہ کیا اس کو تنگ
ولولہ دل کا مجھے مانعِ آداب رہا

کب گرا صیدِ نفس باختہ اپنا جب ، آہ
وہ کماں دار بقدرِ دو سہ ، پرتاب رہا

پھنس کے بالی میں تری دل کو تڑپ تھی کیا کیا
کہ بہم رابطۂ ماہی و قلاب رہا

کیا ہی ممنوں نے غزل اور کہی اسکو سدا
ہاتھ لگتا عجب ایک معنیِ نایاب رہا

۱۲۱

بسکہ ذکرِ ضبط و رخسار جہاں تاب رہا
طرفہ آئینہ و طوطی میں شکر آب رہا

مرگ اِکسیر ہوا ، ورنہ میں بیتاب رہا
زندہ جس آن تلک ، صورتِ سیماب رہا

خنجرِ ناز ترا تشنۂ خوں تھا کس کا
گھونٹ تو ہو ، کے سے پی پی کے یہ بیتاب رہا

چشم سے کیا ترے بیمار کے حسرت نکلی
کہ شب اشکوں سے بھرا دیدۂ احباب رہا

نفسِ گرم پہ بلبل کے مجھے آگ لگی
کہ اسے کچھ بھی نہ پاسِ گلِ سیراب رہا

جل گیا سینہ ، تپِ غم سے کہ چھاتی پہ وہاں
لوٹتا سلسلۂ گوہرِ نایاب رہا

پھر گئی چشم میں اس رخ کی جھلک زلفوں سے
مجھ کو آتش پہ لٹاتا گلِ مہتاب رہا

گم ہی ہوتا گیا اس رہ میں جو سرمایہ تھا
کچھ نہ کچھ ، چھوٹ ، ہر اک گام پہ اسباب رہا

۱۔ نگہ
۲۔ لندن۔ پی پی یہ غالبا سہو کاتب

در سے اٹھ کر تو چلے تیرے ، لیکن ظالم
چھٹ گئیں [illegible]

دیکھ ! بیباکیِ ممنونِ تری خلوت میں آ
لے گیا بوسہ لب [illegible]

۱۲۲

گزرتا ہے جنازہ دیکھنا ، اے[1] جانِ من کس کا
ذرا پہچان ، تھا بیمار چشمِ سحر فن کس کا

سناں بازی پہ آیا غمزۂ بیداد فن کس کا
کہ ہر دل ، رخنہ رخنہ سے گیا سینہ یہ چھلنی کس کا

وہاں رنگِ نزاکت اک تبسم سے لگے اڑنے
تمنا مشق گاہے بوسہ چاہے ہے دہن کس کا

ترے قربان اتنا پوچھ آکر نعش پر میری
شہیدِ ناز ہے یہ کشتۂ خونیں کفن کس کا

نسیمِ گل میں کچھ لپٹیں ہیں آتیں عطر کی لپٹیں
چمن میں کھل گیا یارب یہ بندِ پیرہن کس کا

زخود رفتہ ہیں ، بند آنکھیں ہیں ، زخمی دل ہے ، آہیں ہیں
کہاں کی سیر ، کیا صحرا ، ہوا کیسی ، چمن کس کا

تپِ فرقت سے شب جلتا رہا میں صبح جو دیکھا
کچھ ایک بستر پہ خاکستر تھی ، کیسی جان ، تن کس کا

مے گلگوں کو مینا نے حلب میں دیکھ ، دل خوں ہے
جھلکنا یاد آیا پیرہن سے ، وہ بدن کس کا

صدائے آہ خون آلودہ ہے پھر دل خراش آئی
حلق میں کھل گیا اللہ یہ زخمِ کہن کس کا

نگاہِ شوق یوں گستاخ مت پھر ، دیکھ تو بارے
کہ ہے پامال ہوتا سبزۂ چاہِ ذقن کس کا

سنی ہیں اس زمیں میں اور بھی کچھ خونچکاں بیتیں
غزل ممنوں کی ہے شاید ، کہ یہ رنگِ سخن کس کا

۱۲۳

کیا دل یوں نشانہ تو نے اے ناوک فگن کس کا
نہ دیکھا رشک سے سینہ ہے وقفِ خوں شدن کس کا

گنہ میرا ہے رنگِ چہرہ گوناگوں ہو مجلس میں
اشارے غیر سے کرنا ، گنہ ہے جانِ من کس کا

ہجومِ نازو انداز و ادا میں دل ہوا کشتہ
کہ ہے بلوے میں قاتل ، دوں پتا میں من و عن کس کا

تصدق اس ادا کے غنچہ رکھ منہ کے برابر وہ
کہے ہے دیکھ آئنہ ، کہ اچھا ہے دہن کس کا

جگر کاوی مجھے ہے اور تجھے خاراشگافی ہے
بتا تو ہی کہ ہے جاں کاہ کام ، اے کوہ کن کس کا

نسیمِ صبح سے نرگس کی جنبش دیکھ غش میں ہوں
پھرا آنکھوں میں ، آنکھوں سے یہ اندازِ سخن کس کا

تجھے کیا غیر سے تھا کام شب ، پر دیکھ آئنہ
چڑھی آنکھیں ہیں ، اترا منھ ہے ، طرہ پُر شکن کس کا

کسی نے کل کہا اس سے کہ ہے مفتون ، ممنوں بھی
تصدق اس تجاہل کے ، کہا انجان بن ، کس کا ؟

---

[1] ب : یہ

۱۲۴

ہم بغل رات رہا کون گلِ تر اپنا ۔ جس سے پھولوں میں بسا آج ہے بستر اپنا

تجھ سے اے اشک دو رَو شیشہ ہیں اوراقِ سپہر مٹ سکا پر نہ ذرا نقطۂ اختر اپنا

تو ہی اے ضعف ہو مانع کر قلق سے کب تک گاہ زانو، کبھے دیوار پہ[1] ہو سر اپنا

دیکھنا راہ بھی یک شغل ہے، وعدہ تو ہو دن کٹے گوشۂ حرماں میں یہ کیونکر اپنا

کس قدر خط میں لکھی بستگیِ خاطر تھی کھول سکتا ہے ذرا پر، نہ کبوتر اپنا

شاید اپنی ہی طپش میں ہے، یہ سیماب جلا رہ گیا آج تڑپ[2] سے دلِ مضطر اپنا

کھینچئے تک بغلِ شوق میں اسکو، تو کہے تم کو سوجھے ہے ہوس، تو نے ہے زیور اپنا

میں تو کہتا ہوں نکر، کوے بتاں میں سجدے پر سمجھتا ہی نہیں یہ دلِ کافر اپنا

خوبرویوں کی خبر بھی نہیں اے خوبیِ بخت دم بدم حال ہوا جانے[3] ہے بدتر اپنا

میں نے تک ان سے کہا، کیجے بے وجہ نہ قتل تم سے دعویٰ ہے وگرنہ دمِ محشر اپنا

ہنس کے بولے کہ بہت خوب، شہادت کے لیے ہم بھی رکھ دیں گے کفن میں ترے خنجر اپنا

میر ممنوں! غزل اک اور بھی سنتے جاؤ دھیان آیا ہے ذرا شعر و سخن پر اپنا

۱۲۵

ہاتھ سے تیرے یہ احوال ہے دلبر اپنا دل نہیں ہاتھ میں، اور ہاتھ ہے دل پر اپنا

انس کس گھر میں ہوا آہ کہ دو اک دن سے وحشت انگیز سا آتا ہے نظر، گھر اپنا

رکھ کے اس سینہ پہ منھ، سانس بھی کھینچوں تو کہے دیکھ آئینہ کہیں ہو نہ مکدر اپنا

کیا ہی شیرازۂ جمعیتِ دل ٹوٹا ہے ہوگیا نسخۂ نایاب یہ ابتر اپنا

خاک کوچہ کی ترے چھان کے دل ڈھونڈوں ہوں کہ اسی رہ میں گرا حیف یہ گوہر اپنا

ایک ٹھوکر سے بھی گاہے نہ سر افراز کیا ہم نے رکھا ترے پاؤں پہ، بہت سر اپنا

چاکِ پہلو سے مگر خونِ جگر ٹپکا ہے پیرہن آج ہے رنگین سراسر اپنا

پوچھنا تو ہے شبِ وصل پہ ڈرتا ہوں میں دل بدرد آنے کہیں قصہ نہ سن کر اپنا

بارِ صد کوہِ الم کا متحمل ہے سدا گو، پرِ کاہ سے کم ہے تنِ لاغر اپنا

عطشِ روزِ قیامت کا خطر کیا ممنوں ہے عجب بحرِ کرم ساقیِ کوثر اپنا

۱۲۶

تھا حسن میں نہ رنگ ادا کا نہ ناز کا یہ نقش یادگار ہے آئینہ ساز کا

شغلِ شبِ فراق یہی تھا کہ دھیان میں یک یک شکن گنا تری زلفِ دراز کا

۱۔ آتا ہے

۲۔ آتے کر

۳۔ آ۔ جاتا ہے

۴۔ لندن۔ بہ زائد غزل

آخر سرشک حالتِ دل کھول دیں گے سب — اطفال سے [illegible] کا
ہوں نیم کشتہ، چشم بھی کچھ بند کچھ ہے وا — دیکھا جھکا کس [illegible] کا
بند نقاب گاہ کھلے، گاہ بند کیجے — شب تھا عجب معاملہ ناز و نیاز کا
قسمت تو دیکھ دشمنِ جاں ہو گیا مسیح — کشتہ ہوں یعنی اس لبِ معجز طراز کا
اے اشتیاقِ بیتِ صنم! تیرے ہاتھ سے — چھٹتا ہے ساتھ راہ روانِ حجاز کا
سینہ میں برچھیاں سی لگا کیں ہیں صبح تک — شب تھا خیال کس نگہِ نیزہ باز کا
ایک ایک لختِ دل پرِ طاؤس بن گیا — ہوں داغ، داغ کون سے نیرنگ باز کا
دامن بچائیو کہ مسیحا ادھر ہے قصد — ہر ایک شرارِ نالۂ افلاک تاز کا
تصویرِ بت چھپائی ہے ممنوں نے سجدہ کو — گوشہ الٹ کے دیکھیو، ٹک جانماز کا

۱۲۷

کشتۂ وعدہ ترا آج سسکتے دیکھا — آہ اس وقت بھی دروازہ ہی تکتے دیکھا
ہائے کس سوختہ کی نبض پہ رکھی انگشت — کہ مسیحا کو بہت ہاتھ جھٹکتے دیکھا
پھر جو دیکھا تو نہ تھا جز[1] کفِ خاکسترِ گرم — شعلہ سا سینے میں پہلے تو بھڑکتے دیکھا
آبلہ دل کا مگر آج کوئی پھوٹ گیا — گرم سا خون سرِ مژگاں سے ٹپکتے دیکھا
آگ اس داغِ جگر سوز کو لگ جانے کہ روز — ایک انگارا سا چھاتی پہ دہکتے دیکھا
قیس اس دشت میں کیا خاک ہوا او لیلیٰ — روح کو ایک پسِ ناقہ بھٹکتے دیکھا
سرِ مژگانِ بتاں! رحم، کہ کب تک یہ خلش — روز کانٹا سا جگر میں تو کھٹکتے دیکھا
مرقدِ دیدۂ تر کیا پسِ مردن بھی زہی — خاک پہ اپنی سدا سبزہ لہکتے دیکھا
کھینچ کر تو تو گیا دام میں پر او صیاد — کیا گرفتار کو تیرے ہے پھڑکتے دیکھا
یاد کس روئے عرق ریز کی آئی کہ سرشک — قطرہ قطرہ مژہ سے منہ پہ ڈھلکتے دیکھا
دلِ بیتاب و سرِ زلف کا ربط آیا یاد — تیرے فتراک میں بسمل جو لٹکتے دیکھا
طائرِ نامہ بر اس بام پہ کیونکر پہنچے — کہ فرشتوں کو وہاں تک نہ بھٹکتے دیکھا
کون سا ماہ لقا خانۂ ہمسایہ میں تھا — در و دیوار پہ شب[2] نور جھمکتے دیکھا
وہ مرا نالہ سنے کیا کہ صدائے گل سے — سینہ میں اس دلِ نازک کو دھڑکتے دیکھا
خاک گو جل کے ہوا پر نہ فغاں دل سے اٹھی — کہ سپند آگ پہ بھی ہے نہ چٹکتے[3] دیکھا
تو تو آرام سے شب خوابِ گرِ ناز میں تھا — تیرے بیمار کو کیا کیا ہی بلکتے دیکھا
یاس آمیز غزل کیا ہی پڑھی ممنوں نے — خونِ صد حسرتِ دل جس سے ٹپکتے دیکھا

۱۲۸

حسن میں تیرے عجب نور جھمکتے دیکھا — جو کہ موسیٰ بھی کبھی دیکھ نہ سکتے، دیکھا

۱- آ، ب: کوئی آج مگر
۲- ۲- آ: کا
۳- آ: چٹختے

ٹکٹکی کیا ترے حیرت زدہ نے باندھی تھی — کہ نہ یک پل سرِ مژگاں کو جھپکتے دیکھا
ہائے کیسی ہے نزاکت کہ کمر کو اسکی — کہیں چوٹی جو بلی رات، لچکتے[1] دیکھا
مے کہیں پی کے نہ تم آئے ہو لیکن پیارے — بات جو تم نے کبھی اوس میں بہکتے دیکھا
گر گیا چشم سے رنگِ گلِ شبنم آلود — کس کے کرتے سے بدن آج جھلکتے دیکھا
چاکِ پیراہنِ گل جا! کہ سحر چولی کو — ہم نے اک تنگ قبا کی ہے مسکتے دیکھا
لا نہ جنبش میں نسیمِ سحری! نرگس کو — ہم نے ہے اور ہی آنکھوں کو پھڑکتے دیکھا
کھول کربندِ قبا کون لگا سینہ سے — کہ گلِ داغ بہت آج مہکتے دیکھا
نوٹ[2] دستِ ہوس تو! تری چالاکی سے — پاس سے یار کو یوں اپنے سرکتے دیکھا
[3] چٹکیاں نغمہ سرائی میں بجانے وہ لگا — گاہ اس لطف سے غنچہ نہ چٹکتے[4] دیکھا
کیا غضب وادیِ الفت کی ہے سرگردانی — اس میں سو خضر کو، ہر جا سے بھٹکتے دیکھا
تو نے بھی جھانک کے دیکھا کہ سحر تک شب ہے — ایک جواں در پہ ترے سر کو پٹکتے دیکھا
شمعِ مجلس کی نظر، کس کے رخِ گرم پہ تھی — عرقِ شرم سراپا سے ڈھلکتے دیکھا
رام کس طرح سے یارب ہوں یہ آہو نگہاں — ان کو تو سایہ سے بھی اپنے بھڑکتے دیکھا
ہم نہ کہتے تھے کہ تمنوں نہ[5] بتوں کو دیکھو — لے گئے[6] ہاتھ سے دل تکتے ہی تکتے، دیکھا!

١٢٩

نثارِ ناز کہ آئنہ اس نے جب دیکھا — کہا کہ آج تماشا ہی کچھ عجب دیکھا
عجب ہی ترا ہے احسان اے تصورِ شوق — ترے طفیل سے آج اسکو لب بلب دیکھا
ہر اک گام پہ تجھ میں شکستہ پا بیٹھے — ہزار خضر کو اے وادیِ طلب دیکھا
کچھ اس سوا کہ بنے اور کٹے لگے شبِ وصل — نہ وجہ صلح کی، نہ جنگ کا سبب دیکھا
تمام شیشہ مے توڑتا ہے کیوں زاہد — مکر، فریب بہت تو نے ہے حسب دیکھا
وہ مستِ خواب تھا، لب اسکے لب پہ رکھ آیا — کہ میں نے دزدیِ بوسہ کا زور ڈھب دیکھا
نہ وقتِ ذبح بھی تڑپا، تہِ دمِ خنجر — شہیدِ عشق کو تھا کس قدر ادب، دیکھا
جو وقتِ نزع[7] میں آیا، موا میں شادیِ مرگ — تمام عمر جو دیکھا نہ تھا، سو اب دیکھا
عجب ہی تو نے غزل اور بھی لکھی تمنوں — ترا کلام جو دیکھا، سو منتخب دیکھا

١۔ آ: کھٹکتے
٢۔ آ: ٹوٹ جا
٣۔ لندن۔ ب: زائد شعر
٤۔ ب: پہ بہکتے ۔ ۔ ٥ ۔ لندن ۔ " نہ " نہیں ہے تصحیح قیاسی
٦۔ ب: ہاتھ سے لے گئے
٧۔ آ، ب: وہ

۱۳۰

نشہ میں بال کھلے، خواب میں وہ شب دیکھا
کہ آنکھ لگتے ہی میں نے کوئی غضب دیکھا

خیالِ دست درازی میں تھی تمنا رات
ولیک دم بدم آڑے، بہت ادب دیکھا

بہت ہی لافِ عناں داریٔ تحمل تھا
رہا نہ ہاتھ میں دل لیک، اس کو جب دیکھا

نہ شب تھے مستِ مے عیش تم، سحر یوں میں
نگاہ میں اثرِ نشۂ طرب دیکھا

تصور آپ کا دل میں ہے، وہ دکھاتا سیر
کہ تم نے آپ کو یوں آئنہ میں کب دیکھا

ہر اک گام پہ ہے سرِ راہ کوہِ بلا
کہ راستہ ہے عجب عشق کا کہ جب دیکھا

نہفتہ سوز سے ضبطِ فغاں کی شب میں نے
ہر استخواں کو حریفِ ہزار تب دیکھا

بتوں کے طرۂ گیسو و جعدِ کاکل میں
تمام پیچ و خم حلقہ حلقہ سب دیکھا

ملا نہ تو دلِ گم گشتہ واسطے تیرے
غرض ہر ایک سے بگڑا، بنا نہ کب دیکھا

ہمیشہ کس سے ہے وعدہ ذرا تو کہہ مومن
کہ سوئے در نگراں تجھ کو جب نہ تب دیکھا

۱۳۱

ہاتھ اپنے سے بچائے وہ داماں نکل گیا
واحسرتا! کہ پاس سے جاناں نکل گیا

دم اسکو دیکھ، ہمرہِ افغاں نکل گیا
مرنا تو تھا ضرور پہ ارماں نکل گیا

ہنگامِ ضبطِ نالہ یہ تڑپا کہ تن سے رات
شعلہ سا برق کا، شررِ افشاں نکل گیا

زور آوریٔ شوقِ زلیخا کو عشق ہے
دستِ پدر سے یوسفِ کنعاں نکل گیا

سینہ میں تیرِ ظلم شکستہ تھے کس قدر
کھینچی جب آہ، تب کوئی پیکاں نکل گیا

آنکھیں جو سوئے در تھیں کھلیں، سو کھلی رہیں
جی تیرے منتظر کا مری جاں نکل گیا

کیا شستِ دل سے صاف چھٹا تیر آہ کا
گردوں کا توڑ، شیشۂ گرداں نکل گیا

تربت پہ میری اس نے جو بھولے گزر کیا
دامن اٹھا شتاب، خراماں نکل گیا

آج اس گلی میں شورِ سلاسل نہیں مگر
دیوانہ تیرا سوئے بیاباں نکل گیا

دامن سے بھی ادھر کو ہر آب دار اشک
گر کر مژہ کے ہاتھ سے غلطاں نکل گیا

کہتا تھا میں کہ مت دلِ مضطر کسی کا باندھ
کیوں! تیرا بل نہ کاکلِ پیچاں نکل گیا

سفاکی اسکے غمزۂ کافر کی دیکھنا
کعبہ کے در سے خونِ شہیداں نکل گیا

اب اپنا جیب و دستِ تاسف کہ ہاتھ سے
وقتِ وداعِ یار کا داماں نکل گیا

آیا وہ کھینچے تیغ و لبِ شوق سے مرے
بے اختیار "اے ترے قرباں" نکل گیا

پالا تھا دل کو خونِ جگر سے سمجھ عزیز
جی کے لیے وہ دشمنِ پنہاں نکل گیا

مومن کا حال کچھ نہ کھلا بزم میں
رکھے وہ دل پہ ہاتھ غزل خواں نکل گیا

---

۱ ۔ب: فغاں کہ ضبط سے سوز نہفتہ کی شب میں نے

۲ ۔لندن: زائد غزل

۱۳۲

[1]
وا زخمِ سینہ تھا ، دلِ نالاں نکل گیا ۔۔۔ چاک قفس سے مرغ خوش الحاں نکل گیا
چھوڑا جلا کے سینہ و پہلو مرا تمام ۔۔۔ سمجھا تھا دل ، سو اخگرِ سوزاں نکل گیا
میں اور قیس دشتِ جنوں میں تھا ساتھ ساتھ ۔۔۔ وہ رہ گیا، میں چندرِ بیاباں نکل گیا
اپنی گلی میں مجھ کو نہ دیکھا تو بول :ڈھا ۔۔۔ دیکھو کدھر، وہ بے سروساماں نکل گیا
ہو دوبدو، سحاب سے ہم خوب رو لیے ۔۔۔ کچھ تو بخارِ دیدہ گریاں نکل گیا
پہلے تو دل بجبر لیا، دے کے بوسہ پھر ۔۔۔ کہنے لگا کہ لیجیے نقصاں نکل گیا
کب حسنِ پاک قابوے دستِ ہوس میں آنے ۔۔۔ ہے سات قفل سے ، مہِ کنعاں نکل گیا
اپنی نہ مشتِ خاک بھی اوس کوچے میں رہی ۔۔۔ بارے غبارِ خاطرِ یاراں نکل گیا
دی آگ کس کے رشک نے تجھ کو غضب دھواں ۔۔۔ سر سے ترے ہی شمعِ شبستاں نکل گیا
آیا تھا بزمِ اہلِ ملامت میں پند کو ۔۔۔ بک بک کے ، خود بخود ہو پشیماں نکل گیا
طغیانِ گریہ کی وہی شورش ہے اب تلک ۔۔۔ تیرا تو جوش نوح کے طوفاں نکل گیا
ہے کس کا حسن خانہ براندازِ کفر و دیں ! ۔۔۔ دیر و حرم سے گبرو مسلماں نکل گیا
شب کس کے بر میں نکسر تھے ، آتے کدھر سے ہو ۔۔۔ چولی مسک رہی ہے ، گریباں نکل گیا
چھوٹ آنے کس کے کشمکش دست شوق سے ۔۔۔ کچھ جابجا ہی چین سے داماں نکل گیا
اب کاوشیں ہیں سینہء تمنوں کو کس لیے ۔۔۔ تھا خارِ دل سو، سوزنِ مژگاں نکل گیا

ردیف "ب"

۱۳۳

ہے دلِ تفتہ سے تا دیدۂ نم آتش و آب ۔۔۔ گریہء درد ہے اور داغِ الم ، آتش و آب
زخم اے آہ! جلا میں ، کرم اے اشک! بہا ۔۔۔ ناتواں خار ہوں ، مجھ کو ہے ستم آتش و آب
تڑپوں گر بحر میں ، آتشکدہ میں روؤں گر ۔۔۔ نہ رہے نام کو بعدِ دوسہ دم ، آتش و آب
گر یہی سوز و گداز آج ہے تو شمع صفت ۔۔۔ سر سے ہوجائینگے ہم تا بقدم ، آتش و آب
آبِ کوثر کی ہوس ، آتش دوزخ کا نہ بیم ۔۔۔ چشم و دل اپنے میں واعظ ہے نہ کم آتش و آب
لختِ دل گہہ ، مژہ پر اشک کا دریا ہے گہے ۔۔۔ مشتِ خس اپنی پہ رکھتے ہیں گرم آتش و آب
گریہ و نالہ کیا ضبط دلِ نازک میں ۔۔۔ ایک شیشہ میں لیے پھرتے ہیں ہم آتش وآب
گوہر گوش پہ تاب اس رخِ تابندہ کی دیکھ ۔۔۔ آب اور تاب سے یہاں کیا ہے بہم آتش و آب
اس زمیں میں غزل اک گرم و رواں ایسی لکھ ۔۔۔ جس سے شرمندہ ہو اے نوکِ قلم آتش و آب

۱۔ لندن: زائد غزل
۲۔ آ: ہی
۳۔ آ: تاباں

۱۳۴

اشک و پرکالۂ دل سے ہے بہم، آتش و آب — ایک ساغر میں رکھے دیدۂ نم آتش و آب
خار دل کا نہ جلا، نخلِ تمنا نہ پھلا — دیں ہیں گو، گریہ و افغاں بہ ہم آتش و آب
سرنگوں روبروے روے عرق ریز کے ہے زلف — یعنی ہندو ہے یہ پوجے ہے صنم، آتش و آب
گر بھریں یک نفسِ سرد و نغاں کھینچیں گرم — خشک و افسردہ کریں، خلق میں ہم آتش و آب
چشمِ تر مرے، کفِ پاے حنائی سے مَلے — شعبدہ گر ہے رکھے زیرِ قدم آتش و آب
دیکھ گرمی و سلاست غزلِ ممنوں کی — کہ عجب ڈھب سے کیے اس نے رقم آتش و آب

۱۳۵

لوٹتا آتش پہ ہے جوں زلفِ عنبر گوں نصیب — ہم سیہ بختوں کے، شکلِ طرہ ہیں واژوں نصیب
راز وحشت کے لکھیں دو ایک مضموں ہو اگر — تک پئے تحریر، لوحِ سینۂ مجنوں نصیب
مرگئے لیتے ہی خطِ دوست فرطِ شوق سے — ہائے حسرت یوں نہو، ادراکِ یک مضموں نصیب
مشہدِ بلبل پہ لے جاویں چراغِ گل اگر — ہو ہمیں نظارۂ رخسارۂ گلگوں نصیب
چشمِ گریہ سے تہی تا، کشتہ لانے گریہ اور — ہے مگر اس چشم کو رہ، جانبِ جیحوں نصیب
وصل کی شب ہے نہ طے کر جلد یوں ظالم اسے — ہو تجھے آہستگی گردش میں، اے گردوں نصیب
کس پریشاں وضع کی جذبِ محبت سے ہوئی — ناقۂ لیلیٰ کو سرگردانیِ ہاموں نصیب
غنچہ ساں، سر کھینچ جیبِ فکر میں کہیے غزل — ہو نہ جز خونِ جگر، رنگینیِ مضموں نصیب[1]

۱۳۶

ہو[2] کب آساں اس چمن میں بادۂ گلگوں نصیب — لالہ ساں جز داغِ دل جب دیں نہ جامِ خوں نصیب
کون سی وضعِ شکیبائی کہ ہم کو ہر نفس — دردِ طاقت گاہ ہے اور شوقِ روز افزوں نصیب
غیر ہی ہو ہم زبانِ غمزۂ حکمِ رشک ہے — لے چلے، اس انجمن سے بس ہمیں بیروں نصیب
بلبے بیدردی کہ اس دل میں نہ کچھ تاثیر ہو — دیں اگر اس افسانہ میں تاثیر، صد افسوں نصیب
بزمِ عشرت میں ہنسے[3] کیا ہم کہ جوں مینائے مے — آتے آتے لب تلک خندہ کو کردیں خوں نصیب
یاں تلک قحطِ سخن اب ہے کہ اکڑیں، سرو ساں — ہو اگر بے ساختہ یک مصرعۂ موزوں نصیب
بادہ زہر و زہر خوں ہو، تا نہ مژگاں سے جو مئے — دوسرا ساغر نہ دیں اس بزم میں ممنوں نصیب

۱۔ تہ میں دوسری غزل ملا کر لکھ دی ہے کیوں کہ اس غزل میں مقطع نہیں۔
۲۔ لندن، ب تہ میں علیحدہ غزل ہے
۳۔ آ تہ ہنسیں

۱۳۷

کل وصل میں بھی نیند نہ آئی تمام شب
ایک ایک بات پہ تھی لڑائی تمام شب

جاتا ہے آج ہاتھ سے دل تازہ رنگ سے
کس دل پہ تھے وہ دستِ حنائی تمام شب

جی کیوں کہ ٹھہرتا کہ وہاں ہر ادا کے ساتھ
تھی دل بری و ہوش ربائی تمام شب

یہ بھی ہے ظلم نوکر اسے وصل میں بہا
ذکرِ طلوعِ صبحِ جدائی تمام شب

کس بے ادب کو عرضِ ہوس ہر نگہ میں تھی
آنکھ اس نے بزم میں نہ اٹھائی تمام شب

یہاں التماسِ شوق، وہاں احترازِ ناز
مشکل ہوئی تھی عہدہ برائی تمام شب

کیا سر پہ کوہکن کے ہوئی، بے ستوں سے آج
تمکوں صدائے تیشہ نہ آئی تمام شب

۱۳۸

وہ شوخ و فرشِ مخمل و سیمیں پلنگ و خواب
میں اور بسترِ خس و بالیں سنگ و خواب

پہلو میں جب کہ ہو خلشِ دل، نہ آئے نیند
ہو کس طرح سے جمع بغل میں خدنگ و خواب

ہے لوحِ شاہنامہ، یہ سب عرصۂ جہاں
رہتا ہے غافلوں کو اب آپس میں جنگ و خواب

محمل[2] کے انتظار میں مجنوں کو کب ہے چین
ممکن نہیں کہ گوش بر آواز رنگ و خواب

بیداریاں نصیب ہوں غیروں کو تیرے ساتھ
میں اور کنجِ کلبۂ تاریک و تنگ و خواب

دیکھیں کہ کب یہ دولتِ بیدار ہاتھ آئے
ہووے کنار میں وہ بتِ سیم رنگ و خواب

آچک کہیں، کہ نیند تو بس اپنی اوڑ گئی
دشمن بہم ہیں یار یہ تیرا درنگ و خواب

اب اپنا ہاتھ اپنے کنارِ تہی میں ہے
اک دن بغل میں تھا وہ بتِ شوخ و شنگ و خواب

آرام[3] دوست کو نہ کھبے لافِ سلطنت
عزمِ ختا و چین و تتار و فرنگ و خواب

اس عرصۂ جہاں میں نہ کر ترکِ احتیاط
یہ بھی ہے کچھ شعور کہ دست پلنگ و خواب

یاں[4] خون اپنا پیتے ہیں ہم تو تمام رات
تمکوں وہاں ہے شرابِ مئے لعل رنگ و خواب

۱۳۹

گرم ہے داغوں سے دل کے، پیشتر داغِ آفتاب
اس چراغاں سے[5] کیا روشن چراغِ آفتاب

عقل نے سے معلوم بسترِ عشق کیونکر ہو، کوئی
مشعلِ افسردہ سے پاوے سراغِ آفتاب

داغِ دل افروز کو کیا بیم آہِ گرم سے
صدمۂ صرصر سے کب گل ہو چراغِ آفتاب

آبِ حیرانی سے ہوں، خوں داغ دل میں دیکھ کر
اب تلک دیکھا نہ تھا پُر مے ایاغِ آفتاب

۱۔ آ: شرم سے
۲۔ آ: یہ شعر نہیں ہے
۳۔ آصفیہ و ب: میں زائد ہے
۴۔ ب: ہم تو خون اپنے کو لندن؛ شراب
۵۔ ب: سے ہے کیا

کفشِ پا کے بھی ستارہ سے ترے کمتر ہے وہ
[illegible]

طرحِ آتش سے ہوا ہے کیا[1] دلِ سوزاں میرا
جو سدا جلتا رہا ہے [illegible]

سبزہ زارِ چرخ میں تنہا لیے پھرتا ہے جام
داغ رکھتا ہے تجھے [illegible] ممنوں [illegible]

۱۴۰

کم ہے نہ بیش دیدۂ تر بسکہ آب آب
گردابِ آب ہو گئی چشمِ پر آب آب

اس صیدِ تفتہ دل کا ہے احوال جانے رشک
قاتل کی تیغ سے جو ہوا کامیاب آب

دے تشنۂ ازل کو نہ قربِ کریم، فیض
ساغر تہی حباب ہے[2] کا، رکھے شراب آب

رکھتی ہے محو نشۂ ہستی کو موجِ اشک
رہتی ہے یہ بنائے منقش خراب آب

کیوں ہے سحاب لاف سے گریہ کی تر زباں
اس چشم نے سراب دیا ہے خطاب آب

مستوں[3] کو کیا ہے بیمِ حوادث گری بیاد
صرصر حبابِ شیشہ کہاں جوں حباب آب

لایق ہے بحرِ عفو کے آلودۂ گناہ
ممنوں ہووے خرقۂ ناپاک باآب آب

۱۴۱

آتشِ ہجراں سے ہے اپنا دلِ بیتاب آب
معجزِ الفت نے دیکھو کر دیا سیماب آب

ساقیا! غافل کو ہے تکلیفِ مے نوشی ضرور
خفتگاں کی چشم سے کرتا ہے رفعِ خواب، آب

ظالموں کی ہو نہ اربابِ کرم سے یاوری
سبزۂ شمشیر کو کرتا نہیں شاداب آب

جنسِ صبر و ہوش و طاقت، وقفِ آہ و اشک ہے
کچھ جلا آتش گئی، کچھ لے گیا اسباب آب

گرمیِ داغِ جگر، گر عرض کیجے حشر میں
آتشِ دوزخ، خجالت سے وہیں ہو آب آب

اپنی کشتِ آرزو جز برق، جانے ہے کسے
کب کرے اس مزرعۂ امید کو سیراب آب

آبداری و روانی مصرعۂ ممنوں کی دیکھ
موجِ کوثر ہو گئی شرمندہ کیسی آب آب

۱۴۲

گر ترے پرتوِ رخ سے ہو ضیا یاب حباب
ہووے فانوسِ چراغِ مہ پر تاب، حباب

آبلوں سے ہے دکھاتا دلِ بیتاب حباب
نہ بنے ہوں گے بے چشمۂ سیماب حباب

دھونے جس آب سے تو چشم، ہو وہ آبِ حباب
بھر اگر لاوے تو ہو جامِ مے ناب حباب

آچکیں اوج پہ یاں تک مری امواجِ سرشک
یوں نظر آنے ستارے کہ سرِ آب حباب

اس قدر منتظرِ جلوہ گری ہے کس کا
ہو گئے آئینہ میں دیدۂ بیخواب، حباب

۱۔ ب: ہوا کیا یہ دل
۲۔ آ: رہے ہے ۔ ۳۔ ل
۴۔ نسخۂ لندن میں نہیں ہے آصفیہ، ب سے لیا

قطرے اوس منہ پہ عرق کے ہیں، نہ دیکھے ہوں تو دیکھ
بہر سرچشمۂ خورشیدِ جہاں تاب حباب

نہ رکھیں اہلِ صفا فکرِ نمودِ بیجا
کہ نہیں لاتے ہے آب[1]، درِ خوش آب، حباب

ہو عرق ریز اگر بحر میں وہ لالہ عذار
ہو گلِ سرخ کا یک غنچۂ شاداب، حباب

چشم آتی ہے بھری، گھر ہونے کیا کیا برباد
تھا نہ معلوم کہ ہے خانۂ احباب حباب

۱۴۳

دل میں جو جو ہے نکالیں وہ ذرا بول کے خوب
آج اس شوخ سے لڑ لیجے جی کھول کے خوب

دیکھ اس کشتۂ حسرت کو سسکتا مت چھوڑ
ایک تو ہاتھ لگا جان مری تول کے خوب

ہائے جاں کندنِ ہجراں کی غضب تلخی ہے
زہر دیتا نہیں[2] شربت میں کوئی گھول کے خوب

ہمکنار اپنے رہا رات کوئی رشکِ بہار
پھول لے جا مرے بستر سے صبا رول کے خوب

ایک دو جرعہ سے دیکھے، ہے ڈھکاتا کیا
ساقیا! خم میں قدح دے کوئی جی کھول کے خوب

نقدِ دل دے کے لگے ہاتھ میں یہ گوہرِ اشک
خوب موتی وہی ہوتے ہیں، جو ہوں مول کے خوب

اے فلک، شور سنے جاتے ہیں تیرے بیجا
دور سے ہوتی ہے آواز ہر اک ڈھول کے خوب

کیوں نہ پیراہنِ طاقت کے ہوں ٹکڑے ٹکڑے
دیکھے ملگت ترے محرم کے ہیں بن جھول کے خوب

بے خبر تجھ کو کسی بے برگ[3] کی خوں نوشی کی
ہونٹ ہیں لال کیے برگ سے تنبول کے خوب

تنگ آیا ہے بہت حسرتِ دل سے ممنوں
اٹھو چھاتی سے لگ، آغوش ذرا کھول کے خوب

ردیف "ت"

۱۴۴

پیشِ صیاد ہوں جتنا کہ پشیمان درست
طپشِ دل نے نہ چھوڑا کوئی پیکان درست

ہائے بیکاریِ وحشت کہ رکھیں مشغلہ کیا
نہ تو داماں ہی ثابت نہ گریبان درست

لاکھ پردے میں ہو وہ بت تو کروں سجدہ اسے
ساتھ ہے اپنے خدا کے مجھے ایمان درست

دل کو کیا آگ لگاتا ہے، ڈر اے کافر! ڈر
کیا جلانا ترے مذہب میں ہے قرآن درست

قصہ گر اپنے شکستِ دلِ محزوں کا کہوں
تو بھی یک بار تو کہہ منہ سے مری جان درست

سینہ میں حسرت و حرماں ہیں فراہم آتے
جان کو کوچ ہے، ہوتا ہے یہ سامان درست

حسرتوں کا مری مذکور کسی نے جو کیا
خود بھی بولے کہ ہیں سچ اس کے سب ارمان درست

اس سے ٹوٹا جو مرا دل تو کہا میں نے اس سے
آپ اس شیشہ کو کیجے گا اسی آن درست

ورنہ یک بوسہ میں لوں اور ابھی لوں، بولے
لے، جو لینا ترے مذہب میں ہے تاوان درست

کیسے اک طرفہ غزل اور بھی دیکھیں تو ردیف
کیا بٹھا دیتے ہو ممنونِ سخنداں درست

۱۔ آتہ کوئی آب وہ
۲۔ ب۔ دیتا کوئی شربت میں نہیں
۳۔ ب۔ بے برگ خوں
۴۔ لندن، ب۔ زائد غزل
۵۔ ب۔ بولا

۱۴۵

جوشِ دریا سے ہے بچ شورشِ طوفاں درست ہے مری چشم سے کیسے ، لعبتِ نیساں درست

تنگیِ غم نے شکنجہ میں یہاں تک کھینچا نہ رہا سینہ میں اک آبلہ اے جاں درست

کھینچ اے غمزۂ خونخوار نہ دل پر تلوار کیا ترے دین میں ہے خونِ مسلماں درست

گر مرا دودِ فغاں آنے تتق بندی پر کئی خیمے ابھی ہوتے ہیں فلک شاں درست

خبرِ مرگ مری سن کے تاسف سے کہا اب تو چندے نہیں ہم کو مسی و پاں درست

جگر و دل کے کچھ ایک لخت ہیں ، درہم برہم[1] کیجو پیوند تک اے سوزنِ مژگاں درست

زور پر دستِ جنوں آج ہے انشاء اللہ[2] نہ مرا جیب رہے نہ[3] ترا داماں درست

ہم کو وحشت سے ہے، وحشت کو بلا سے بیعت دستِ شانہ سے بلا رکھتی ہے پیماں درست

شانہ خود پیچ کا ہے ، پیچ ہیں اس مو کے مرید سلسلہ یوں ہی ہے تا زلفِ پریشاں درست

وحشیانہ روش ، آشفتہ سی صورت کیا ہے کچھ تو ممنوں کرے وضع بھی، انساں درست

۱۴۶

نہیں معلوم کیا ہے اب ترے[4] بیتاب کی حالت کہ ہر ہر دم دگرگوں ہے رخِ احباب کی حالت

میری کعبہ پرستی پر تاسف ہے کہ دیکھ آیا برہمن سے سجودِ بت میں کس آداب کی حالت

سسکنا پوچھ مت ذوقِ دمِ شمشیر میں اپنا نہ بہرِ آب ہو ، یہ تشنگانِ آب کی حالت

مندی آنکھیں ہیں پہروں اور تصور ہے ترے باتیں نہ اس بیخود کو بیداری کی ہے نہ خواب کی حالت

خیالِ چشم میں تیری کبھی بہکوں ، کبھی چپ ہوں بعینہٖ ہے یہاں مستِ شرابِ ناب[5] کی حالت

جگر کے لخت سوزِ سینہ سے یہ رنگ رکھتے ہیں نہو آتش پہ یوں برگِ گلِ شاداب کی حالت

پڑھا شب مرثیہ کس نے دلِ مظلوم کا اپنے گئی ہچکی یہ محفل میں تھی شیخ و شاب کی حالت

کہاں ہو ، رات جاگے دستمالِ شوق تھے کس کے چلے جاؤ کہ ہے اب اور اس بیتاب کی حالت

نہ مکرو ، آئینہ دیکھو کہ سبکی سے پریشاں ہے رخِ گلگوں کی رنگت ، طرۂ پرتاب کی حالت

غزل پُر درد ممنوں اس زمیں میں اب پڑھو ایسی کہ ہر ہر شعر پہ ہو اور معنیِ[6] نایاب کی حالت

۱۴۷

نہ سوزِ سینہ سے پوچھو دلِ بیتاب کی حالت نہ یہ اسپند کی آتش پہ۔ نے سیماب کی حالت

۱۔ ب: برہم و درہم

۲۔ آ: میں صرف یہی چار اشعار ہیں

۳۔ ب: نے

۴۔ آ: ترے اس

۵۔ آ۔ معنی نایاب

۶۔ لندن: معنی یاب لیکن 'نا' ضروری ہے، سہو کاتب

۱۴۷

کروں مسجد میں کیا سجدہ کہ اسکے یاد ابروہیں
بدل جاتی ہے صورت دیکھ کر محراب کی حالت

لگے ہو سینۂ سوزاں سے کس کے آج ، بدھی میں
رہا مرجھانے ، دیکھو ، ہر گلِ سیراب کی حالت

میری تربت پہ گل ہیں نہند ہے سبزہ لہکتا ہے
وہی مرکر بھی ہے کیا دیدۂ پر آب کی حالت

گیا خورشید سا چہرہ چمک کس کا اِک شب دیکھی
چراغِ روز سے بدتر رخِ مہتاب کی حالت

دلِ مضطر جو اپنا پھنس گیا بالی میں کل اسکی
نظر میں پھر گئی بس ماہی و قلاب کی حالت

جگر میں ، سینہ میں ، دل میں لبالب ہم بھی رکھتے تھے
کہیں کیا کثرتِ جنبشِ شکیب و تاب کی حالت

جھکے ترکانہ فوجِ غم کہ یہ صورت بنی اپنی
نہ پوچھو کچھ ، بغارت رفتنِ اسباب کی حالت

بڑھے ہیں بال ، وحشی چال ، تن پہ گرد ، منھ ہے زرد
وہی ممنون[1] یہ ہے ، مجھ کو ہے استعجاب کی حالت

۱۴۸

پنجۂ شانہ میں ہو[2] زلفِ دو تا ! یا قسمت
اپنے حصہ میں بلا پر ہے بلا ! یا قسمت

تھا یہ وعدہ دلِ خوں گشتہ کو روندونگا ، ترے[4]
پانے توسن پہ بندھی آج حنا ، یا قسمت

دردِ دل[3] ، داغِ الم سب ہیں لہو پینے کو
جمع ایک دل پہ ہیں اتنے شرکا ! یا قسمت

مرغِ گلشن کو یہ شیریں ہیں ، نہ لاوے یاں تک
بوے گل ، چاکِ قفس سے بھی صبا[5] ، یا قسمت

یوں کریں چارۂ بیماریِ اغیار وہ لب
یہ مرے درد کی ہوتی ہے دوا ! یا قسمت

عرش پر جب کہ ہوا بابِ اجابت مسدود
لب پہ تب سینہ سے آنے ہے دعا ، یا قسمت

نہ دمِ ذبح بھی دیدِ رخِ قاتل ہو نصیب
چشم کو پہلے مری باندھ دیا ، یا قسمت

اور ممنون کے کہنے سے غزل پڑھتا ہوں
پر مخاطب ہوں مرے ، یہ شعرا ! یا قسمت

۱۴۹

جان لے ہے وہ لبِ روح فزا یا قسمت
سم مرے حق میں ہوا ، آبِ بقا یا قسمت

دل کہیں ، صبر کہیں ، تاب کہیں چھوٹ گیا
دشتِ غربت میں چلے ، بے ، رفقا یا قسمت

زخم کو سینہ ملا ، داغ کو دل ، درد کو جان
عشق نے زور ہی بانٹا ہے کیا یا قسمت

ایک دل تھا کہ ذرا اس سے رہی تھیں باتیں
غم غلط کرنے کو وہ بھی نہ رہا ، یا قسمت

یوں شکنجہ میں کھنچے دستِ تمنا میری
اور لے ، بر میں اسے تنگ قبا ، یا قسمت

خم رہیں غیر کی باہیں تری گردن میں آہ
لے گلا ، تیغ پہ ہم نے ہے رکھا یا قسمت

خون کر دل کو کیا داغ نہ ، تا لالہ صفت
اپنی قسمت میں نہ یک جام ہوا یا قسمت

لب ترے وقفِ لبِ غیر ہوں ، سبحان اللہ
غیر دشنام مجھے کچھ نہ ملا یا قسمت

جز نمک خوانِ فلک سے نہ ملا ، سو وہ بھی
صَرف ، لب ہائے جراحت پہ ہوا ، یا قسمت

۱۔ ب : وہی ہے
۲۔ آ : ہے
۳۔ ب : درد و غم داغ و الم
۴۔ آ : کے
۵۔ آ : صبا

غیر کو دے ہے لعلیں ، مجھے دکھلا دکھلا [illegible] خون دل میں [illegible]
خونِ حسرت سے بھرا جام، تمنا اس کا [illegible] ممنوں کی [illegible]

۱۵۰

مثلِ زہاد نہ اپنی ہے جبیں خاک پرست — کشتہ عشق ہوں ، سر ہے ، سرِ فتراک پرست
جاؤ اے بخیہ گراں! سوزنِ تدبیر لیے — کر جگر دشنہ طلب، اور ہے دلِ چاک پرست
وصف اوس غمزہ خونخوار کا کہتے ہیں سدا — کشورِ عشق کے سب لوگ ہیں سفاک پرست
دور آلائشِ تہمت سے نگہہ ہے اپنی — پاک ہے حسن ترا اور ہیں ہم ، پاک پرست
عرش تک مشتِ غبار اپنی میں دیکھے ہے عیاں — جوں مہندس نہیں اپنی نظر افلاک پرست
آبِ زر میں بھی ہے خاصیتِ آتش بالکل — کیا عجب گر ہوں منِ بعد اگر تاک پرست
آبلہ چند کے ، ممنوںؔ نہ پرستار ہوں ، ہم — بندہ فہمِ درست اور ہیں ادراک پرست

۱۵۱

صف بستہ کہاں ہونے گی فردائے قیامت — کشتوں پہ ترے تنگ ہے صحرائے قیامت
ہر گام پہ سو طرح کے سیکھے فتنے[3] اٹھاتا — قامت ہے ترا معرکہ آرائے قیامت
ہے فیضِ قدم سے ترے دیوانے کے[4] برپا — ہر خانۂ زنجیر میں غوغائے قیامت
پروردہ ترے دوزخِ ہجراں میں ہوئے ہیں — عشاق کو[5] کیا ہیبتِ گرمائے قیامت
آمد سے تیری ہم پہ جو ہونی تھی سو ہوئی — اب دغدغہ حشر ، نہ پروائے قیامت
قد تیرا نظر کر، دمِ رفتار ، کہیں سب — دیکھو کہ قیامت میں ہوئی جائے قیامت
پھیلے گا کہاں ہائے مرا نامۂ عصیاں — معلوم ہے! وسعت گہ پہنائے قیامت
رفتار تری اس دلِ مضطر میں بھرے ہے — آئی ہے قیامت بتماشائے قیامت
شورش دلِ شوریدہ سے لی ، دامِ قضا نے — ممنوں کیا طرح یہ غوغائے قیامت

۱۵۲

غالباً گزری نسیمِ باغ سوے کوے دوست — بوے گل میں کچھ ملی آتی ہے مجھ کو بوے دوست
یوں نہ بے دردی سے کھینچ اے شانۂ بیدرد آہ! — صد دلِ خوں گشتہ ہیں وابستۂ گیسوے دوست
خط جدا ، مژگاں جدا، زلفیں جدا مانگے ہیں دل — دشمنِ جاں ہوگیا اپنا تو ہر ہر موے دوست

---

۱ ۔ آ، ب: زائد شعر
۲ ۔ ب: تخلص کی جگہ خالی ہے
۳ ۔ ب: فتنہ سے اٹھاتا
۴ ۔ آ: تری دیوانگی برپا
۵ ۔ ب: جی

ہم سے از خود رفتگاں کو کیا ہے ہستی کی خبر — کھو دیا جب آپ کو ، تب کی ہے جستجوئے دوست

کچھ تو وہ طرزِ خلش سمجھے ، دلِ بیتاب کو کس طرح رکھ دوں درونِ سینہ و پہلوئے دوست

آئینہ میں اور مجھ میں تو عداوت ہو چکی — زیرِ سر رکھنے لگا ہر آن وہ زانوئے دوست

رنگ و بو میں برگِ گل سے کم نہیں ہر ایک لخت — ہے دلِ صد چاک از بس محوِ رنگ و بوئے دوست

جھوٹ کیوں بولے ہے قاصد! میری تسکیں کے لیے — میں نہیں پہنچانتا کیا طرزِ گفت و گوئے دوست!

اس تک' ازخود رفتگی بس رفتہ رفتہ لے گئی — جو کہ گزرا آپ سے ، آخر وہ گزرا سوئے دوست

طور جل کر خاک اور بیخود ہوا جس سے کلیم — جلوہ فرما ہو گیا پردے سے تھا ، تک روئے دوست

دشمنِ جاں دوستوں کا غیر نے اس کو کیا — ورنہ پہلے تو نہ تھی ممنون ایسی خوئے دوست

ردیف "ٹ"

۱۵۳

رات شعلہ یہ اٹھا نالۂ سوزاں سے لپٹ — کر بھبوکے گئے افلاک کے داماں سے لپٹ

دل کو یاں کچھ ہے شکنجِ غم و حسرت میں فشار — کون سویا ہے وہاں سینۂ جاناں سے لپٹ

صبح رخصت ہے گلستاں سے برنگِ شبنم — خوب سا روئے یک یک گلِ خنداں سے لپٹ

نکہتِ گل میں ہے آمیختہ کچھ عطر کی بو — آئی ہے بادِ چمن کس کے گریباں سے لپٹ

متوسل خس و خاشاک سے جیسے ہو غریق — لختِ دل جائیں ، دمِ گریہ ہیں ، مژگاں سے لپٹ

آئے ہے یاد[۲] ہم آغوشیِ شمشاد قداں — خوب سا روئے ہر سروِ خیاباں سے لپٹ

سینہ میں آتے ہی دل ، تیر سے تیرے لپٹا — جیسے مشتاق کوئی جائے ہے ، مہماں لپٹ

سخت پیوندِ محبت ہے ، اسے دیکھ نہ کھینچ — دل نکل آئے مبادا ، سرِ پیکاں سے لپٹ

درد آمیز غزل زور پڑھی مجلس میں — روئے ہم خوب ہی ممنونِ غزل خواں سے لپٹ

۱۵۴

کس کی بو آئی نسیمِ چمنستاں سے لپٹ — دل کھنچا جائے ہے اسکے سرِ داماں سے لپٹ

آتش دل سے مبادا بھڑک اٹھے ناداں — پہنے گہنا ، نہ مرے سینۂ سوزاں سے لپٹ

دیکھ پیوند محبت کہ بوقتِ پرواز — رشتۂ دام گئے پائے اسیراں سے لپٹ

اب تلک نکہتِ گل آئے ہے بستر سے زبس — خواب میں سوئے شب ، اس رشکِ بہاراں سے لپٹ

قیس اس دشت میں یاد آئے ہے جی کھول کے خوب — روئے آج ہر اک نخلِ مغیلاں سے لپٹ

جیسے بچھڑے ہوئے ملتے ہیں کہیں دوڑ کے ، ہم — روئے اس کوچہ میں اپنے دلِ نالاں[۳] سے لپٹ

۱۔ آ: کی

۲۔ ا، ب: غم

۳۔ آ: ناداں

گوندھیو دیکھ کے مشاطہ ، تک آہستہ وہ بال [illegible]
رحم بس اے تپِ دل ، رحم کر جوں رشتہ شمع [illegible]

ردیف "ث"

۱۵۵

کہیں گر مے نہ پی آنے ہو ، سرشاری کا کیا باعث
کہ کج رفتاری و آشفتہ دستاری کا کیا باعث

فریبِ وعدہ میں آیا مگر ، پھر منتظر تیرا
فلک کو دیکھنا اٹھ اٹھ کے بیداری کا کیا باعث

پئے تاراجِ دل فوجِ کرشمہ کون سی کم تھی
سپاہِ غمزہ! پے در پے مددگاری کا کیا باعث

مریض اپنے کو دیکھا آہ خون آلود کیا کیا ہے
نہ تھا گر درد دل میں ، نالہ وزاری کا کیا باعث

گہے سینہ پہ ، گہہ پہلو پہ ناحق ہاتھ رکھتا ہوں
کہ دل تو لے گیا کوئی ، خبرداری کا کیا باعث

نگاہِ مست ساقی سے ہو ، جب تحلیفِ مے نوشی
خرد مندو! کرو انصاف ، ہشیاری کا کیا باعث

ترے بیمار کی شاید وداعِ جان ہے تن سے
جنازے کی وگرنہ ، واں سے تیاری کا کیا باعث

خدانخواستہ کیا کم ہوا[2] جوشِ جنوں اپنا
کہ تم سے جیب و داماں ! دست برداری کا کیا باعث

کہیں وقتِ خطاب اُے یار[2] اپنے منھ سے نکلا تھا
لگا کہنے کہ مجھ میں[3] ، آپ میں یاری کا کیا باعث

کروں تھا شکوہ تجھ سے پھر ستمگاری کا میں اے دل
بگڑ کر مجھ سے یوں ، اسکی طرفداری کا کیا باعث

نہ چشم اپنے کہے میں ہے ، نہ دل ، نہ جان اے ناداں
یہ مجبوری اور اس پہ لاف مختاری کا کیا باعث

عبث کہتے ہو تم عاجز ہوں دستِ دل ستاناں سے
کہ بیادہ گوئی کا ، اس ہرزہ گفتاری کا کیا باعث

نہیں کچھ زور سے لیتا کوئی ، دل دو ، نہ دو ، ممنوں
یہ مجبوری کا کیا موجب ، یہ ناچاری کا کیا باعث

بھلا کیا فائدہ ممنون[1] کیوں خاموش بیٹھے ہو
کرو مشغلِ غزل گوئی ، کہ بیکاری کا کیا باعث

۱۵۶

نہ تیغِ عشق گر کھائی ، دل انگاری کا کیا باعث
مژہ سے دم بدم ممنون ، خوں باری کا کیا باعث

مرے سینہ میں گر آتشکدہ پنہاں نہیں ظالم
فغان و آہ سے ہردم شرر باری کا کیا باعث

تصورِ چشمِ خوباں کا مقرر تم کو رہتا ہے
وگرنہ حضرتِ دل ! اتنی بیماری کا کیا باعث

ہوا جب کام اپنا ، کامِ دل تب پوچھنے آیا[4]
مجھے غم کھاچکا اب میری غمخواری کا کیا باعث

بنو دلدار اوروں کے ، مجھے یہ دم دلاسا ہے
نہ دوں گا دل ، نہ دوں گا دل ، کہ دل داری کا کیا باعث

گرہ میں نقدِ دین و دل بھلا اب ہے رہا کس کے
ترے اس طرۂ پرخم کی طراری کا کیا باعث

مرے آگے بہت ہی پاک دامانی کا دعویٰ تھا
درونِ خلوتِ اغیار مے خواری کا کیا باعث

۱۔ب: تخلص کی جگہ خالی ہے
۲۔ب: منھ سے اپنے
۳۔آ: سے
۴۔آ، ب: آنے

۱۸۷

نگار و نقش تن پر ، کس لیے مژگانِ خوں افشاں! قبا ٹھہری جو عریانی ، قلم کاری کا کیا باعث
تمہاری مہربانی ہی میں آخر کام ہے اپنا رکھے گر نُھور دل داری ، دل آزاری کا کیا باعث
عجب دیوانگی ہے کوئی بھی[1] دل یوں پھنساتا ہے بہت دانا تھے تم ممنوں! گرفتاری کا کیا باعث

۱۵۷

درونِ باغِ جہاں بھر یک پیالہ عبث جگر کو داغ کرے ، کوئی شکلِ لالہ عبث
خرابیوں کو بہت تھی کسی کی گردشِ چشم گیا ہے دورِ فلک پر عبث ، حوالہ عبث
کیا سیاہ نہ یک بار ، روے صبحِ فراق اگر سپہر پہ پہنچا تو دودِ نالہ عبث
ورق بکیے دلِ صد لخت کے ، سرشک نے گم پڑا ہاتھ میں اطفال کے ، رسالہ عبث
مے دو سالہ پیو ، تا ، کھلے یہ کیفیت کہ شیخ تھا ورع و زہدِ شصت سالہ عبث
نہ ایک رات بھی اس مہ سے بھر سکے آغوش کیا ہے آپ کو خالی برنگِ ہالہ عبث
ہماری[2] کشت کو برقِ فغاں ہی کافی تھی سرشک گرنے لگے اور مثلِ ژالہ عبث
بہت اسیر ہیں ممنونؔ سے ، مرگیا تو کیا نہ کھول بال تو اے عنبریں کلالہ عبث

۱۵۸

ہر حرفِ آرزو پہ کرے تھا وہ یار بحث ایک ایک بات پہ تھی اسے شب ہزار بحث
لانی ہے[3] کھینچ ، آرزوے زخم دور سے اک وار پر نہ قاتلِ خنجر گزار بحث
حیرت زدوں کو محفلِ تصویر کی طرح نئے ہے اشعار رمزو کنایہ ، نہ کار بحث
یا ذکرِ دوست یا ہے زباں پر حدیثِ عشق جوں اہلِ مدرسہ نہیں ، اپنا شعار بحث
تکرار سے (دل)[4] اپنا جو مانگا ، کہا کہ چل ملتا ہے یہ کوئی نہ عبث ، بار بار بحث
کیجیے اگر گلہ تو طرف دار یار ہو تم ہی لگانے مجھ سے دلِ بیقرار بحث
ممنوں مجھے ، نصیحت صاحب یہ یاد ہے تا صبح ممکن است ، مکن زینہار بحث

ردیف "ج"

۱۵۹

دل ہی جھیلے نگہِ برق وشِ یار کی آنچ کہ سنبھلتی نہیں ہر ایک سے تلوار[5] کی آنچ
تابہ سینہ پہ رکھتے ہی ہوا ہاتھ کباب شب غضب تیز رہی سوزِ دلِ زار کی آنچ

۱۔ آ، ب: یوں دل
۲۔ آ، ب: میں زائد شعر
۳۔ آ: تھی
۴۔ لندن: "دل" نہیں لکھا ہے غالباً سہو کاتب ۔ ب ۔ دل
۵۔ لندن: سے بے تلوار ، سہو کاتب

گریہ گرم سے پلکیں گئیں یک بار بھڑک ‍ ‍ ‍ ‍ [illegible]

تمتمایا سا رخِ گل ہے ، لگے دور سے کیا ‍ ‍ ‍ ‍ نالہ [illegible] گرم [illegible] اسیران [illegible] کی آنچ

سینہ سے تا بلب و کام ہو گلو چھالے ہیں ‍ ‍ ‍ ‍ کچھ ہے تلی سی کلی [illegible] شرر بار کی آنچ

حذر اے چرخ کہ کافی ہے ترے خرمن کو ‍ ‍ ‍ ‍ تفتگاں کے نفسِ صاعقہ کردار کی آنچ

مضطر آئینہ کو جوں چشمہِ سیماب کرے ‍ ‍ ‍ ‍ گرمیِ پرتوِ عارضِ دلدار کی آنچ

بیٹھ مت زخمیِ دل سوختہ عشق کے پاس ‍ ‍ ‍ ‍ راہ سے نکلے ہے اس پہلوے افگار کی آنچ

طاقِ آتش کدہ ساں کیوں نہ وہ ابرو ہو سیاہ ‍ ‍ ‍ ‍ کہ پہنچتی ہے سدا آتشِ رخسار کی آنچ

ہو گریبان ادھر اشک سے تر اور ادھر ‍ ‍ ‍ ‍ دے ہے یک دم میں جھلکا سینہ تفدار کی آنچ

ہاتھ ملس پہ بڑھا مت کہ نہ لگ جانے لپٹ ‍ ‍ ‍ ‍ سخت سوزاں ہے تپِ عاشقِ بیمار کی آنچ

آہنی کنج و قفس ، دام، کہیں دے نہ جلا ‍ ‍ ‍ ‍ آتشِ نالہ مرغانِ گرفتار کی آنچ

طور کو خاک کیا ، طاقتِ موسیٰ کو گداز ‍ ‍ ‍ ‍ قہر ہوتی ہے کچھ اس مشعلِ دیدار کی آنچ

واسطے خرمنِ ہستی کے مری ، برق ہوئی ‍ ‍ ‍ ‍ کیا مگر تھی چمک اس خنجرِ خونخوار کی آنچ

استخوان میں تپ، نہفتہ فغاں سے بھڑکی ‍ ‍ ‍ ‍ جوں بھبکتی ہی رہے باد سے نئے زار کی آنچ

بادہ ہر چند رہا آب نشاں ، بھبکی اور ‍ ‍ ‍ ‍ آتشِ شوقِ حریفانِ قدح خوار کی آنچ

گرم گوئی پہ جنہیں لاف ہے، جی ان کا جلا ‍ ‍ ‍ ‍ دے ہے ممنوں تری گرمیِ گفتار کی آنچ

۱۶۰

متصل نالے جو آنے شب لبوں پر چار پانچ ‍ ‍ ‍ ‍ ہر طرف جلنے لگے ہمسایہ کے گھر چار پانچ

انگلیاں مہندی بھری کیا کیا کھٹکتی ہیں تری ‍ ‍ ‍ ‍ اس سے بہتر تھے دلِ پرخوں میں خنجر چار پانچ

غالباً اندوہِ حرماں، رنج و غم، حسرت نہوں ‍ ‍ ‍ ‍ ہمرہِ تابوتِ دل تھے شخص مضطر چار پانچ

دھیان جب آتا ہے ان خونخوار مژگاں کا یہاں ‍ ‍ ‍ ‍ چھوڑ جاتا ہے مرے سینہ میں نشتر چار پانچ

شوق نامے کس قدر لکھے ہیں اس کو کیا کہوں ‍ ‍ ‍ ‍ جاچکے ایک اک گھڑی میں ہیں کبوتر چار پانچ

لے[3] بہ لبِ دودِ فغاں میرا[4] لگے ہونے جو جمع ‍ ‍ ‍ ‍ سائباں کھنچ جائیں گردوں کے برابر چار پانچ

مرگیا رنگیں رخوں کے ، دیکھ کر بونے سے قد ‍ ‍ ‍ ‍ گل کے پودے رکھ، مری تربت پہ لاکر چار پانچ

چند نکتے رازِ وحشت کے مرے ، لکھیں اگر ‍ ‍ ‍ ‍ سینہ مجنوں کے سے بن جائیں دفتر چار پانچ

اس زمینِ تازہ میں طرزِ غزل پر تک ہمیں ‍ ‍ ‍ ‍ اور بھی ممنوں سنا تو شعر کہہ کر چار پانچ

۱۶۱

آج ، بوسے ، جاؤں گا اس لب سے لیکر چار پانچ ‍ ‍ ‍ ‍ کون سنتا ہے تری عیاری دلبر ، چار پانچ

---

۱ ۔لندن، ب میں زائد شعر

۲ ۔آتہ کیا ہے

۳ ۔لندن و ب: زائد شعر

۴ ۔ب: میرا لگے ہونے ، لندن :۔ میرے ،

١٨٩

کس[1] کے ناخن دل میں گڑتے تھے کہ جاے لختِ دل / چشم سے ٹپکا ہے جیسے برگِ گلِ تر چار پانچ
شرم ، شوخی ، عشوہ ، غمزہ ، ناز ، لیتا ایک ایک / کاش دل ہوتے مرے پہلو کے اندر چار پانچ
فوجِ رنج و خیلِ غم ، بلواے یاس ، انبوہِ درد / ایک مسکیں جان پر جھک آئے لشکر چار پانچ
لختِ دل ، دنبال اشکوں کے ہیں جیسے سلک میں / بعد اک یاقوت کے گوندھے ہیں گوہر چار پانچ
میں نے کل اس سے کہا دو ایک بوسے لوں[4] پہ لوں / وہ لگا کہنے مقرر[3] تم سنوگے چار پانچ
ایک دو جرعہ سے یاں بجھتی ہے کوئی تشنگی / بے تہ بے دے ساقیا تو مجھ کو ساغر چار پانچ
قصرِ معنی پر ہوں ممنوں ، طرفہ نازک کاریاں / ریختہ تجھ بہ یہ نہیں رکھ دیجے پتھر چار پانچ

١٦٢

آہ کس کس نے لڑانے نہیں تدبیر کے پیچ / نہ کھلے ، پر نہ کھلے ، رشتۂ تقدیر کے پیچ
ہو ، نہ باتوں سے کہیں و اشدِ حیرت زدگاں / کہ ہوا سے نہ کھلیں کاکلِ تصویر کے پیچ
دلِ گم گشتہ کا اپنے نہیں ملتا ہے سراغ / چھان ڈالے ہیں رہِ زلفِ گرہ گیر کے پیچ
دل پہ کیا کیا نہ یہاں سانپ سے لہراتے ہیں / یاد جب آتے ہیں جعدِ سیہ قیر کے پیچ
چینِ ابرو کے تری رشک سے بل کھاتے ہیں / بے سبب بھی تو نہیں جوہرِ شمشیر کے پیچ
پیچ[5] ہر صیدِ زبوں زلفِ بتاں ہو نہ کمند / گردنِ شیخ ہو اور سبحۂ تزویر کے پیچ
راہ رسوائی کی سیدھی ہے سوے منزلِ عشق / خمِ زنجیر ہیں یاں کوچہ تو قیر کے پیچ
پیچشِ مار دوخاں تابِ کمند و خمِ دام / رشتۂ جاں کے بل ، سنبل و زنجیر کے پیچ
مدعا ہے شکنِ زلفِ بتاں سے باقی / موشگافانِ معانی کے ہیں[6] ، تحریر کے پیچ
پہلواں گوئی ممنوں سے نپٹ عاجز ہیں / یاد تھے جن کو بہت کشتی تقریر کے پیچ

١٦٣

منتِ بخیہ و مرہم ، دل افگار نہ کھینچ / خون ہو ناز کسی کا بھی ، یہ زنہار نہ کھینچ
زخم سینے کے نہ سی دیں ترے مجروح کبھی / تا جگر سے وہ رفو کے لیے لیں تار نہ کھینچ
بند بند اپنا ہے لبریزِ فغاں صورتِ نے / اور کہتا ہے وہ نک ، سانس خبردار نہ کھینچ
یاں ہے ہر مشقِ مضامینِ تمنا جوں لوح / کب قلم ہم نے دیا اس پہ کئی بار نہ کھینچ
تنگ ہوں دستِ رقیباں سے ، سر کو پہ ترے / کہتے ہیں پاؤں سے نک بیٹھ کے یاں خار نہ کھینچ

١۔لندن، ب۔ زائد شعر
٢۔آ: نہ
٣۔آ، ب۔ سنوگے کیا مکرر
٤۔آ: پہ
٥۔لندن، ب۔ زائد شعر
٦۔ب۔ کی ہے

ہم صفیروں کو نکر آتشِ حسرت پہ کباب   [illegible]

جذبۂ قیس! نہ گستاخ ہو بس اپنی طرف   یوں عناں ناقۂ لیلیٰ کی [illegible] نہ کھینچ

در و دیوار پہ تصویر تری صبح تلک   دیکھے کس رات ترا عاشقِ دیوار نہ [illegible]

اس ہوا سے مرے سینہ میں عجب اٹھا درد   دم بدم یوں نفسِ سردِ دلِ زار نہ کھینچ

میں ہوں اور وہ ہے، نہ اے آئینہ تو بیچ میں آ   مجھ میں اور یار میں فولاد کی دیوار نہ کھینچ

جان میں اسکی آب[1] اے جانِ جہاں آب ہے تو   دے نہ ممنوں کو آزار، خود آزار نہ کھینچ

۱۶۴

ہم سے کتنے بے دلوں کو، کب سے منزل تک پہنچ   یار گو دل میں ہے پر ہم کو کہاں دل تک پہنچ

واہ رے برگشتگی[2]، اس طالعِ برگشتہ کی   ناوک اسکے پھر گئے سو مرتبہ، دل تک پہنچ

دشتِ تنہائی میں صحرا گرد ہے، جوں گرد باد   مشتِ خاک[3] قیس کی مشکل ہے محمل تک پہنچ

کشتیِ طاقت ہے شکستہ اور بحرِ غم کا[5] جوش   مژدہ نومیدی! نہیں اب اپنی ساحل تک پہنچ

اب تو ادس خار سر کو سے بھی، ہم پانی نہیں   ایک دن وہ[6] تھے کہ تھی، اس گل کی محفل تک پہنچ

صید گاہِ شوق میں کیا بے ادب وہ صید ہے   جو کر جاتا ہے تڑپ کر، پائے قاتل تک پہنچ

خاک ہو کر گل بنے ہم، گل سے پیمانہ بنے   کی غرض لعلِ لب[7] شیریں شمائل تک پہنچ

ایک ہی جنبش میں حسرت کش، ترے کا کام ہے   کیوں پھرے ہے تیغ قاتل حلقِ بسمل تک پہنچ

الفتِ پنہاں کے اپنی کس قدر چرچے ہوئے   بات خلوت کی، گئی آخر محافل تک پہنچ

آ، تماشا دیکھ تو بھی کیا ہجومِ خلق ہے   ہو گئی دشوار اب، اس تیرے گھایل تک پہنچ

کون اب مشکل کشائی تیرے ممنوں کی کرے   تو ہی اے مشکل کشا! فریادِ مشکل تک پہنچ

۱۶۵

روے[8] ہوا یہ کوششِ نقش و نگار ہیچ   طولِ امید و عالمِ ناپائیدار ہیچ

اس رنگ و بو پہ بستگیِ دل ہے، عندلیب   تو ہیچ، باغ ہیچ گلِ نو[9] بہار ہیچ

دھویا ہے کس کے دامنِ دل سے نہ تک غبار   تردستیاں[10] تری! مژۂ اشکبار ہیچ

۱۔آ۔دے

۲۔آ۔اس کے بس

۳۔ب۔خاک

۴۔آ۔سرگشتگی

۵۔آ۔پایہ

۶۔آ۔تھا

۷۔آ۔لب

۸۔ب۔یہ غزل نہیں ہے - سہو کاتب، تصحیح قیاسی

۹) لندن - گل و بہار

۱۰۔آ۔تر دامنی

یاروں میں تھے بیانِ دہان و میانِ یار[1]   نکلا مری زبان سے بے اختیار ہیچ
جب وصل میں مزے ہیں کہ دونوں ہوں ایک دل   دل ہی اگر نہووے تو بوس و کنار ہیچ
دو روز رنگِ لالہ و گل ہے بہار پر   باقی ہے اس چمن میں بجز زخمِ خار ہیچ
پیشِ حساب محنتِ شبہائے انتظار   افسانۂ صعوبت و روزِ شمار ہیچ
ہو مستِ جام عشق کہ سر خوش رہے سدا   یہ ہی وہ نشہ ہے کہ صداعِ خمار ہیچ
لکھا[2] ہے ہر مزار پہ خطِ غبار سے   دیکھا! کہ تھی یہ زندگیِ مستعار ہیچ

ردیف "ج"

۱۶۶

نہ سی[3] پہلو کے چاک اے بخیہ گر آج   نکلنے دے ذرا دودِ جگر آج
کشتندہ شادیِ ناگہ سنی تھی   وہ آیا پاس میرے بے خبر آج
لگی کیا آگ سینہ میں الٰہی!   کہ ہر ہر دم میں اڑتے ہیں شرر آج
بہت پہلوے دل سے رنج کھینچے   اے تو کھینچ، سینہ چیر کر آج
رسے ہیں چاکِ دل تارِ جگر سے   کیے، ہم زخمیوں نے کیا ہنر آج
اٹھا کیا درد دل میں اور ڈھب کا   کہ ہے فریاد کی طرزِ دگر آج
بچے، تو اے فلک! کشتی بچالے   کہ آئی جوش پر، پھر چشمِ تر آج
بدرد آیا دلِ قاتل عبث کیوں   مرے لاشہ پہ آنے نوحہ گر آج
نہ قاتل ہی مرا وہ ہو، کہ نادم   کھڑا تھا اک جوان، تابوت پر آج
پھرے تھا جلد کیا کافر، شبِ وصل   گیا، گردش سے رہ، گردوں مگر آج
وہیں ہیں جابجا، سر کے نہ تارے   سیاہی رات کی ہے کس قدر آج
فلک کو کب تلک اٹھ اٹھ کے دیکھوں   نہیں پیدا کچھ آثارِ سحر آج
غزل اک اور بھی ممنون[4] پڑھ لے   کہ دل بہلے مرا اے نکتہ ور آج

۱۶۷

اٹھے ہے ہول سا کچھ ہول پر آج   نہیں جی چھوڑتا، دردِ جگر آج
خلش پر، پھر کسی کی آئیں پلکیں   کہ دل میں چبھ رہے ہیں نیشتر آج
میں اک سو، بزم میں بیٹھا ہوں روتا   کہ کن انکھیوں سے وہ دیکھے اِدھر آج
ذرا ضبطِ سرشک اے چشمِ گریاں   کہ موجِ آب پہنچی تا بہ سر آج

---

۱ - آ: تھی وہاں جو بیانِ دہانِ یار
۲ - آ: زائد شعر، لندن - : ندارد،
۳ - ب: یہ غزل بہت آگے ہے۔
۴ - ب: تخلص کی جگہ خالی ہے۔

نہ اپنے حال پہ اتنا بھی رو ، [illegible] کر [illegible] آج
نہیں دیتی دکھائی صورتِ زیست ، غضب صورت نہیں آیا [illegible] آج
مبارک گل کو رنگارنگ جلوے ، حنا بہ خوں ہے بیاباں ، طرفِ [illegible] آج
پہنچے اوس صیادِ بے پروا نے تڑپے ، بہت صحنِ چمن سے دور تر آج
طپش دل کی لیے جاتی ہے کھینچے ، گہے تا بام ، گاہے تا بہ در آج
نہیں معلوم وعدہ کر گیا کون ! ، کہ ہم آئیں گے ممنوں ، تیرے گھر آج

۱۶۸

اندوہِ درد ، داغِ الم ، غم ، عذاب رنج ، دل ایک اور اوس پہ ہیں[۳] یہ بے حساب رنج
نوحوں سے تیرے نیند تو ہر اک کی اڑگئی ، ہمسایوں کو نہ دے ، دلِ خانہ خراب رنج
راحت کہیں نہیں[۱] ، بغلِ گور کے سوا ، اڑجانے زندگی کا ، الٰہی شتاب رنج
گوہیں ہزار رنگ کی پیری میں حسرتیں ، سب سے زیادہ دے ہے پہ یادِ شباب رنج
اے شانہ کھول مت شکنِ زلفِ یار دیکھ ! ، دل کے بزیر طرہ پر پیچ و تاب رنج
پہلو میں نیش کی ہے خلش ، ہر طپش کے ساتھ ، دکھلاتا ہے کیا دلِ پر اضطراب رنج
وہ پاؤں ، یوں نہ آئیں ، تک آغوشِ شوق میں ، دیتا ہے کیا شکنجۂ رشکِ رکاب رنج
آتش پہ لوٹ لوٹ کے کاٹی ہے آج رات ، جل جائیں تیرے بس یہ[۴] تپِ سینہ تاب رنج
اشکوں سے چشم ، آہ سے لب ، تپ سے دل جلا ، ممنوں کو دے ہم آتش و باد و آب رنج

۱۶۹

آہوں[۵] کا گھٹ گیا جو دھوئیں پر دھواں ہے آج ، کیا تلخ ، خوابِ راحتِ ہمسائگاں ہے آج
آہستہ میری جان ! سخنِ التفات کہہ ، کان اس طرف لگانے ہوئے آسماں ہے آج
اللہ رے رشکِ گل جو گریباں میں ہے ترے ، سینہ کے واسطے مرے سنگِ گراں ہے آج
بزمِ پری رخاں میں نہفتہ مری طرف ، دیکھے عجب نگاہ سے وہ بدگماں ہے آج
اے ہمرہِ کعبہ رواں بس وداع ہے ، دل کھینچتی محبتِ دیرِ مغاں ہے آج
کیا کشت و خوں ہے سینہ میں ، زخمی ہے لختِ دل ، لاتا بہانے اشک کا آبِ رواں ہے آج
کہہ دو مسیح سے کہ سرک جانے اک طرف ، تیرِ فغاں کا چرخِ چہارم نشاں ہے آج
شعلہ سے رنگ چہرۂ گل کے ہیں جل بجھے ، بلبل کا ایک پر نہ کوئے آشیاں ہے آج
بیمار تیرا شب ، تپِ دوری سے پھنک گیا ، اٹھتا فراشِ خواب سے کچھ کچھ دخاں ہے آج

۱۔ آ: رو ئیں گے

۲۔ آ: صرف

۳۔ ب: ہیں یہ ۔ ۴) لندن ۔ ہم باد ، ساقط الوزن غالباً سہو کاتب

۵۔ لندن: زائد غزل

کیا حال ہے مریض کا تیرے کہ نبض دیکھ — انگشت ہر طبیب کی وقفِ دہاں ہے آج
بہلا رہا ہوں کہہ ، دلِ دیوانہ کو بھی — کہتے ہیں یار تیری طرف مہرباں ہے آج
کیا آگیا نظر ہے ترے دشمنوں کا رنگ ! — ممنون کچھ اداسِ رخِ دوستاں ہے آج
ممنون اس زمین میں پڑھ اور اک غزل — تیرا سخن پسندِ دلِ سامعاں ہے آج

۱۷۰

کیا[1] دل کو دستِ غم میں فشارِ نہاں ہے آج — مژگاں سے قطرہ قطرہ لہو کا چکاں ہے آج
باتیں زبس تھیں تیرے تصور سے شب مجھے — نزدیکیوں کو وصل کا تجھ سے گماں ہے آج
بچ جانے جانِ صیدِ حرم یا نہ بچ سکے — آتا لیے وہ ہاتھ میں تیر و کماں ہے آج
اے آرزوے خم شدنِ دست ، بے جواب — بدھی کے بوجھ سے وہ لچکتی میاں ہے آج
ہم آگئے ہیں ہستیِ موہوم سے بہ تنگ — پھر دل کسی کے صرفِ خیالِ دہاں ہے آج
وہ دن گئے کہ عرش بھی ، نالے ہلائے تھے — اک سانس لے سکے ، نہ ترے ناتواں ہے آج
انکار صاف ربط سے ہے غیر کے ، ولے — کھاتے ہو جب قسم تو اٹکتی زباں ہے آج
غمزہ ، ادا ، کرشمہ ، نگہ ، دل پہ آنے جھک — کوئی خدنگ ، کوئی لگاتا سناں ہے آج
شب چھیڑتے ہی قصہ دل پوچھتا تھا یوں — نبڑے گی یا نہیں ، یہ تری داستاں ہے آج
گزرا ہے گرم شعلہ نفس کون سا ادھر — جوں سنگِ سرمہ راہ کا سنگِ نشاں ہے آج
کل دیکھتے ہی دیکھتے ، اس نے اڑالیا — پھر مجھ سے پوچھتا ہے ترا دل کہاں ہے آج
نادان چونک قافلہ ، یاروں کا چل بسا — ممنون اب تلک تجھے خوابِ گراں ہے آج

ردیف "ح"

۱۷۱

دیکھ اس چشمِ گراں خواب کی طرح — ٹھیک ہی مستِ مئے ناب کی طرح
جگر تشنہ (کو[2]) اپنے ہے عزیز — دمِ شمشیر ترا آب کی طرح
آذ . جس طرح بنے آذ . کرے ہے — آج اور آب کے بیتاب کی طرح
کھل گیا کس کا یہ چہرہ ! بے نور — در و دیوار پہ مہتاب کی طرح
چین بابرو و بکف آیا تیغ — دیکھ اس قاتلِ احباب کی طرح
کیمیا کا بھی نسخہ ہے عجیب — آب مرجائے سیماب کی طرح
گوشِ خوباں سے بروں اپنا حرف — ہے گرہ ، گوہرِ نایاب کی طرح
آنے کس دل میں چبھو کر پلکیں — سرخ ہیں دشنہء قصاب کی طرح
گرد اپنے ہی سفر ہم کو رہا — روز چکر میں ہیں دولاب کی طرح
خشک دجلہ مری آنکھوں نے تمام — بھر دیے آن میں ، تالاب کی طرح

۱۔ لندن ۔ زائد غزل
۲۔ لندن ۔ "کو" ندارد ، تصحیح قیاسی

چومتا لب کا ترے ، کھتا ہے [illegible]

غزل اے حضرتِ دل اور چھو[illegible] [illegible]

۱۷۲

پوچھ مت اس دلِ بیتاب کی طرح — برق کی ، یا کہ ہے سیماب کی طرح

آؤں گا خواب میں ، کہتے ہو تم — پر بہاں کون سی ہے خواب کی طرح

اسکو کھینچا تو بغل میں بولا — یہ ہے عشق نئے آداب کی طرح

حسن کس کا ہے بھرا سینہ میں — داغ ہیں مہرِ جہاں تاب کی طرح

دلِ سوزاں ہے ، فروزاں قندیل — قدِ خم گشتہ ہے ، محراب کی طرح

بند ٹوٹا ہے یہ کس دریا کا — اشک کا جوش ہے سیلاب کی طرح

چین[1] کی مد ، ترے ابرو پہ دراز — تیغِ خمدار پہ ہے تاب[2] کی طرح

عشق کی سب میں سرایت دیکھی — کہ ہر اک رنگ میں ہے آب کی طرح

غایت عشق میں ہوتی ہے ایک — ساتھ محبوب کے احباب کی طرح

ہے مرے دود و فغاں کو خم و پیچ — آپکے طرۂ پرتاب کی طرح

سر اٹھاتے ہی ملے ہم ممنوں — خاک میں سبزۂ شاداب کی طرح

۱۷۳

شبِ وصال کا اپنی ہے خون بگردنِ صبح — یہ ہاتھ روزِ جزا کو ہے اور دامنِ صبح

جبینِ نور نشاں سے تری عرق چین ہے — ہے ہاتھ[3] اپنا سدا خوشہ چینِ خرمنِ صبح

رہے نہ حسنِ خداداد بند تزئین میں — پہنے صفا نہیں محتاجِ شست و شو ، بنِ صبح

شبِ وصال[4] میں غارت گرِ فلک سے سوال — خدا کے واسطے تک آج ہو تو رہزنِ صبح

رخِ صبیح نظر کر ، نقابِ مشکیں میں — سنا ہے گر ، دامانِ شب نہ مسکنِ صبح

کرے ہے ظلمتِ دل دور روئے صبح رخاں — کہ جیسے تیرگیِ شب کو ، روئے روشنِ صبح

کرے ہے کسبِ ضیاء اس عذار سے ممنوں — بنا ہے دیکھ وہ رومال ، رشکِ دامنِ صبح

---

١ - ب : زور

٢ - آ : یہ ہے باب

٣ - ب : ہے اپنا ہاتھ

٤ - آ ، ب : ہے

۱۷۴

بزیرِ خاک گیا ہوں لیے سوائے قدح
نہ لوحِ قبر پہ لکھنا بجز دعائے قدح

دمِ پیالہ کشی یاد کر ، وہ نرگسِ مست
میں اپنی چشم سے رویا کیا لگائے قدح

کسی کی چشم کا کشتہ ہوں ، یہ وصیت ہے
کہ کوزہ ساز مری خاک سے بنائے قدح

مری سماجت و ساقی کی دیکھ اٹھکیلی
کہ منہ کے پاس مرے لانے اور ہٹائے قدح

نگہ میں بس کہ ہے وہ چشمِ شرمگیں ، شب خواب
یہ دیکھتا ہوں کہ آیا کوئی جھکائے قدح

کسی کی چشم پہ ہے مستِ[1] چشم کی ہے نگاہ
کہ مے پرست کو کیا چاہیے سوائے قدح

نہ خاکِ بادہ کشاں شمع و گل کے قابل ہے
یہاں مقام ہو مینا کا یا ہو ، جائے قدح

عجب ہے نازکیِ دستِ مغبچہ ممنوںؔ
کلائی جائے لچک ، جب کہ وہ اٹھائے قدح

ردیف "خ"

۱۷۵

ہے رخِ یار سے کیا زلفِ پریشاں گستاخ
پاؤں پھیلائے ہے کافر سوئے قرآں گستاخ

زخمِ نہفتہ کسی کے کبھی رسیے ہیں کہ نہیں
دل پہ کیا رکھے ہے سوزن تری مژگاں گستاخ

اب وہی ہاتھ ہیں اور سینہ دری ہے اپنی
جو کھنچتے تھے ترے زیرِ گریباں گستاخ

جراتِ عشق ہے کیا قہر کہ دستِ یک زال
کھینچ[2] لے پیرہنِ یوسفِ کنعاں گستاخ

وادیِ فقر میں رکھ گام ادب سے کہ یہاں
خدمتِ مور میں دیکھا نہ سلیماں گستاخ

سر بجیب و عرقِ شرم برو آتے ہو
کس نے کھینچا ہے تمہارا سرِ داماں گستاخ

یہاں ہیں آرام میں کیا کیا نہ نزاکت منشاں
مت چلو خاک پہ اے راہ نورداں گستاخ

ہو نہ پامال کہیں سبزۂ نو رستۂ خط
اے نگہ ! جا نہ سوئے عارضِ جاناں گستاخ

زور رمزیں تھیں بہم شب کہ تبختک تھی وہاں
اور میں عرضِ تمنا میں کچھ ایک یہاں گستاخ

تک جو بوسہ کے اشارے پہ ہوئی جنبشِ لب
یوں لگا کہنے تبرِ[3] لب کہ بھلا ، ہاں گستاخ

یہاں ہے سرِ سلسلۂ اہلِ جنوں ، ممنوںؔ بھی
قیس آتا نہ سوئے دشتِ مغیلاں گستاخ

۱۷۶

کس کی نگاہِ گرم سے تھا شب دوچار رخ
کچھ تمتما رہا ہے ترا لالہ وار ، رخ

کس کا ہے انتظار کہ قبلہ سے وقتِ نزع
جاتا ہے سوے در ہے پھرا بار بار رخ

معلوم کچھ نہیں کہ کیا[4] دل کو کس نے صید
ڈھانکے ہوئے نقاب میں تھا اک سوار رخ

۱۔ ب: مست عشق
۲۔ آ: کیشاں
۳۔ ب: تہ لب
۴۔ ب: کیا کس نے

جاتا ہوں کس گلی سے کہ پھر ہر قدم سے [illegible] — [illegible]
دنبال میں ہے گرمِ عنانی کوں سا سوار — [illegible]
گریہ کا کوئی رنگ ہے یہ بھی کہ خون ہے — دامن [illegible] نہاں [illegible]
کہدے یہ کوئی تعین ہے بس اپنی راہ لے — کرتے ہیں آج ہم طرفِ [illegible]
مشکل یہ ہے کہ جنسِ تو سیماب سب ہے ، اور — اس قافلہ کا ہے طرفہ [illegible] رخ
دامن سے تو نہ گرد فشاں ایک دن ہوا — منت اس [illegible] سے [illegible] رخ
ممنون اس غزل میں معانیٔ تازہ کا — کر [illegible] بیان سے پھر آشکار رخ

۱۷۷

دیکھ آئنہ میں ساتھ حسینوں کے یار رخ — پوچھے ہے ہنس کے ، کس کا ہے رشکِ بہار رخ
ہے چاندنی سی گردِ لبِ بام ، کھل رہی — چمکا درونِ غرفہ سے کیا تابدار رخ
غیرت سے باز چشم نہ کیجیے گا یار ، گر — دکھلانے گا ہر ایک کو روزِ شمار رخ
اس ہاتھ سے ہے شوقِ جراحت کہاں . تلک — آہو نہ سوئے کعبہ کرے زینہار رخ
غرفہ سے اب تلک ، مری آنکھیں ہیں لگ رہیں — تھا جھانک کر دکھا' دہ گیا ایک بار رخ
شیشہ ہزار ہیں کا ہے یہ صنعِ گلہِ خلق — یک جلوہ ساز کے ہے ، دکھاتا ہزار رخ
گل سے ہوں صاف گل تو پہنا ہے رنگِ ناز — خط ہوچکا نمود تو ہے خار دار رخ
اک چاند بھی لگانے تو رہ جانے ناتمام — کھینچے جو اس نگار کا ، صورت نگار رخ
ممنوں کو منہ دکھانے ہیں کس کس بلانے تہ[1] — تیرا سیاہ ہووے شبِ انتظار رخ

۱۷۸

آ مجھ پہ طیش کر ، نہ مت پر عتاب تلخ — مے کیا کہ سلسبیل کا تجھ بن ہے آب تلخ
ٹپکے تھا زہر کیا ، تیرے افسانے سے دلا — تا بح ہوگیا مری آنکھوں میں خواب تلخ
پیری سے خطِ وصل نے تھا نوجواں کیا — پہنچا فراق ، صورتِ مرگِ شباب تلخ
جز حرفِ قہر کچھ نہ سنا اسکے ہونٹ سے — قسمت سے ہوگیا ہے میری شہدِ ناب تلخ
کس کو حلاوتیں ہیں تیرے ساتھ ، آج کچھ — ہے زندگیٔ عاشقِ بے پیچ و تاب تلخ
بوسے کے ساتھ چاہیے دشنام ورنہ کیا — شیریں ہوئی نبات اگر ہا گلاب تلخ
اپنے مذاق میں لبِ شیریں ہیں بے مزہ — جب تک نہ ہر سخن پہ ہوں دو دو جواب تلخ
کم تلخ گوئی سے نہ ترے لب کا لطف ہو — کیفیتوں کو دیکھو ہوئی گو شراب تلخ
ہے دردِ ناامیدیٔ ہجراں کی یہ دوا — ہر چند صبر ہے ، دل پہ اضطراب تلخ
ہم سائگی ، خدا ، تری ممنوں اڑا چکے — نوحوں سے تیرے نیند ہے ، خانہ خراب تلخ

۱۔ ب ۔ یہ کے

۱۷۹

حنا بندی اشک سرخ سے انگشتِ مژگاں سرخ
ہوئے یوں جس کی خجلت سے ہے رنگِ شاخِ مرجاں سرخ

قسم کھاتے ہو کیوں[1] مے نوشی و خلوت کی غیروں سے
پریشاں اب تلک وہ بال ہیں اور چشمِ فتاں سرخ

زباں پر یاد ہر کانٹے کو ہے یہ قصۂ رنگیں
کہ ہے میری تہی پائی سے ہر خارِ مغیلاں سرخ

یہاں ہیں رنگ جاں بخشی کے ، خون مردہ سا وہ ہے
کہاں رنگِ لب اس کا ، گو ہوا لعلِ بدخشاں سرخ

نمایاں پھر شفق سے جلوۂ صبحِ بہاری ہو
قبا پہنے اگر اندام میں وہ ماہِ تاباں سرخ

بہاریں زور اون رنگین جلوؤں سے نظر آئیں
کہ تھا سر سے قدم تک آج وہ رشکِ گلستاں سرخ

ہجومِ نشہ سے آنکھیں ، مئے گل رنگ سے عارض
حنا سے دست و پا اور پان سے لب ہائے خنداں سرخ

اڑے ہے گردِ خوں آلودہ جولاں گاہ سے کس کی !
نہیں ممنوں شفق سے دامنِ گردونِ گرداں سرخ

ردیف "د"

۱۸۰

لگ اٹھی آگ تفس میں صیاد
برق تھی اپنے نفس میں صیاد

تیغ زن کس پہ رہا تو کہ رہے
ہم طپاں ، خونِ ہوس میں صیاد

ہم رہے دام میں ، آوینگے یاد
شاید اک آدھ برس میں صیاد

خونچکاں ، صید رواں آتے ہیں
تیرے دنبالِ فرس میں صیاد

گل ہوں اور مرغِ چمن خوش ہیں بہم
اس نشیمن گہِ خس میں صیاد

باندھ مجھ ، دام میں رکھ ، کر یا ذبح
آ پھنسے ، اب ترے بس میں صیاد

نو گرفتار دلِ ممنوں ہے
کیا اسیری کی ہیں[2] رسمیں صیاد

خونچکاں کوئی فغاں کھینچے وہ
چپ رہے یا کہ تفس میں صیاد

۱۸۱

نقط میں ہوں کہ تو کر اٹھ کے در بند
گلے لگ ، پر قبا کے کھول کر بند

فسوں وہ کون سا سیکھیں شبِ وصل
کہ منہ کیجے ترا مرغِ سحر بند

یہاں تک[3] تو رہے کنجِ قفس میں
کہ اپنے ہوگئے بازو و پر بند

نہ نامہ ہے ، نہ قاصد ہے ، نہ خود آنے
وفا کی ہوگئیں راہیں ، مگر بند

کہاں کے لیجیے بوسے شبِ شوق
وہاں لبریزِ صد شوخی ہے ، ہر بند

نہ کچھ باقی رہا ہے روتے روتے
کہ آنکھوں سے ہوا خونِ جگر بند

مرے رونے کا گر ، دریا کرے جوش
ابھی دے توڑ ، ہوں لاکھ ہوں اگر بند

۱۔ آ،ب: کھاتے ہو ۔لندن ۔ کھاتے کیوں ، ساقط الوزن ، سہو کاتب متن مطابق آ، ب

۲۔ آ: کیا اسیروں کی ہے اس میں صیاد

۳۔ آ: ہم

ہوئی کیا کیا سماجت یہاں شب وصل

تیرے گھر کون ان روزوں ہے ممنوں کہ در

۱۸۲

دام میں پھڑکا کیجے پر تھی تری صیاد ، یاد
خانماں پانی بند بہا دے دل آباد بلاد

دیکھیے ہوتا ہے طے کیونکر یہ دشت بے کسی
نہ رفیق راہ رکھتے ہیں ، نہ ہم آزاد زاد

بندھ گیا دھیان اس عذار و قد کا اور رویا کیے
خاک خاطر کو کرے ، سیر گل و شمشاد شاد

کشور خوباں میں دیں مقتول ، قاتل کو دعا
رسم یاں کی یہ نہیں چاہیں دم بیداد داد

سوز دل سے جل چکے تھے آہ نے کھویا نشاں
مشت خاکستر کو اپنی کر گئی برباد باد

یاں وبال سر سے ہوتی ہے سبک دوشی ، پہ تو
بار خون بے کساں ، گردن پہ مت جلاد لاد

ہے عجب پر درد لفظوں میں ترے صحت بھری
کب سخن پر کر سکے ممنوں ترے ایزاد زاد

۱۸۳

نالہ کرے جو دل سے ، جرس اپنا یہاں بلند[5]
ہو جائے ریگ دشت سے دود فغاں بلند

اے دود آہ تو بھی تتق باندھ دے ذرا
سمجھے بہت ہے آپ کو کچھ آسماں بلند

کس کی مژہ کا دل میں تصور ہے نیزہ باز
فوارہ خوں کا ہر بن مو سے ہے یاں بلند

گرتا ہے مرغ سدرہ نشیں ہوکے بس شکار
وہ چشم جب مژہ سے کرے ہے سناں بلند

مشہور ہے ستوں سے ہوا نام کوہکن
آواز جانے دور ، جو ہووے مکاں بلند

نالہ فلک پہ جانے ، اس ابرو کی یاد میں
سنچے ہے تیر دور جو کھینچے کماں بلند

جس جا کہ تیرے تفتہ جگر کا مزار ہے
شعلے زمیں سے تا بفلک ہیں وہاں بلند

قد کشیدہ کی ترے موزونیاں کہاں
گو کم نہیں ہے قامت سرو جناں بلند

ممنوں کیونکہ ہو در حیدر پہ بوسہ زن
کوتہ قد خیال ہے ، وہ آستاں بلند

۱۸۴

ذبح کر ، ہاتھ میں مل خون ، ہنسا میرے بعد[6]
یہی ہے کافی بہا مرا خون بہا ، میرے بعد

اس رہ مرگ پہ سو جاں فدا ہیں کہ مجھے
یار نے اپنے شہیدوں میں لکھا میرے بعد

۱۔ آ، ب: تیرے گھر کون ہے ان روزوں میں
۲۔ ب: رہنے لگا
۳۔ ب: بہانے
۴۔ ب: کیونکر طے
۵۔ لندن، ب: زائد شعر
۶۔ لندن: زائد غزل

عشقِ بیرنگ نے تاثیر مرے کی ، آخر ‏ ‏ چند روز اس نے لگائی نہ حنا میرے بعد
مرگیا رکھتے ہی سر پاؤں پہ ، میں ناقے کے ‏ ‏ اس نے محمل سے لیا جھانک تو کیا میرے بعد
پے بہ پے وار ادھر سے تھے ، ادھر کہتا رشک ‏ ‏ کون دیکھے گا یہ ہاتھوں کی صفا میرے بعد
واہ رے رشک ! سہوں ظلم پہ ظلم اس خاطر ‏ ‏ کر نہ لے ، تجھ سے کوئی نامِ وفا میرے بعد
کہیں سوجاؤں نہ پھر زندہ ، جنازے پر آ ‏ ‏ تو ہلانا ، نہ لبِ روح فزا میرے بعد
دیکھیو قحطِ وفا گریہ گل رویاں نے ‏ ‏ سبزہ تربت کا ہری ، تر (نہ) رکھا میرے بعد
رخِ قاتل پہ کچھ آثار ندامت آنے ‏ ‏ نوحہ گرا کیا ہے یہ فریاد و بکا میرے بعد
کشتہ کس چشم کا ہوں ! عرصہ مرقد میرا ‏ ‏ جبکہ شوخ غزالاں کا بنا میرے بعد
چل بسے کوہکن و وامق و مجنوں پہلے ‏ ‏ ہائے افسوس کہ کوئی نہ رہا میرے بعد
اس دبستانِ جنوں میں تھے سبق خواں کتنے ‏ ‏ قیس شوریدہ ، کچھ البتہ ہوا میرے بعد
دیکھ آئینہ وہ مشاطہ سے یوں پوچھے تھا ‏ ‏ مہ کنعاں کے ہوں میں بعد و یا میرے بعد
رونقِ خانۂ زنجیر جنوں تھی مجھ سے ‏ ‏ کس سے یہ سلسلہ رہوے گا بپا میرے بعد
پھیرتی دور ہے اس در سے مرا مشتِ غبار ‏ ‏ اس قدر بھی نہ صبا خاک اڑا میرے بعد
دوست کے ہاتھ سے جو جو کہ ہے میں نے دیکھا ‏ ‏ میرے دشمن کو دکھانا نہ خدا میرے بعد
روزِ محشر ہوں ، محبانِ علیؑ میں محشور ‏ ‏ کہیو ، ممنوں یہ مرے حق میں دعا میرے بعد

ردیف "ذ"

۱۸۵

لعلیں لبوں سے یار کے دشنام ہے لذیذ ‏ ‏ یعنی کہ تلخیِ مئے گلفام ہے لذیذ
وا ہیں دہانِ زخمِ تنِ کشتہ شوق سے ‏ ‏ کیا آبِ تیغِ قاتلِ خود کام ہے لذیذ
پیری میں مرگ، خواب ، جوانی میں ولولے ‏ ‏ شب جاگیے تو صبح کو آرام ہے لذیذ
تب لطفِ چشمِ تر ہے کہ تفتہ دلی بھی ہو ‏ ‏ جب تک نہ ہوں کباب تو کیا جام ہے لذیذ
مستی میں لیجئے بوسہ چشم و لبِ بتاں ‏ ‏ بادہ کے ساتھ پستہ و بادام ہے لذیذ
تلخیِ صبر میں ہیں نہاں ، سو حلاوتیں ‏ ‏ آغاز بے مزہ ہے پہ انجام ہے لذیذ
لب سے لگا وہ دے لبِ ساغر تو واہ واہ ‏ ‏ کیا شئے ہے بوسہ گو ہو، پہ پیغام ہے لذیذ
معنیِ نغز پختہ نہ جب تک ہوں کیا مزا ! ‏ ‏ ممنوں کہیں بھلا ثمرِ خام ہے لذیذ

۱۔ لندن ۔ "نہ" ندارد ، تصحیح قیاسی

۱۸۶

نقش کر ، نام بتاں کا تعویذ　　باندھے بازوئے جاں کا تعویذ
دل کی تسکین ترے خط سے ہوئی　　تھا یہ رفعِ خفقاں کا تعویذ
گل بھی مرجھا گئے ، کتنا تھا گرم　　تبرِ دلِ سوختگاں کا تعویذ
اللہ اللہ عملِ استغنا !　　ہے یہ تسخیرِ شہاں کا تعویذ
لب پہ لب رکھ کے ، نہ پھر شکوہ کروں　　یہ بجا ہے عقدِ نشاں کا تعویذ
کیا کرے چارۂ بیماریٔ دل !　　عاملِ زہد نشاں کا تعویذ
جس نگیں پر ہو ترا کندہ نام　　دے نشانی کہ کہاں کا تعویذ
اس کو سینہ سے لگا کر سمجھوں　　ہے تب ، سوزِ نہاں کا تعویذ
دل پہ کر نامِ علیؑ ممنوں نقش　　ہر بلا سے ہے اماں کا تعویذ

۱۸۷

ہاتھ پر کس کے کر آیا ہے رسائی کاغذ　　ہے جوابِ خطِ ممنوں کا حنائی کاغذ
کتنی بربادی و دل سوختگی لکھی تھی　　کہ مرے خط کا اڑا جس سے ہوائی کاغذ
صفحۂ سینہ مرا مانی و بہزاد نہ تھا　　اسکی تصویر جو یوں لے کے بنائی کاغذ
سمریاں ، کس پہ جگر دوزی کے ہونے کی لکھوں　　کیونکہ تیروں سے کرے ، عہدہ برائی کاغذ
ہے نہ ، ممکن کہ کوئی خط میں لپیٹے شعلہ　　کس طرح لے کے لکھوں سوزِ جدائی کاغذ
زیورِ سینۂ سیمیں پہ بندھے سیر و دھیان　　لوں ہوں ، لکھنے کو جو افشاں کا طلائی کاغذ
مشک ریزیٔ خطِ عارضِ جاناں لکھوں　　گر لگے ہاتھ مرے کوئی ختائی کاغذ
نقل اس شوخ نے نامے کی بنائی میرے　　تری قسمت بھی ہے کیا اوج پہ آئی کاغذ
ہو نہ یک شمہ مرا حالِ پریشاں کا رقم　　گر خدائی کے کرے جمع ، خدائی کاغذ
رشک کہتا ہے نہ مجھ کو بھی وہ خط لکھے ، کیوں　　اسکے ہاتھوں پہ کرے ناصیہ سائی کاغذ
کون مشتاق تھا اوراقِ گل و نسریں کا　　کیوں صبا ، اوس چمن آرا کا نہ لائی کاغذ
تیغ بازی ، میں ورق دل کے وہ دو کرتا ہے　　کاٹنے ہے دستِ ستمگر کی صفائی کاغذ
ہے اشارہ کہ مری زلف سے دل خون ہوجائے　　ایک دو سطر اس نے حجو کی زہبِ حنائی کاغذ
خط نہ لکھنے کی نہیں اس سے شکایت ممنوں　　جب اٹھانے میں لچکتی ہو کلائی ، کاغذ

---

۱ ـ ب میں پوری غزل نہیں ہے۔
۲ ـ
۳ ـ آ،د،او (کذا)
۴ ـ آ ـ ہو گیا

ردیف "ر"

۱۸۸

فتراک سے نہ باندھیو تو یہ شکار[1] یار — اس کا ہر اک قطرہ، خون ہے شرار یار
بیماریِ فراق سے اتنا ہوں ناتواں — ہو میرے تن سے فرق نہ بستر کا تار یار
بالیں سے میری یوں نہ گزر آستیں فشاں — اس گھر کا ہے چراغ دلِ داغ دار یار
گنتا رہا[2] ہوں شام سے تا صبح داغِ دل — تجھ بن ہر ایک رات ہے روز شمار یار
یک قطرہ، خونِ دل ہے حریفِ ہزار زخم — جب سے تری مژہ سے ہوا ہے دوچار یار
کس پر یہ ترک تاز کہ ہم تو لٹا چکے — صبر و قرار و دین و دل و ننگ و عار یار
بخشی ہے اس نے بادِ مسیحا کو آبرو — جاں بخش ہے ترا یہ لبِ آب دار یار
اللہ رے غرور کہ بے ہوشی میں اسے — وقتِ خطاب کہیے اگر ایک بار یار
منھ پھیر کر کہے ہے کہ بس بار ہوگیا — یہ مجھ کو بار بار کہے ہے جو یار یار
ممنوں کی چھاتی دیکھ،[3] آئی بھر — ساغرِ گل جلدی سے مے پلا کہ چلے یہ بہار یار

۱۸۹

دیکھ عکسِ مہوشاں سے چشمِ طوفاں زا کی سیر — جوششِ مہتاب میں یعنی کہ ہو دریا کی سیر
ہم اسیرانِ قفس بھی، طائرانِ تیز بال — یاد آتے ہیں کبھو دیکھو ہو جب دریا کی سیر
رشک سے اس جلوہ، رنگیں کے سرخ و زرد ہے — دیکھیو طرفِ چمن روے گلِ رعنا کی سیر
ہوگیا عالم شہیدِ یک نگاہِ آرزو — آنکھ اٹھا اس نے نہ دیکھا، دیکھ استغنا کی سیر
آئینہ ہے جوں بلورِ بو قلموں، دیکھنا — جلوہ ہاے رنگ رنگ یارِ دل آرا کی سیر
اختروں پر دامنِ مشکینِ شب کا کب یہ لطف — دیکھ روے پُر عرق پر زلفِ عنبر سا کی سیر
ڈانک دی شعلہ کی ہے، الماس کے زیرِ نگیں — یا عرق میں ہے فروغِ چہرۂ زیبا کی سیر
گو صفا میں کم نہیں ممنوں ترا کعبہ بھی یاں — اور ہی کچھ ہے و لے بت خانۂ ترسا کی سیر

۱۹۰

ہے سایہ فگن زلفِ سیہ فام زمیں پر — یا صبحِ قیامت کی ہے یہ شام زمیں پر
بیدار کرے خفتہ، دامانِ عدم کو — وہ رشکِ قیامت جو رکھے گام زمیں پر
ہے بالشِ خورشید سدا زیرِ سر ان کے — جن کو ترے کوچے میں ہے آرام زمیں پر
چھوڑا نہ درِ کعبہ تلک صیدِ رمیدہ — مارا ہے تری زلف نے کیا دام زمیں پر

۱۔ ب: آشکار

۲۔ ب: رہوں —

۔ ب: کا

ہے صحنِ چمن برگِ گل و لالہ سے رنگیں ۔ [illegible]

اُٹھے ماہ لقا، بہرِ فلک سے بھی زیادہ ۔ مشہور کیا ہم نے ترا نام [illegible]

کیا دیدہ و دل فرشِ نہیں راہ میں اس کی ۔ رکھے ہے قدم کیوں وہ گل اندام زمیں پر

ممنون جو محسود ہوا اہلِ فلک کا ۔ آدم نے کیا آن کے کیا کام زمیں پر

۱۹۱

یاسمن سے دوش و برسیمیں وہ پیکر دیکھ کر ۔ روئے ہم اپنے تہی آغوش و بستر دیکھ کر

غش سے چونکا تھا ترا تک یہ مریضِ انتظار ۔ مرگیا اک سانس لے، بس جانبِ در دیکھ کر

خاک میں لوٹے ہیں یاں کیا کیا تمنائیں پڑی ۔ تک قدم رکھنا مری تربت کے اوپر دیکھ کر

گر میاں یک چند مجھ میں اور تم میں تھی جہاں ۔ سانس اک ٹھنڈی بھروں، رستہ میں وہ گھر دیکھ کر

کون ہمسایہ کے شب تھا، روزنِ دیوار سے ۔ لگ گئیں (آنکھیں)[1] چمکتا، ایک اختر دیکھ کر

یہ نہ جانا تھا کہ اس محفل میں دل رہ جائیگا ۔ ہم یہ سمجھے تھے، چلے آئینگے دم بھر دیکھ کر

تھا جو اس صیادِ بے پروا کا مدت سے اسیر ۔ آج اسکے آئے ہم، اڑتے ہوئے پر دیکھ کر

دیکھیو طرزِ نظر بازیِ پنہاں تک، مری ۔ یک نظر اس پر کروں ہوں، ایدھر اودھر دیکھ کر

میں نے پوچھا لب میں ہے تیرے مسیحائی تو وہ ۔ یوں لگا کہنے کہ کیجیے امتحاں مر دیکھ کر

واہ رے طرزِ خریداری کہ سو سو بار واہ ۔ جنس دل کی، پھیر دی اُس بت نے لے کر دیکھ کر

غسل نزدیکِ سحر دیکھو مجھے، تاروں کی چھاؤں ۔ مرگیا اس کان میں جوشِ آبِ گوہر دیکھ کر

اس حنائی دستِ نازک پر لپٹ آخر لگی ۔ ہاتھ، کہتا تھا دلِ پر سوز ہے، دھر دیکھ کر

اب تلک آنکھوں کے آگے برق کوندے ہے سی[2] ۔ آئے ہم غرفہ سے کس کا روئے انور دیکھ کر

ہائے رے گرمی کی باتیں، [3]وائے شوخی کے سخن ۔ یوں لگا کہنے مجھے وہ شوخ کافر دیکھ کر

رات ہم کو انجمن میں سینہ و دل آپ کے ۔ یاد کیا کیا آئے ہیں اسپندو مجمر دیکھ کر

حرف حرفِ شعرِ ممنوں، ریزہء الماس ہے ۔ اس غزل کو یوں کہیں نقاد، جو ہر دیکھ کر

۱۹۲

جان دوں ہوں یہ عنایاتِ ستمگر دیکھ کر ۔ یاد کرتا ہے مرا دل نوکِ خنجر دیکھ کر

کس سے وعدہ ہے کہ کھٹکا سن کے یا آوازِ پا ۔ ہر طرف رہ جاؤں ہوں، حیران و مضطر دیکھ کر

میں نثار اس شوخ کے، اپنی بلائیں آپ لیں ۔ آئینہ میں زلف چھوٹی اپنے منہ پر دیکھ کر

رات افغان و طبل، سینہ کوبی، فوجِ اشک ۔ رہ گئے سب دل کی اپنے حشمت و فر دیکھ کر

آئیں[4] تصویریں اگر دو شخص کی یک جا نظر ۔ روئے ہم پہروں ہی وہ لوحِ مصوّر دیکھ کر

بوسہ لعلِ بتاں سے ہو دلِ مضطر کو چین ۔ ہے تحیر، الفتِ سیماب و اخگر دیکھ کر

۱۔ آ، ب = آنکھیں ۔ لندن ۔ "آنکھیں" ندارد ۔ سہو کاتب

۲۔ آ = ری

۳۔ ب = واہ

۴۔ ل ب = زائد شعر

تو کہ ہے صورت میں بت، معنی میں ہے نورِ خدا
سجدہ کرتے ہیں تجھے دیں دار و کافر دیکھ کر

دھیان اس مژگاں کا کرکر اور بھی دل پھٹ گیا
تیرے سودائی کا وقتِ فصد نشتر دیکھ کر

تنگ [1] دل ہو ہو موا ہوں، دم بخود یاں خاک پر
نا شگفتہ چند غنچہ لاؤ چن کر دیکھ کر

آتے ہیں ایک اک ورق دل کا لیے اطفالِ اشک
ہوں تاسف میں بہت نسخہ یہ ابتر دیکھ کر

روح کو اپنی رہے ہے عالمِ بالا کی سیر
ہوش اڑتے ہیں یہاں اس قد کو اکثر دیکھ کر

کیا کہیں ہم، پوچھ مت رنجور کا اپنے تو حال
خود چلے تو شاید آوے تجھ کو باور دیکھ کر

اشکِ پنہاں ہر بنِ مژگاں میں اک عالم کے ہیں
اس مریضِ غم کا حال رقت آور دیکھ کر

خط یہ کس کا ہے کہ سو سو بار کچھ ممنون آج
آہ بھر بھر چشم کو کر لائے ہے تر دیکھ کر

۱۹۳

پوچھتا اگر ہے ہر اک تیرے گھائل کی خبر
میں تڑپتا ہوں کہ کیا ہے دستِ قاتل کی خبر

دیکھیو جذبِ محبت لگ کے چھاتی سے مری
یوں لگا کہنے کہ کیوں دل کو ہوئی دل کی خبر

قیس محوِ بیخودی ہے، کوئی سر پر آ [2] جاؤ
کچھ نہ آگہی ہے لیلیٰ کی، نہ محمل کی خبر

لب پہ سب کے ہے حدیثِ سوختن پروانہ کی
کوئی بھی پوچھے ہے سوزِ شمعِ محفل کی خبر

حسنِ روز افزوں سے تیرے کون سی تشبیہ ہے
ایک دو شب میں ہے کھلتی، بدرِ کامل کی خبر

دیکھ وہ طرزِ نگہ بولا مری، سمجھیں ہیں ہم
چتونوں کے طور سے دل ہائے مائل کی خبر

شام آیا تھا، کہا تھا جاؤں گا کل دن ڈھلے
صبح ہی سے کہہ [3] رہا ہے لیجیو کل کی خبر

چشم سے مژگاں پہ، مژگاں سے گریباں تھا مقام
اشکِ رفتہ کی یہ ہے منزل بمنزل کی خبر

بال کھولے تو یہ کہتا تھا مرا لے لے کے نام
آہ کیا ہے اس گرفتارِ سلاسل کی خبر

اپنی کشتی گاہ ہے اس موج، گہ اس موج میں
آشنائی نہ کنارے سے، نہ ساحل کی خبر

مطلع قطرہ حبابوں سے، نہ قطرے سے حباب
ہے نہ اس [4] ورطے میں واصل کو بھی، واصل کی خبر

کاروانِ رفتگاں کس دشت میں گم ہوگئے
کوئی بھی لایا نہ ممنوں اس قوافل کی خبر

۱۹۴

آئینہ شش جہت میں، گھر کے لگا لگا کر
آپ، آپ سے تھا نازاں آنکھیں لڑا لڑا کر

بیمار وعدہ تیرا جب غش سے چونکتا تھا
دیکھے تھا جانبِ در، تب سر اٹھا اٹھا کر

ناقوس سے نوا پھر آئی، صنم صنم کہہ
ذکرِ بتاں تھا چھوڑا، میں نے خدا خدا کر

خون آہ سے ہے ٹپکے، ہر زخمِ دل کے ٹانکے
دستِ طپش نے توڑے، شاید ہلا ہلا کر

حسرت لٹا رہی تھی کیا خون میں کہ قاتل
لے تھا ہنسا جگر پر، خنجر جھکا جھکا کر

لے اے شگافِ سینہ، زہر آب میں رفو کر
الماس کے ہیں سوزن، لائے بجھا بجھا کر

۱۔ ب۔ زائد شعر
۲۔ آ: آنے جانے
۳۔ آ، ب: پوچھتا ہے
۴۔ آ: درجہ

بس اے تپِ محبت کب تک یہ شعلہ خیزی
یہ طاقت و جربنی اوں تاب جلوہ سے تھی
گر چاندنی چھٹکتی گر ابر سا شب آتا
غنچہ کو اس دہن سا کہہ کر، صبا چمن میں
شوقِ ادا ادا پر، ہر آن کیا سکھایا
آنکھیں وہ کھلتی آیا، شاید سحر کے نالے
کیا کافرانہ دیکھو، اسکی نگہہ ادھر ہے
دامانِ زیں کسی کا جب تک چھوا، نہ چھوڑا
ناخواندہ میرے خط کے پرزے کیے کل اسنے
حرف غلط نہ ہم تھے، گزشتہ صفحہ، جہاں پر
مجلس میں کون تھا شب، تم پڑھ رہے تھے ممنوں

[illegible]
کس بل ہے [illegible]
چھوڑے تھا کون زلفیں [illegible] کر
ہر گل لالہ ہی تھی کھلا ہنسا ہنسا کر
آئینہ شرمگیں کو اپنے دکھا دکھا کر
خوابیدہ بخت اپنے لائے جگا جگا کر
کہتے بتاں ہیں باہم مجھ کو بتا بتا کر
مشتِ غبار اپنا، ہر سو اڑا اڑا کر
استاد یوں بنایا کس نے پڑھا پڑھا کر
کیوں اور بے بناتا، گردوں مٹا مٹا کر
پُر درد سی غزل یہ کس کو سنا سنا کر

۱۹۵

ہوئے[3] نیم اٹھاتے کس کو ذرا ذرا کر
نظروں میں وہ کہے تھا آنکھیں ملا ملا کر
لبِ خشکیِ جراحت! مژدہ کہ چارہ سازاں
تازہ جراحتوں نے کیا کیا مزے دیے ہیں
دشتِ جنوں سے مشکل کیا ہوگیا گزرنا
استاد سحر کیشاں، آنکھوں نے ہر نگہہ کی
میری شبِ جدائی بڑھ کر نہ گھٹ سکی پھر
کب یاں طلسمِ عشرت ٹھیرے حباب آسا
گل کون سا بغل میں شب تھا کہ صبح بستر
میں دل کو ڈھونڈتا ہوں، تم ہی نے کیا لیا ہے
اب تو نہ روٹھتے ہو، لگتے نہ تم گلے ہو
توفیقِ یک نگہ کیوں، یاں دوست ہے ادھر بھی
کیوں داغ سے ہو دھوتے، گر میکدہ سے زاہد
کیا بد معاملہ ہے، یک نیم بوسہ پر، دل
کہتا ہے اب نہ لوں گا، ہیں داغ داغ اس میں
کہتے تھے رو مت اتنا، ممنوں تو نے آخر

ہم دل پہ زخم جھیلیں شرطیں لگا لگا کر
لیتے ہیں جی اڑا کے[4] ہم، لیکن جلا جلا کر
الماس میں نمک ہیں لائے ملا ملا کر
الماسِ ریزگاں پر مجھ کو لٹا لٹا[5] کر
ہر خار سے ہوں آیا، دامن چھڑا چھڑا کر
افسوں پڑھا پڑھا کر، جادو سکھا سکھا کر
گو[6] ہے فلک گھٹاتا، شب کو بڑھا بڑھا کر
توڑے نہ جام و مینا کتنے بنا بنا کر
پھولوں میں تھا بچھایا جیسے بسا بسا کر
کیوں مسکرا رہے ہو، آنکھیں[7] جھکا جھکا کر
تھے وہ بھی دن مناتے، تم کو روٹھا روٹھا کر
درویش کی صدا ہے، ہوگا بھلا، بھلا کر
خرقہ میں یک تم نہ لانے، شیشہ چھپا چھپا کر
سو بار گو لیا تھا مجھ سے دکھا دکھا کر
پہلے تو ہو چکا تھا سودا چکا چکا کر
دل اور جگر نہ رکھا، آنسو بہا بہا کر

۱۔ لندن۔ "سی" ساقط الوزن، سہو کاتب
۲۔ آ۔ کر
۳۔ ب: اس سے اگلا شعر مطلع ہے
۴۔ آ: لے لیتے دل اڑا ہم، کہہ کے، جتا جتا کر۔ ب: دل
۵۔ آ، ب: چھڑا چھڑا کر
۶۔ آ، ب: چرا چرا کر
۷۔ ب: سو ناز کو

١٩٦

تھا[1] جسم ناتواں بھی گراں جانِ زار پر — یہ پیرہن بھی بار ہوا اور بار پر
گو مر چکا ہوں، کم نہ ہوا اضطرار، پر — آتا ہے روز زلزلہ میرے مزار پر
ہے کس سمندِ ناز کو جولاں کہ روزِ حشر — کیا خاک میں ملا مرا مشتِ غبار، پر
وقتِ وداع اشک جو ٹپکے تو کیا کروں — کچھ بس چلا نہ گریۂ بے اختیار پر
گردن میں اس کی ہاتھ ہے، سینہ پہ بوسہ زن — جھنجلاہٹ آنے ہے مجھے پھولوں کے ہار پر
بے دار شب کہاں تھے، نہ سے نوش تھے کہیں — آنکھیں جھکائے دے ہے وہ خواب و خمار پر
کیا کہہ گیا ہے کوئی کہ بیتاب ساری رات — پھرتی نچے ہے مجھ کو رہِ انتظار پر
نو رستہ سبزہ و خط، گلِ تازہ وہ عذار — رنگِ شباب نامِ خدا ہے بہار پر
مر کر بھی عندلیب کو ہے شوقِ طوفِ گل — اڑتے پھرے ہیں گردِ چمن پانچ چار پر
برقِ فغاں کے کشتِ فلک تک شرر گئے — سینہ کا میرے جل نہ سکا ایک خار، پر
کیا آبیارِ حسن ہوا پھر شرابِ سرخ — ہے رنگ شوخ سا، گلِ رخسارِ یار پر
شاید جگر میں، سینہ میں خوں کم رہا کہ آج — پھیکا سا رنگ ہے مژۂ اشکبار پر
کیا فائدہ نقاب جو الٹا، وہ شرمگیں — دستِ حجاب پردہ کھنچے ہے، عذار پر
کاہیدگیِ عشق سے تن کا نشاں ہے کم — پیوستہ ایک تار ہے بستر کے تار پر
اس دل دہیِ یار پہ صدقے، دمِ وداع — کرکے نگاہِ لطف مرے حالِ زار پر
آنے کا قول دے کے کہا تھا کہ بدگماں — کھاتا قسم ہوں تمیں، نہ تجھے اعتبار، پر
کھلتی نہیں ہے حالتِ ممنوں ہے آج کیا — کچھ دیر سے ہے ہاتھ دلِ بیقرار پر

١٩٧

جی[2] چلا تن سے فوجِ غم لے کر — آہ آگے ہوئی علم لے کر
میری لوحِ جبیں پہ سجدۂ بت — دیکھ! کس نے لکھا قلم لے کر
ہمرہاں تیز گامیاں، اتنے — ہم بھی آتے ذرا ہیں، دم لے کر
پا تو دشتِ جنوں میں رکھا تھا — قیس نے میرے ہی قدم لے کر
وہ گلی ہے بہشت، پلکوں گا — کیا جہنم میں، تمیں ارم لے کر
دل میں گھر کا ثبات لینا دیکھ — توڑنا جام، سنگِ جم لے کر
مژدہ چاک اے دل آتا ہے — پھر کوئی خنجرِ ستم لے کر
مو بمو دل ہیں بند اے شانہ — مت ہلانا وہ زلفِ خم لے کر
بوسہ اس پشتِ لب سے لے، خطِ سبز — ایک دن کھائے گا سم لے کر
میں نے اس سے کہا کہ دوں ہوں دل — عوضِ بوسہ، پر قسم لے کر
منھ بناکر وہ یوں لگا کہنے — کر اسے کیا کریں گے ہم، لے کر
وہ کمان دار آج آتا ہے — ترکشِ ناوکِ ستم لے کر
بس نکل جا کہیں سلامت سے — جان اپنے آہوے حرم لے کر
مایہ ور بن گئے محیط و سحاب — چشمِ ممنوں سے نم لے کر

١۔ لندن: زائد غزل
٢۔ لندن: زائد غزل

نخچیر[۱] وہ گئے سوے نخچیر دیکھ کر
دیکھیں گئے کاٹتے ہے [illegible]

یہ کہہ کے سو گئے کہ ذرا نیند لے انھیں
ہم روز رستخیز میں تاخیر دیکھ کر

کشتہ ہوں اس کرم کا، نہاں مجھ پہ کی نگاہ
قاتل نے تیزیٔ دمِ شمشیر دیکھ کر

تھا اس کا التفات کہ میرا یہ جذبِ شوق
چھاتی سے لگ گیا مجھے دلگیر دیکھ کر

نقاش کو غرور ہو، جوں اپنے نقش پر
نازاں تجھے ہے، صانعِ تقدیر دیکھ کر

کس نوجواں کو چشم سے میری نہاں کیا
روؤں ہوں جانبِ فلک پیر دیکھ کر

روح الامیں کو فکر پہ وبال تھا مرے
اڑتے شرارِ نالہ شبگیر دیکھ کر

کس کا یہ خط ہے چشم سے بے اختیار آج
آنسو ٹپک رہے ہیں جو تحریر دیکھ کر

یاں دم الجھ الجھ کے ہونے بھی گلے کے ہار
بدھی کو اس سے وات بغل گیر دیکھ کر

تھیں کس سے خلوتیں کہ پھر آیا ہوں چند بار
دروازے کو تگی، ترے زنجیر دیکھ کر

سینہ میں لختِ دل بھی ہیں لختِ جگر بھی ہیں
پیوند کیجیو سوزنِ تدبیر، دیکھ کر

کہتا تھا ایک حسن پرست، ادا پسند
کعبہ کی یہ لطافتِ تعمیر دیکھ کر

دیوار پر بنائی نہ کیوں، دوست کی شبیہ
ہوتا سرور و ذوق، وہ تصویر دیکھ کر

ممنوں نے اور کیا ہی غزل پُر اثر لکھی
کھینچے ہے آہ محسنِ تاثیر دیکھ کر

اپنی[۲] وہ میرے ہاتھ میں تصویر دیکھ کر
بولا برشک خوب ہوئی سیر دیکھ کر

اس معرکہ میں دل بھی ہے صیدِ حرم بھی ہے
صیاد کیجیو ہدف تیر دیکھ کر

میرے طبیب سے جو، کہا کل مرض مرا
کہنے لگا کہ ہو چکی تدبیر دیکھ کر

آشفتگی سی شکلِ زلیخا پہ کچھ ہے آج
کچھ خواب کیا اٹھی ہے، وہ دلگیر دیکھ کر

لہر آئی رنگِ سبزہ و گل پر، نسیم سے
آیا جنون جوش پر، زنجیر دیکھ کر

ہم خاک میں تپیدہ وہ فتراک میں ہے بند
دل غرقِ خوں ہے، طالعِ نخچیر دیکھ کر

ہر ہر شکن میں صد دلِ خوں گشتہ بند ہیں
مشاطہ! کھول زلف بہ گرہ گیر دیکھ کر

کیا کیا خیال تھے کہ کہیں گے دمِ وصال
پر بند ہو گئے لب، تقریر دیکھ کر

آیا نہ تو مریض ترا آہ! چل بسا
آخر کو تیری راہ بہت دیر دیکھ کر

ہوں پاک دامنی کا تری شیخ، معتقد
آلودہ مے سے خرقہ، تذویر دیکھ کر

اعمالِ ناصواب کی میرے زبونیاں
کیں، پیر خانقاہ نے تحریر دیکھ کر

پر، واہ لطفِ پیر مغاں، لے شرابِ سرخ
دھویا، سیاہ نامہ، تقصیر دیکھ کر

معلوم یہ ہوا کہ اٹھا اس کے دل میں درد
ممنوں کے منہ پہ رنگ کی تغییر دیکھ کر

۱۔ لندن: زائد غزل

۲۔ لندن: ابتدائی پانچ اشعار زائد ہے۔ پوری غزل نہیں ہے

ردیف "ز"

۲۰۰

تھا[1] وقتِ گریہ پیشِ نظر خطِ یار سبز ۔۔۔ لچھے ہیں آنسوؤں کے ، زمرد کے ہار سبز
عطرِ گل و قبا و خط و حسنِ یار سبز ۔۔۔ گلزارِ رنگ و بو کو رکھیں یہ چہار سبز
زیرِ نقاب سبز کرے صیدِ دل وہ چشم ۔۔۔ صیاد کا لباس ہو بہرِ شکار سبز
سو حلہ بہشت ہے میری قبر پر ۔۔۔ سر سے اڑا کیا وہ دوپٹہ اتار سبز
منہ رکھ مرے مزار پہ رویا وہ سبز رنگ ۔۔۔ رکھتا عجب ہی بخت ہے یہ خاکسار سبز
مژگاں وہ پھلجڑی ہے کہ جس کے ہرے ہیں پھول ۔۔۔ رکھتا تھا چشمِ گریہ جو دامانِ یار سبز
جوشِ جنون و ولولہ تازہ ہاں خروش ۔۔۔ ہیں مرغ نغمہ ریز ، ہوئے شاخسار سبز
اے آب بازنیٔ مژہ تر ! حصول کیا ۔۔۔ اپنا ہوا نہ نخلِ مراد ایک بار سبز
کس کا بجھا تھا زہر میں پیکان تیر آہ ۔۔۔ تن سب ترا ہوا فلک کینہ کار سبز
وہ ہی خلش رہی ، دہی پژمردگی دل ۔۔۔ سو پھول کھل چکے ہیں ہوا خار خار سبز
زنگارِ رنگ خط سے جگر چاک چاک ہے ۔۔۔ لا بخیہ گر براے رفو، چند تار سبز
مطلع وہ اس زمیں میں لکھوں آب دار اور ۔۔۔ جوں شاخِ گل ہو کلکِ معانی نگار سبز

۲۰۱

میں[2] مرگیا ہوں دیکھ خطِ گلعذار سبز ۔۔۔ کیجو مرا کتابہ لوحِ مزار سبز
کندن سا رنگ اور وہ زیور زمردیں ۔۔۔ یا لعبتِ طلا پہ ہے مینا کا کار سبز
کیا زہر اس نگاہ سے ٹپکا کہ بزم میں ۔۔۔ ہوتا تھا رنگِ چہرہ مرا بار بار سبز
کس کی ہوائے خط ہوں گیا لے کے زیرِ خاک ۔۔۔ مثلِ حنائے سودہ اٹھے ہے غبار سبز
ساقی شرابِ سرخ کے شیشہ سے لاجواب ۔۔۔ بیٹھا قبا پہن کے وہ گلگوں نگار سبز
زیرِ خطِ دمیدہ وہ خالِ عذار دیکھ ۔۔۔ دیکھا نہو جو نافہ مشکِ تتار سبز
ہوں زیرِ خاک و آتشِ دل کی دہی دہک ۔۔۔ ٹھیرے نہ ایک دم بھی ، گیاہِ مزار سبز
رکھ میری چشم تر پہ قدم. تیرے روبرو ۔۔۔ تا ہو نہ قدِ سرو لبِ جویبار سبز
وہ تفتہ دل ہوں میں کہ نکلنے لگے ہے آگ ۔۔۔ گر نخلِ آرزو ہو کبھی جوں چنار سبز
کن سبز پوش شعلہ رخوں کا ہوں سوختہ ۔۔۔ جلتے ہیں شمعِ سبز سے ، تربت کے خار سبز
قرمز سے لعلِ سبز خطاں کی لکھوں بہار ۔۔۔ ممنوں لگے جو ہاتھ کوئی رقعہ دار سبز

۲۰۲

دیکھتا[3] گزرا کوئی کافر ہے تیز ۔۔۔ چبھ رہا سینہ میں اک نشتر ہے تیز
چینِ ابرو . نوکِ مژگاں برق رنگ ۔۔۔ دیکھیو کیا کلک صورت گر ہے تیز
لمنت دل پہ ہے سرد مژگانِ یار ۔۔۔ مثلِ نوکِ منقبت گوہر ہے تیز
نیم کاوش میں بکیے صد رخنہ دل ۔۔۔ کیا نگاہِ شوخِ فتنہ گر ہے تیز

۱۔ لندن: زائد غزل
۲۔ لندن: زائد غزل
۳۔ لندن: زائد غزل

دیکھنے کس طرح ساحل ہاتھ آئے — [illegible]
رات، وعدہ اس نے آنے کا ہے کیا — [illegible]
کاہشِ ہجراں غضب ہے، ہال ہال — [illegible]
ہائے بے چینی کہ تارِ فرشِ خواب — تیغ کے ڈورے سے [illegible]
صاف ہاتھوں میں سے جاتا ہے اڑا — طائرِ رنگِ حنا کا [illegible] ہے
چبھ رہے ہیں جیسے ہیرے کی کنی — قطرہ قطرہ اشکِ چشمِ تر ہے تیز
تھامیں اپنی سخت جانی کہہ رہا — وہ لگا کہنے، مرا خنجر ہے تیز
اللہ اللہ نازکیِ حسنِ یار — کہہ رہا مشاطہ سے ہوکر ہے تیز
پھول بالی میں دبیے کس نے پرو — آنچ رنگِ گل کی، چہرہ پر ہے تیز
کوٹ کر الماس لفظوں میں بھرے — طبعِ ممنونِ سخن پرور ہے تیز

۲۰۳

آہ کس کا دل زخمی ہے نہ خاک ہنوز — کہ نکلتے ہیں لیے[1] گل، جگرِ چاک ہنوز
توسنِ ناز کو یوں رفعتِ جولاں کب تک — کیا تیرے زعم میں باقی ہے مری خاک ہنوز
باغ پھولے ہوئے ہے جوشِ جنوں کی تقریب — پر ہے افسردہ مری خاطرِ غمناک ہنوز
حلقہ حلقہ میں دو صد، صیدِ حرم بند کیے — دامِ گستر ہے پہ وہ کاکلِ پیچاک ہنوز
ریزہ ریزہ جگر و دل ہوئے ٹکڑے ٹکڑے — تیغ کھینچے ہی رہا غمزۂ سفاک ہنوز
تم نہ آغوشِ ہوس میں تھے کسی کی، شب کو — پُر شکن،[2] پُرنظر آتی ہے وہ پوشاک ہنوز
مت شکارِ دلِ خوں گشتہ سے منکر ہو، مرے — سرخ ہے دامنِ زیں و سرِ فتراک ہنوز
لی ہیں انگڑائیاں کس مست نے، گلشن میں کہیں — وقفِ خمیازہ ہے ہر اک شجرِ تاک ہنوز
خانہ عرش نشاں خاک ہوئے کس کس کے — باز آتی ہی نہیں گردشِ افلاک ہنوز
دخترِ رز خلوت و جلوت میں نہ کس کس کے گئی — منہ نہیں موڑتی مستوں سے وہ ناپاک ہنوز
ایک دو لخت نکلتے ہیں ہر اک آہ کے ساتھ — تو نے ممنوںؔ نہ سیا کیا! جگرِ چاک ہنوز

۲۰۴

پردہ سے نکلا نہ تھا وہ روئے نورانی ہنوز — جب سے ہوں میں، آئینہ ساں وقفِ حیرانی ہنوز
ایک مدت قتل کو ہم بے گناہوں کے ہوئی — جبہۂ قاتل پہ ہے ظاہر پشیمانی ہنوز
قافلے کے قافلے آئے نسیمِ مصر کے — بوئے یوسف کا ہے جویا پیرِ کنعانی ہنوز
لائی تھی یک صبح بو زلفِ پریشاں کی صبا — جمع ہے دل پر مرے تب سے پریشانی ہنوز
کعبۂ دل کس قدر توڑے تمہارے ہاتھ سے — شیخ صاحب! کس پہ ہے لافِ مسلمانی ہنوز
ان دنوں گزرا الٰہی کون سا یاں گرم رو — جو بلکتے ہیں پڑے خارِ بیابانی ہنوز
کون تھا محفل میں ممنوںؔ اس سے گرمِ اختلاط — کچھ حیا سے پُرعرق ہے اسکی پیشانی ہنوز

۱۔ لندن: ’’لیے جگر‘‘ جو درست نہیں، سہو کاتب
۲۔ آ، ۱۹۳: [illegible]

۲۰۵

ہے بہت قصۂ ضعفِ دلِ رنجور دراز — لب تلک دم کو ہے[1] ، آنا سفرِ دور دراز
پوچھ مت یہ ہے حدیثِ شبِ دیجور دراز — قصہ مار ، مری جان ہے مشہور دراز
ہائے حسرت وہ کچھ اک فرق سے کب بیٹھا ، جب — ہو سکے ، دستِ تمنا نہ بعد زور دراز
دامنِ زلف سے یا جیب سے الجھے ہے تری[2] — ہاتھ اپنا بھی ہوا اے بتِ مغرور دراز
صبحِ صد حشر ہوئی ، روزِ قیامت نبڑی — ہے شبِ وعدۂ دیدار بدستور دراز
کیا عجب دعویٔ ہمدوشیٔ قامت تیرا — کہ قدِ طوبیٔ فردوس ہے ، اے حور دراز
یاں تلک تو ہوئے فرسودہ رہِ عشق میں ہم — ہے قد اپنے سے عصائے مژۂ مور دراز
کوئی میدان سے میدانِ جنوں کاٹ کے آئے — مرحلے قطع نہ کیا کیا ہیں ہیں کیجے دور دراز
کیا غضب ہے تری دیوار سے لگ بیٹھ کے تک — پاؤں بھی کر نہیں سکتے ترے مجبور دراز
ہو گئی اور بھی ممنون غزل ، قصد نہ تھا — کہ سخن کیجے گا تا حدِ مقدور دراز

۲۰۶

کیوں کریں ہاتھ سوئے منعمِ مغرور دراز — پاؤں بیٹھے ہیں کیے ، ہم طرفِ گور دراز
یاں زباں لال ، وہاں نیم سخن کا نہ دماغ — اور اس آرزوئے دل کے ہیں مذکور دراز
زلف سے مانگ تلک ، مانگ سے تا جعد ہے قصد — دل کو آیا ہے سفر ، پیش عجب دور دراز
سیخ پر طائرِ سدرہ کا جگر کھینچے ہے — کیا مژہ ہے تری اے نرگسِ مخمور دراز
طارمِ چرخ تلک تار دھوئیں کا باندھا — کیا ہوئی مدِ فغاں ! دلِ پر شور دراز
دھیان بندھ جائے ہے اس مانگ کا اور کھینچوں آہ — صبح کا دیکھ کے وہ شب میں خطِ نور دراز
مختصر شکوہ ہی بہتر ہے کہ کرتا ہے یہاں — ایک ذرا بات کو ہر جاہلِ مغرور دراز
قصہ کوتاہ عجب انصاف ہے ، حرفِ حق پر — ہو زباں ، دار کی بھی جانبِ منصور دراز
اسکے بالوں سے جو الجھاؤ تھے پڑنے ، سو پڑے — کیا کہیں جھلہ کرنا نہیں منظور دراز
دستِ مشاطہ سے ، شانہ سے ، صبا سے لپٹیں — بس دلا ! قصد نکر تا حدِ مقدور دراز
دل گیا ساتھ جو ممنوں کے ، کرے گا تو پاؤں — گور میں بھی نہ فراغت سے وہ مغرور دراز

۲۰۷

منکر ہمارے قتل سے ہوتا ہے تو ہنوز — رنگیں ہے اپنے خون سے وہ خاک گو ، ہنوز
خوں ہے ہزار رنگ سے یہاں آرزو و لے — آیا نہ بادۂ شفقی کا سبو ہنوز
آنکھیں مثالِ آئینہ پتھرا گئیں مری — اے خود نما نہ آیا ، ادھر آہ تو ہنوز
باقی نہیں ہے آب وہاں ، تیغ ناز میں — سیراب یاں ہوا نہ ذرا[4] بھی گلو ، ہنوز

۱۔ آ: کب تلک دل کو ہے آنا

۲۔ آ: مرے

۳۔ لندن: زائد شعر ، ب: میں بھی ہے۔

۴۔ ب: قدا ے گلو۔

گزری تھی ایک صبح اُدھر وہ شمیم ۔۔۔

ممنوں زبانِ غنچہ سے گل اس نے کیا کیا ۔۔۔

۲۰۸

دے شوقِ رخ و زلف، نہ آرام شب و روز ۔۔۔ کیوں کر دلِ مضطر کو رکھوں تھام، شب و روز

رکھے نہ صفا صبح نہ مہتاب میں یہ لطف ۔۔۔ یاد آنے ہے وہ صافیِ اندام شب و روز

پھڑکیں غمِ پرواز میں یا سر ہے تہِ بال ۔۔۔ ہم تازہ اسیروں کو یہ ہے کام شب و روز

مہمان ہے یک چند وہ مہ، کچھ تو بڑھا دے ۔۔۔ اے گردشِ گردونِ سیہ فام، شب و روز

کر، جلوہ افق سے مہ و خور، داغ کریں دل ۔۔۔ نظروں میں پھرے یار و لبِ بام شب و روز

وہ مہر رخ اور شعلہ خو دے دل و جان کو ۔۔۔ جوں ذرہ و پروانہ، نہ آرام شب و روز

ٹلتے ہی نہیں سر سے مرے، لاکھ دعا کی ۔۔۔ ہجراں کے تو ہیں لائقِ دشنام شب و روز

گردش تری آنکھوں کی ہے برہم زنِ عالم ۔۔۔ ہیں حرف خرابی غلط العام، شب و روز

غیرت سے ہے دل خون، نہ پھر اے غیرتِ ناموس ۔۔۔ ہمراہ حریفانِ مے آشام شب و روز

اس حسن پہ بے مہر، نہ ہکا کوئی مشتاق ۔۔۔ یوں ہر زہ نکر، جلوہ گری عام شب و روز

ہے وعدۂ شب روز کو، شب، روز پہ ٹھہرے ۔۔۔ بیتاب رکھیں اس کے یہ پیغام شب و روز

اٹھ اٹھ کے فروغِ سحر و زردیِ خورشید ۔۔۔ دیکھیے رہِ وعدہ پہ یہ ناکام شب و روز

تھے پہلے بھی جوں شمعِ سحر داغ و دمِ سرد ۔۔۔ ممنون کو ہے اندیشۂ انجام شب و روز

ردیف "س"

۲۰۹

بکھرے وہ دیکھ موے معنبر جبیں کے پاس ۔۔۔ اقلیمِ حسن میں چمنستان ہے چیں کے پاس

آتی ہے یاد صحبتِ یارانِ میکدہ ۔۔۔ لگتا نہ جی ہے زاہدِ کعبہ نشیں کے پاس

دم روکنا ادب سے، یہ کشتہ تھا وقتِ ذبح ۔۔۔ تا، خوں پہنچ نہ جانے تری آستیں کے پاس

اس تنگنائے دہر میں دم اپنا گھٹ گیا ۔۔۔ کتنی یہ سقفِ پست فلک ہے زمیں کے پاس

کیا کیا گمان آئیں نہ غیرت سے عشق کی ۔۔۔ بیٹھے اگر وہ حضرتِ روح الامیں کے پاس

دیکھ اس کی شکل اشک تو روکے، نہ پر رکے ۔۔۔ جانے کو ہم گئے ترے اندوہگیں کے پاس

اے دستِ شوق ہو تری جرأت سے ہٹ کے دور ۔۔۔ پھیلانے ہے جو بخت تک اس شرمگیں کے پاس

سیمیں وہ سینہ دیکھ کے ہوں مرگیا، مجھے ۔۔۔ مدفون کیجیو چمنِ یاسمیں کے پاس

بلبے شعاعِ حسن کہ اس کان میں گہر ۔۔۔ دہکے ہے جیسے لعل رخِ آتشیں کے پاس

۱۔ آ: عشرت

۲۔ آ: اے حسن بے مہر

۴۔ لندن: زائد غزل

۲۰۹

وہ مستِ خوابِ ناز تھا اور میں چھپے چھپے
خلوت میں رات جا ہی لگا اس حسیں کے پاس

اے بختِ خفتہ! چونک اٹھا وہ وگرنہ ہونٹ
بوسہ کو جھک چکے تھے لبِ نازنیں کے پاس

ٹپکا ہے مشکِ نافِ غزالِ رمیدہ سے
کر خال یہ نہ نرگسِ سحر آفریں کے پاس

ممنوںؔ خدانخواستہ ترکِ بتاں کرو
جانے لگے بہت ہو، اب اربابِ دیں کے پاس

۲۱۰

بس ہے یہ لطفِ صبا بہرِ گرفتارِ قفس
راہ بوئے گل کرے سوراخِ دیوارِ قفس

طائرِ رنگِ حنا ساں، مرغِ دشت آموز ہے
دل کو کیا معلوم رنجِ دام و آزارِ قفس

دم بدم آتا ہے اب ہر نالۂ آتش فشاں
تو ہی اس آفت سے ہو یارب! نگہدارِ قفس

رخصتِ صبر اب ذرا اے فرطِ بیتابی مجھے
ورنہ ہیں دم میں یہاں برباد آثارِ قفس

ہوں عجب صیدِ زبوں، اس عرصۂ گیتی میں آہ
دام کا مردود ہوں، ننگِ چمن، عارِ قفس

طائرِ تصویر ہوں، زیبا ہے حیرانی مجھے
ہوں گلستاں کے نہ لائق، نہ سزاوارِ قفس

دل وہ طائر ہے کہ جس کی پرفشانی کے لیے
وسعتِ دشتِ جہاں کرنے لگی، کارِ قفس

صورتِ عنقا ہے اپنا سیرگہ دشتِ عدم
پائے بندِ دام نہ ہوں، نہ گرفتارِ قفس

حضرتِ ممنوںؔ یہاں تھے ایک مدت معتکف
ہم صفیرو! اس لیے رہتا ہوں زوارِ قفس

۲۱۱

ہے کس کے زخمِ خنجرِ بیداد کی ہوس
تڑپے ہے خون میں، دلِ ناشاد کی ہوس

آنکھیں جو بعدِ ذبح کھلی رہ گئیں مری
مر کر بھی ہے نظارۂ جلاد کی ہوس

میں ایک سرو قامتِ گل رو کا محو ہوں
نے گل کی آرزو ہے، نہ شمشاد کی ہوس

یک نیم قطرہ خوں سے ہے کمتر دل و جگر
ہے کس پہ تو جراحتِ بیداد کی ہوس

بس جلد لے پہنچ مجھے اے اضطرابِ دل
ہے آج ذبحِ صید پہ صیاد کی ہوس

نشتر بجائے سبزہ، اُگے اپنی خاک سے
تھی دل میں کس کے خنجرِ فولاد کی ہوس

ہم بے زبان اور وہ ممنوںؔ بے دماغ
دل میں رہی نہاں دلِ ناشاد کی ہوس

۲۱۲

اس مصفا سینہ میں نسریں کے ہاروں کا عکس
جلوہ ریز آئینہ میں جیسے کہ ہو، تاروں کا عکس

آہ فرطِ ناتوانی، خانۂ آئینہ تک
پہنچتا، مشکل سے ہے اب تیرے بیماروں کا عکس

غیر سمجھے ہیں لہو رویا ہوں، اور آنکھیں مری
سرخ رکھتا ہے سدا، ان لالہ رخساروں کا عکس

جلوۂ صد رنگ سے رکھے مری چشمِ سفید
جوں بلورِ بوقلموں ان طرح داروں کا عکس

دیکھ وہ ابرو جبیں، دنداں رخِ مے میں کہ یاں
قوس و اختر، مہر و مہ دے وے دکھا چاروں کا عکس

پیشِ اربابِ صفا سرکش رہے ہیں سرنگوں
واژگوں پانی میں نت دیکھے ہیں فواروں کا عکس

۱۔ آ، ب: نے

پرتوِ خوبان و رنگوں پوش ہے اس چشم [illegible]
مردمِ آبی رکھیں گرداب ہے منھ پر سپر [illegible]
دیکھ[1] کیسے کام تمنوں ہوگئے الٹے ترے تو بہت ہر کار میں کرتا تھا [illegible]

۲۱۳

فغاں[2] نے مفت ہی ظاہر کیے شرار افسوس — چلا سکی نہ مرے دل کے ایک دو خار افسوس
ترے مریض نے کھولی ذرا تھی غش سے آنکھ — تجھے نہ دیکھ کے وہ رہ گیا پکار افسوس
ترے خیال میں دل سے کروں تھا دو باتیں — نہ وہ رفیق بھی اپنا رہا ہزار افسوس
غم اور جان سر و زانو ہے، اور دل پر ہاتھ — کوئی انہیں، نہ دل «ہ»، نہ غمگسار افسوس
درِ قفس نہ کھلا' تا طوافِ گل کرتے — شگفتگی نہ ہوئی گو ہوئی بہار افسوس
کیا تھا آپ کو اس درِ پہ خاک گو، ہم نے — دیا صبا نے نہ رہنے وہاں غبار افسوس
غبارِ خاطرِ جاناں نہ دھوسکے، گا ہے — بکار آئے نہ مژگانِ اشکبار افسوس
بوقتِ نزع مری جاں میں، جان سی آئی — کہا جو آن کے اس نے، مرے نزار افسوس
نہ سوزنِ مژہ و رشتہ نگہ کی گئی — عبث ہی سینہ کیا چاک و دل فگار افسوس
گل[3] سرشک نہ دامانِ یار تک پہنچے — ہوئے ہیں ہار کے میرے گلے کے ہار افسوس
گئے تھے وادیِ وحشت میں، بعد یک چندے — نہ کون کون وہاں یاد آئے یار افسوس
لگا گلے سے تو مجنوں کی قبر کو رونے — تمام دل کے نہ نکلے ولے بخار افسوس
غزل جو[4] اور کہے، اس سے فائدہ تمنوں — شعیر و شعر، میں سمجھے نہ فرق یار افسوس

۲۱۴

نکل[5] ہی جان گئی ہوتے ہی دوچار افسوس — نہ ہونے سرِ قاتل پہ ہم نثار افسوس
رہا نہ جیب نہ دامن میں ایک تار افسوس — بہت ہی دستِ جنوں سے ہوں شرمسار افسوس
ملا یہ دل کہ ہوئے ہاتھ خون سے رنگیں — مگر حنا اسے سمجھا تھا وہ نگار افسوس
عبث ہے اس خطِ عارض پہ جان دے کوئی — مرے مزار پہ لایا نہ گل، نہ خار افسوس
شرابِ کام تو پی' جامِ سرخوشی سے راث — یہ جانتے تھے نہ دردِ سرِ خمار افسوس
نہ کون کون گئے اس کو دیکھ' مجلس میں — پہ یک نگاہ کے ہم ہیں گنہگار افسوس
سرشکِ آب ہوا دم زمینِ دلِ قاتل — پہ نخلِ عشق میں دیکھے نہ برگ و بار افسوس
نہ تیر شست سے چھوٹا کہ ہم تڑپ کے موئے — لگا وہ کہنے، گیا مفت یہ شکار افسوس
غضب ہے دل سے لیا، اس نے کھینچ پیکاں بھی — گیا نہ چھوڑ مرے پاس یادگار افسوس
نہ دل' نہ چشم' نہ جان نہ زبان ہے کہنے میں — لگادیا ہے عجب الفت[6] اختیار افسوس

۱۔ لندن، ب = زائد مقطعہ
۲۔ ب۔ میں یہ غزل نہیں ہے
۳۔ لندن = زائد تین اشعار
۴۔ آ = اور کہی ایسی
۵۔ لندن = زائد غزل
۶۔ لندن۔ نسخے ندارد غالباً سہو کاتب۔ تصحیح قیاسی

طریقِ پرسشِ بیمار یہ بھی ہوتے ہیں — کہ پیش آنے ہے جس طرح مجھ سے یار افسوس
رقیب کو مری بالیں پہ لے کے آیا ساتھ — جو آپ آنے تو یوں، بعدِ انتظار افسوس
ہر ایک، حال پہ، تمنّوں کے لب گزرا ہے آج — کبھی تو تو بھی کہہ: اے جان ایک بار افسوس

ردیف "ش"

۲۱۵

گرمِ اشک سے ہیں مژگاں، مہمانِ آب و آتش — اس مشتِ خس نے جھیلے عمانِ آب و آتش
سینہ سے بحرِ امڈے اور ساتھ تھے بھبوکے — یاں یک تنور سے ہے طوفانِ آب و آتش
رخسارِ شعلہ گوں کا پرتو ہے آبنہ پر — سحرِ بتاں نے باندھا، دامانِ آب و آتش
اول مجھے جلانا "پھر خاک بھی بہانا — کر رکھو اشک و افغاں سامانِ آب و آتش
دیکھ آب و تابِ روے تابندہ پُر عرق سے — یاں دوستی پہ ٹھہرا سامانِ آب و آتش
لبِ تشنگی بجھانے، جنسِ ورع جلانے — صہبانے لالہ گوں میں ہے شانِ آب و آتش
خاکستر ایک سو ہے، کشت اپنی سبز یک سو — مژگاں سے لگ رہا ہے بارانِ آب و آتش
آغوشِ چشم و دل کے مدت تھے ناز پرور — اطفالِ اشک اپنے ہیں جانِ آب و آتش
رقت سے، سوزِ دل سے تھی آب وتاب اپنی — تمنّوں ہے سخت ہم پر احسانِ آب و آتش

۲۱۶

ہے عشقِ اشکِ افغاں[2] پر دلِ بیتاب میں آتش — سرِ خاشاک پر یہ سیل ہے، سیماب میں آتش
بغیر کینہ مت چشمِ کرم رکھ، چرخِ گرداں سے — بجھانے آب سے ناداں، اس دو لاب میں آتش
دلِ سوزاں سے امڈے اشک، اشکوں سے اٹھے شعلے — ابلِ آتش سے آب آیا ہے بھبکے آب میں آتش
ہمیشہ گل کے دو نے دشمنوں کے بن کے جاتے ہیں — لگے کیوں کر نہ دونی سینۂ احباب میں آتش
تصور کس کے روے گرم کا پھرتا ہے آنکھوں میں — سدا خورشید بیداری میں دیکھوں، خواب میں آتش
جلاکر جنسِ صبر و ہوش، طاقت، عقل و دیں چلنے — ہوئے ہیں ہم فقیر، آخر لگا اسباب میں آتش
کہوں کس طرح شعلہ اس عذارِ صاف و روشن کو — صباحت یہ کہاں گو کم نہیں کچھ تاب میں آتش
صفائے صبح سے شاید ملاکر دستِ قدرت نے — مکرر بیختہ کی، چادرِ مہتاب میں آتش
نہیں موقوف تمنّوں عشق پیری و جوانی پر — یہ وہ کافر ہے، دے ہے پھونک شیخ و شاب میں آتش

۲۱۷

زبس بخشے ہے ہر دم ربطِ اشک، آتشیں آتش — مثالِ[3] شمع رکھتے ہیں درونِ آستیں آتش

۱۔ آ، ب: پیمان
۲۔ آ: مژگاں

۳۔ آ، ب: یہاں جوں

زمیں گیرِ اشکِ گرم و ہر رخ یہ افغانِ [illegible] ہے[1]
یہاں ہر دانہ اخگر سے شرر باغ [illegible] ہے
عطا کرتی ہیں نور، آتش دموں کی تجلیں دل کو [illegible]
بلند اپنا ہوا شب شعلہ افغاں[2] جو سینہ سے — [illegible] شعلہ [illegible] ہوا [illegible] آتش
مرے سینہ میں حسنِ آتشیں سے شعلہ بھڑکے ہے — کرے ہم رنگ اپنا جس سے [illegible] آتش
پرستش روے آتش ناک کی کرتے ہیں ہم ممنوں — کہ ہیں آتش پرست، اپنا تو ہے ایمان و دیں آتش

۲۱۸

دل خروشاں یہاں ہے لب خاموش — خم سر بستہ ساں بھرے ہیں جوش
بس کہاں تک خلش دلِ پرخار — ہوگئے چاک چاک سب آغوش
دلِ دیوانہ چل بسا شاید — اوس گلی میں نہیں ہے آج خروش
دلِ بیتاب میں ہے سوزِ نہاں — شعلۂ سیماب میں ہوا روپوش
اس کنارِ تہی پہ روتا ہوں — دیکھ کر وہ بھرے بھرے بر و دوش
زور کیفیت اس شراب میں تھی — لب پہ رکھتے ہی، لب ہوئے خاموش
کون محفل میں اب ہوا ساقی — ہر طرف سے ہے بانگِ نوشا نوش
سخن اپنا نہ یوں وہاں پہنچا — خوب روتا ہوں دیکھ، وہ درِگوش
ولولوں سے رہے جو تک ہم مست — عشق کہتا ہے ہاں نیوش، بجوش
تھا ریاکار شیخ دیں، تجھ سے — قصدِ بیعت ہے پیرِ بادہ فروش
واہ طرزِ کلامِ ممنوں واہ — کس قدر ہے پسندِ صاحبِ ہوش

۲۱۹

ہم[3] لیے ہیں دلِ طپاں خاموش — یعنی ہوتے ہیں کشتگاں خاموش
ہیں پڑے تیرے نیم جان خاموش — دل کے خون نوش ہیں یہاں خاموش
اسکے آنے کا کر، نہ قاصد! ذکر — ہیں کھلے، گوشِ آسماں خاموش
تیرے بیمار کی ہے کیا صورت — سر جھکائے ہیں دوستاں خاموش
دل، قاتل بیدرد آنے مباد — نعش پر میری نوحہ خواں خاموش
طپشِ دل سے ہے بلند نوا — لب ہے گو بستہ اور زباں خاموش
وصل کی شب ہے نہ وہ چونک اٹھے — رہ، ذرا مرغِ سحر خواں خاموش
حسرتِ دل وہ پوچھنے آیا — ہوگئے جب لبِ بیاں خاموش
دم نہ مارا تری مژہ کے حضور — کھا رہا دل میں ہوں سناں خاموش
خوابِ ہمسائیگاں پہ رحم دلا! — تا کجا نالہ و فغاں! خاموش
تنگ سینہ ہوا، گھٹنے ہے دم — بس رہا جانے اب کہاں خاموش۔

---

۱ لندن ـ آتش، متن مطابق "ب"
۲ ـ آہ افشاں
۳ ـ لندن میں زائد غزل

۲۱۵

جان گھبرانے، دل تڑپتا ہے　　بس کہ بیٹھے ہیں ہم یہاں خاموش
گہہ وہ پنہاں نگاہ کہتی ہے　　زیرِ لب آہِ خونچکاں خاموش

اہلِ بستی تمام، جوں انفاس　　چلے جاتے ہیں ہم عناں خاموش
کس سے پوچھوں رہِ دیارِ عدم　　دور پہنچا ہے کارواں خاموش

پانیے کیونکہ رفتگاں کا سراغ　　نقشِ پا گم ہے، رہرواں خاموش
ہو نہ قاتل ہی نعشِ ممنوں پر　　تھا پشیماں سا، اک جواں خاموش

ردیف "ص"

۲۲۰

کیونکہ ہم پر نہو ستم مخصوص　　خیلِ عشاق میں ہیں ہم مخصوص
آشنائیوں سے کچھ طرب بھی تھی　　پر نہایت ہیں درد و غم مخصوص

آ، مرے دل میں دیکھ سیرِ جہاں　　کچھ نہیں بہرِ جامِ جم مخصوص
یوں تو گریاں ہے ابر بھی، پہ تری　　خون روتی[1] ہے چشمِ نم مخصوص

اجل اس چشم سے پوچھ کے آئی　　مشورہ جوں کریں بہم مخصوص
صید کو وہ چلا ہے، قصد ہے پر　　جانبِ آہوے حرم مخصوص

وہ نگہہ غیر سے سخن گو ہے　　ان اشارات کے تھے ہم مخصوص
نک مرے دودِ آہ کو بھی دیکھ　　ہے نہ اوس زلف سے ہی خم مخصوص

غیر لیں بوسہ، میں سنوں گالی　　عام شکر ہے اور سم مخصوص
آج تو غیر سے ہی صحبت ہے　　کل تو ممنوں تھے نہ کم مخصوص

۲۲۱

خاک پر رکھتا ہے اپنی کون سا جانانہ رقص　　گردِ تربت کو ہے میری ناز سے مستانہ رقص
آن کر مجھ پر لگا تو نیم زخمِ تیغِ ناز　　دیکھ اس بسمل کا پھر اے یار بیتابانہ رقص

کل وہ ہجر و وصل کا عالم مگر تھا دھیان میں　　گہہ خروشاں تھا، کبھی[2] کرتا تھا یہ دیوانہ رقص
سازِ وحدت دل نے کیا چھیڑا کہ سب دیکھا کیے　　شیخِ دیں کے ساتھ تیرا راہبِ بت خانہ رقص

صید گاہِ ناز میں کہہ تو صحیح اے طفل شوخ　　اپنے بسمل کا پسند آیا تجھے کچھ یا نہ رقص
کون سا غارت گرِ ہوش و جنوں ہے نغمہ ساز　　وجد دیوانہ کو ہے۔ رکھتا ہے ہر فرزانہ رقص

ہوں شہید اک شعلہ خو گل کا، زبس ممنوں میں　　خاک پر بلبل کو اپنی ہمرہِ پروانہ رقص

۱۔ لندن و ب: روتا ہے، غالباً سہو کاتب۔ تصحیح قیاسی

۲۔ آ: گہہ

۲۲۲

عشق کا مہلک[1] جو سنتے تھے کہانی میں مرض / ہائے وہ ہی لگ گیا ہم کو جوانی میں مرض
سوزِ دل، دردِ جگر، رنجِ دروں، جوشِ جنوں / کیا دیے الفت نے اٹھتے زندگانی میں مرض
پوچھنے ہمراہِ غیر آنے، نہوں کیوں کر ہلاک / بڑھ گیا اپنا تو ان کی مہربانی میں مرض
فکرِ چشمِ یار میں بیمار ہے جانِ نزار / ہے خدا حافظ ہوا کس ناتوانی میں مرض
جا مسیحا فکرِ دردِ دل نہ کر، تلتا ہے یاں / پلہ لطفِ حیاتِ جاودانی میں مرض
جان سے عہدِ رفاقت تا بہ مردن ہے اسے / عشق کا محبوب ہے یارانِ جانی میں مرض
کب پری رو ہوں مسخر، شیخ دیوانہ نہو / ہو نہ وحشت کا کہیں اعمالِ خوانی میں مرض
دور چشمِ یار میں ممنوں کو[2] ہو آزارِ عشق / لکھ چکے تھے یہ قضائے آسمانی میں مرض

۲۲۳

دیوانہ میں ترا ہوں، پری سے نہیں غرض / تو ہو، کسی کی جلوہ گری سے نہیں غرض
ہاتھ اپنے صرفِ سینہ خراشی ہیں آج کل / بخیہ گری و جیب دری سے نہیں غرض
خوں ہو چکی ہے قوتِ پرواز ہی یہاں / میں اور قفس ہوں، تیز پری سے نہیں غرض
اک خار جل سکا نہ دلِ پر خلش کا آہ / جا آہ! تیری شعلہ وری سے نہیں غرض
عفت ملک میں، حسن پری میں بھی کم نہ تھا / جز عشق، خلقتِ بشری سے نہیں غرض
برباد ہو کہیں نہ شکوہ، غرور و ناز / اس بِن نہ فغاں کو بے اثری سے نہیں غرض
دی ہے بتوں کو رہزنِ دیں، چشم کس لیے / گر خود قضا کو فتنہ گری سے نہیں غرض
دامن پہ ذوقِ لعلِ بتاں میں رواں ہیں اشک / رنگِ نباتی و شکری سے نہیں غرض
رنگ و صفائے حسن ہے اے شمع اور شے / شعلہ رخی و سیم بری سے نہیں غرض
ہو آبِ تیغ و سینہ، چاک اپنے باغ کے / کہہ کس کو تازگی و تری سے نہیں غرض
مفتونِ رقصِ یار و فدائے خرام ہوں / طاؤسِ باغ و کبک دری سے نہیں غرض
ممنوں خیالِ یار کو ہیں دل میں شوخیاں / شیشہ میں ہم کو رقصِ پری سے نہیں غرض

۲۲۴

کام ہے زلفِ سیاہ و روے[3] تاباں سے غرض / کچھ نہ مطلب کفر سے ہم کو نہ ایماں سے غرض
آگ کیوں یک دست دی برقِ شرر افشاں نے آہ / اس تہی پانی کو تھی خارِ مغیلاں سے غرض
کام کیا ہے زخمِ دل کو مرہمِ بہبود سے / مدعا الماس سے ہے یا نمک داں سے غرض
ایک دم اس سے جو تو یوں اب جدا ہوتی نہیں / ہے تجھے اے آستیں کیا چشمِ گریاں سے غرض

۱۔ آ: جو مہلک
۲۔ آ: کو یہ
۳۔ آ: سے

ایک سا ہے گلشن و زنداں اگر ہووے وہ گل
کچھ نہ مطلب ہے وہاں سے اور نئے یاں سے غرض

کس لیے زلفِ پریشاں کھول دی اس نے نہ تھی
گر پریشانیِ یک مشتِ پریشاں سے غرض

ایک بھی تو تار یاں ثابت نہیں ہے اب بھلا
دستِ وحشت کو رہے کیا اب گریباں سے غرض

بندۂ احسان بے بال و پری اپنی ہیں ہم
کام نہ صحرا سے ممنوں نے گلستاں سے غرض

ردیف "ط"

۲۲۵

لکھ کر دیا جو سوزِ دلِ بے قرار خط
قاصد نے چھو کے چھوڑ دیا شعلہ دار خط

کس کا ہے کارِ دستِ نگاریں کہ جابجا
رکھتا ہے کچھ نشانِ حنا، پانچ چار خط

تا چند گریہ مانعِ تحریر، دیکھ تو
لکھتا کسے ہے اے مژہ اشک بار خط

خط پارہ پارہ کر کے دیا پھیر، دیکھ لطف
میرے جوابِ خط میں ہیں، پہنچے ہزار خط

اب تک نہیں نشانِ کدورت کے کچھ مٹے
اس نے رقم کیا تو بخطِ غبار خط

ٹھہرا نہ نقشِ مہرِ دلِ سخت پر ترے
کہتے تھے روے سنگ پہ ہو پائدار خط

میں بھی نوشتِ جبیں دکھاؤں گا، گر طلب
اعمال کا کریں گے بروزِ شمار خط

اپنے مریضِ عشق کو لکھا ہے اس نے آہ
ہنگامِ نزع بعدِ دو صد انتظار خط

رکھ دیجیو وصیتِ آخر ہے یہ مری
جانے جوابِ نامہ، درونِ مزار خط

مسدود راہ و رسمِ کتابت ہوئی ہے کیا
لکھتا نہیں کسی کو، مگر کوئی یار خط

میں نے بھی کچھ لکھا تو ہوا قہر کون سا
پڑھ لو قسم اگر ہو بجز انکسار خط

جلاد نے دیا ہے درِ شہر پر لگا
قاصد کے سر کے ساتھ پئے اشتہار خط

ممنوں کبھیو غزلِ تازہ یہ رقم
بھیجو گے دوستوں کو اگر اب کے بار خط

۲۲۶

کرنا رواں ہے جانبِ رشکِ بہار خط
کھینچے گا بستر پہ ز بالِ ہزار خط

مضمون شوق ہائے عبارت میں کیونکہ آئے
لکھ لکھ کے کھینچ دوں ہوں یہاں بار بار خط

گھیرا ہے گلشن کو دودِ دلِ عندلیب نے
یاروے لالہ گوں پہ ہے، یہ مشکبار خط

پیکانِ تیر پر نہیں جوہر کہ اس طرف
یوں قتل کا لکھے ہے وہ ناوک گزار خط

شاید کہ جانے طول سے واں خود بخود پہنچ
تحریر کیجیے جو بقصدِ اختصار خط

حرفِ وفا ہوں دل میں، تو ہے داغ بھی ضرور
پاتا بغیرِ مہر نہیں، اعتبار خط

باندھے تھے کس نے کھینچ وہ بندِ قبا کہ ہیں
گلگوں بدن پہ جوں رگِ گل، آشکار خط

تھا بہرِ عرض، نامۂ سیاہی رواں کیا
لکھ لکھ کے میں نے سب عملِ بادہ خوار خط

پر ہوں تصدقِ کرمِ پیرِ میکدہ
دھویا شرابِ سرخ سے وہ ایک بار خط

ممنوں کے مرگ کی نہ خبر ہو کہ آج چشم
بھر لانے تھا وہ دیکھ کے، بے اختیار خط

۱۔ لندن: دل، مگر گل زیادہ مناسب ہے غالباً سہو کاتب مد

تو اور حرفِ مہر ہے جو آشنا غلط
[illegible]

بلبے فسوں طرازیِ چشمِ تباں کہ یاں
کیا سحر ساحری [illegible] کیا غلط

پہروں رہی ہیں تیرے تصور سے صحبتیں
یوں محو گردن ہوں [illegible] غلط

کی اس سے عرضِ شوق بالفاظِ آرزو
بولا یہ سن کے [illegible] غلط

نسخہ میں دل کے ہیں نقط داغ جابجا
جو حرفِ آرزو کا لکھا ہے سو کیا غلط

ہم[1] خاک ہوگئے پہ تیرے رخشِ ناز نے
مرقد پہ اپنے گاہ نہ رستہ کیا غلط

شاید کہ شوق نامہ مرا وہ پڑھے تمام
نام آج اپنے خط پہ ہے میں نے لکھا غلط

قربانِ یار میں کہ مری مرگ کی خبر
بولا یہ سن کے، ہو یہ سخن یا خدا غلط

پیمان و عہد وہ جو ہوئے تھے بہم تمام
لکھے، پر ایک حرف، قسم ہے نہ تھا غلط

صدقے پر اس ڈھٹائی کے، پڑھ کر کہا کہ سب
بہتان، اتہام، دروغ، افترا، غلط

میں اپنی سرگزشتِ محبت کہوں تھا سب
لیکن ذرا نہ سر سے کہیں تاپا، غلط

بولے سے مسکرا کے کہا، پوچھوں ایک بات
پھر یہ بھی شرط ہے کہ نہووے ذرا غلط

ہے راستیِ عشق کی سوگند، سچ کہو
افسانہ یہ درست، سراسر ہے یا غلط

ممنون آشنائی زمانے کی دیکھ لی
ہوتا یہاں ہے کون، کسی کا بھلا غلط

۲۲۸

ہم[2] چھرگیِ یار سے باندھی اگر ہے شرط
چشم و دہان و ابرو و گیسو قمر ہے شرط

آساں نہ تیغِ عشق کے ہیں زخم جھیلنے
دل شرط و سینہ شرط ہے، جان و جگر ہے شرط

گو نا رہے نگہ مژہ سوزن پہ چشمِ یار
چاکِ جگر کی بخیہ گری کو ہنر ہے شرط

پہلے جتائے دوں ہوں کہ رونا پڑے گا خوں
آنکھوں سے باندھتا جو مری ابرِ تر ہے شرط

بے فائدہ ہے شور کہ گل کے کھلے نہ کان
نالہ میں کچھ تو بلبلِ نالاں! اثر ہے شرط

تو ہے سیاہ بخت دلا! جا نہ سوے زلف
تاریک شب میں مارِ سیہ سے حذر ہے شرط

شیخِ حرم ہوں، راہبِ بتخانہ ہوں تو کیا
ہم ہیں یہ جانتے کہ کسی دل میں گھر ہے شرط

میں نے کہا کہ دل جو لیا، بوسے دیجیے
بولا کہ ہم سے تم سے یہ ٹھہری مگر ہے شرط

آیا لیے جو تیغ یہ کہتا تھا ناز سے
ہاتھ ایک آزمانے کی، تم پر خبر ہے شرط

میں نے کہا کہ عشق میں چہرے ہیں زرد رنگ
بولا کہ سیم بر سے محبت کو زر ہے شرط

گر قصد سوے منزلِ مقصود ہے ترا
ممنون پہلے اپنی خودی سے سفر ہے شرط

ردیف "ظ"

۲۲۹

یاں نہ گل ہے، نہ گلستاں سے حظ
نہ رہا دل تو ہو کہاں سے حظ

۱۔ لندن: زائد شعر

۲۔ لندن: زائد غزل

٢٢٩

جاکے کعبہ میں کیا ملول ہوئے / تھا عجب صحبتِ بتاں سے حظ
شوق سے تیغ آزمائی کر / کہ اٹھاتا ہوں امتحاں سے حظ
آپ پہلوے غیر میں بیٹھے / اٹھ گیا زندگی[1] کا یہاں سے حظ
جب کہوں ہوں تیری حدیثِ دہن / لے زبان لب سے، لب زباں سے حظ
جانے[2] تنہائی اوز کہ جینے کا / تھا ملاقاتِ دوستاں سے حظ
بقدرِ جاں تک تو بندھ گیا اپنے / بوسہ شکّریں دہاں سے حظ
جی ہی سمجھے ہے زخمِ دل کے مزے / پوچھ یہ جانِ خستگاں سے حظ
تیری پنہاں نگاہ کے ظالم / ہو عجب کاوشِ نہاں سے خط
زور تمنوں تیری ہے طرزِ سخن / کیااٹھایا تیرے بیاں سے حظ

٢٣٠

ایک دم پایا تھا آبِ خنجرِ قاتل سے حظ / اب تلک جاتا نہیں جان و دلِ بسمل سے حظ
سودہء الماس تک زخمِ جگر پر جھاڑ دے / کم، خراشِ تازہ کا کچھ ہے ترے گھائل سے حظ
وہ معمائے دہن وا کرکے میں خوش ہوں کہ جوں / ہو دلِ دانا کو حلِ عقدۂ مشکل سے حظ
وصل ناممکن ہے[3]----- ---- ---- --- / کوششِ بیجا سے لذت، سعیِ بے حاصل سے حظ
وصل کے مذکور جھوٹے بھی، نہ کیا کیا دیں مزے / کس قدر ہوتا ہے سچ، افسانہء باطل سے حظ
لگ گئے تھے ہونٹ کس کے لعل شکر بار سے / کیا حلاوت تھی کہ ٹک جاتے نہیں ہیں دل سے حظ
غرق ہوجانے میں شغلِ دوست کے ہے زور لطف / پوچھ استغراق کا تمنوں دلِ شاغل سے خط

٢٣١

ترے خیال سے ہم اس قدر ہیں یاں محظوظ / کہ دل ہے سینہ میں وصلت کا کر، گماں محظوظ
اس آبِ تیغ میں ہے زور ہی گوارائی / گلوئے صید رہے جس سے ہر زماں محظوظ
عجب لذیذ تھا کچھ زخمِ عشق بھی کہ ہوا / جگر سے تا بدل اور دل سے تا بجاں محظوظ
نگاہ تیغ یہ دل، یہ جگر، یہ سینہ ہے / کہ عاشقوں کو کرے زخمِ امتحاں محظوظ
بغیر زہر نہ قسمت میں کچھ ہوا اپنی / کسے رکھے ہے سرِ خوانِ آسماں محظوظ
رکھوں ہوں اس چمنِ دہر میں نہ رنگ نہ بو / کہ خوش نہ مجھ سے ہے گلچیں نہ باغباں محظوظ
کہو، بنِ مژہ تک کیوں سرشک بھر آئے / ہوئے نہ آپ میری سن کے داستاں محظوظ
غزل اک اور بھی پڑھ اس زمین میں تمنوں / سخنوروں کو کرے ہے تیرا بیاں محظوظ

١۔ب: زیست

٢۔لندن، ب: زائد شعر

٣۔یہ مصرعہ لندن، بھوپال، آصفیہ سب میں نامکمل ہے۔

۲۳۲

کسی کے بوسہ لب سے ہیں ہم یہاں محظوظ
کہ خوانِ اہلِ کرم پر جو ہیں یہاں محظوظ

غلط کہ نام سے میٹھے کے منہ نہو میٹھا
کرے ہے ذکرِ لبِ شکریں، دہاں محظوظ

یہاں تو چند دمِ زیست تلخ گزرے" ہیں
خدا ہی جانے کہاں ہے! وہ جانِ جاں محظوظ

غذا ہے مایدۂ غم سے گو نہ گو نہ نصیب
معاش سے تو بہر مشکل ہیں یہاں محظوظ

نہ غم ہے سختیِ دوراں سے اہلِ ہمت کو
دلِ ہما کو رکھے قوتِ استخواں محظوظ

کہا کیا کہ میرے پاس آشیاں نہ بنا
کہ ہوئے گا بہت اے مرغِ بوستاں محظوظ

جلا نشیمن وہ خود بھی ہوا کباب آخر
رہا نہ تن کے مری آتشیں فغاں محظوظ

بہت کہا، نہ لگاؤ کسی سے دل ممنوں
کہو کچھ آپ ہوئے تم یا نہ مہرباں محظوظ

ردیف "ع"

۲۳۳

ہوں محوِ بیخودی نہ جہاں کی ہے اطلاع
نہ دین کی، نہ دل کی، نہ جاں کی ہے اطلاع

کس کو کسی کی کاہشِ جاں کی ہے اطلاع
کس کو مرے جگر میں سناں کی ہے اطلاع

میں نے کہا کہ دل ہے دھڑکتا، رکے ہے دم
بولا کہ ہم کو اس خفقان کی ہے اطلاع

زاہد بھی سکر و صحو سے کرتے ہیں گفتگو
پر کب مذاقِ بادہ کشاں کی ہے اطلاع

اس کا مقام پوچھیے کس سے، کسے یہاں
بے رنگ و بے شبیہ و نشاں کی ہے اطلاع

کہا ذکرِ جامِ جم کہ خطِ جامِ بادہ سے
مستوں کو رازہائے جہاں کی ہے اطلاع

آنکھیں لگی تھیں سوے در و جاں نکل گئی
تجھ کو بھی اپنے اس نگراں کی ہے اطلاع

جوں موج، بعدِ موج، گزرتی ہیں یک دگر
یہاں خوب عالمِ گزراں کی ہے اطلاع

آنکھوں سے میری پیار جو ٹپکا، کہے تھا وہ
ہم کو کسی کے شوقِ نہاں کی ہے اطلاع

وہ کب صفا و مروہ سے کرتے ہیں بند دل
جن کو صفاے دیرِ مغاں کی ہے اطلاع

دیکھیے شکن شکن میں ہیں وابستہ دل کئی
اک ایک پیچِ زلفِ بتاں کی ہے اطلاع

بیہوشیوں میں جنسِ دل و دین بیچ دی
نہ سود کی خبر، نہ زیاں کی ہے اطلاع

باریک بین و خوردہ شناسان کی دقتیں
کسی پر نہ اس میان و دہاں کی ہے اطلاع

ہستی کی اپنی ہی نہ رہی، آگہی ہو جب
کس کی خبر ہے اور کہاں کی ہے اطلاع

ممنون کیوں خموش ہے تو! اک دو آہ بھر
یوں کس کو حالِ جانِ طپاں کی ہے اطلاع

۱۔ ب: نشیمن خود بھی

۲۔ لندن، ب: بنا ' آ ۔ (ا

۳۔ ب: کچھ آپ ہوئے یا نہ

۴۔ آ، ب: یہ غزل نہیں ہے

۲۳۴

دیکھ اس خجلتِ رخ سے عرق افشانیِ شمع　　پر پروانہ کرے پرتوِ جنبانیِ شمع
شعلۂ حسن سے تیرے جو کیا تھا دعوٰی　　رو کشِ داغ ہے اب تک سر و پیشانیِ شمع
حسن پاتا ہے اماں اپنے ہواداروں سے　　دیکھ فانوس سے ہوتی ہے نگہبانیِ شمع
کیا الگ محفلِ ہستی سے عدم تک پہنچے　　سیکھ اس راہ میں تو بے سروسامانیِ شمع
کرکے پروانہ کو خاک آپ جلے، گھل گھل کے　　آگ اس غم کو لگے، واہ رے نادانیِ شمع
شعلۂ حسن نہ پردے میں نہفتہ ہو کبھو　　ہو نہ فانوس میں پنہاں رخِ نورانیِ شمع
جو کہ ہیں گرم نفس، ہیں نہ وہ محتاجِ لباس　　کہ نہ وابستۂ پوشاک ہے عریانیِ شمع
روبرو تیرے ہے انگشتِ تحیر بدہن　　دیکھ محفل میں ذرا اپنی تو حیرانیِ شمع
یاں نہ کس کس پہ بھبوکے کا ہے عالم لیکن　　چشمِ پروانہ میں کوئی بھی نہیں ثانیِ شمع
حرف جو لب تلک آیا سو بھبوکا وہ ہوا　　دیکھ ممنون ذرا طرزِ سخن رانیِ شمع

۲۳۵

تھا یہ کس چہرۂ تاباں پہ خدایا برقع　　برق سی کوند گئی جوں ہی اٹھایا برقع
ہے دلِ چاک میں وہ پرتوِ رخ، صنعت دیکھ　　کہ کتاں سے ہے رخِ مہ کا بنایا برقع
آستیں سے ہی مرا دستِ تہور نکلا　　جیب اپنا ہی نہیں آج، ترا یا برقع
شعلہ ور کس کا ہوا حسن کہ فانوس سے، لے　　شمعِ مجلس کو خجالت نے اوڑھایا برقع
سطوتِ حسن سے تھا تا جگر، آئینہ آب　　ناز کرتا ہوں کہ منھ پر ترے آیا برقع
آتشِ حسن تری کوئی قیامت ہے تیز!　　مجھ کو حیرت ہے کہ کیوں کر نہ جلایا برقع
اڑگیا رنگِ رخِ لالہ و گل، گلشن میں　　کس کے عارض سے صبا نے ہے اڑایا برقع
ایک گوشہ سا ہلا ناگہ، پڑی دل پر برق　　اسکے مکھڑے سے سرکنے بھی نپایا برقع
ایک سو سایہ مرے گھر میں ہے، اک سو مہتاب　　کچھ کھلا اور کچھ اس منھ پہ ہے آیا برقع
کیا جھمکڑے ہیں اس منھ کے لبالب ممنوں　　مطلعِ نور سے شاید ہے کنایا برقع

ردیف "غ"

۲۳۶

گلوے تشنہ کو پہنچا نہ اپنے آب دریغ　　ہوا نہ تیغ سے قاتل کی کامیاب دریغ
کیا نہ بادہ کو تا خوں و خوں کو زہر، مجھے　　نہ اس فلک نے دیا ساغرِ شراب دریغ
کسی کے طرہ، پرتاب تک نہ پہنچا ہاتھ　　اس آرزو میں رہے، صرفِ پیچ و تاب دریغ
ہزار طرح کے عقدے پڑے مرے دل میں　　کھلا نہ اک ترا عقدۂ نقاب دریغ
ترے مریض کے سر پر ہر ایک تہِ دنداں　　کہے ہے آب، سر انگشتِ حیف داب دریغ
یہ دل کہ ننگ ہے یک نیم قطرۂ خوں کا　　دئیے فلک نے اسے داغ بے حساب دریغ
ملا نہ اذن کہ ہم چشم، تک قدم پہ ملیں　　ہمیشہ بوسہ زنِ پا رہی رکاب دریغ

ہوئی پہاڑ شبِ تیرۂ جدائی ...
غریقِ بحر گئے ہیں، فریبِ دنیا سے ...
جو دیکھی جاں کنی، ہجر وصل میں ممنون ...

۲۳۷

دیکھے اگر ترے رخِ پرنور کا چراغ — موسیٰ کو آئے تیرہ، نظرِ طور کا چراغ
اے بادِ آہ بچ کے نکل داغِ سینہ سے — ہے یہ ہی خانۂ دلِ مہجور کا چراغ
جو آرزو شہید ہوئی، یہ جلا کیا — اللہ دل مرا ہے، مگر گور کا چراغ
سینہ[1] تک آنے، غمِ دلِ سوزاں کو دیکھنا — شب روئے کے جوں ہو پیشِ نظر دور کا چراغ
بچ جائے بادِ حادثۂ محتسب سے جام — ہے یہ ہی خانوادۂ انگور کا چراغ
اس تیرہ کوکبی میں غنیمت ہے داغِ عشق — اپنا تو ہے یہی شبِ دیجور کا چراغ
محروم، لے ازل کا نہ نورِ خرد سے فیض — کب رہنما ہو! بے بصر و کور کا چراغ
لازم ہے ساغرِ مے گلرنگ کیجیے — قبرِ شہیدِ نرگسِ مخمور کا چراغ
پھر دیکھ گل کھلائے دلِ پُر ہوس نے کیا — گل ہو جو خلوتِ بتِ مغرور کا چراغ
روشن رہے ہے داغِ دوئی سوز سے یہ دل — کیجیے گا اس کو تربتِ منصور کا چراغ
ہے ایک آدھ لخت سو ہم کو عزیز ہے — باقی رہا ہے سینۂ[2] دلِ مغفور کا چراغ
ممنونؔ ہو حشر تک شہرِ اکبر کا پر توا — روشن رہے یہ دودۂ تیمور کا چراغ

۲۳۸

رکھتا ہے بسکہ ربطِ دمِ شعلہ بار داغ — سینہ میں ہے ستارۂ دنبالہ دار داغ
یک قطرۂ خون دل پہ کہ ننگِ شکیب تھا — ہے کیا ستم کہ ہجر کے دے روزگار داغ
نکلا رکیا ہے سینۂ زخمی سے دودِ دل — سرخ و سیہ سے جیب پہ ہیں آشکار داغ
کیا دل میں آگ تھی کہ دمِ مرگ جوں چراغ — بھڑکا کچھ اور بجھ بھی گیا ایک بار داغ
مثلِ فتیلہ پنبہ جلا سوزِ سینہ سے — گویا کہ ہے چراغِ شبِ انتظار داغ
جس جس طرح سے چاہے، فلک دل کو تو جلا — لیکن فراقِ یار کا، دیکھے نہ یار داغ
مدت سے کچھ تراوشِ خونِ جگر ہے بند — پھر چھیڑ دے تو اے مژۂ دشنہ کار داغ
کھینچوں نہ کیوں کہ میں نفسِ خونچکاں کہ آہ — دل ایک لاکھ زخمِ جگر، یک ہزار داغ
منشور پر ہو مہرِ شہاں وجہِ اعتبار — دل پر ہے عشق کا سببِ افتخار داغ
نہیرد، گر آنے ہو کہ کروں سینہ تک شگاف — دل کے، جگر کے کیجیے میرے شمار داغ
دل ہے ہزار لخت، ہیں لخت پر یہاں — دس بیس گر ہیں زخم تو ہیں پانچ چار داغ
ممنونؔ ذکر کیا دلِ گم گشتہ کا رکیا — پھر تازہ تو نے آہ کیے میرے یار داغ

۱۔ لندن، ب: زائد شعر
۲۔ آ: یہ نہیں ہے
۳۔ لندن، ب: زائد شعر

۲۳۹

ہجر کے بھی ، رشک کے بھی ، کھانے داغ / یاں ہمیشہ داغ ہیں ، بالائے داغ

دل ، جگر ، سینہ ہوا لوہو تمام / عاشقی کا یا خدا ! اور جانے داغ

بال کھولے کون چھاتی سے لگا / مشک کی رکھتے ہیں بو ، گھبرانے داغ

زخم حسرت ہیں جگر سے دل تلک / بس نہیں سینہ میں باقی جانے داغ

ہے کچھ انگارا[1] سا چھاتی پر دھرا / کس قدر جاں سوز ہے ایذائے داغ

کس کی چھاتی سے لگی گل کی لڑی / دل کے میرے بھر بھرے ہو آئے داغ

ناز مرہم کھینچتا ہرگز نہ دل / کیا کرے پر درمیاں ہے پانے ، داغ

خونِ دل سے متصل پہنچے ہے آب / خشک کیوں ہو لالہ حمرائے داغ

ساغر و مینا اٹھا لو بس ہے[2] یاں / شیشہء دل جامِ خوں پالائے داغ

نہ کچھ ہو ہر جگہ کا ارمغاں / تحفہء شہرِبتاں ، ہم لائے داغ

سینہ ، یادِ رفتگاں میں خوں ہوا / چرخ نے کیا کیا دکھائے ، ہائے داغ

جان و دل ، سینہ جگر سب پھنک چکا / آگ ہے ، دیکھیں تا کجا بھڑکائے داغ

سوزِ غم کرتا تو ہے[3] تو دل کباب / دیکھیو ایسا نہو ، لگ جائے داغ

پوچھتا کیا حسرت ممنوں ہے میر / کھاگیا سارے جگر کو ، ہائے داغ

ردیف "ف"

۲۴۰

بر آئی آرزو نہ کبھی ایک بار ، حیف / صد حسرت اے امیدِ تمنا ! ہزار حیف

تن سے روانہ جان ہوئی بوے گل کے ساتھ / اس بدگماں سے مفت ہوئے شرمسار حیف

یہ بعدِ مرگ بھی ہے تپِ دل کہ نت رہا / پژمردہ ، اپنا سبزہء خاک ، ہزار حیف

آیا نہ وقتِ نزع بھی تو ، اور رہ گئے / در سے لگے یہ دیدہء پر انتظار حیف

قسمت تو دیکھ جب کہ گئے صید گہ میں ہم / موقوف ہوگیا اسے ذوقِ شکار حیف

محفل میں لائے حسرتِ دل تک زباں پہ ہم / کہتے تھے سینہ کوٹ کے اغیار و یار حیف

خوں ہوگئے دل و جگر ، امیدِ زخم میں / قاتل نے ایک بھی نہ لگایا[4] پہ وار حیف

آیا نظر نہ چاکِ قفس سے بھی روے گل / کن حسرتوں میں ہم کو گئی یہ بہار حیف

ہردم فزوں جنوں کی ہیں یہ چیرہ دستیاں / داماں و جیب میں نہ رہا ایک تار حیف

گر جانتے ہو خرمنِ ہستی مری ہے خاک / افسوس آہِ گرم و دمِ شعلہ بار حیف

قاتل ہی وہ نہ ہوئے کہ ممنوں کی نعش پر / کہتا تھا اک جوان بہت بار بار حیف

۱۔ ب: انگارا سا ہی درست ہے۔ لندن ۔ سا ندارد ، سہو کاتب

۲۔ آ: بس یہاں

۳۔ لندن۔ ب: زائد شعر۔ ب: سوز غم کرتا ہے تو بھی

۴۔ ب: پہ لگایا نہ وار

وہ چشم و دل تھا دوبدو میں اور تماشا اک طرف
[illegible]

سر پر مریض عشق کے جھگڑا ہے مرگ و زیست میں
وہ چشم یک سو [illegible] اک طرف

کیا عشق کی ہے صیدگہ، یاں نیم زخم ناز کو
بیتاب یک جانب خضر، [illegible] اک طرف

دود فغاں، دم آتشیں، کیا کیا نہیں گھر میں مرے
یک سمت ہے ابر سیہ، برق شرر زا اک طرف

زلفیں کھلی آیا جو وہ، کیا کیا گرے ہیں ٹوٹ کر
تسبیح زاہد اک طرف، زنار ترسا اک طرف

ٹھیرے تھا نرخ بوسہ، دل پر ناز بہکایا کیا
مچلکی تھی قیمت ایک سو، بگڑے[1] تھا سودا اک طرف

دی سوز غم نے یا خدا کیا آگ سینہ میں لگا
بھڑکے ہے اک جانب جگر، دل ہے سلگتا اک طرف

واں منہ سے پردہ اٹھ گیا، یاں میں نے نالہ سر کیا
دود ایک سو پھیلا رہا، نور تجلی اک طرف

پڑھ اور بھی ممنوں غزل، سن جس کے شعر بے مثل
یک سو ہو شور احسنت کا، تحسیں کا غوغا اک طرف

۲۴۲

دیکھو نہ اس وادی میں ہو مجنون شیدا اک طرف
بانگ درائے ناقہ پر نالہ سا اٹھا اک طرف

پوچھو نہ شاید ہم رہو! یہ راہ کوئے یار ہو
پڑتا ہے کچھ ہر گام پر، بےخواستہ پا اک طرف

صبر و قرار و دین و دل رکھے ہیں پھونک اے سوز غم
ہم ہو گئے ہیں، جمع کر سب خس و کالا[2] اک طرف

ہے فصل گل گزرا ہی دے، ساقی بھی ہے شیشہ بھی ہے
پی آج زاہد جام مے، رکھ فکر فردا اک طرف

نظروں میں عالم تھا سیہ، دن وصل کا بارے ہوا
مکھڑے سے اب تو کیجیے زلف شب آسا اک طرف

قبلہ نما دل اور وہ در ہے قبلۂ اہل نظر
گھبرانے گو ادھر، ادھر[3] لیکن ٹھہرتا اک طرف

گو مل گئے تھے اس سے شب، کچھ بات کی ٹھہری پہ کب
ناحق[4] کی تہمت ایک پر، بہتان بیجا اک طرف

لی کس نے کہہ سن آرزو، چرچے ہیں کیا کیا گفتگو
ہلنے نپائے ہونٹ بھی، عرض تمنا اک طرف

ہے مجمع اہل سخن، بسم اللہ اے ارباب فن
سب نکتہ پیرا ایک سو، ممنون تنہا اک طرف

۲۴۳

جھانک کر ناقہ نشیں ہم! دیکھ اپنے بیدل کی[5] طرف
دست بر دل کیا دواں آتا ہے محمل کی طرف

کیا مزے اس زخم میں ہیں، دیکھتا ہو رشک سے
کشتہ سوئے کشتہ ہے، بسمل ہے بسمل کی طرف

جان سخت اپنی نکل بھی چک کہ وقت ذبح یاں
لگ رہا ہے دھیان رنج دست قاتل کی طرف

کشتی اس ورطہ میں چھوڑی ہم نے اے باد مراد!
قصد کب ہم نامرادوں کا ہے ساحل کی طرف

۱۔ آ= چکتی تھی قیمت اک طرف، تو نے تھا سودا ایک طرف ب= تکڑے تھا

۲۔ آ= "کا" نہیں ہے

۳۔ لندن= "وہ ہے" لیکن یہی درست ہے، غالباً: کاتب

۴۔ آ= "ہیں" نہیں ہے

۵۔ ب= موزی

۔ آ= وادی میں موزلی

۲۲۵

مژدہ باد اے کشتِ طاقت اس نگاہِ گرم سے
ہر نفس اک برق سی گزرے ہے حاصل کی طرف

گم ہے نادیدہ رہِ ملکِ عدم ، پر خود بخود
قافلے سیدھے چلے جاتے ہیں ، حاصل[1] کی طرف

دیکھیے پردہ الٹ کر ، کب چمک جاتا ہے یار
لگ رہی کب سے، نگاہیں ہیں درِ دل کی طرف

شوق سے وقتِ سخن منہ غیر کی جانب ہو ، پر
گوشۂ چشمی نگہہ رکھ اپنے مائل کی طرف

کشتہ اس انجان پن کا ہوں کہ پوچھے ہے وہ شوخ
کیوں طپاں خوں میں ہے یہ، دیکھ اپنے گھائل کی طرف

زاہدا ایمان سے کہہ ! کھینچے روئے نیاز
قبلۂ دل کی طرف یا کعبۂ گِل کی طرف

ناقۂ لیلیٰ نے آخر راہ گم کی ، سوئے قیس
حسن خود کھنچتا ہے تمنوں حسنِ کامل کی طرف

۲۴۴

ہیں نہ کچھ آبِ بقا ہی سے، نہ سم سے واقف
تیغِ قاتل ہیں فقط ہم ترے دم سے واقف

خارِ خونخوار تو لیتے ہیں قدم ، انکے سوانے
کون اس دشتِ غریبی میں ہے ہم سے واقف

نہیں دیکھا کہ کہاں سینۂ غم خواراں ہے
سرِ اندوہ ہے یک زانوے غم سے واقف

لذتِ خوں شدنِ جان و جگر سمجھے ہیں
دل میں جو ہیں خلشِ خارِ الم سے واقف

آہ اور سینہ زنی ساتھ ہے اشکوں کے ضرور
فوج وہ کیا جو نہو طبل و علم سے واقف

رہ رواں طرفِ کعبہ ہے اللہ اللہ
ہم ہوئے اب تو رہِ بیتِ صنم سے واقف

نہ درِ بتکدہ و باب حرم پر ہے جھکا
میرا جبہہ ہے فقط تیرے قدم سے واقف

میں نے ان سے جو کہا ، دم کے دم آؤ تنہا
وہ لگے کہنے کہ ہم ہیں، ترے دم سے واقف

دلکشی ایک ہی آواز کی سمجھے ہیں ، ہم
ہیں نہ ناقوس نہ لبیکِ حرم سے واقف

اسکے قربانِ تجاہل کہ مجھے دیکھ ، کہا
تجھ سے واقف تو ہیں کچھ ، لیک ہیں کم ، سے واقف

شاد ، اس پاس سے جو آنے ہے ، میں کہتا ہوں
شاید اس کے "یہ نہیں قول و قسم سے واقف

کمرِ نازکِ یار اس نے بہت دیکھی ہے
کہ یہ دل ہے رہِ باریک عدم سے واقف

صیدِ حیرت زدہ جوں آہوے تصویر ہیں ہم
ہیں نہ آرام سے آگاہ ، نہ رم سے واقف

سر پہ احسان کسی کا نہیں اپنے تمنوں
ہوں مگر منتِ شمشیرِ ستم سے واقف

ردیف "ق"

۲۴۵

فزوں اس چشم سے ہے غمزۂ خونخوار کی رونق
کہ دستِ ترک میں ہے اور ہی تلوار کی رونق

لگے ہو رات کس کے سینۂ گرم پر، آتش سے
کہ نہ وہ آب ہے، نہ موتیوں کے ہار کی رونق

نہیں معلوم اس کی زندگی (ہے) یا نہیں ، لیکن
گئی صورت سے اور کچھ ، اب ترے بیمار کی رونق

لبِ شوق و نگاہِ گرم پر شبِ وقف تھی کس کی ؟
نہ رنگ لعل لب ہے ، نہ گلِ رخسار کی رونق

۱۔آ،ب: منزل
۲۔لندن: زائد غزل
۳۔لندن: "زندگی، یا نہیں"

سحر میں عقد پرویں دیکھ کر روتا ہوں ، یوں ہی تھی
کبھی کانوں میں [illegible]

خیالِ خط و روے یار میں دل چاک ہوتا ہے
اگر قرآں میں دیکھوں جدولِ [illegible] کی رونق

سحر تک تو رہا شب دستمالِ آرزو کس کا
کہ کھودی ہجر شکن نے ، جامۂ زرتار کی رونق

جو دیکھا چاہے لطفِ ماہتابِ برشگالی کو
تو دیکھ اس چشم میں ، تو عکس روے یار کی رونق

اگر نکلے ہو ممنوں حلقۂ تسبیح داراں سے
خدا کے واسطے کھونا نہ تک زنار کی رونق

۲۴۶

دے شبِ وعدہ سحر تک ، نہ تنک آرام قلق
در سے سو مرتبہ لے جانے ہے تا بام ، قلق

کھل گئے آج وہ سب ربطِ نہاں ، تھے جو بہم
کس قدر آہ ہوا سن کے ترا نام قلق

دل کو اس زلف میں کیا کیا نہ رہی بیتابی
تو گرفتار کو جیسے ہو تہِ دام قلق

وعدۂ شب تو کیا تو نے ، پر جیئے گا کون
گر اسی طرح رہا آج یہ ، تا شام قلق

گہ بہ بالیں ، گہے زانو ، گہے دیوار پہ سر
ہجر کی شب[1] نے سکھانے یہ ہمیں کام قلق

میں یہ سمجھا کہ اٹھی مرگ کی بس گھبراہٹ
اٹھ چلا تو ، تو ہوا یہ بتِ خود کام قلق

ہاتھ سینہ پہ میں دھر دھر کے بہت بیٹھ گیا
راہ میں تیری کیا دل نے بہ ہر گام قلق

کس طرح روز و شبِ ہجر کٹے ہے ، مت پوچھ
شام سے صبح تلک ، صبح سے تا شام قلق

دلِ صد پارہ کو ممنون رفو کرتا ہے
دستِ جنبش کو کوئی دم تو بھلا تھام قلق

۲۴۷

اس کی تیغِ عتاب کا مشتاق
ہوں کہ جوں تشنہ ، آب کا مشتاق

رحم اے انتظار ! دیدۂ وا
آج ہے سخت خواب کا مشتاق

خط نہیں جاچکا کہ گھبرایا
پھر رہا ہوں جواب کا مشتاق

کیوں نہ گھیروں جو تو ملا تنہا
تھا ترے اضطراب کا مشتاق

رات اختر شماریوں میں کٹی
ہوں میں کس آفتاب کا مشتاق

تو جلا ، لیک ہاتھ سے اپنے
کب سے ہوں ! اس عذاب کا مشتاق

صاف شوخی ہے ناپسند کہ ہوں
تک نگہ میں حجاب کا مشتاق

پی رہا خونِ دل ہوں ، جا ساقی
ہوں نہ تیری شراب کا مشتاق

لبِ میگوں کو چوس کے تیرے
کون صہبائے ناب کا مشتاق

لوٹ اے عشق ، لٹ سکوں جتنا
کہ نہیں صبر و تاب کا مشتاق

تھے عجب چین سے عدم میں ، کون
تھا جہانِ خراب کا مشتاق!!

جمع سب کشتنی ہیں او ظالم !
میں ہی ہوں ، انتخاب کا مشتاق

کیا جوانی ہے اس پہ نامِ خدا
دل ہے ہر شیخ و شاب کا مشتاق

آؤ مجلس میں شیخ جی ! ہر رند
ہے تمہاری جناب کا مشتاق

لاؤ دیوانِ حضرت ممنوں
شغل کو ہوں ، کتاب کا مشتاق

۱۔ آہ میں

۲۴۸

چھوڑ ممنون! ہرزگی کا شوق پڑگیا تجھ کو اس گلی کا شوق
ہم تو دو دن میں تنگ آنے خضر! تھا تجھے خوب زندگی کا شوق
آپ سے بھی حجاب چاہیے جان اس قدر کیا ہے؟ آرسی کا شوق
کرکے الفت نکل گئے ارماں ہے کسی سے نہ دوستی کا شوق
لو کیا ترک مدعا کہ نہیں گفتگو ہائے مدعی کا شوق
یوں تو وہ ہے فرشتہ خو لیکن ہے ذرا آدمی کشی کا شوق
جوش پر خون تیرہ روزاں ہے وہاں ہوا پان اور مسی کا شوق
بوسہ مانگا دوبارہ تو بولا نہیں نبھتا ہے ہر گھڑی کا شوق
ان بھوؤں کو کہوں نہ تیغ و کماں بحث میں یاں نہیں کجی کا شوق
میں نے اس سے کہا کہ اے مغرور گلہ گاہے تو سن، کسی کا شوق
مسکرا کے وہ یوں لگا کہنے نہیں سنتے، ہمارے جی کا شوق
بوسہ مانگا تو اور کچھ نہ سمجھ یوں ہی ممنوں کو ہے، ہنسی کا شوق

ردیف "ک"

۲۴۹

بس جنبشِ فغاں کہ ریسے ہیں جگر کے چاک
بخیہ ابھی تو ہم نے بکیے ہیں جگر کے چاک

آساں نہیں علاج ہے کچھ زخمِ عشق کا
مرہم بن کے، خون ریسے ہیں جگر کے چاک

نازاں نہ باغبان ہو، گلہائے تازہ پر
ہم کو تو بھی خدا نے دِیے ہیں جگر کے چاک

چن چن کے پھول اس نے گریباں میں گو بھرے
سینہ میں بیٹھے ہم بھی لیے ہیں جگر کے چاک

ممنوںؔ جان خوں ہوئی ہر نفس کے ساتھ
کیا جانیے کیونکہ سب کے سیے ہیں جگر کے چاک

۲۵۰

پھونکی تپِ فراق نے[1] کیا جسم و جاں میں آگ
جوں شمع لگ رہی ہے، ہر اک استخواں میں آگ

نہ ضبطِ سوزِ سینہ، نہ کچھ ہو سکے بیاں
چپ ہوں تو جان میں، جو بولوں زباں میں آگ

تو دستِ نازنین، مرے سینہ سے دور رکھ
بیٹھا دبانے ہوں، دل و جانِ طپاں میں آگ

اڑتے شرار ہائے نفس بے دھڑک ہیں آج
ڈر ہے لگے نہ خانۂ ہمسائیگاں میں آگ

اے کشت، نہ پھبرا حذر. میری آہ سے
یعنی کہ جل رہی ہے تمام اس دخاں میں آگ

اے شعلۂ فغاں! نہ بس اتنا بلند ہو
جانے لپٹ نہ دامنِ ہفت آسماں میں آگ

بجلی سی میرے خرمنِ طاقت پہ آ پڑی
اللہ کیا نہاں تھی نگاہِ بتاں میں آگ

کیا عندلیب! نالۂ بے سوز چاہیے
پیدا ہو، جائے لالہ و گل، بوستاں میں آگ

۱۔ لندن: زائد غزل
۲۔ لندن: زائد غزل

آیا تھا کوئی پھول ، اوڑا کیا صبا کے ساتھ   بھڑکی ہے عندلیب کے ہلکوں آشیاں میں آگ
خامہ میں شرحِ سوزِ جدائی لکھوں ، سو کیا   کاغذ میں ہے لپیٹنا کوئی جہاں میں آگ
عیسیٰ کا ہے ہر اک سرِ انگشت جل اٹھا   کتنی تھی تو ! نبضِ جگرِ تفتگاں میں آگ
جاری ہے موجِ اشک میں پھر سوزِ لختِ دل   کیسی دہک رہی ہے ! یہ آبِ رواں میں آگ
اپنی وہی بہشت ، جہاں ہو وہ گل عذار   کیا جا کے ہم لگائینگے باغِ جناں میں آگ
تر دامنی سے امن تو کچھ ہے ، لگے گی جلد   دامانِ خشکِ زاہدِ تقویٰ نشاں میں آگ
نکلے قلم سے دود ہے ، کاغذ بھی جل رہا   ممنوںؔ کس قدر تھی تری داستاں میں آگ

۲۵۱

گیا ہے نور سا اٹھتے ہی کیا نقاب، چمک[1]   کہ برقِ طور میں جس کے رہی ہے تاب چمک
جھکی جھکی نگہوں میں جھلک ہے شوخی کی   رہی ہے، برقِ شرارت تہِ حجاب چمک
فروغِ چہرۂ روشن سے ، جیسے پیشِ چراغ   رہا وہ ہونٹ ہے مانندِ لعلِ ناب چمک
خیالِ رخ ہے ترا سینۂ دریدہ میں   گیا ہر ایک ہے روزن سے آفتاب چمک
طلسمِ ساغرِ بلور میں ہے سرخ شراب   عجب ہی شعلہ رہا ہے درونِ آب چمک
کسی کے سینۂ سوزاں سے لگ کے کیا آنے   نہیں ہیں، ہار کے رکھتے دُرِ خوش آب چمک
بکیا تھا ضبط ، تڑپ کر دلے میرے نالے   گئے ، بصورتِ برقِ پُر اضطراب چمک
شبِ وصال کا جو دم ہے سو غنیمت ہے   سفیدۂ سحری آج مت ، شتاب چمک
مرے نشیمن، خس میں ہے برق باقی کیا   نہ بار بار، تو اے خانماں خراب چمک
نہارہا ہے یہ دریا میں کون ؟ موج و حباب   رہے، تمامیہ ہیں جوں اختر و سحاب چمک
مثالِ شعلۂ جوالہ آتشیں آہیں   رہی، ہوا میں ہیں کھاکھا کے پیچ و تاب چمک
اگرچہ خاک ہوا ہوں ولیک سینے سے   رہا ہے، داغِ دلاے اہو تراب چمک
شب آیا خانۂ ممنوںؔ میں کون سا مہوش ؟   رہے تھے ، تا در و دیوار ماہتاب چمک

۲۵۲

آچک کر زیست کا ہے کچھ اک نام اب تلک   جاں بلب رسیدہ رکھی ، تھام اب تلک
مدت ہوئی کہ غرفہ سے جھکے تھے وہ عذار   کوندے ہے برق سی طرفِ بام اب تلک
صیاد لے کے دشنہ پہنچ ،کھو نہ ہاتھ سے   سکے ہے یہ اسیرِ تہِ دام اب تلک
دی آگ سوزِ سینہ نے کیا کیا، نہ پر جلا   یاں ایک خارِ خاطرِ ناکام اب تلک
کیا لطف ہے دہن میں ترے ، پی تھی شب جو مے   گل بو وہ لالہ گوں ہے لبِ جام اب تلک
سو شورِ حشر آنے سرہانے ، پہ زیرِ خاک   آسودگاں کو ہے ترے ، آرام اب تلک
کعبہ میں ، دل میں، دیر میں دیکھا کہیں تھا ، یاد   آتا نہیں مقامِ دلآرام اب تلک
بو سے کئی لیے تھے ، تصور میں رات کو   کم رنگ ہے وہ لعلِ مے آشام اب تلک

ا۔لندن۔زائد غزل

۲۔آ۔ گل رنگ

قاصد کی گو زباں بھی کٹی ، دیکھ شوقِ عرض ‏ ‏ تڑپے پڑا ہے ہونٹ پہ پیغام اب تلک
ممنونؔ کیا غزل ہے پڑھی بزم میں ہر ایک ‏ ‏ تحسین کہے ہے[۱]، لے کے ترا نام اب تلک

۲۵۳

چھونا کبھی نہ اس نے دیا جام اب تلک ‏ ‏ تس پر ہے شوقِ بوسہ بہ پیغام اب تلک
کی گرم اک نگاہ تھی کل ، بلبے نازکی ‏ ‏ ہے سرخ کچھ وہ روے سمن فام اب تلک
وہ تیرہ بخت ہوں کہ ہوئیں سو سحر ولے ‏ ‏ چھائی ہوئی ہے گھر میں مرے شام اب تلک
گرم۔ ایک سانس سینہ سے کھینچی تھی شب کہیں ‏ ‏ تبخالوں سے بھرے ہیں لب و کام اب تلک
مت آ تو سیلِ اشک کہ گرم سراغ ہوں ‏ ‏ ہیں اوس سمند کے اثرِ گام اب تلک
ہوں بسمل ہوس کئی زخموں کا اور بھی ‏ ‏ اس نیم کشتہ کا نہ ہوا کام اب تلک
گردوں براے تازگیِ یاسمینِ صبح ‏ ‏ لیتا ہے اُس جبیں سے عرق دام اب تلک
ممنونؔ کو ہے نزع[۲]، پہ آنکھیں ہیں سوے در ‏ ‏ دیکھے ہے تیری راہ وہ ناکام اب تلک

۲۵۴

ٹپکے ہے خون میں رمل، ترے نخچیر سے نمک ‏ ‏ صیاد نے مَلا تھا مگر تیر سے نمک
ہو چاشنیِ تازہ لبِ زخم کو حلال ‏ ‏ قاتل لگا کے آنے ہے شمشیر سے نمک
وہ درد مند ہوں جو رکھوں پنبہ داغ پر ‏ ‏ ہوجانے دل خراشیِ تقدیر سے نمک
کر سوزِ غم کباب کہ ملتا ہے شورِ عشق ‏ ‏ ہر ایک پارۂ دلِ نخچیر سے نمک
کن پر رکھے ہے یہ حقِ نعمت کہ ہم نے تو ‏ ‏ چکھا نہ خوانچۂ فلکِ پیر سے نمک
طفلی سے تشنگی پہ رہی تشنگی ، مگر ‏ ‏ دے تھی، بدل کے دایہ مجھے شیر سے نمک
چاہوں دواے آبلۂ دل تو چارہ ساز ‏ ‏ ہیں تجویزتے ملا کے طباشیر سے نمک
حیرت زدوں سے دوست بھی ہر دل خراش ہے ‏ ‏ دشمن نہیں ہے دیدۂ تصویر سے نمک
چاکِ جگر کو ہے ہوسِ لذتِ خراش ‏ ‏ مَل بخیہ ساز ! سوزنِ تدبیر سے نمک
پر شور دل ہے یوں اثرِ گریہ سے گداز ‏ ‏ گھل[۳] جانے جیسے آب کی تاثیر سے نمک
کی ہم سری جو اُسکی ملاحت سے ، زیرِ سنگ ‏ ‏ رِستا ہے اس گناہ کی تعزیر سے نمک
آتش ، دل شکارِ محبت میں ہے تجھے ‏ ‏ ہو خواہشِ کباب تو مَل تیر سے نمک
چشمِ سفید سے مری گرتے ہیں اشک شور ‏ ‏ کرتا ہے جوش بہاں قدح شیر سے نمک
ممنونؔ تم نے زور غزل بامزہ کہی ‏ ‏ ٹپکا پڑے ہے آپ کی تقریر سے نمک

۱۔ ب: کو گو ہے

۲۔ آ: ... کر

۳۔ لندن۔ گھل جیسے مگر 'جانے' ضروری ہے، غالباً سہو کاتب

۲۵۵

گریباں دے گلو کو بوسہ، پہنچے ہار گردن تک
نہ پہنچا ہاتھ اپنا، آپ کی یک بار گردن تک

نزاکت دیکھ پہنی کہیں پھولوں کی بدھی تھی
نشانِ گُل ہے سینہ بن گیا تلوار گردن تک

مرے قاتل کی انکھیلی تو دیکھو کیا دمِ کشتن
بٹھاتا لاکے، خنجر کو ہے سو سو بار گردن تک

کہاں ٹ کش رہے، کچھ جھومتے مستانہ آتے ہو
کھلے ہیں دوش تک کاکلِ خمِ دستار، گردن تک

برنگِ شمع، کیا ہو پوچھتے تم سرگزشت اپنی
رکھے ہے آگ میں یہ داغِ آتش بار گردن تک

زہ، سرخ گریباں، کسی کی ہم کو یاد آتی ہے
کہ غرقِ خون رکھے ہے دیدۂ خوں بار گردن تک

کسی کے ظلم پر کیوں تیغ باندھے ہے یہ[1] آب آخر
پہنچتا ہے گر ہے، اب جہاں آزار گردن تک

کہوں کیا خوبیاں برگشتگیِ بخت کی اپنے
کہ پھرجاتی ہے اسکی پہنچ کر، تلوار گردن تک

گلو تیرے سبوکش کا رہا تفتہ ہی گو تو نے
دنے بھر بھر کے شیشہ ساقیِ سرشار، گردن تک

گریباں تک نہ کیوں یاں آنسوؤں کا تار بندھ جانے
کہ یوں پہنچے وہاں سلکِ درِ شہوار گردن تک

گریباں کیا نچوڑا تیرے مستانوں نے پھر، رو کے
کہ غرقِ آب و گل ہیں مردمِ ہشیار گردن تک

انھاکر ہاتھ میں یک دم تو تیغِ امتحاں دیکھو
کہ دیتے ہیں جھکا اب یار یا اغیار، گردن تک

اتاروں یا خدا ذمہ سے، بارِ جیب کو کیونکر
کہ جانا ہاتھ کا ہے، ضعف سے دشوار گردن تک

گلے پر دو طرف سے تیغ مثلِ شمع ہو تو ہو
عزیز اس راہ میں ہم کو نہیں زنہار، گردن تک

انھا تیغِ ستم آؤ، کمندِ ظلم یا لاؤ
نہ یاں انکار سر تک ہے، نہ یاں تکرار گردن تک

نکلتا، حلقۂ طاعت سے ہوں تسبیح داروں کی
اگر خود لانے دستِ برہمن، زنار گردن تک

ذرا وہ دستِ نازک خم کرو گردن میں ممنوں کی
برائے نذر ہے اس رہ میں وہ تیار گردن تک

۲۵۶

ساتھ اپنے گرگیا دلِ بیتاب زیرِ خاک
تو ہوچکا نصیب مجھے خواب زیرِ خاک

کیونکر نہ روے خاک پہ ساقی ہو جرعہ ریز
کتنے ہیں تشنگانِ مئے ناب زیرِ خاک

گزروں ہوں جس زمیں پہ رکتے نہیں ہیں اشک
کیا جانیں، کیا ہے حالتِ احباب زیرِ خاک

لیکر یہی گر آتشِ دل ہم گڑیں گے تو
بس رہ چکا ہے نام کو بھی آب زیرِ خاک

کشتہ ہوں سرمہ سا نگہوں کا، بغل میں یاں
رکھ دیکھیے گا تیغ سیہ تاب زیرِ خاک

کم سمجھیو نہ پیکرِ خاکی میں قدرِ دل
رکھا عجب ہے، گوہرِ نایاب زیرِ خاک

ممنوں گیا مزار میں لے۔ داغِ دل فروز
پنہاں ہے آفتابِ جہاں تاب زیرِ خاک

۲۵۷

پہنچا ہے اس مریض کا گو کام، جاں تلک
انگشتِ حیف تیری نہ پہنچی دہاں تلک

وا حسرتا کہ پاؤں پہ پہنچی شکست کب
جانے لگی نگاہ جب اس آستاں تلک

امڈا ہی آنے سینہ سے وقتِ وداعِ یار
اللہ کوئی اشک کو روکے کہاں تلک

ناخن لگے ہیں دل پہ جگر تک ہے چھل گیا
کارِ خراشِ سینہ تو پہنچا یہاں تلک

۱۔ لندن: باندھے۔ "یہ"، غالباً سہو کاتب
۲۔ آ: ـــ کو

قربان تیرے[1] اے سرِ مژگاں کہ التجا
پہنچی نہ جانِ زخمِ طلب کی، سناں تلک

دامن سمیٹ عیسیٰ گردوں نشیں کہ ہے
قصدِ شرار ہائے فغاں آسماں تلک

اک ناتواں بھی ساتھ ہے، آہستہ پڑھ حدی
کہہ دے کوئی پیام یہ جا، سارباں تلک

کیا کیا خیال تھا کہ کہینگے شبِ وصال
آیا جو وہ تو کچھ بھی نہ آیا زباں تلک

اے برق! بس الجھ کے نہ اڑجائیں دھجیاں
دامن اٹھاکے آئیو، اس آشیاں تلک

اے سوزِ سینہ کچھ تو ترحم[2] کر مثلِ شمع
داغ اک پہنچ گیا سرِ ہر استخواں تلک

شاید خدا بھی جانے تمہیں بھول زاہدو!
ہوویں رسائیاں جو ذرا مجھی بتاں تلک

ممنوں کیا بنا ہے ترے دشمنوں کا رنگ
آیا جگر سے خونِ رخِ دوستاں تلک

۲۵۸

خرامِ ناز سے طرحِ قیامت اے جواں کب تک
زمیں پر فتنہ برپا کیجیے گا ہر زماں کب تک

خدا سے ذر ذرا، ضبط نوائے گرم کر، اے دل
دوچارِ برق رکھے گا ہمارا آشیاں کب تک

دل نادان اتنی ہیچ فہمی، ناتواں بینی
دہاں کا تاکجا اندیشہ و فکرِ میاں کب تک

نگاہوں کے ترے ناوک سے ناوک دل پہ لگتے ہیں
بتا تو ہی نہو غربال ظالم یہ نشاں کب تک

کروں خالی دلِ سوزاں سے کیونکر، جسمِ خاکی کو
رہے اس مشتِ خاکستر میں یہ آتش نہاں کب تک

بنائینگے کوئی تکیہ فضائے دہر سے اودھر
کوئی دیکھا کرے سر پر یہ سقفِ آسماں کب تک

ترے بیمار پر ہونی جو ہو سو ہوچکے ظالم
تردد میں دلِ احباب و جانِ دوستاں کب تک

ہمیشہ کوہ غم پر کوہِ غم اک تازہ ٹوٹے ہے
بلائے تازہ کے روکش رہے یہ ناتواں کب تک

کہیں آنا جو ہے، آچک، فریبِ وعدہ سے تیرے
رکھے یاں تھام تھام اپنی کوئی جانِ تپاں کب تک

اٹھے ہے ٹیس دل میں اور رنگِ چہرہ اڑتا ہے
خدایا دردِ الفت کو کرے کوئی نہاں کب تک

قصورِ فہم ہے طولِ امل، کیا فائدہ اس سے
جہاں تک ہم رہے بالفرض، لیکن ہو جہاں کب تک

کہاں تک کوفت اے ہجراں، کہاں تک صدمہ اے دوری
بدن میں رہ وے اپنے، ریزہ ریزہ استخواں کب تک

خدا کے واسطے ممنوں بتوں کے در کو اب چھوڑو
تملا کیجیے گا ماتھے سے یہ خاکِ آستاں کب تک

ردیف "ل"

۲۵۹

کس نے بھینچا ہے تجھے رات گلے، پیار سے مل
سینہ پر نقش پڑے، موتیوں کے ہار سے مل

داغ چھاتی پہ پڑے تھے، سو ہرے ہیں اب تک
پھر گئی گل کی لڑی سینہء دلدار سے مل

۱۔ لندن، ب: تیرے، سر مژگاں، غالبا سہو کاتب

۲۔ آ: رحم کرکہ

۳۔ لندن: "کو" لیکن "سے" موزوں ہے، غالبا سہو کاتب

۴۔ آ: آخری پانچ اشعار علیحدہ غزل کے طور پر دیے ہیں

۵۔ آ: یہ

۶۔ آ: ہونے

چین کیا خاک نہ خاک بھی ہوگا جو یوں ہی — [illegible] الفت [illegible] سے مل

تیرے بیمار کی حالت نہیں معلوم ، مگر — انگشت نما [illegible] سے مل

تل ہے اس چشم پہ غارت گرِ دل ، یہ جس نے — سیکھی ہے راہ زنی ، [illegible] سے مل

نہیں معلوم پھنکی جان کہ دل ، چند شرار — نکلے ہیں تو میں ، پھر سینہ افگار سے مل

ترے ہاتھوں سے جراحت میں خوشی پوچھ تو ہے — کہ لبِ زخم ہنسے ہے تری تلوار سے مل

دیکھ منہ دیدۂ حسرت سے میں رو دیتا ہوں — کہیں ہنستا ہے کوئی یار ، اگر یار سے مل

قہر کیا ہے کہ مرے روبرو سبحان اللہ — ہنستے اور بولتے ہیں آپ تو دوچار سے مل

میں ذرا رک کے ہوا چپ تو یہ بولے اے کیوں! — تری صورت ہے گئی ، صورتِ دیوار سے مل

کیا ہی رنگین غزل اور لکھی ممنوں نے — صفحہ کاغذ کا گیا ، صفحۂ گلزار سے مل

۲۶۰

کیا کہا اپنی نگہہ نے ، نگہہِ یار سے مل — کہ حیا ٹپکے ہے اس چشم سے ، پر پیار سے مل

ترے قیدی کی صدا پھر نہ سنی ، اٹھی تھی — شب ضعیف آہ سی ، زنجیر کی جھنکار سے مل

تختہ دامن کا بنا ، تختۂ آتش بازی — تھا گیا رات جو مژگانِ شرر بار سے مل

کھل گئے بندِ قبا باغ میں کس کے کہ ادھر — عطر کی آئی لپٹ ، نکہت گلزار سے مل

دخترِ رز گہہ بغلِ خم میں ، سبوپاس ہے گاہ — جامِ دل کھول کے تو ایسے نہ مردار سے مل

ناتواں آہ جو اٹھتی ہے سو اپنا ہے نشاں — ورنہ بستر میں تن زار ہے گم تار سے مل

کل ذرا ہم جو عیادت کو گئے تھے ، سو آہ — حسرتیں کیا ہی اٹھائیں ترے بیمار سے مل

حالتِ نزع تھی اور چشم سے ٹپکے تھا پڑا — خونِ نومیدیٔ دل ، حسرتِ دیدار سے مل

کون ہمسایہ کے آیا کہ یکایک ممنوں — رہ گئی ، چشم تری رخنۂ دیوار سے مل

۲۶۱

بنایا تجھ کو جب اے رشکِ صبح و غیرتِ گل — صفائے صبح سے باہم ملائی نکہت گل

یہاں عبث نہیں سودائیوں کو الفتِ گل — کسی کی شکل دلاتی ہے یاد صورتِ گل

خوشا نصیب اسیرانِ بوستاں کہ انہیں — نصیب، چاکِ قفس سے ہے دیدِ طلعتِ گل

لیا بغل میں چرا کر وہ پیرہن ، شاید — معطر آپ کی پوشاک ساں ہے خلعتِ گل

ہمیشہ زحمتِ پرواز میں رہے پر و بال — جہاں سے جانے خدایا! گل اور الفتِ گل

نہو حلال تماشائے بوستاں اس کو — جو عندلیب کرے شکوہ و شکایتِ گل

خموش تا بکجا قید میں ہم آوازو! — کہو حدیثِ چمن یا کوئی حکایتِ گل

ادھر تو وہ ہے غزل خواں ، ادھر یہ خنداں ہے — مقامِ رشک ہے بلبل سے رنگِ صحبتِ گل

سحر کو زور ہی شبنم صفت میں رویا آج — چمن میں سبزہ پہ گرگر کے وقتِ رخصتِ گل

۱۔ لندن و ب: پھنکا
۲۔ ب: تخلص کی جگہ خالی ہے
۳۔ آصفیہ: کیا
۴۔ ب: روتا

۲۲۳

چمن میں لے گئی شاید وہ بوے جیب صبا
کہ بوے عطر سے آمیختہ ہے نکہتِ گل

قفس میں جان لڑاتی ہے بلبل اب تمنوں
دکھادے گل کہ مبادا ہو، اسکو حسرتِ گل

۲۶۲

خالی چمن میں زورِ خزاں دیکھ، جانے گل
بس عندلیب مر ہی گئی کہہ کے ہانے گل

حاجت ہے کیا کہ خاک پہ میری وہ لانے گل
اسکے ہیں نقش پاے نگاریں بجانے گل

تاثیرِ عشق دیکھ کہ بلبل کے واسطے
ہر شاخِ گل نے ہاتھ پہ، گلشن میں کھانے گل

اس مرگ پر حیات فدا ہے کہ اس نے آج
بدھی کے اپنی، خاک پہ میری چڑھانے گل

بلبل لگا نہ اس چمن بے بقا میں دل
یہاں کے تمام رنگ، فنا ہے بنانے گل

آتش پہ لوٹ لوٹ کے کاٹی ہے ہم نے رات
بستر پہ ساتھ غیر کے تمنے بچھانے گل

نکلے تراشہ دلِ صد لخت، لے کے اشک
لے، جیسے کوئی طفل، چمن میں سے آنے گل

اک سرخ پوش کے رخِ رنگیں پہ خو ہوں
نہ آرزوے باغ نہ دل میں ہوائے گل

گل کب ہے بے وفا غمِ بلبل میں ایک دن
دیکھا نہیں کہ چاک گریباں سلانے گل

شاید یہاں ہے دفن کوئی کشتۂ بہار
لختِ جگر چمن میں اُگے ہیں بجانے گل

بلبل سنا سنا کے نہ کر، شعر خوانیاں
ہے سر بجیب، دیکھ ذرا تو حیانے گل

اس گلشنِ زمانہ میں لب بند رکھ کہ یاں
آخر، اسے گھڑی ہے کہ جب کھل کھلانے گل

پر ہیں کہاں کہ جا، سرِ گلبن پہ ہوں نثار
اب ہم شکستہ بال ہیں کرتے دعانے گل

تمنوں نہ لطفِ حسن رہے پردہ میں نہاں
کب بوے گل چھپے ہے، کوئی گو چھپانے گل

۲۶۳

کب رنگ سے ثبات کے بلبل بنا ہے پھول
ہو آشنا نہ اس سے، بہت کم بقا ہے پھول

شعلہ طرف سے باغ کے پھینکے ہے متصل
بلبل کے آشیانہ میں شاید پڑا ہے پھول

خونیں دلوں کی ہے یہ فنا موجب خوشی
گلشن سے کھل کھلا کے عدم کو چلا ہے پھول

رکھتے ہیں ایک رنگ بہم، حسن و عشق یاں
خونیں جگر ہے بلبل و خونیں قبا ہے پھول

کہتا ہے غرقِ خوں ہے، عدم میں بھی کوہ کن
دامان بے ستوں میں جو اب کھل رہا ہے پھول

عالم میں کب کسی کی ہوا ایک سی رہے
پھولے ادھر جو ناز سے اودھر ہوا ہے پھول

تمنوں بہم رہے ہے عزا و خوشی یہاں
ایدھر ہنسا، اودھر کو پریشاں ہوا ہے پھول

۱۔ آ: بھی
۲۔ آ: جانیں
۳۔ ب: تخلص کی جگہ خالی ہے
۴۔ ب: تخلص کی جگہ خالی ہے

جان[1] پر اپنی نہ تھا کچھ اسکے بسمل کا خیال
تا دمِ مردن رہا بازوے قاتل کا خیال

کچھ نہیں معلوم مجنوں کس تصور میں ہے گم
کچھ نہ پروائیں ہیں لیلیٰ کی ، نہ محمل کا خیال

بس فغانِ آتشیں تا چند برق افشانیاں
ہے تجھے کچھ بھی کسی کی کلفت و حاصل کا خیال

چار موجِ فتنہ میں ، ہر چند کشتی ہے مری
یہ تمنا نہ کنارے کی ، نہ ساحل کا خیال

اوس پہ دزدیدہ نگہ بھی سخت مشکل ہوگئی
چار سو سے مجھ پہ ہے اربابِ محفل کا خیال

بے سروپایانِ وحشت کو ہے یکساں باغ و دشت
نہ ہواے گل نہ مل ، نہ خار نہ گل کا خیال

میں نے شب پوچھا خیالِ دل ستانی ہے کدھر
یوں لگا کہنے کہ یہ ہے آپ کے دل کا خیال

ہم نشیں خاموش میں ہوں محوِ شغلِ دیدِ یار
دیکھ اے ناداں اچٹ جائے نہ شاغل کا خیال

عشق مذہب ، عشق ملت ، عشق ایماں ہے مرا
مدرسہ والوں کو عبث حق و باطل کا خیال

آئینہ بن ٹھن کے دیکھے تھا تو یوں کہتا تھا وہ
آج آتا دم بدم ہے اپنے مایل کا خیال

لگ رہی ممنوں نظر ہے جانبِ مشکل کشا
دل میں اپنے کچھ نہیں مشکل سے مشکل کا خیال

۲۶۵

بے چینِ شب، وعدہ رکھے ہے خلشِ دل
لے جاتی ہے سو مرتبہ در تک طپشِ دل

اس کوہِ تحمل کو یہاں کھینچ کے لایا
ہے زور سا جذبِ کمندِ کششِ دل

پیکان ہے کوئی سینۂ مجروح میں شاید
کھٹکا ہے نئے ڈھب کا ، نہیں یہ خلشِ دل

شور آبِ جگر چاک کن و زہر کشندہ
ہے ماندۂ دہر پہ آب و خورشِ دل

نازونگہ و غمزہ و شوخی و کرشمہ
سب ہوکے بہم رکھتے ہیں قصدِ یورشِ دل

نکلے ہیں کئی لخت گتھے تارِ نفس میں
دیتی ہے لڑی لعل کی داد و دہشِ دل

اس شیشہ پہ ترا سخن سخت ہے پتھر
اے ناصحِ بے درد نکر سرزنشِ دل

دنبالہ رو ، قامتِ محشر روشاں ہے
لائے گی قیامت مرے سر پر روشِ دل

کیوں چشم نہ بھر آئے اسے دیکھ کے زخمی
کس خونِ جگر سے تھی ہوئی پرورشِ دل

نک ، سوچ کے آ ، وادیِ الفت میں کہ اس جا
ہے راہ دمِ تیغ پہ اور چپقلشِ دل

یا نقشِ مٹے ہستیِ ممنوں کا خدایا
یا نقشِ وفا ، یار کے ہو منقشِ دل

۲۶۶

کون میکش اس چمن میں پی رہے ہیں مل کے مل
جوں دہاں، غنچہ، گل رہ گئے ہیں کھل کے کھل

یاں زمیں پر ، واں فلک پر ، پلۂ میزانِ حسن
کیا سبک اختر ہوا ہے ساتھ تیرے تل کے، تل

پائے، بندِ زیبِ دنیا، رنج میں بھی کیا خوشی
ہوں اگر نقرہ کی زنجیریں زیرِ بغل کے غل

خاک، میں غم میں ہوا ہوں اک بہارِ حسن کے
تو بناتا کوزہ گر ! ساغر پہ اپنی ہر گل کے گل

بے قدر خم گشتہ موج اشک سے اپنا خراب
آخر اس سیلاب نے توڑا ہے ممنوں پل کے پل

---

۱ - ب: یہ غزل نہیں ہے۔
۲ ب: تخلص کی جگہ خالی ہے۔

۲۶۷

ہوں داغ دستِ دل سے[۱] اگر ہاتھ آئے دل ۔۔۔ دوں آگ میں جلا کہ یہی ہے سزائے دل
بالیدگی درد نے کیا کیا کیا ہے تنگ ۔۔۔ دل میں نہ جانے غم ہے نہ پہلو میں جائے دل
یہ ہی ہے ہم سے فرق سکندر رکھے ہے ہیش ۔۔۔ کوئی جلائے آئنہ ، کوئی صفائے دل
کیا پوچھتے مزاج کو اپنے ہو دوستاں[۲] ۔۔۔ جیتا بہر نمط ہوں ، کروں ہوں دعائے دل
اے تند بادِ آہ بس آہستہ جنبشیں ۔۔۔ اڑتے پھرے ہیں چار طرف پارہ ہائے دل
ہر ایک کو جہاں میں ہیں آزار ایک سے ۔۔۔ دل پر جفائے عشق ہے ، مجھ پر جفائے دل
آیا ہوں پھینک آج ہی یہ جنس رائیگاں ۔۔۔ کل تک بھی دو جہاں میں نہیں تھی ، بہائے دل
مدت سے آب ہوکے بہا چشمِ تر کی راہ ۔۔۔ ممنون[۳] کیا بیان کروں ماجرائے دل

ردیف "م"

۲۶۸[۴]

کشتہ شمشیر سے وہ ، حسرت شمشیر سے ہم ۔۔۔ خون میں لوٹتے ہیں غیرتِ نخچیر سے ہم
کر گماں وصل کا ، ہمسایہ عجب رشک میں تھا ۔۔۔ رات کرتے تھے جو باتیں ، تری تصویر سے ہم
دیکھ کر لعبتِ چیں ناز سے وہ بولا ، تو ۔۔۔ کلک نقاش سے ، صورت گرِ تقدیر سے ہم
بے طرح کھینچ کے لایا تو اسے جذبہء شوق ۔۔۔ سخت شرمندہ ہوئے اب تری تاثیر سے ہم
کاوش دل سے بتنگ آئے ، جو بدلے کوئی ۔۔۔ لو بدلتے ہیں اسے دشنہء جانگیر سے ہم
روز گھر ایک تمنا کا بنے اور ٹوٹے ۔۔۔ اس خرابے کی نہ فارغ ہوئے تعمیر سے ہم
دل پر آبلہ ، لب تشنہء خوں گشتن ہے ۔۔۔ دیں ملا سوسِ الماس تباشیر سے ہم
ہو نہ پھر سلسلہ جنبانِ جنوں بادِ بہار ۔۔۔ صورتِ نالہ نکل جائیں نہ زنجیر سے ہم
خون کر جان کو ، گھل مل گئے مہندی سے رات ۔۔۔ پاؤں کو تیرے لپٹ ہی گئے تدبیر سے ہم
بے دھڑک تیغ لگا عرصہ گہ محشر میں ۔۔۔ معترف ہوینگے آپ اپنی ہی تقصیر سے ہم
ایک آواز کے مشتاق ہیں ، ہر پردے میں ۔۔۔ مست ، نَے ، نالہء ناقوس ، نہ تکبیر سے ہم
تجھ سے بیتابی دل رعشہ پڑا ، ہاتھوں پر ۔۔۔ ہوئے محروم ، اسے خط کی بھی تحریر سے ہم
لے کماں ہاتھ میں صیاد ، نشانہ مت چوک ۔۔۔ دم گستہ سے رواں آئے ، گئے تیر سے ہم
انکے قربان کہ آتے ہی جو در سے دیکھا ۔۔۔ سر ہیں زانو پہ جھکائے ہوئے کچھ دیر سے ہم
یوں لگے کہنے کہ بچ چشم نگہباناں سے ۔۔۔ یاں تلک آئے ہیں ، مجبور تھے ، تاخیر سے ہم
پھر یکایک مری چھاتی سے وہ لگ کر بولے ۔۔۔ دیکھ بھی تو نہیں سکتے تھے تمہیں دلگیر سے ہم
درد مندانہ غزل اور بھی پڑھ لے ممنوں ۔۔۔ مزہء عشق ہیں لیتے ، تری تقریر سے ہم

۱۔ لندن ۔ "دل" ، لیکن "غم" درست ہے ۔ غالباً سہو کاتب

۲۔ آ : دوستو سے

۳۔ ب : تخلص کی جگہ خالی ہے

۴۔ لندن : زائد غزل

۱

طالع صید بھی لاتے ہیں نہ تقدیر سے ہم
تاب فتراک نہ کھینچے کہ ہوئے تیر سے ہم

دل میں ہنگامہ پہ ہنگامہ و شورش ہے تمام
یوں تو ہیں صبح قیامت کی طرح پیر سے ہم

عکس اپنا وہ مری چشم میں کہتا تھا ، دیکھ
زور ہیں آئینہ صاف میں تصویر سے ہم

جا خضر جا ! کہ نہیں آبِ بقا کے مشتاق
ہوچکے سیر ہیں ، سر چشمہ شمشیر سے ہم

ترے بیتاب نہ سیماب سے بھی ہیں کم قدر
بعد مرنے کے نہ کس طرح ہوں ، اکسیر سے ہم

ناتواں ہم ہیں بندھے ، شانہ ہلا مت سرِ زلف
دیکھ مرجائینگے یک جنبشِ زنجیر سے ہم

ایک سے ایک کو کیفیت نو ہو ، سرشار
چشم ساقی سے ، تری چشمِ قدح گیر سے ہم

ذرہ ذرہ میں ہے خورشیدِ درخشاں چمکا
خاکساروں کو نہیں دیکھتے تحقیر سے ہم

کچھ تھی تسکین دل و ولولہ شوق بھی تھا
کس تصور سے رہے ، رات بغل گیر سے ہم

ترے بیمار کا کیا حال ہے غم خواروں کے
دیکھتے یاس ہیں آمیختہ تقریر سے ہم

تیغ پر مغبچہ شوخ نے چھڑکی مے سرخ
داغ دیکھے ہیں عیاں خرقہ تذویر سے ہم

میں نے اس سے جو کہا خواب میں دیکھا ہے آج
ہم بغل ، حضرتِ یوسف کی ہیں تصویر سے ہم

مسکرا کر وہ لگے کہنے کہ انشاءاللہ
کھلی آنکھوں تجھے دکھلائینگے تعبیر سے ہم

دل میں ممنوں ترے ہول اٹھے درد کے ساتھ
کہہ نہ کہہ ، سوچ گئے رنگ کی تغئیر سے ہم

۲۷۰

نکہت کو تجھ سے لے ہے صبا اور صبا سے ہم
لے عطر تیرے تن سے قبا اور قبا سے ہم

ہے تیری بوے عطرِ گریباں سے مست گل
گل سے چمن ، چمن سے ہوا اور ہوا سے ہم

بیعت پذیر سلسلہ پیچ و تاب ہیں
شانہ سے مو ، و مو سے بلا اور بلا سے ہم

آئینہ اس لِقا سے کرے اکتساب نور
دل آئینہ سے ، دل سے صفا اور صفا سے ہم

ہر آن غمزہ قدر انداز سے ترے
حیران قدر ، قدر سے قضا اور قضا سے ہم

افسون چشم یار ہے آس اور یاس میں
تجھ سے مرض ، مرض سے دوا اور دوا سے ہم

اے چشم یار ، طرفہ رکھے ہیں معاملے
تجھ سے نگہہ ، نگہہ سے حیا اور حیا سے ہم

مطرب تھی لب میں تیرے مئے بے خودی مگر
ہونٹوں سے تیرے مست صدا اور صدا سے ہم

رکھتے ہیں تیرے ہاتھ یہ رنگیں اشارتیں
رنگیں رہے ہے ہم سے حنا اور حنا سے ہم

خارا سے سخت آہن ، و آہن سے تیرا دل
عاجز نہاں اثر سے دعا اور دعا سے ہم

ممنوں کہی عجیب غزل جس کی مدح سے
عاجز بیاں ، بیاں سے ثنا اور ثنا سے ہم

---

۱ ۔ لندن : زائد غزل

۲ ۔ آ : تری لب میں

۳ ۔ ب : صبا اور صبا سے ہم

۴ ۔ آ : ہے ہر

۲۷۱

بیٹھے اٹھانے ہاتھ ہیں ہر مدعا سے ہم
شرمندہ کس لیے ہوں الہی دعا سے ہم

سرگرم جستجو ہیں تری بسکہ دشت دشت
منت پذیر ہم سے ہیں پا، گھور پا سے ہم

کرتا ہوں عرضِ شوق تو طرزِ نگاہِ یار
کہتی ہے کچھ جواب نہ دینگے حیا سے ہم

ہم تشنگان آبِ دمِ تیغِ یار ہیں
کیا خضر ہیں کہ سیر ہوں آبِ بقا سے ہم

ٹانکے بکیے ہیں دیکھیو، ڈھیلے نہ کس قدر
تنگ آنے ہیں بہت ترے بندِ قبا سے ہم

کتنے ہیں تنگ ہجر بتاں تیرے ہاتھ سے
اپنا ہلاک آپ ہی چاہیں خدا سے ہم

ہے اس دہانِ تنگ کو غنچوں سے یوں خطاب
مجموعہ نکات ہیں، گو ہیں ذرا سے ہم

آنکھیں ملوں جو پاؤں پہ اسکے تو یوں کہے
ہیں سرد جو نبار تمہاری بکا سے ہم

آب حیات جاکہ تری آرزو ہے کیا
ہیں کامیاب اسکے لبِ جانفزا سے ہم

چوری چھپے تو پاؤں کبھی اسکے چومتے
کر رکھتے اتحاد جو دزد حنا سے ہم

ممنوں ہو آج کوے خرابات کے گدا
کل تک تو دیکھتے تھے تمہیں پارسا سے ہم

۲۷۲

کیونکر وہ گیا بر سے اوڑا دل، نہیں معلوم
جز یہ کہ ہوئی آنکھ مقابل نہیں معلوم

ہر ہر قدم ناقہ پہ لوٹنے ہے پڑا دل
یارب یہ ہے کس شوخ کا محمل نہیں معلوم

جلاد کی یاں جنبشِ ساعد پہ نظر ہے
کچھ ذبح کی ایذا، دمِ بسمل نہیں معلوم

قربانِ تجاہل کہ مری طرزِ نظر دیکھ
بولا کوئی ہم پر بھی ہے مایل نہیں معلوم

دم آج گلو میں ہے گھٹا جانے، وہ باہیں
گردن میں ہوئیں کس کے حمایل نہیں معلوم

کشتہ ہوں میں اس کا کہ مجھے دیکھ کے زخمی
پوچھے ہے کہ کس کا ہے یہ گھایل نہیں معلوم

سودانی ترے، کیا ترے کوچہ سے گئے رات
ہوتا ہے کچھ اب شورِ سلاسل نہیں معلوم

فرہاد نے کی کوہ کنی، کیوں نہ بنانی
چھاتی کے لیے اپنی کوئی سل نہیں معلوم

انداز، نگہہ، غمزہ، ادا، دل پہ جھکے سب
بلوے میں ہوا کشتہ یہ، قاتل نہیں معلوم

کیا دیر ہے ممنوں غزل اک اور بھی کہہ جلد
ہوتی ہے زمیں اتنی تو مشکل نہیں معلوم

۲۷۳

کیوں خون میں آغشتہ ہے پھر دل نہیں معلوم
کیا زخم کہن دم سے گئے چھل نہیں معلوم

طوفان بلا، قہر ہوا، لجہ ستم زا
کشتی کو کدھر کھینچیے، ساحل نہیں معلوم

ٹپکا ہے مگر خون جگر، شب تہ پہلو
کیوں بسترِ خاک آج ہوا گل نہیں معلوم

۱۔ ب = ہم
۲۔ آ = غنچہ
۳۔ آ، ب = ہاتھ
۴۔ لندن = زائد شعر
۵۔ آ = دل

واشد نہیں خاطر کو یہاں کنج قفس میں
گلشن میں کہ عمر گل [illegible]

اس دشت میں ہیں قافلے کے قافلے جاتے
وہ بےخبری، پہ [illegible] منزل [illegible] معلوم

اپنی تو ہوئی بزم تہی، نور و صفا سے[1]
کس کا ہے وہ آرائش محفل، نہیں معلوم

کیا جانیے کن دشت نشینوں کی محبت
اب ہوگئی سد رہ حائل، نہیں معلوم

کیا کیا قدم ناقہ گراں آج ہے اٹھتا
آہستہ ہے کیوں جنبش محمل نہیں معلوم

ممنون ہر اک پاس ہو دل بیچتے پھرتے
سودا کا تمہارے مجھے حاصل میں معلوم

۲۷۴

کرے جب چشم حسرت سے ترا اندوہ گیں پرنم
خدا شاہد ہے دل اعذے ہے، آنکھیں ہوں وہیں پرنم

گلی میں جس جگہ تیری گیے ہم بیٹھ رونے تھے
وہاں کی دیکھتے ہیں اب تلک اتنی زمیں پرنم

بندھے فتراک میں گر ذبح ہو کے ہم، تو کیا غم ہے
یہ جی سوکھے ہے خون بے ہو نہ وہ دامان زیں پرنم

نہ کیوں کاغذ بنے خط کے یہ اوراق دل تفتہ
بوقت مہر تو کرتے[2] وہ لعل آتشیں پرنم

جنازہ پر ترے کشتہ کے گریاں کون کون آیا
ہوئے تیرے بھی کہہ! کچھ نرگس سحر آفریں پرنم

گہر اس سینۂ سیمیں پہ کرکے یاد روتا ہوں
سحر قطروں سے شبنم کے جو دیکھوں یاسمیں پرنم

بوقت گریہ کیں آہیں یاں، وہ یوں وہاں بولا
کہیں کیا مینہہ برستا ہے، ہوائیں جو ہوئیں پرنم

ترے بیمار کے اب چشم و رو سے کیا نظر آیا
لب ہمدم تر دنداں ہیں، چشم ہم نشیں پرنم

سماں جو بھیگی بھیگی رات کا دیکھوں تو یاد آویں
نہاکر تھے، جو رہ جاتے وہ موئے عنبریں پرنم

فلک یوں ہے سرایت سے مرے اشکوں کے پیوستہ
کہ جوں[3] اوراق پیچیدہ ہیں ہوجاتے کہیں پرنم

غزل کیا رقت انگیز اب پڑھی مجلس میں ممنوں نے
کہ ہو آنے وہیں مژگان ہر مجلس نشیں پرنم

۲۷۵

رکھ آنے چشم پر کس کی کہ ہے سب آستیں پرنم
نہ ڈالو خاک آنکھوں میں یہ دیکھو تو نہیں پرنم

گرے ہیں لخت دل کس کے، گیا ہے کون اشک افشاں
زمیں اس دشت کی دیکھی کہیں پر گل، کہیں پرنم

بس اے امواج اشک اتنا تلاطم بھی نہیں لازم
نہو[4] دامان و جیب عیسیٰ گردوں نشیں پرنم

عجب نیرنگی قدرت ہے دیکھی، آب نے آتش
کہ چمکا اور مے سے ہو وہ لعل آتشیں پرنم

بوقت نزع نکلے یاس چشم کشتہ سے ترے
ہوئیں آنکھیں نظر کر، وہ نگاہ واپسیں پرنم

بس اے سلک گہر تو ڈوب جا خجلت سے پانی میں
کہ بوندوں سے پسینہ کی جبیں پر ہے وہ چیں پرنم

ہوئے کچھ اور اشک ناز سے مژگاں وہ براں تر
اگرچہ زنگ پکڑے ہوکے خنجر ہر کہیں پرنم

رہی ہر ایک کو عشاق سے کیا لاف ہم چشمی
یہ آب و تاب کب گریہ میں، گو آنکھیں ہوئیں پرنم

یہاں رقت میں دل ہے، آب و تاب عشق سے اپنا
تمہاری چشم ہے آتش کے ڈر سے، اہل دیں پرنم

رہی ممنوں سے کیا گرمی کنار و بوس تھی کیسی
تملی صورت ہے لب خشک و عرق سے ہے جبیں پرنم

۱۔ آ: بزم میں تھی خوب صفائی ب: بزم میں تہی
۲۔ ب: کرتا
۳۔ آ: چشم تر پر کسی کے ہے
۴۔ ب: نہیں

۲۷۶

ہوئے پایا مرے قاصد کلمہ نہ پیغام تمام
تھا سخن لب پہ کہ قاصد[1] نے کیا کام تمام

طپش دل نے نہ چھوڑا کہ کبھی ہم اک بار
لاتے تسکیں کے لیے لب پہ ترا نام تمام

شکوۂ بوسہ کروں اس دہن تنگ سے کیا
بخل سے دے جو کسی کو نہیں دشنام تمام

کھینچ مت زلف کہ یہ صید دل بے طاقت
جنبش دام سے ہوتا ہے تہ دام ، تمام

قہر انداز نگہہ تھا کہ گیا ، لے یک بار
صبر و ہوش و خرد و طاقت و آرام تمام

نیم بوسہ نہ دیا اس بت خود کام نے آہ
اس تمنا میں ہوئے یاں کئی ناکام ، تمام

جی ڈھلا جاتا ہے جوں جوں کہ ڈھلے ہے سایہ
کیونکہ وعدے کا ترے روز ہو ، [2] تا شام تمام

وقف کس کی نگہ گرم پہ تھا ساری رات
آج گل رنگ ہے وہ روئے سمن فام تمام

جوں مئے لعل ہو شیشہ میں جھلکتی ہے یوں
سبز کرتے سے تری سرخی اندام تمام

لب پہ ممنوں[3] کے رکھ ہاتھ سے اپنے ساغر
رعشہ دست سے ہے ورنہ ابھی جام تمام

۲۷۷

لنا کب کے جکے ہیں جنس صبر و ہوش و طاقت ہم
بھلا کس زور پر ہوویں ، حریف درد الفت ہم

صدائے گل نہیں کم ہم کو غوغائے قیامت سے
زبس شدت سے ہیں دیوانہ نازک طبیعت ہم

لبوں پر آہ خوں آلودہ ، دل پر داغ حرماں ہے
عجب ہی رنگ کا رکھتے ہیں سامان محبت ہم

کہا میں نے زمیں پر کون رشک مہر گردوں ہے
الٹ[4] کر پردہ یوں کہنے لگے وہ ماہ طلعت ہم

کسی کو یاد کرکے زور ہی شبنم صفت روئے
گلے لگ لگ کے ہر گل کے ، چمن سے وقت رخصت ہم

رہے کوئی کہاں تک یاں ہوا خواہ گل و گلشن
کریں گے باغ دل ہی غیرت گلزار جنت ہم

یہ دل رکھے گا برپا حشر مشت خاک پر اپنی
نہیں زیر زمیں بھی پائیں گے کنج فراغت ہم

گرہ سے دام کی بھی تنگ تر سمجھے ہیں عالم کو
ہوئے[5] خبس روز سے ممنوں ، اسیر دام الفت ہم

۲۷۸

تیرے لبوں سے یہی کہتے بار بار ہیں ہم
کہ جاں فزا ہو اگر تم ، تو جاں نثار ہیں ہم

میں اس سخن کے تصدق وہ دیکھ آئنہ
یہ مجھ سے پوچھے ہے ، کیوں کیسے طرح دار ہیں ہم

ٹک اک عرش سے کہہ دو کہ آپ کو تھامے
بس اب تڑپے ہیں یعنی کہ بیقرار ہیں ہم

گزر نہ باد صبا ! کوئے یار میں یک چند
یہاں کے رہنے کو آخر ، بنے غبار ہیں ہم

ادھر کرم ہو سبک دستی جنوں ، بارے
کہ سخت جیب و گریباں سے زیر بار ہیں ہم

پھرا ہے منہ سوئے در ، بعد مرگ چشم ہے ، وا
کسی کے کشتہ حالات انتظار ہیں ہم

۱- ب: قاتل
۲- آ: روز ہوا
۳- ب: تخلص کی جگہ خالی ہے۔
۴- آ ، ب: تبسم کرکے
۵- آ ، ب: ہوئے ہیں جب

نہ کون کون نگاہیں لڑا گیا تم سے
پہ ایک دیکھنے کے [illegible]
گئے تھے بھول نگارش سخن کی ہم ممنوں
اٹھاتے ہاتھ میں پھر کلک سحر کار ہیں

۲۷۹

مثال ابر کے پھر روتے زار زار ہیں ہم
گھٹا ہے دل، سو نکالیں ذرا بخار ہیں ہم
کرشمہ فتنہ، نگہہ قہر، چشم ہے سو غضب
عجب اک آفت جاں ہے غرض دوچار ہیں ہم
کسی[2] کی چشم نہ سرمہ نہ زلف ہیں پھر کیوں
سیاہ بخت و پریشان و خاکسار ہیں ہم
سنا کے اس کو کریں شور، گو ہیں دیوانے
پہ اپنے کام میں دیکھو تو ہوشیار ہیں ہم
خدا ہی تیرا نگہباں ہے خرمن گردوں
پھر آج کھینچتے آہ شرر بار ہیں ہم
یہ کیا غرور ہے، کیا کبر، یا ہے کیا ہی ناز
کہ اس کو کہتے اگر ایک بار[3]، یار ہیں ہم
بدل نگاہ، چڑھا تیوری، کہے منہ پھیر
نہ یار یار کہو واہ، کس کے یار ہیں ہم
کسی سے دل نہ لگا دشمنی نہ کر جی کی
کہا تو مان کہ ممنوں! دوست دار ہیں ہم

۲۸۰

چشم و دل بھی کچھ نہیں رکھتے تیرے ناکام، کم
پاس گو آئینہ رکھتا تھا سکندر، جام جم
کارگر نالہ، دل صیاد میں کیا ہو! جہاں
ناتوانی سے نہ لے سکتے ہوں زیر دام دم
ہاتھ اپنے کنج تنہائی میں زیر سر رہے
بلائیں اس گردن میں کب ہوں اے خیال خام خم
دھیان بھی دل میں نہ ٹھہرے اسکی چشم شوخ کا
ہم سے[4] رکھتا ہے عجب یہ آہوئے بدرام رم
وہ گئے دن، جو تو ہنستا تھا تو موتی رولتے
اب بہاتے چشم سے ہیں ہجر کے ایام یم
اس بلا کو چھیڑنا اے دل نہ بازی سمجھیو
مار کا ہے حلقہ، گیسوئے عنبر فام خم
بے خودی سی کیوں چلی آتی ہے، جی ڈوبے ہے کیوں
وہ بھی آجاتا ہے اے دل، آپ کو تو تھام تھم
مدتوں آنکھوں سے یاں دریا کے دریا بہہ چکے
اب نہ خوں کہنے کو سینہ میں نہ بہر نام نم
نامہ بروں سے چلا کیتے ہیں، پر دھڑکے ہے دل
مژدہ لاتا ہے کوئی یا ہمرہ پیغام غم
منعم بے ہوش کو ہے نشئہ نخوت وبال
بادہ ہوجاوے برائے صاحب سرسام سم
حرف حرف شعر میں ممنوں بھر دیتے ہیں درد
کب کریں اندیشہ تجنیس اور ایہام ہم

۲۸۱

نہ دل ہیں کسو کے، نہ جگر ہیں نہ حنا ہم
کیوں خون ترے ہاتھ سے رہتے ہیں سدا ہم
قربان ادا آنکھ لڑا کے یہ اشارت
کیوں، کیا گئے نظروں میں، ترے دل کو اڑا ہم
اس ذوق سے کہتے ہیں حدیث لب شیریں
گویا ترے ہونٹوں ہی سے لیتے ہیں مزا ہم

۱۔ آ: بس
۲۔ آ، ب: نہ چشم یار
۳۔ آ، ب: یار اک بار
۴۔ ب: نے

۲۸۱

ہیں ایک کفِ خاک ، سرِ راہ پہ تیری — بیٹھے ہیں ولے ، منتظرِ بادِ صبا ہم
گل کا ہے نہ کچھ شوق ، نہ کچھ خار کا کھٹکا — اس گلشنِ گیتی میں پھرے ، بے سر و پا ہم
کہتی ہیں مجھے دیکھ کے ، وہ سنبل و نرگس — تم فتنۂ دیں اس کے لیے جس کی بلا ہم
کچھ فاصلہ آنے نہ نظر یاں سے وہاں تک — دھمکے عدم آباد کو اک آن میں جا ، ہم
ڈر تھا کہ ترا دل نہ دکھے ، چشم نہ بھر آئے — تابوت پہ دل کے نہ ہوئے نوحہ سرا ہم
تکیہ کوئی باندھیں گے بیابانِ عدم میں — بستر کو اٹھا، یاں سے چلے لو فقرا ہم
ہم تم میں یہ[1] ہوجانے ہے کیا ، آن کے حائل — آئینہ سے ہرگز نہیں رکھتے ہیں صفا ہم
اک اور غزل بھی کوئی پر درد سی پڑھ لے — تمنون ! تجھے سنتے ہیں فخر الشعرا ہم

۲۸۲

پھر لختِ جگر آج سینے بیٹھ کے باہم — اسباب یہ رونے کے کیے ، ہم نے فراہم
جیتے ہیں بہر شکل ، مزاج اپنے نہ پوچھو — دیتے ہیں سدا جانِ محبت کو دعا ہم
اک آن رکے بیٹھے ہیں ، جوں غنچہ کی نکہت — دل کھول کے ہنستے ہی یہاں سے ہیں ہوا ہم
سر رشتۂ ضبط آج چھٹا ہاتھ سے اپنے — دیکھ اب تری مجلس میں یہ اغیار ہیں باہم
آئینہ کو وہ دیکھ کے مشاطہ سے بولا — کیوں چاند سے رخسار نہ رکھتے[2] ہیں بھلا ، ہم
اس سوختہ سینہ پہ کہیں ہاتھ نہ رکھنا — یاں راکھ[3] میں بیٹھے ہیں ، عجب آگ دبا ہم
دل تم کو دیا جب، تو نہیں ظلم کا شکوہ — جو آپ کیا ، اوس ہی کی پاتے ہیں سزا ہم
یاں سینہ سپر کرتے ہیں ، سو تیغ جفا کا — تم دست بہ قبضہ ہوئے بس ڈر گئے کیا ہم
وہ مستِ مئے ناز گراں خواب ہے تمنون — کیا جاکے سبک آئے ہیں لے، بوسہ پا ہم

۲۸۳

دیکھے ہیں لے کے بوسے سزا میں عتاب ہم — سمجھے گناہ سے ہیں مزے کا عذاب ہم
کس سوختہ جگر کے ، گلے رات تم لگے — سونگھے ہیں عطر جیب سے ، بوے کباب ہم
اک روز اسکے پاؤں نہ آغوش میں لیے — رکھتے ہیں رشک طالع و بختِ رکاب[4] ہم
جوش[5] جنون و فصلِ گل و سیرِ نو بہار — روتے ہیں یاد کرکے وہ عہدِ شباب ہم
اے صرصرِ فغاں ، بس آہستہ جنبشیں — آتش کدہ ہی سینہ میں ، بیٹھے ہیں داب ہم
یہ موج خیزِ فتنہ نہ جاوے مقام ہے — خانہ بدوش پھرتے ہیں مثلِ حباب ہم
جاگے تو ہاتھ ملتے ہی اٹھے ہزار حیف — ہے اس کا ہاتھ ، ہاتھ میں دیکھیں تھے خواب ہم
خانہ خراب ہو دلِ رسوا کا ، اپنے[6] ہاتھ — کیسے پھرے ہیں خانہ بخانہ خراب ہم

۱۔ آ: یہ بھی
۲۔ لندن: رکھتے ، بھلا ہم' سہو کاتب
۳۔ لندن: آگ ، دبا لیا' سہو کاتب
۴۔ لندن - کباب " سہو کاتب - متن م " ب "
۵۔ ا۔ لندن: زائد شعر آ، ب، میں دوسری غزل میں یہ شامل ہے
۶۔ آ، ب: ہاتھ

رکھے مدام نرگسِ چشمِ بتاں خراب رکھتے نہ روز و شب کے [illegible] ہم

لگ جائے آگ بس دلِ سوزاں کو یا خدا رکھتے نہیں ہیں اس تپِ ہجراں کی تاب ہم

بلبے حجابِ عشق کہ اس فرطِ شوق پر کھولیں تمام شب میں نہ [illegible] نقاب ہم

اب اس زمینِ صاف میں، یہ جی میں آئے ہے ممنون اس غزل کا کہیں خود جواب ہم

۲۸۴

آبِ بقا سے خضر، نہوں کامیاب ہم لیتے ہیں جوے خنجرِ قاتل سے آب ہم

چھاتی سے لگ گیا عرق آلودہ کون، آ سونگھیں بدن سے اپنے شمیمِ گلاب ہم

پائیں تو دل کو گوشۂ دوزخ میں پھینک آئیں سہویں کہاں تلک یہ تفِ سینہ تاب ہم

آوارہ و خراب، پریشان و ہرزہ گرد یہ دولتِ جنوں سے ہیں پاتے خطاب ہم

بندھ جائے ہے خیال تری چشمِ مست کا بھر لائیں چشم دیکھ کے جامِ شراب ہم

میں نے کہا بہم ہُوسیں کچھ نکالیے بولا کہ تیری بات کا دے دیں جواب ہم

پر دے ہی پردے میں یہ رہی دل کی آرزو رکھتے ہو تم لحاظ وہاں اور حجاب ہم

ممنون اک جہاں کو ہے اپنے سخن سے فیض منت کی تربیت سے ہوئے فیضیاب ہم

۲۸۵

گر حسرتِ دل سنائیں گے ہم تم کو بھی بہت رلائیں گے ہم

کر شوق سے ذبح، زیرِ خنجر نہ دست، نہ پا، ہلائیں گے ہم

قاتل مرے سر پہ آکے بولا تلوار تک آزمائیں گے ہم

لے اس کو قبا، نہ تنگ بر میں بس ٹھیک تجھے بنائیں گے ہم

پہلی ہی نظر میں دل دیا ہائے آنکھیں کیوں کر لڑائیں گے ہم

بیتابیِ دل ذرا ٹھہر جا تک چاکِ جگر سلائیں گے ہم

وہ کھول کے بال مجھ سے بولا یوں[2] دام میں تجھ کو لائیں گے ہم

لو غیر سے تم بڑھاؤ خلطا ربط آپ ہی سے گھٹائیں گے ہم

چاہو جس پاس جاکے بیٹھو تم سے دل ہی اٹھائیں گے ہم

مجلس میں کسی کی تک گئے تھے سمجھے تھے کہ دیکھ جائیں گے ہم

معلوم نہ تھا کہ ہوکے مدہوش دل مفت میں بھول آئیں گے ہم

دبکا تپِ دل سے سینہ، اس کو کس طرح گلے لگائیں گے ہم

ممنون آئے جو ہو تو ٹھہرو اک اور غزل سنائیں گے ہم

۱۔ لندن، ب: زائد شعر

۲۔ لندن: "تلوار تک آزمائیں گے ہم" لیکن یہ درست نہیں کیوں کہ یہی مصرع اوپر والے شعر میں آچکا ہے۔

۳۔ آ، ب۔ زائد شعر

۲۸۶

خلوت میں تمہیں ستائیں گے ہم　　روٹھو گے اگر منائیں گے ہم
جا، مرغِ چمن طپش سے دل کی　　آہنگ نئے سنائیں گے ہم
اکسیر بنا تو اے مہوس　　خاک آپ[۱] ہی کو بنائیں گے ہم
جاسوس ہے وہ نگاہِ پنہاں　　دل، جاکے کہاں چھپائیں گے ہم
پوچھیں گے گر آرزوے دمِ ذبح　　جلاد ہی کو بتائیں گے ہم
ہو دخترِ رز نہ پانی پانی　　نظروں ہی میں پی نہ جائیں گے ہم
آ، مجلسِ میکشاں میں زاہد!　　تجھ کو بھی بہت رجھائیں گے ہم
دل ساتھ اگر گیا تہِ خاک　　سونے وہاں بھی نہ پائیں گے ہم
لیں گے شبِ ہجر کے عوض سب　　اک روز اسے جو پائیں گے ہم
لوٹے کانٹوں پہ جس قدر ہیں　　چھاتی پہ اسے لٹائیں گے ہم
قصر اور بھی اس زمیں، میں ممنوں　　اک ریختہ کا، بنائیں گے ہم

۲۸۷

فریاد جو لب پہ لائیں گے ہم　　تا عرشِ بریں ہلائیں گے ہم
لکھو غیروں کو خط کہ کیوں کر　　لکھا اپنا مٹائیں گے ہم
تلخیِ فراق کون چکھے　　سن لیجیو، زہر کھائیں گے ہم
خوں سے دل و سینہ سب ہے[۲] خالی　　آنسو کب تک بہائیں گے ہم
یہ ہجر کی شب بلا ہے اس کو　　سر سے کیوں کر ہٹائیں گے ہم
اب تو ترے در پہ آکے بیٹھے　　جو ظلم[۳] ہو سو اٹھائیں گے ہم
اے زخمِ کہن نئے مزے لے　　الماس و نمک ملائیں گے ہم
لپٹیں گے جو یوں وہ زلف و شانہ　　پیچ و خم و تاب کھائیں گے ہم
ہوتا جتنا ہوں خاک، وہ شوخ　　کہتا ہے ہوا بنائیں گے ہم
سن حالتِ جاں کنی وہ میری　　کہتا ہے ادھر کو جائیں گے ہم
یعنی کہ مسیح سے یہ کہہ دو　　مردہ کو بھی جِلائیں گے ہم
سچ، پاس نہ غیر کے تھے، شب تم　　تہمت نہ عبث لگائیں گے ہم
لیکن منکر جو صاف ہوگے　　سوگند بھی، پھر دلائیں گے ہم
کاہے کو خفیف ہوگے لیکن　　آئینہ ذرا دکھائیں گے ہم
دیکھ اپنی مُلی دَلی سی صورت　　کہہ دو، نہ نظر جھکائیں گے ہم
ممنون جیتے رہے شبِ ہجر　　منھ وصل میں کیا دکھائیں گے ہم

۱۔ آ: آپ کو ہی
۲۔ ب: ہے میں
۳۔ آ، ب

۲۸۸

ٹک دیکھ! تیری رہ پر کب سے غبار ہیں ہم
مشتاقِ نیم جولاں اسے [illegible] سوار ہیں ہم

تشویشِ خاطر آنا، دو اک قدم ٹھہر کے
دیکھنے تصور اس کا، ٹک بےقرار ہیں ہم

لبریز اس کا جلوہ ہے آئنہ میں اپنے
جب آپ میں نظر کی، اس سے دوچار ہیں ہم

پوشیدہ اس کو آنکھیں ہر سمت ڈھونڈتی تھیں
پردے سے یار بولا، دیکھو آشکار ہیں ہم

اک تیر سا لگا، پر صیاد کو نہ دیکھا
معلوم کچھ نہیں ہے کس کے شکار ہیں ہم

رخسارِ زرد پر ہیں گلگوں سرشک جاری
یعنی کہ خود خزاں ہیں اور خود بہار ہیں ہم

واعظ ہے کیا ڈراتا! ہم عاصیوں کو ہر دم
کوئی بھی ہے کہتا، آمرزگار ہیں ہم

مشقِ غبار گشتن مدت سے کر رہے ہیں
دو ایک دن میں چھوٹتے، دامانِ یار ہیں ہم

گہہ وصفِ خال وخط ہے، گہہ مدحِ زلف و کاکل
یہ ہی مسودے ہیں، کیا تیرہ کار ہیں ہم

غم کشتگاں پہ جل کر ہیں پھوٹ پھوٹ روتے
رکھتے مگر خمیرِ شمعِ مزار ہیں ہم

محرومِ دوستاں ہیں جو سروِ بوستاں ہیں
بے گل بے ثمر ہیں بے برگ و بار ہیں ہم

کی دوسری غزل میں، کیا ساحری ہے ممنوں
کچھ شاعری نہیں ہے، جادو نگار ہیں ہم

۲۸۹

بے فکرِ رنجِ دل اور زار و نزار ہیں ہم
بیمار خود ہیں تس پر تیماردار ہیں ہم

خود اپنی زندگانی، کرنے لگی گرانی
کس کے ہیں بارِ خاطر، جو اپنے بار ہیں ہم

دیکھوں ہوں جب وہ ابرو، دیتے مژہ ہیں طعنے
وہ بچی ہیں شاخِ نرگس، شاید کہ خار ہیں ہم

داماں و آستیں سے کہتے ہیں اشک اپنے
ہم کو کہیں نہ چھونا، آخر شرار ہیں ہم

دریا ابل رہے ہیں سینہ میں بس نہ چھیڑو
رو دیں گے ایک دم میں، بے اختیار ہیں ہم

اے چرخ رک سکے تو، لے روک اپنی کشتی
ہر ہر مژہ سے ہوتے، پھر سیل بار ہیں ہم

ہر مو سے جوں رگِ ابر آخر چھٹینگے دریا
دل میں جو جمع کرتے، دل کے بخار ہیں ہم

اس مزرعِ جہاں میں اک نخلِ خشک سے ہیں
آتش کو ہی سمجھتے اپنی بہار ہیں ہم

آتا نہیں تو مت آ، کیا پوچھتا ہے کیوں کر
وعدوں کے کاٹتے یاں لیل و نہار ہیں ہم

ہیں شام سے سحر تک اختر فشاں یہ آنکھیں[۱]
لے شام سے سحر تک اختر شمار ہیں ہم

اک اور بھی غزل کیا ممنوں نے کل سنائی
اشعار اس کے پڑھتے اب بار بار ہیں ہم

۲۹۰

خالی ہیں ہاتھ اپنے اور شرم سار ہیں ہم
جان ایک ہے سو کرتے، تم پر نثار ہیں ہم

کی میکشی نہ شب کو، تا صبح ہو نہ جاگے
پر دیکھتے وہ آنکھیں، کچھ کچھ خمار ہیں ہم

زخمِ کہن مبارک! پھر خون تازہ آتا
الماس میں ملاتے، مشک تتار ہیں ہم

بیمارِ چشمِ خوباں پھر ہوں اگر، قسم لو
بچ جاتے اس مرض سے، گر اب کی بار ہیں ہم

۱۔ آ، ب: پلکیں

۲۲۵

تر اشکِ ناز سے ہو ، کہتی ہیں تیری مژگاں
تلوار تو ہیں لیکن ، کیا آب دار ہیں ہم

اے دردِ ہجر آخر ، ہم جی سے تنگ آئے
پر ہیں، چھری نہ پاتے اور نے کنار ہیں ہم

سایہ کی اپنے صورت بھاتی نہیں ہے ممنوں[1]
ازبسکہ خو پذیرِ شب ہائے تار ہیں ہم

ہر ہر نگہ سے مرتے ، ہر ہر سخن پہ جیتے
ہر آن اس کے آگے جو بار بار ہیں ہم

وہ نرگسِ سخن گو کہتی ہیں ان لبوں سے
اعجاز پیشہ تم ہو ، جادو شعار ہیں ہم

۲۹۱

تم مانتے تھے بات کسی کی نہیں کہ ہم
ممنون آپ کھو کے رہے عقل و دیں کہ ہم

وہ لعبتِ ہزار ادا ، دیکھ آئینہ
پوچھے تھا ، شوخ رنگ نگارانِ چیں کہ ہم

شور افگنِ دماغِ قیامت کی تھی تلاش
برخواستہ ہوا وہ قدِ نازنین کہ ہم

ڈھونڈیں تھے برق ریز ، متاعِ شکیب کو
نکلا نقاب سے وہ رخِ آتشیں کہ ہم

موجِ صفا و جوہر آئینہ ، خطِ صبح
کہتی ہے صاف صاف وہ چینِ جبیں کہ ہم

پرواز تا رگِ قلم صنع کا تھا ذکر
رخ سے ہوا دمیدہ خطِ عنبریں کہ ہم

کرتی تھی وہ نگاہ اشارے جگر کے ساتھ
تیرِ قضا زیادہ نشانہ نشیں کہ ہم

غمزہ نگہ سے ، غمزہ سے کہتی تھی وہ نگاہ
لیتے ہو صیدِ دل کو لگا تم ، کمیں کہ ہم

پوچھا جو میں نے خندۂ گل سے ہے کون خوب
بولا تبسمِ لبِ جاناں یقیں کہ ہم

وہ ہونٹ مجھ سے تھے پسِ ہر بوسہ پوچھتے
شیریں، زیادہ تر شکر و انگبیں کہ ہم

ہنسی یہ بدھیاں تو ، بر ودوشِ نازنیں
تھے طعنہ زن لطیف، گل و یاسمیں کہ ہم

بولا نگارِ بستہ کفِ دست کو دکھا
رنگیں رکھے ہے گل کی خیاباں زمیں کہ ہم

دیوانہ ، دیکھ آئینہ اپنا ہوا جواب
لڑتا تھا اپنے عکس سے ، تو ہے حسیں کہ ہم

صدقے ، گلے سے لگ کے مرے ناز سے کہا
پیارا لگے ہے اور کوئی نازنیں کہ ہم

در کرکے بند ، بندِ قبا ، اس کے کھولیے
خالی ہے خانہ اور وہ ہے شرمگیں کہ ہم

ممنوں غزل یہ تم نے کہی ، اور ہم کہیں
تم ، دیکھیے سخن میں ہو سحر آفریں کہ ہم

۲۹۲

رگڑے ہے کوئی بت کدہ پہ یوں جبیں کہ ہم
اتنا ہے کون تارکِ اسلام و دیں کہ ہم

وہ پوچھتا تھا کون ہے میرا شہیدِ ناز
تربت سے میری آئی صدائے حزیں کہ ہم

بسمل ہیں جس کے، خون میں تڑپتے گیا وہ چھوڑ
کوئی نہ یوں ہو کشتۂ شمشیرِ کیں کہ ہم

سچ ، کب کیا ہے کشتہ[2] کسی بے گناہ کو
رکھتے ہو سرخ خون سے ، تم آستیں کہ ہم

پیکانِ تیر یا دل درخوں طپیدہ ہے
ہیں آج ایک دو تہی پہلو نشیں کہ ہم

اے مرشدِ جنوں ہے قدم پر قدم ترے
اس سلسلہ میں قیس بیاباں نشیں کہ ہم

تجھ کو قسم ہے برق ، کسی سوزِ سینہ کی
رکھتی ہے تو بھی یہ جگر آتشیں کہ ہم

۱۔ آ، ب: ہم کو

۲۔ آ، ب: ذبح

شب بام پر اسے تھا ، سوئے ماہ یوں خطاب [illegible]
ہوں وہ شکار، خون کی ٹپک میری بوند بوند [illegible]
دیکھے جناب حضرتِ دل اعشق کے مزے — قسم [illegible] کباب [illegible] سوختہ [illegible]
ہے منصفی ضرور غزل دیکھ کر کہو — بہتر تھے وہ گزر جو گئے [illegible] کہ ہم

۲۹۳

دیکھ آئنہ نہ کہہ کہیں ایسا نہیں کہ ہم — دیتا جواب عکس ہے تیرا نہیں کہ ہم
میں نے کہا کہ کون ہے چھپ چھپ کے پھر عیاں — بولا درونِ دل سے وہ پردہ نشیں کہ ہم
اللہ رے قدرِ حضرتِ انسان کی مشتِ خاک ! — ہے کہہ رہی بلند ، پہر بریں کہ ہم
ہیں مرغِ دل کو یوں دمِ پرواز زمزمہ — ہے تیز بالِ طائرِ سدرہ نشیں کہ ہم
زاہد کو شوقِ حور ، ہمیں اشتیاقِ دوست — رکھتا ہے وہ یہاں نظرِ دوربیں کہ ہم
ہر ایک لختِ دل پہ کیا کندہ نامِ یار — رکھتے شہاں ہیں لعل کی زیبا نگیں کہ ہم
طے کس سے وشت دشتِ رہِ عشق ہو سکی ! — عاجز ہوا ہے خضر بھی آکر وہیں کہ ہم
ممنوں کا دین و طاقتِ دل سب جو لٹ گیا — خدمت میں ان کی جاکے کہا تم غمیں کہ ہم
اول ہی کہہ دیا تھا کہ قزاق ہیں یہ شوخ — فرمایئے، نہ آپ تھے انجام بیں کہ ہم

ردیف "ن"

۲۹۴

شبِ ہجر بھی ہے کوئی غضب ، نہیں ہوتی آہ ! سحر کہیں[1]
کبھی دم گنوں ، کبھی ساعتیں ، نہ بجے ہے آج گجر کہیں

ہوئی بند راہِ وفا مگر نہ رہا کسی کا ادھر گزر
رہی جان کی نہ مجھے خبر ، نہیں ہوتی اوس کو خبر کہیں

مرے اشک و آہ ہیں ڈھونڈتے ، دم و نالہ گاہ ہیں ڈوبتے
کئی سال و ماہ ہیں ڈھونڈتے ، نہ سرایتیں نہ اثر کہیں

رہے اوڑ، فغاں میں شرار ہیں ، بھرے شعلہ دم میں ہزار ہیں
جلے میرے سینہ کے خار ہیں ، کہ بھڑک گیا ہے جگر کہیں

مژہ کچھ تو بند ہے ، کچھ ہے وا ، نگہوں میں شب کا نشہ بھرا
نہیں آتے جھومتے آپ کیا مے عیش پی ؟ نہ مکر کہیں

فقط ایک میں ہوں کہ تو یہاں ، دلِ گم گشتہ ہے مرا کہاں
ابھی لے کے تو نے کیا نہاں ، نہ مکر کہیں ، نہ مکر کہیں

کبھی دیر میں ، کبھی کعبہ میں ، کبھی مدرسہ میں ہوں جھانکتا
کہیں دیکھ آیا ہوں یاد ہی نہیں ، یاد آنے ، ہے پر کہیں

۱۔ لندن، زائد غزل

لیا چھاتی سے جو اسے لگا، مجھے کہہ رہا تھا ہنسا ہنسا
ترے دودِ سینہ سے ہوں سیہ، مرے ہار کے نہ گہر کہیں

مرا تخمِ نو جو گرا (کہیں؟) سو زمینِ عشق میں پھل گیا
شجرِ وفا میں تجھے صبا نظر آنے ہے! بے ثمر کہیں

جو خیالِ خط و عذار ہے، تو عجب طرح کی بہار ہے
مری چشم میں ہے لہک رہا، کہیں سبزہ و گلِ تر کہیں

دل ہرزہ کیا ہے یہ خو پڑی، وہیں تجھ کو دیکھوں ہوں ہر گھڑی
درِ دلبراں کے سوا مگر، کہیں گھر ترا ہے، نہ در کہیں

مری خاک کا نہ رہا نشاں، تری دوڑی رخشِ جہانیاں
کہ سمندِ ناز سے اے جواں جو اتر سکے تو اتر کہیں

جو تخلص آنے ہے ناتمام، تو غزل میں چاہیے اپنا نام
تجھے اس روش پہ مگر نظام نہیں اب تلک تھی نظر کہیں

۲۹۵

ہر نفسِ تازہ مرا، زخمِ جگر ہے کہ نہیں؟ [1]
دیکھ ہر آہ میں آہنگِ دگر ہے کہ نہیں؟

جا نہ، دو ایک گھڑی اور مری بالیں سے
آج احوال مرا نوعِ دگر ہے کہ نہیں؟

چہرہ پر چھائی ہے زردی سی گھلا جاتا ہوں
دیکھ ہر روز مرا رنگ بتر ہے کہ نہیں؟

اس کے صدقے، مری چھاتی سے یہ لگ کر بولا
کیوں ترے دل کی، مرے دل کو خبر ہے کہ نہیں؟

واہ شیریں سخنی! بوسہ مزے سے دے کر
پوچھتا مجھ سے ہے، کیوں قندِ شکر ہے کہ نہیں؟

گندھی چوٹی کے تلے، بال الگ سا دیکھا
کس کو غائب کی خبر، وہ بھی کمر ہے کہ نہیں

سیبِ غبغب نہ لگا ہاتھ سبھی قدوں کا
نخلِ امید میں عاشق کے، ثمر ہے کہ نہیں؟

طائرِ سدرہ! مری آہ کے شعلے اٹھے
بچ گیا دیکھیو، تیرا کوئی پر ہے کہ نہیں؟

چاک خنجر سے مرا سینہ کیا اور بولا
دیکھتا تھا کہ کہیں تیرے جگر ہے کہ نہیں

کل جو دل تو نے چرا کر تھا لیا، تیرے پاس
صاف کہہ منھ سے بس اتنا نہ مکر، ہے کہ نہیں؟

ہم ہوئے خاک تری رہ پہ صبا سے، گاہے
تو نے اڑتی سی سنی کچھ یہ خبر ہے کہ نہیں؟

دلِ صد چاک نہ اس رخ کی جھلک، زلف سے دیکھ
شبِ مہتاب سے زخمی کو خطر ہے کہ نہیں؟

قدرِ جوہر کو شناسندۂ جوہر سمجھے
دیکھ ممنوںؔ! یہ غزل سلکِ گہر ہے کہ نہیں؟

۲۹۶

آج گھڑیالیوں کو یاد، گجر [2] ہے کہ نہیں [3]
شبِ یلدائے جدائی کی سحر ہے کہ نہیں

دل پہ ہم نقشِ بتاں، رنگ و قلم بن کھینچیں
یہ بھی اے مانی و بہزاد! ہنر ہے کہ نہیں

۱۔ ب: یہ غزل بعد میں ہے۔
۲۔ لندن، ب: زائد غزل
۳۔ لندن: "گجر" لیکن "سحر" ہی درست ہے، غالباً سہوِ کاتب

منتِ نامہ بری بال کبوتر [illegible]
پردہ چہرے سے الٹ ، تا یہ کھلے معنی پہ — برقِ نظارہ [illegible]
چشمِ گریاں ترے رخسار پہ شب تھی کس کی — شبنم آلودہ سا کچھ [illegible]
میں نے کی عرضِ تمنا تو وہ ہنس کر بولا — لبِ معشوق سے ’ہاں‘ بارہ تر ہے کہ نہیں
راہ پر پیچ ، شبِ تارِ بلا پر ہے بلا — کوچہ زلفِ بتاں ، جائے خطر ہے کہ نہیں ؟
سینہ خوں شدہ میں ضبط نکر گریہ ، دلا — آب سے تازہ جراحت کو ضرر ہے کہ نہیں
آج خرمن پہ بہت اپنی ، فلک نازاں ہے — تجھ میں بھی اے نفسِ گرم ! شرر ہے کہ نہیں ؟
شاخِ گل تجھ کو مبارک ہو نوا سنجِ چمن — زمزموں کو مرے شعلہ کا شجر ہے کہ نہیں ؟
مرغِ گلشن تری آہنگ دلاویز ہے ، پر — طپشِ دل کی نوا میں بھی اثر ہے کہ نہیں
لگ مرے سینہ سوزاں سے ، نہ پہنے گہنا — آتشِ تیز گدازندہ زر ہے کہ نہیں
عشق وہ دشت ہے ، کاہی ہے جہاں چہرہ برق — ناتواں خس کو مری ، جائے حذر ہے کہ نہیں ؟
ہاتھ سے تیرے ، مرے سینہ میں ہیں ریش پہ ریش — کچھ تجھے بھی خبر، اے عربدہ گر ہے کہ نہیں ؟
دیکھ بے درد کہ اب تک مرے پہلو کے تلے — خاک آغشتہ صد خونِ جگر ہے کہ نہیں
یہ غزل دیکھیو اے طرز شناسانِ سخن ! — میر ممنوں کی تالیف ، مگر ہے کہ نہیں

۲۹۷

دیکھ آئینہ ، تری چشم بھی تر ہے کہ نہیں — آہ دلدوز میں عاشق کی اثر ہے کہ نہیں؟
رو ، سوے غیر تو ہنگامِ سخن رکھتے ہو — پھرتی پھرتی مری قسمت میں نظر ہے کہ نہیں ؟
ترے بیمار کے جو گرد ہے بیٹھا ، سو وہ — سر زانوں پہ جھکائے ہوئے سر ہے کہ نہیں ؟
دیکھ آئینہ وہ مغرور کہے تھا مجھ سے — شو پری سے بھی فزوں ، حسنِ بشر ہے کہ نہیں ؟
لاف ہم چہرگی یار تو ہے ، پر تیرے — چشم و لب ، ابرو و مژگاں بھی ، قمر ہے کہ نہیں ؟
تیرہ بختی میں تصور ہے تری زلف کا قہر — ہو شبِ تار و سیہ مار تو ڈر ہے کہ نہیں ؟
تا لبِ بام نہ آیا وہ مہِ خانہ نشیں — رخنہ دیوار میں ، یا روزنِ در ہے کہ نہیں ؟
درد آلودہ فغاں سے نہ تری آنکھ لگی — نیند بھی تجھ کو دلا ! آٹھ پہر ہے کہ نہیں؟
واہ بے طاقتیِ شوق کہ ہر راہ پہ جا — پوچھتا ہوں کہ گزر اوس کا ، اِدھر ہے کہ نہیں؟
بشست ، ناوک فگنِ ناز کی تھی صاف غضب — گرہ تیر گئی دل سے اوتر ہے کہ نہیں !
تو کہ ہر آن ہے ، وَلے ، پوچھ خیال اپنے سے — کہ ترے دل میں سدا اس کا گزر ہے کہ نہیں!
نکتہ سنجانِ غزل ، چامہ ممنوں دیکھیے — اسکے ہر شعر میں کچھ درد و اثر ہے کہ نہیں ؟

۲۹۸

چل بسے قافلے یاروں کے ، خبر ہے کہ نہیں — دلِ غفلت زدہ کچھ فکرِ سفر ہے کہ نہیں
اپنی ہی بے بصری کی ہے شکایت ، ورنہ — جلوہ پردازیِ دل دار ، کدھر ہے کہ نہیں
ایک ہنگامہ محشر تو مری خاک پہ ہے — پر نہ دیکھا کہ گزر اوس کا ، اِدھر ہے کہ نہیں

۱۔ آ، ب: زائد شعر ۔
۲۔ آ ، لندن ۔ چارم ، غالباً سہو کاتب

۲۹۸

یہ تو سمجھوں ہوں، فرشتوں کو ہے پیچھے چھوڑا[1]
پر نہیں جانتا، انسان کے پر ہے کہ نہیں

نہ درِ دل پہ رہے کیونکہ لگی ، میری چشم
کہ شگاف اس کے سے ، باز آنے نظر ہے کہ نہیں[2]

کعبہ و بت کدہ و دیر و کلیسا کی خاک
کیوں پھریں چھانتے! آخر ترا در ہے کہ نہیں

اندگوں جوشِ جنوں ، اس پہ توجہ ہے ضرور
یہ مرا جیب، ترا دست نگر ہے کہ نہیں

دل رکیا ہم نے ہدف ہے ، پہ ادھر سے دیکھیں
ناوکِ ناز کبھی ہوتا کوئی سر ہے کہ نہیں

دست بازی و دہن بوسی و ہم آغوشی
تجھے کسی ساتھ رہے تا بہ سحر ، ہے کہ نہیں

پھیکی پھیکی سی مسی لب پہ ، چڑھی سی آنکھیں
مو پریشان سے ، رہا چہرہ ، اوتر ہے کہ نہیں

جب نہ تب کوے بتاں میں تجھے دیکھا ممنوں
خانہ آباد کہیں تیرے بھی گھر ہے کہ نہیں

۲۹۹

مل کے شب کس سوختہ کی چشمِ تر سے آستیں
صورتِ گل ریز ، بھر لانے شرر سے آستیں

میں نہ کہتا تھا نہ مل اس چشمِ تر سے آستیں
آخر آلودہ ہوئی خونِ جگر سے آستیں

کنجِ تنہائی میں یہ کچھ شغل رہتا ہے ہمیں
شام تک رہتی ہے آنکھوں پر ، سحر سے آستیں[3]

بسکہ ٹپکے لختِ دل لبریزِ صد نیشِ ستم
کم نہیں کچھ کیسۂ پُر نیشتر سے آستیں

او سرِ مژگاں ترحم ، شعلہ ریزی کب تلک
جل اٹھا دامن ادھر سے اور ادھر سے آستیں

دست گیتیِ نبضِ گرم اپنی سے جل اٹھا ، اسے
کم نہیں فانوسِ شمع شعلہ ور سے آستیں

ایک دن دامن نہ رکھا چشم پر ، اس نے مری
مفت تر کی گریہ ہاے بے اثر سے آستیں

جانے اشک اخگر ٹپکتے ہیں ، اس آفت سے بچائیں
کون سے فن سے گریباں ، کس ہنر سے آستیں

آتشیں سیلاب ہے یا برقِ حل کردہ رواں
تم مری آنکھوں پہ رکھنا ٹک ، حذر سے آستیں

کم ، رگِ ابرِ بہاری سے نہیں مژگانِ تر
باغ کا کوچہ بنے ، خونِ جگر سے آستیں

کیوں نہ چھاتی جیف سے بھر آنے یاں بے اختیار
اشکِ چیں ہو جب کہ یوں مژگانِ تر سے آستیں

ایک دن وہ تھے کہ جاتی دست بازی میں الجھ
سینۂ دلدار پر ، سلکِ گہر سے آستیں

کھیو ، ممنوں کو ہے کیوں گریہ بے اختیار
اوس کی آنکھوں پر ہے کچھ ، اک دو پہر سے آستیں

۳۰۰

پڑا اشکِ خونیں سے کارِ گریباں
رگِ گل ہوا تارِ تارِ گریباں

جنوں کی سبک دستیوں کی قسم ہے
نہ چھوڑوں کا گردن پہ بارِ گریباں

انھماتا نہیں ہاتھ ناصح رفو سے
ہوئی کیسی آفت دوچار گریباں

توجہ ہے دامن پہ کچھ ان دنوں میں
مرے ہاتھ ہیں شرمسار گریباں

یہ سینہ ہوا صرفِ کاوش یہاں تک
کہ تار گریباں ہے خار گریباں

کہیں اشک سرخ اور کہیں لختِ دل ہے
تماشا ہوئی ہے بہارِ گریباں

۱۔ لندن، ب: زائد شعر
۲۔ آ: یار آنے نظر
۳۔ ب: رہتی آنکھوں پر

نم آلودہ پھر دامنِ چرخ [illegible] گئی ہے [illegible]
گریباں میں وہ شوخ جب پھول رکھے [illegible]
جگر، سینہ، دل سب ہے وقفِ درِ دین [illegible]
جو ہم مصرعۂ تیرؔ سن، رونے ممنونؔ [illegible]

۳۰۱

الٰہی! کس نگاریں پنجہ نے یہ خط لکھا رنگیں
کہ نامہ پر حنا کے کچھ نشاں ہیں جابجا رنگیں

یہ چشمِ خوں فشاں سے شغل ہاتھ اپنے لگا رنگیں
ادھر دھویا گریباں کو، اودھر دامن ہوا رنگیں

سمجھ کر ٹک تڑپنا اے شہیدِ شوقِ پابوسی
نہ کیجو دامنِ قاتل کو تو بہرِ خدا رنگیں

حنائی سودہ ساں، غمِ کشتگاں کی خاک ہے پر خون
قدم رکھنا سمجھ کر یاں، مبادا ہوئیں پا رنگیں

کل اوس گلگوں قبا نے اشک پونچھے اپنے دامن سے
عجب اس دیدۂ خوں ریز کا ہے ماجرا رنگیں

زبس خونِ دل و دودِ جگر نکلے ہے سینہ سے
ادھر سے ہے سیہ جیب اور اودھر سے ہے سدا رنگیں

رہے ہے سرخ خونِ بسملِ تازہ سے وہ دامن
وہاں ہے پیش پا افتادہ یہ مضمونِ نیا رنگیں

الٰہی جوش پر آیا ہے خوں کن تیرہ روزوں کا
کہ اوس قاتل نے اس ابرِ سیہ میں کی، قبا رنگیں

جدھر یہ کاوشِ دل نشتر زن ہے ادھر خوں سے
ہمیشہ زیرِ پہلو، فرشِ خواب اپنا رہا رنگیں

ٹپکتا ہے پڑا رنگِ فصاحت شعرِ ممنونؔ[1] سے
بصد خونِ جگر ہر حرف کو اس نے کیا رنگیں

۳۰۲

کس دن مری جراحتِ دل خونچکاں نہیں
بستر پہ سرخ کب تہِ پہلو نشاں نہیں

یہ خاکِ کوچہ ہے تری دلکش کہ بعدِ ذبح
خوں، کشتگانِ شوق کا ہوتا رواں نہیں

تھی یہ دل میں آگ کہ جوں شمع کشتہ، دود
سر کٹ کے بھی گلے سے رکا، شب یہاں نہیں

اپنا جلا نہ دانۂ اخگر، وگرنہ آہ
کب شعلہ ریز خرمنِ ہفت آسماں نہیں

کیجے کہاں نگاہ، ہوس اوس بدن میں اب
لبریزِ ناز و فتنہ و شوخی کہاں نہیں

مدفن جہاں ہے تیرا جگر سوختہ وہاں
اٹھتا ہے جو غبار سو وہ جز دخاں نہیں

پژمردہ ایک مشتِ گیاہِ بریدہ ہوں
آنے بہار، پر مری جاتی خزاں نہیں

ہر چند سنگِ سینۂ خسرو ہے کوہکن
لیکن برائے خاطرِ شیریں، گراں نہیں

کشتہ ہوں رسمِ صیدگہِ عشق کا وہاں
کیا کیا جگر پہ ناز و خدنگ و سناں نہیں

کیا کہیے وہ مزاج تو نازک ہے اور یاں
قصہ دراز، بختِ زبوں ہے، زباں نہیں

برجستہ اور ہی ہے، غزل تو نے کیا پڑھی
ممنونؔ کسی غزل میں یہ شوخیاں نہیں

۱۔ آ۔ یہ شعر ہے ممنونؔ

۲۔ آ۔ اگلے پانچ اشعار دوسری غزل میں شامل کردیے ہیں

۳۰۳

بگرد اس مریض غم کے کوئی مہرباں نہیں
جس کے سرشک کچھ تہ مژگاں ، نہاں نہیں

گزروں ہوں جس زمیں پہ ، کروں رفتگاں کو یاد
کب روکے دیکھتا ، طرف آسماں نہیں

لاتی نسیم آہ ہے ، جنبش میں گاہ گاہ
ہل سکتے ، اس بغیر ترے ناتواں نہیں

ہوں وہ سموم دوزخ ہجراں سے نخل خشک
شاداب کرسکے گی ، نسیم جناں نہیں

شبِ وصل کی ہے عرض تمنا و شوق پر
کہہ منہ سے ایک بار تو اے جان ! ہاں نہیں

ہے کس محیط سے یہ سرچشمہ متصل
ہوتے جو خشک دیدہء دریا فشاں نہیں

ہر ایک کو بڑھا کے گھٹاتا ہے دورِ چرخ
گھٹتی مگر کبھی شبِ محنت کشاں نہیں

تو تیغ زن ہے ساعد نازک سے پر ، تری
کن کن خجالتوں میں ترا سخت جاں نہیں

کس گرم رَو کے ہے ؟ یہ دمِ گرم کا اثر
کم سنگ سرمہ سے کوئی سنگ نشاں نہیں

سینہ شکنجہء غم و محنت میں تنگ ہے
مسنونؔ . بس معاف کہ رکتا فغاں نہیں

۳۰۴

وقت نظارہ یک نگہہِ آرزو نہیں
جس سے کہ حسرتوں کا ٹپکتا لہو نہیں

بالیں پہ اس مریض کے اک چارہ جو نہیں
جو غم سے زیر دست ، رنج سر فرو نہیں

جانِ عزیز یاس کی ہم کو قسم کہ یاں
سینہ میں خوں نہ گشتہ ، کوئی آرزو نہیں

تھا کیا یہ باغ ، مشہدِ غم کشتگاں کبھی ؟
بوے چراغ کشتہ ہے ، یاں گل کی بو نہیں

ہر دم رہے گرز گہہ آہِ شرارہ ریز
ہے سیرگاہ برق ، ہمارا گلو نہیں

مرتے ہیں ہم کہ وصل میں ہیں طرفہ اختلاط
ایک ایک بات پہ واں ہے کبھو ہاں . کبھو نہیں

اپنا سفر جہاں سے ہے ، کیا دوست کیا عدو
بالیں پہ سب ہیں جمع پر افسوس تو نہیں

تیرے مریض غم کی یہ حالت ہے ضعف سے
اک آہِ ناتواں سی کبھو ہے ، کبھو نہیں

احوال جاے گریہ ہے اس بے نصیب کا
سیراب آب تیغ جو تفتہ گلو نہیں

دلدادگانِ چاشنیِ زخم تیغِ عشق
خورِ خیالِ بخیہ ! فکر رفو نہیں

ہم رمزداں ہیں چشمِ سخن گو کو ، کس لیے
ایما نہیں . اشارہ نہیں . گفتگو نہیں

بے اختیار کھینچے ، اُدھر ہے عنان شوق
مسنونؔ دیکھیو کہ یہ اوس کی تو کو نہیں

۳۰۵

چھیلتا زخم جگر کا کوئی انگور نہیں
ہمت اے ناخنِ غم ! تجھ سے یہ کچھ دور نہیں

۱۔لندن: گھٹا کے بڑھاتا مگر یہ زیادہ موزوں ہے ۔ "ب" میں اسی طرح ہے ۔
۲۔ت: آخری تین اشعار دوسری غزل میں شامل کئے ہیں
۳۔لندن- ب: زائد غزل
۴۔لندن: "ایک بات وہاں ہے ۔ لیکن یہی موزوں ہے ، سہو کاتب

۳۰۵

بے طرح تنگ ہے، کچھ ہول سی اٹھتی ہے تو
[illegible]

تاب ہر چند کہ ہے کاہ سے کم لیکن یاں
[illegible]

ضعف پہ ضعف چلا آئے ہے یہ کچھ کہ اک آہ
جنبش سینہ سے [illegible] پہ [illegible] نہیں

یک شبِ حسن پہ اب سرکشی اتنی اے شمع
صبح کے ہوتے ہی چہرہ پہ ترے نور نہیں

دل پہ کچھ یاس چلی آئے ہے اس وادی میں
یاں کسی کشتۂ امید کی تو گور نہیں

زور کاوش ہے کہ ہر آبلہ دل پر آج
کون سا دم ہے کہ جوں نشترِ زنبور نہیں

ساعد و بازوئے قاتل پہ نہ کھینچے تمہیں
مشہدِ عشق ہے یہ، یہاں کا یہ دستور نہیں

کیوں نہ دل خوں ہو، کس رنگ نہ آنکھیں ہوں سفید
مئے گل رنگ نہیں، ساغرِ بلور نہیں

کون[2] سا زخمِ نمک بند ہے سینہ میں مرے
کہ وہ لب تشنۂ آبِ دمِ ساطور نہیں

پڑھ غزل کوئی بہ تبدیلِ قوافی ممنوں
جی ذرا بہلے کہ خاطر مری مسرور نہیں

۳۰۶

مشک والماس و نمک، بن تو یہاں سود نہیں
زخمِ دل منتظرِ مرہمِ بہبود نہیں

رنج، غم، عیش، طرب آئے، جو آئے دل میں
گھر فقیروں کا ہے، دروازہ یہ مسدود نہیں

گرم رو کون سا اس دشت میں اب خاک ہوا
جو غبار اٹھے ہے یہاں سے، سو بجز دود نہیں

نہیں معلوم کہ بتِ بندہ نے کیا دیکھ لیا
ورنہ یک سنگِ تراشیدہ تو مسجود نہیں

دل میں آتا ہے فقیروں کے، کریں سیرِ عدم
دل کچھ اس تکیہ میں لگتا مرا، معہود نہیں

آپ کے ہاتھ سے فرمایئے، اے حضرتِ عشق!
طاقت و زور یہاں کب؟ کم و افزود نہیں

جی[3] کو بہلائیں کہاں کرکے دو اک باتیں آج
دل کی باتیں ہیں یہ سب، سو کبھی دل خوشنود نہیں

کب تک اے گریہ! ہر اک دم طلبِ خونِ جگر
آخر انسان ہے، کبھی ہے، کبھی موجود نہیں

کہہ دیا ہم نے نہ دل دیجیو ہم کو ممنوں[4]
مدعا کچھ نہیں، مطلب نہیں، مقصود نہیں

۳۰۷

یہ خیال میں ہے کہ چارہ کچھ پئے تشنگیِ جگر کریں
دمِ آبِ چشمۂ تیغ سے لبِ زخمِ خشک[5] کو تر کریں

وہی اختروں کی ہے یہاں چمک وہی تیرگیِ شب اب تلک
تو ہی کہہ کہ تابکے اے فلک! تری جانب آج نظر کریں

یہ کہاں نصیب کہ آئے تو، یہ خیال اپنے میں ہو بہو
ترا نقشہ کھینچ کے روبرو، گلہ شکوہ دو دو پہر کریں

۱۔ آ: ہے
۲۔ آ: یہ آخری دو اشعار دوسری غزل میں شامل ہیں
۳۔ آ: دل
۴۔ آ، ب: ممنون ہمکو
۵۔ لندن۔ خشک زخم، غالباً سہو کاتب

شبِ وصل سنکیے سحر کیا کہ جو صبح ہونے لگی خدا
رہِ نور روکیے بند یا دہنِ طیورِ سحر کریں

کبھیں آنا ہے جو اسے، تو آنے کہ قلق سے کب تلک آج ہائے
کبھے صحن میں، کبھے بام پہ، کبھے آستاں پہ گزر کریں

رہی چشم زیست میں راہ پر، دمِ آخر آنے وہ ہت مگر
کبھہ مرگ قبلہ سے پھیر کر، مِرے منہ کو جانب در کریں

یہ جانے دوں ہوں کہ ہم نشیں! مرے اشک پوچھو مت، کبھیں
کہ یہ چند قطرۂ آب ہیں، پہ ہمیشہ کلرِ شرر کریں

چپ و راست بزم میں مہر وش جو بغیر ترے ہوں، یک نگہ
قسمِ تجلیِ حسن ہے، نہ ادھر کریں، نہ اُدھر کریں

ہوئے اہلِ سخن جمع یہاں، کریں آؤ طبع کے امتحاں
کئی شعر قافیہ پھیر کر کبھیں اور عرضِ ہنر کریں

۳۰۸

یہ کہے ہے ولولہ جنوں کہ گزار سوے چمن کریں
کبھے قدِ سرو بغل میں لیں، کبھے دیدِ روے سمن کریں

یہ کہے ہے جرأت وشوقِ دل، اسے کیجے بزم میں تک خجل
کریں ہونٹ، ہونٹ کے متصل، دہن اور قربِ دہن کریں

سرِخار، پاکے وہ آبلہ، وہ جنوں کے جوش وہ ولولے
وہ مقامِ دشت بھلے بھلے، کبھیں ہیں کہ ترکِ وطن کریں

نہ یہ دست گہ ہوئی کبھو، کہ وہ دستِ خواہش و آرزو
خم و پیچِ طرہ، مشک بو یگنیں اور شمارِ شکن کریں

ہمیں کیا گماں، انہیں کیا خیال ہوئے بزم میں کہ ہوا ملال
نہ نگاہوں میں فسوں یہاں، نہ کرشمہ جادو وفن کریں

نگہوں میں نہ وہ عنایتیں، نہ تو طعنہ ہیں نہ شکایتیں
نہ اشارتیں، نہ کنایتیں، نہ حکایتیں، نہ سخن کریں

یہ کسے دماغ کہ جا بجا پڑھے شعر، سننے کو واہ واہ
جو سخن سے ہے یہی مدعا تو بس آؤ ترکِ سخن کریں

۳۰۹

تاچند قتل کا فغاں ہم گلو! کریں ہاں ضبط کرکے نالہ خونیں کبھو کریں
لبریزِ صد کرشمہ ہے ہر ایک عضو یار کس کس پہ وصل میں نگہ آرزو کریں

اے واسطِ وعدہ آنا ہے تو آ، کہ کب تلک ہم گھر سے [illegible]
تو تیغ و تیر و نیزہ لگا، دل کو ہم رکھیں آہ سینہ ظلم و [illegible] کریں
دل ہے ہزار پارہ و ہر پارہ چاک چاک کس کس کو ہی دیں ادا کہاں تک [illegible] کریں
اتنی شبِ وصال میں کیا کیا کریں بھلا غم دل کا کہہ دیں، غلط کی یا گفتگو کریں
تب قدسیوں سے دعویٔ عصمت قبول ہے ہوکر جو پارسائی، ترے رو برو کریں
ممنوں! مبادا آنے، کہیں ہجرِ ناگہاں ناکامیوں سے وصل[1] میں ہی، آرزو کریں

۳۱۰

جو اٹھاؤں دم بدم اک جفا، سو وہ دل کجا، وہ جگر کہاں
مجھے کب ہے طاقتِ داغِ نو،[2] مجھے تابِ زخمِ جگر کہاں
گنے روز وہ کہ برائے گل، لیے پھرتی مجھ کو ہوائے گل
مگر اب کروں ہوں دعائے گل کہ وہ اپنی قوتِ پر کہاں
نہیں کٹتی آج کی شب خدا، وہیں تارے چمکے ہیں جا بجا
وہ نشانِ صبح ہوئے ہیں کیا، گئے آج مرغِ سحر کہاں؟
شبِ وعدہ چشم ہے راہ پر، جو ذرا بھی کھٹکے کسو کا در
تو صدائے پا تری جان کر، کہوں اب تلک تھی گزر کہاں
لگی آگ سینہ سے تا بلب، ملے آبِ چشمِ تیغ کب
دلِ تفتہ کیونکہ ہو سیر اب، لبِ خشک کیجیے تر کہاں[3]
وہ شجر بصورتِ شمع ہوں کہ نہ پھولتا ہوں، نہ کچھ پھلوں
کہ بغیر شعلہ کے جز شرر، مجھے برگ کب ہیں، ثمر کہاں
شمیمِ گل، نہ سمن کی بو، نہ یہ نسترن کی ہیں نکہتیں
تجھے بوستاں کی قسم صبا! ہوا آج تیرا گزر کہاں؟
ترے ساتھ کھنچتا ہے جی مرا، تری ہمرہی میں ہے دل چلا
کہ شمیمِ خلعتِ یار ہے، یہ گلوں کی بو میں اثر کہاں
کوئی میرے رہنے سے خوش ہو کب! یہ جہاں تک ہے ممنوں اب
نہ سمائے بیت میں نام جب، ملے اپنے رہنے کو گھر کہاں

۳۱۱

وہ زندگانی کے مزے اے جان! حاصل ہوں کہاں
وہ ہم کہاں، وہ تم کہاں، وہ جی کہاں، وہ دل کہاں

۱۔ آ، ب: ہی میں
۲۔ آ: داغِ نو، یہی درست ہے، لندن ۔ طاقت نو غالباً سہو کاتب
۳۔ آ، ب: زائد شعر

بسمل کہے جاتا ہے وہ مجھ کو تڑپتا[1] چھوڑ کے
حسرت سے اور کہتا ہوں میں، جاتا ہے او قاتل کہاں

قربان نازِ یار ہوں، زخمی وہ خود کر کے مجھے
پوچھے ہے پھر اے جانِ من! تو ہو گیا گھائل کہاں

خم یا پیالہ یا سبو یا خشتِ میخانہ بنے
دیکھیں کہ کرتا ہے فلک[2] صرف اپنی مشتِ گِل کہاں

نہ تاب ہے، نہ خواب ہے، دن رات مجھ کو یا خدا
دل کس سے اپنا لگ گیا، آنکھیں گئی ہیں، مل کہاں

یاں تیر سے، تلوار سے، لگتے ہیں جی پر، متصل
مژگاں کدھر جنباں ہوئیں، ابرو گئے وہ ہل کہاں

لایا کہاں سے کھینچ کر، آخر کو بس اپنی طرف
گر یہ ہی جذبِ قیس ہے! تو جا سکے محمل کہاں

روح القدس تڑپے جہاں حسرت سے اک دشنام کی
بوسہ کا یہ بے صرفہ دل، جا کر ہوا سائل کہاں

صورت سے تو گزرے اگر، ہے روئے معنی جلوہ گر
ہستی رہن اپنی بے خبر! پردہ کوئی حائل کہاں

ہو دردِ ہجراں کا برا بس جی سے میں تنگ آگیا
ہے خنجرِ براں کدھر؟ یا زہر ہے قاتل کہاں

غلطاں لہو میں دیکھ کے، کہنے لگا مجھکو کہ یہ
عاشق کسی کا ہو تو ہو، تڑپے ہے یوں بسمل کہاں

سن دوسری مجھ سے غزل، شوخی سے یوں کہنے لگا
ممنوں کوئی آپ سا، سچ مچ ہے اب قابل کہاں

۳۱۲

سر سبز، تخمِ دوستی ہووے بغیر دل کہاں
بارے بزیرِ آسماں ایسی زمیں قابل کہاں

مدت سے ہم چل بھی بسے پر بزم خالی دیکھ کے
اوس نے نہ پوچھا ایک دن، ہے آج وہ بیدل کہاں

بےچین سا ہوں خود بخود کچھ اور تو واقف نہیں
مفتوں، جی کس پر ہوا؟ دل ہوگیا مائل کہاں

بحرِ حوادث کا یہ شور! بادِ مخالف کا وہ زور
کشتی بھی دی موجوں نے توڑ، ہاتھ آئے اب ساحل کہاں

۱۔ لندن و ب: تڑپے
۲۔ ب: نے
۳۔ آ: جو
۴۔ لندن: یہ، ب: وہ

جنتِ سیہ کا مرشیہ ٹک دیکھیو یک قطعہ دار
اس سے قضا نے دام لے، رخ پہ بنایا تل کہاں

تاریک شب، رہ پر خطر، کوئی نہ یار [illegible]
دیکھیں کہ ہم بے پا و سر، کرتے ہیں اب منزل کہاں

مدت ہے ہم ہیں اور قفس، اے ہم صفیرو کیا خبر؟
غنچے کدھر کو ہیں اوگے، گل رہ گئے ہیں کھل کہاں

سو بار ہوں میں کہہ چکا، خوبوں سے مت رل، ہے برا
لیکن سمجھتا ہے بھلا، اپنا دلِ جاہل کہاں

شیشہ بھی ہے، ساقی بھی ہے، شمع اور گل بھی و رِبن ترے
وہ خوبیِ مجلس کجا! وہ رونقِ محفل کہاں

کچھ عقدۂ مشکل کا تو ممنوں اندیشہ نہ کر
مشکل کشا جب سر پہ ہو، رہتی ہے پھر مشکل کہاں

۳۱۳

مرغ پامال ہے یہ، اس سے اڑا جائے کہاں
چھوڑ کر تیرے قدم، رنگِ حنا جانے کہاں

نہ کسی چشم کا سرمہ ہوں، نہ دامن کا غبار
خاک اپنی[۲] کو، ترے در کے سوا، جانے کہاں

ہم سبک رووں کو لے دوش پہ جوں نکہتِ گل
دیکھیں اس باغ سے اب بادِ صبا جانے کہاں

دل ہے صد لخت، ہر اک لخت پہ ہیں سو سو زخم
تس پہ ہر دم، ستمِ تازہ سہا جائے کہاں

بو تری زلف کی لائی ہے نسیم سحری
بند زنجیر میں، اب ہم سے رہا جائے کہاں

ظلمتِ شب سے نہ نورِ مہِ تاباں کم ہو
خط سے آئینۂ عارض کی صفا جانے کہاں

آبلے پاؤں میں اور راہ میں یک دست ہیں خار
بے کسیِ رہ کہ بس! اب ہم سے چلا جائے کہاں

دردِ دل تجھ سے سنا جائے، و لیکن ظالم
ہم سے یہ قصۂ جاں سوز کہا جائے کہاں

اس زمیں (میں؟)[۴] غزل اک اور بھی کہیے ممنوں[۳]
بحر، جب فکر کا امڈے تو تھما جائے کہاں

۱۔ لندن و ب: زائد شعر و مقطع بھی زائد ہے۔
۲۔ آ: تو
۳۔ ب: یہ مقطع دوسری غزل کا ہے
۴۔ لندن: اس زمیں غزل، ب "میں": سہو کاتب

۳۱۴

صورتِ نقشِ قدم مجھ سے اٹھا جانے کہاں[۱]
اس سرِ راہ پہ بندہ[۲] تو رہا ، جانے کہاں ؟

استخواں ، ضعف سے اپنی مرہ[۲] عنقا ہے
میرے مشہد پہ ہما بھول کے آجانے کہاں ؟

مجھ کو ہر بار نہ کہہ ، جا ، مرے در سے پیارے
تو ہی کہہ ، دل جو کسی کا ہو لگا ، جانے کہاں ؟

ہے جو احوال ستم دیدہء ہجراں کا ترے
وہ کہا جانے ہے کس[۳] نے ؛ وہ سنا جانے کہاں ؟

یہ گرفتارِ قفس زاد ، نہ سمجھے پرواز
بندِ صیاد سے دل ہو کے رہا، جانے کہاں ؟

خاک ہم در پہ ہوئے تیرے پہ ڈر ہے اب تک
کہ غبار اپنے کو لے کر، یہ ہوا جانے کہاں ؟

اب نہ کروٹ ہے، نہ جنبش[۴] ہے، تڑپنا، سو گیا
ناتوانوں سے ترے، ہانے ہلا جانے کہاں ؟

شاہِ[۵] مرداں ! نہ کر اب غیر کا ممنوں مجھ کو
چھوڑ کر اس درِ دولت کو گدا، جانے کہاں ؟

[۶]
نہ گرفتارِ قفس ہے کہ اڑے چھوٹ کے دل
تو ہی فرما کہ یہ پابندِ وفا جانے کہاں ؟

۳۱۵

کیا اس سے وصل کی شب مطلب برانیاں ہوں
ہر حرفِ آرزو پر، جب سو لڑائیاں ہوں

اس شرمگیں سے بوسہ کیا مانگیے کہ جس نے
نظروں کو پا کے خواہاں، آنکھیں جھکائیاں ہوں

شب، وصل کی کدھر ہم دستِ ہوس بڑھادیں
سر تا قدم پھریں[۷] جب، سو دل ربائیاں ہوں

تھا شوق کلہ فرما، محفل میں پر ادب سے
کافر ہوں گر نگاہیں، مژگاں تک آئیاں ہوں

اتنی بھی شرم توبہ ! انداز یہ ستم ہے
آنکھوں میں کچھ ستم[۸] ہو، کچھ بے حیائیاں ہوں

---

۱ ۔لندن۔ زائد غزل۔ ب ۔ میں بھی
۲ ۔آ۔ سے
۳ ۔ب۔ کیا۔
۴ ۔ب ۔ آہ
۵ ۔ب۔ یہ مقطع پہلے والی غزل میں ہے۔
۶ ۔ب۔ زائد شعر
۷ ۔آ۔ پھرے
۸ ۔ب ۔ حیا

سو بار آشفتہ سے ہے برہم جبیں کی صحبت
[illegible] ہیں

دیکھیں بھلا ادھر کب! خوبوں کو آپ جس دم
حوریں [illegible] چھپیاں ہیں [illegible]

ضبطِ فغاں کی سمجھیں، دل میں وہ تیرہ بازی
پنہاں میں ہے چھپانا [illegible]

دل کیوں نہ تنگ ہووے، جب ہر طرف سے یارب
حرماں و یاس و حسرت سینے میں چھائیاں ہیں

کہتے ہیں اس گلی سے آنے صبا مبادا
یہ باد بندیاں گر باتیں اڑانیاں ہیں

سینہ میں بحر امڈے، لیکن مزہ نہ چکھیے
دل کا سا حوصلہ ہو اتنی سمائیاں ہیں

آ! امتحاں ہوں باہم، اب ظلم و حوصلہ کے
یاں سر رکھیں، وہاں سے تیغ آزمائیاں ہیں

بادِ سحر سے نرگس بھڑکا رہی ہے آنکھیں
آنکھوں سے تیری شاید طرزیں اڑائیاں ہیں

گر، دستگاہ طالع اتنے ہوں، ایک دن یاں
ہاتھوں میں اپنے، اس کی یعنی کلائیاں ہیں

اور اس طرف سے گاہے ہو عجز. گلہ ہو گالی
گاہے سماجتیں ہوں، گاہے دکھائیاں ہیں

گہہ ہو بہانہ سازی، گہہ حیلہ آفرینی
گہہ سیدھیاں سنانے، گہہ کج ادائیاں ہیں

تا، لوں نہ قول اس سے آنے کا اور نشانی
ہرگز نہ اس کو ممکن مجھ سے رہائیاں ہیں

دل کی گرہ کھلے کیا! ممنوں بصد سماجت
تا صبح، جب قبا کی عقدہ کشائیاں ہیں

۳۱۶

قہقہہ شیشہ صفت جب میں کبھو[2] کرتا ہوں
گریۂ خون سے لبریز گلو کرتا ہوں

رحم اے جنبشِ افغاں! کرم اے آتشِ آہ
کہ میں تک، چاکِ جگر آج رفو کرتا ہوں

ہائے کس وعدہ فراموش سے وعدہ ہے، کہ آج
در پہ بیٹھا میں نظر تا سرِ کو کرتا ہوں

بزمِ عشرت میں ہنسوں کیا کہ برنگِ مینا
بند منہ کرتے ہیں، گر خندہ کبھو کرتا ہوں

واپسی دیکھ! کہ چھوڑنے[3] ہے وہ دنبال مجھے
جس طرف سایہ کی مانند، میں رو کرتا ہوں

کدر! نالہ سے تا چند زہے نشترِ زار
ہے کہاں دشنہ؟ کہ میں چاک گلو کرتا ہوں

مدتوں سے دلِ زخمی کو نہیں[4] چارۂ درد
اس میں پھر نشترِ پُر زہر فرو کرتا ہوں

خم میں بیٹھا جو فلاطوں تو یہ کہتا تھا پھر
رہ[5]! تری خاک کو میں صرفِ سبو کرتا ہوں

دلِ خوں گشتہ ہے اس زلف میں کس کا ممنوں[6]!
بوئے خون آئے ہے، یہ مشک جو بو کرتا ہوں

۳۱۷

ترے بیمار نے کی رخصتِ جاں کہتے ہیں
گھر میں آج اس کے ہیں، سب نوحہ کناں کہتے ہیں

گریہ سا گریہ کیا ضبط ترے غمگیں نے
ہوگیا آخر اوے اب خفقاں کہتے ہیں

اثرِ گریہ پوشیدہ تری چشم میں ہے
کون آ آکے مرا قصہ یہاں کہتے ہیں

۲۔ آ، ب: کاوش
۳۔ آ: دنبال وہ چھوڑے
۴۔ آ، ب: لذتِ درد
۵۔ آ۔ ا
۶۔ ب۔ ممنوں کس کا

تو نہ آیا، پہ رہے تا دمِ آخر در پر ترے بیمار کے چشمِ نگراں کہتے ہیں
جاں گزاروں کا ترے جسم نپایا لیکن پیرہن ان کے ہے، نکلے ہے فغاں کہتے ہیں
پہنچ اے اشک کہ دل سوزِ نہفت سے پھنکا جو دبی آگ تھی، بھڑکی وہ یہاں، کہتے ہیں
بلبے طولِ شبِ غم! نسیم نفس کو اسکے ایک دن حشر کا اندوہ کشاں کہتے ہیں
ہجر میں تیری یہ کاوش ہے کہ محنت زدگاں تن پہ ہر بال کو اک نوکِ سناں کہتے ہیں
دیکھ آئینہ وہ بولا کئی ہم عمروں سے کیا ہمیں حسن میں! صاحب نظراں کہتے ہیں
جو تری چشم کا بیمار تھا مدت سے، دیکھ یہ جنازہ تو اسی کا ہے رواں، کہتے ہیں
آبلہ پا ترے، اس دشت سے گزرے شاید آج کانٹوں پہ ہیں لو ہو کے نشاں کہتے ہیں
وادیِ قیس میں گزرو تو یہ تم سے پیغام ہم بھی اے دشت نوردانِ جہاں کہتے ہیں
لے کے مجنوں سے مرا نام یہ کہنا کہ دعا تم کو وہ قبلۂ وحشت زدگاں کہتے ہیں
ہم ہیں مشتاقِ غزل اور بھی پڑھ لے ممنوں ہے الگ سب سے تری طرزِ بیاں کہتے ہیں

۳۱۸

کچھ تصور سے ترے، رات جو یہاں کہتے ہیں دیکھ غیرت کہ وہ دل سے بھی نہاں کہتے ہیں
دیکھ بیمار کا کیا حال ہے تیرے، باہم حرف کچھ یاس کے سے چارہ گراں کہتے ہیں
شمع ساں جل بھی بجھے، پر کفن سوختگاں مثلِ فانوس ہے لبریز دخاں کہتے ہیں
یہاں ہوئی تیز، تری تیغِ نگاہِ خونخوار سخت جانی کو مری سنگ فشاں کہتے ہیں
عرضِ شوق، اس مژہ سے ہم کو سدا ہے کہ سلام دشنہ کو آپ کے، خونیں جگراں کہتے ہیں
حسرت اے آرزوے بوسہ کہ لب رکھنے کی جا نہ رکھتے ہیں وہ تنگیِ دہاں کہتے ہیں
حضرتِ دل، کہ خود اک عمر سے تھے کعبہ نشیں سو ہوئے اب وہ پرستارِ بتاں کہتے ہیں
ہو نہ ممنوں کا قاتل ہی کہ تابوت کے ساتھ کچھ پشیمان سا تھا ایک جواں، کہتے ہیں

۳۱۹

اک ترے عشق سے کیا کیا نہ یہاں رکھتے ہیں دردِ دل، زخمِ جگر، کاہشِ جاں رکھتے ہیں
ہے دل ریش جدھر جامہ و پہلو پہ ادھر ہم سدا خون کے، دوچار نشاں رکھتے ہیں
آشیاں ہو بھی جو گلشن میں تو کیا فائدہ، گر برق ریز آہ و دمِ شعلہ فشاں رکھتے ہیں
ہاتھ تو سینہ پہ رکھ، دیکھ ہماری تک جاں کسقدر! دل ترے ہاتھوں سے تپاں رکھتے ہیں
انتظاروں کی زبس خو تھی، شبِ وصل میں بھی ہم، لگی در سے یہ چشمِ نگراں رکھتے ہیں
میں نے کل ان سے کہا، غیر سے رکھتے ہو ربط یوں لگے کہنے کہ کیا آپ کو! ہاں رکھتے ہیں
کب پسِ ناقہ سر ہرزہ دری تھا! پر ہم ہاتھ میں جنبشِ محمل کی عناں رکھتے ہیں

۱۔ بہ: زائد شعر
۲۔ آ: کیا ہیں ہم حسن میں
۳۔ لندن: کے، جگر، کا، درست ہے، غالباً سہوِ کاتب
۴۔ آ: لگا

گاہ بالش پہ قلق ہے، مجھے دالو پر سر [illegible]
خون ہوا جاتے ہے دل دردسے، کیا تیرہے پر [illegible]
کس فصاحت سے پڑھی اور غزل ممنوںؔ نے [illegible] کہیے کوئی کہ ہم [illegible]

۳۲۰

دل بے پرنیش و لب خندہ زناں رکھتے ہیں
لذتِ درد کو غیروں سے نہاں رکھتے ہیں

تیرے بیمار کا کیا حال ہے؟ اس کے سر پر
کچھ بہم مشورہ سا، چارہ گراں رکھتے ہیں

ہر طپشِ دل کی صدا عرضِ تمنا کی ہے
بے زباں تیرے، عجب طرزِ بیاں رکھتے ہیں

نہ چھپے دل میں جو یہ ہے خلش، دشنہ، رشک
گردشِ رنگ سے ہم منہ کے عیاں رکھتے ہیں

منکرِ ذبح نہ ہو تو، کہ ترے خنجر و دست
اب تلک بھی مرے لوہو کے نشاں رکھتے ہیں

بلبے ہمت کہ موئے فرطِ عطش سے، پر دھیان
آبِ حیواں کا نہ ہم تشنہ دہاں رکھتے ہیں

ہم نہ کہتے تھے کہ ممنوںؔ نکرو ضبطِ فغاں
کہیے اب آپ کہ ہم [1] خفقاں رکھتے ہیں

۳۲۱

پاس بیٹھے ہیں، پہ کب آنکھ ملا سکتے ہیں
نگہِ شوق کہاں، تا مژہ لا سکتے ہیں

دل سے طوفانِ سرشک امڈے ہے۔ ہر حرف کے ساتھ
ہم کوئی حسرتِ دل اپنی سنا سکتے ہیں

ترے مجروح بھی کیا کشتۂ آسائش ہیں
کہ نہیں تکیہ، بجز تیغ لگا سکتے ہیں

ہول یہ اٹھے ہے دل میں کہ اڑا جاتے ہے رنگ
گو، بکیا ضبط پہ کب حال چھپا سکتے ہیں

واں چنا میں ہیں قدم، یاں ہیں قدم میں سو خار
نہ تو جا سکتے ہیں ہم ہی، نہ وہ آسکتے ہیں

آہ کو حکم نہ دیں، بے ادبی کا تو نہ دیں
ورنہ ہم صد اثرِ خفتہ جگا سکتے ہیں

کرکے یک وعدۂ جاں بخش مرے سینہ میں
آپ صد آرزوے مردہ رجلا سکتے ہیں

ہائے حسرت کہ وہ بالیں پہ کب آکے بیٹھا!
جب کہ بالش سے نہ ہم، سر کو ہٹا سکتے ہیں

میر ممنون غزل یک اور بھی پڑھ لیجے کہ آپ
خوب تر اس سے بھی، اشعار سنا سکتے ہیں۔

۳۲۲

پاؤں کب اس درِ دلکش سے اٹھا سکتے ہیں
گو کہ جاتے ہیں، پہ یہاں سے کوئی جا سکتے ہیں

وصل کی رات تو ہر دم میں گھٹے ہے، پہ ادھر
ہم نہیں دستِ تمنا کو بڑھا سکتے ہیں

جس جگہ تو ہے، وہاں جلتے ہیں جبریل کے پر
خط ادھر لے کے کبوتر، کوئی جا سکتے ہیں

ہرزہ گردوں کو کہاں حوصلۂ مستوری
بوے گل کو کوئی، پردے میں چھپا سکتے ہیں

۱۔ ب: نے
۲۔ ب: ہم یہ خفقاں
۳۔ آصفیہ، ب: بٹھا سکتے ہیں

دل دیا ہم نے تو پہلی ہی نظر میں، اس سے
وہ بڑے مرد ہیں جو آنکھ لڑا سکتے ہیں

کب[1] تمنائے دل اپنی وہ لگا' پوچھنے آنکے
جب بعد زور نہیں ، ہونٹ ہلا سکتے ہیں

ہم چلے یاں سے، ولے آرزوئے دلِ ممنوںؔ
نہ زباں سے، نہ اشاروں سے بتا سکتے ہیں

۳۲۳

اٹلئے دم آج' ترے دلگیر کھنچتے ہیں
یہ دن اگر ہیں سیدھے، تقدیر کھنچتے ہیں

اے چاکِ سینہ رہ جا! بہرِ رفو، جگر سے
ہم تار کچھ نہ کچھ کر، تدبیر کھنچتے ہیں

کیا فکرِ زخم پیکاں، اس سوچ میں ہے دل خوں
پہلو سے آ، وہ اپنا اب تیر کھنچتے ہیں

اے شوقِ عرض جل جا، بلتی ہے جیب جوں شمع
تالو سے یاں زبانِ تقریر کھنچتے ہیں

شب ہائے نوجوانی کیا تھیں کہ یاد کرکے
جوں صبح سانس ٹھنڈی، ہم پیر کھنچتے ہیں

تو آنے بعدِ مردن گر نعش پر، ابھی ہم
کرنے کو ذبح اپنی، شمشیر کھنچتے ہیں

ہے صید گہ تمہارا طرفہ مکاں! کہ اس جا
ناوک کے ناز کیا کیا، نخچیر کھنچتے ہیں

کر یاد، پاس اپنے تم کو، ہوں خوب روتا
دو شخص کی جو اک جا، تصویر کھنچتے ہیں

سوز و گداز ممنوںؔ، دیکھ اس غزل میں تیری
شرمندگی، اثر اور تاثیر کھنچتے ہیں

۳۲۴

اس مجنوں کی جو مصور، تصویر کھنچتے ہیں
آپ، اپنے قتل کو وہ شمشیر کھنچتے ہیں

کھنچتے ہی زلف اس کی، اے شانہ ہو چکا دل
ایسے ہی، ناتواں کی زنجیر کھنچتے ہیں

چیرا ہے آج پہلو کانٹا سا دل بغل[2] میں
یک دم جو یہ قلق دے، تاخیر کھنچتے ہیں

بلبے ہجومِ مضموں! مکتوبِ شوق پر ہم
سو بار خط بوقتِ تحریر کھنچتے ہیں

دل ہیں گداز کرتے، ہوتے ہیں خاک تم سے
باہم ہاتھ' کیمیا اور اکسیر کھنچتے ہیں

جتنا شکنجِ غم میں کھینچا ہے تم نے، اتنا
ہم[3] اب بغل میں تمکو، تا دیر کھنچتے ہیں

کچھ عرش پر سبب ہے، انکا دماغ ممنوںؔ
دور آپ کو یہ نالے، شبگیر کھنچتے ہیں

۳۲۵

مے روشن کو لا پیرِ مغاں! خم سے گلابی میں
کہ[4] یہ خور برجِ خاکی سے رواں کر برجِ آبی میں

کسی کی گردنِ سیمیں جو دیکھی تو نظر آنے
نئے بوسوں کے مضموں اس بیاضِ انتخابی میں

مجھے مہتاب میں سے آج کچھ خوشبو سی آتی ہے
لگا کر عطر وہ بیٹھا ہے شاید، ماہتابی میں

---

۱ - دہلی= زائد شعر
۲ - آ= لگاہے، ب= بغل سے
۳ - آ، ب= اب ہم
۴ - آ، ب= رواں کر برج خاکی سے یہ مہر اب برج آبی میں

مجھے دشنام دیتے دیتے وہ شرما کے رک جاتا | [illegible]
بڑی بے نور کی اس یادِ عارض میں مری انکھاں | خطا [illegible]
بڑھایا شوق نے ہر دم، سماجت سے غرور اس کا | نہ سمجھا کام جاتا ہے [illegible]
کرے دنبالہ رو خونیں دلوں کی سو بلا، دیکھے | قضا سے جد [illegible] مشکیں جب وہ دستارِ گلابی میں
غزل پڑھ عاشقانہ اب بدل کر قافیہ ممنوں | ہے، جو ہر اک شعر اس کا ہی طرزِ انتخابی میں

۳۲۶

سبب جو مرگِ مجنوں کا کبھی سنتے کہانی میں | مرض، اسے ولے، یا دوری لگ گیا ہمکو جوانی میں
تصدق مہربانی کے، کہ کل عذرِ ستم، ہر دم | ادا کرتی تھی وہ چتون، اشاراتِ زبانی میں
مرے پہلو میں زیرِ خاک تک خنجر کو رکھ دینا | کہ خو تھی، کاوکاوِ دل سے، مجھ کو زندگانی میں
غضب خوباں کا عاشق کو کرے ہے نیم کش لیکن | ہوا کام اب تمام اپنا، کسو کی مہربانی میں
کیا قتل ان فریبندوں نے میٹھی میٹھی باتوں سے | عجب ہی زہر کچھ رکھتے ہیں یہ شیریں زبانی میں
غضب یہ ہے سخن اس سے ہے مشکل، ورنہ پھر سنتے | کہ کیا افسون پھونکا، حیلۂ افسانہ خوانی میں
نہیں کیوں گفتگو مجھ سے زبانِ غمزہ کو یارب! | کہ یاں بھی مشق ہے ایما شناسی، رمزدانی میں
عجب ممنوں کے کہنے میں صفا ہے، اوس کا ہر مصرع | نہیں کچھ موجۂ آبِ رواں سے کم، روانی میں

۳۲۷

سمندِ ناز تک رو کو، کہ حاصل فتنہ سازی میں | غبار اپنا تو آخر ہو چکا، اس ترک تازی میں
شہیدِ شوقِ پا بوسی! تڑپ گستاخ مت اتنا | نہ پر خوں، دامنِ قاتل ہو، اس بے امتیازی میں
نفس سینہ سے شب تا عرصۂ لب خونیں میں لوٹنے تھا | رہا کیا نالۂ دلدوز! مشقِ نیزہ بازی میں
نگاہِ یار بے پروائیاں اتنی بھی جنگی ہیں | کہ رنگِ پرسشِ پنہاں ہو، کچھ تو بے نیازی میں
گیے جیتا ہوں، کہ مرتا ہوں، پیشِ چشم و لب اس کے | نہ یہ افسوں گری میں کم، نہ وہ معجز طرازی میں
تبِ غم پھونک تک آتش کہ جوں سیماب، اب ہم نے | دلِ بیتاب رکھا ہوتے طاقت گدازی میں
سوئیں مژگاں اگر سوزن، نگاہیں تار، کیا حاصل | نہیں اوس چشم کو کچھ دخل، دل کی بخیہ سازی میں
الٰہی کیا بلا طولِ شبِ غم ہے کہ نانکا ہے | یہاں دامانِ روزِ حشر، ہر دم کی درازی میں
غزل اک اور لکھ ممنوں با نکاتِ تازہ ہوں جس میں | کہ مشتاق، تری مشہور ہے نکتہ طرازی میں

۳۲۸

رکیا جوں مو، یہاں تن اس کی فکرِ نقشہ سازی میں | کہ شاید کام آوے، خامۂ صورت طرازی میں
رقمارِ عشق میں بازی لگانا، کھیل جانا تھا | نہ سمجھا تھا کہ جی لے جانے کی بازی ہی بازی میں

۱۔ آ۔ در رکھے ہے اس
۲۔ ب۔ چمک
۳۔ آ۔ کر

۲۶۳

رہ ! اے حسنِ حقیقی کعبہء معنی میں تو، روشن / بتوں کا ہی جھگڑا بس ہے، اس دیرِ مجازی میں

نوازش کی نہ یک تیرِ نگہ سے، دل بہت تڑپا / غضب صرفہ ہے ان آنکھوں کو، اپنی دلنوازی میں

نہ چھیڑا نک سراپا سے سمجھی گا ہے۔ تم نے اس در پر / جبیں رکھی ہے برسوں، اس ہوا نے دل[1]نوازی میں

ہو سنا کوں کی سو سو، حسرتیں ہر چند نکلے ہیں / طپش دل کی مزا دیتی ہے، کیا پاک بازی میں

ہنوز اس چشم سے برقع نہ سرکا تھا کہ سمجھوں تھا / کہ یہ کافر ہیں در پردہ میں فتنہ سازی میں

اگر دل آہ کھینچے، چرخ کل پھر خوف ہے لازم / کہ رتبہ اور ہی تلوار کا ہے دستِ غازی میں

محبت دیر کی، ہر گام پر کھینچے ہے دل، ممنوں / بھلا، رہنا ہو کیونکر ! رہ نوردانِ حجازی میں

۳۲۹

طپاں کب تک رہے گا، یہ دلِ بیتاب پہلو میں / الٰہی دل یہ ہے پہلو میں، یا سیماب پہلو میں

حریفِ دردِ الفت کون سی طاقت پہ ہوں، ہر دم / کہ دل تو ٹکڑے ٹکڑے ہے، جگر ہے آب پہلو میں

فضائے دل میں یارب حسن کس کا جلوہ فرما ہے ؟ / چمکتے داغ ہیں، جوں مہرِ عالمتاب پہلو میں

دل اپنا کس کا، فکرِ سنبل پر تاب رکھتا ہے / جو روز و شب رہے ہے، صرفِ پیچ وتاب پہلو میں

ذرا آہستہ آہستہ ہی چل، اے صرصرِ افغاں / کہ سو آتش کدہ رکھے ہیں ہم نے داب، پہلو میں

وہ پیکاں آنے ہے لبِ تشنہء خوں آہ اے خجلت ! / لہو اک بوند بھی ڈھونڈیں تو ہے نایاب پہلو میں

چلا آتا ہے رونا، دیکھ آغوشِ تہی اپنی / کہ یاد آتا ہے وہ ممنوں بوقتِ خواب پہلو میں

۳۳۰

بھولا سپہر طرزِ روش کی، مگر کہیں / اپنی شبِ سیہ نہیں ہوتی سحر کہیں

کچھ اشک اس کے ہر بنِ مژگاں میں ہیں بھرے / کہہ دی کسی نے مرگ کی میری خبر کہیں

مانندِ ریگِ شیشہء ساعت، شبانہ روز / چلتا رہوں ہوں، پر نہیں گھٹتا سفر کہیں

کیا کیا تھیں کاوشیں، شبِ ہجراں کہ تن پہ بال / سوزن کہیں ہے، خار کہیں، نیشتر کہیں

سوزِ دروں نہ یوں، رگ و پے میں تو راہ کر / جھڑنے لگے نہ ہر سرِ مو سے، شرر کہیں

اے چرخ آ ! نہ نالہء دل دوز کے حضور / اس تیر کے ہے، سامنے ٹھیرے سپر کہیں

دم بھی، فغاں بھی، آہ بھی، نالہ بھی، گریہ بھی / سب ڈھونڈتے ہیں پر نہیں ملتا اثر کہیں

لرزاں بخود ہوں مثلِ چراغِ اخیر شب / پہنچے ذرا نہ جنبشِ بادِ سحر کہیں

منہ اپنی استخواں پہ، سگِ در نہ اس کا لانے / کیا زہر غم کا، تن میں ہوا کارگر کہیں

مرغِ سحر سے لاگ، شبِ وصل ہے مجھے / جب ہے وہ بولتا، تو یہ کہتا ہوں مر، کہیں

لیں، غیر ان لبوں سے مزا، تلخ ہم سنیں / قسمت سے ایک شہ ہے، کہیں سم، شکر کہیں

دزدیدہ اے نگاہِ بتاں، اپنے ہاتھ سے / لیتے تو دل ہو لیک، نجانا مگر کہیں

نیرنگِ صنع دیکھ کہ دل، نام قطرہء خوں / ممنوں بغل میں سنگ کہیں ہے، گہر کہیں

۱۔ آ، ب: سرفرازی میں

بہت عشق نے خوں رلایا ہمیں عجب رنگ [illegible] ہمیں
بہا لانے آنسو، گلی تک تری یہاں آب و دانہ ہے لایا ہمیں
بغل بسترِ گل پہ کی، کس کے گرم؟ شب، آتش پہ تم نے بِلایا ہمیں
جو آئینہ دیکھا تو بولا وہ بت خدا نے ہے کیسا بنایا ہمیں
شب وصل افسانہ، کچھ ہو گئی عجب خواب سا تھا، دکھایا ہمیں
کیا دل کا سودا، یہ مَلتے ہیں ہاتھ دمِ نقد یہ، ہاتھ آیا ہمیں
ترے غم نے یاں تنگ کیا بے مزہ کہ جینا کبھی اپنا نہ بھایا ہمیں
بساطِ جہاں پر، کسی کو قرار نظر مطلقاً کچھ نہ آیا ہمیں
یہ ہے مہرۂ بازیِ نرّادِ چرخ بٹھایا تمہیں اور اٹھایا ہمیں
نہ خورشیدِ محشر کا ممنوں ہے ذرّ لوائے علی کا ہے سایہ ہمیں

۳۳۲

تپ ہجرِ یار سے، آگ سی جو بھڑکتی ہے دلِ زار میں
نہ یہ برق میں، نہ یہ شعلہ میں، نہ بھبو کے میں، نہ شرار میں
یہ صفا، یہ رنگ[1] یہ خوبیاں جو بھری ہیں عارضِ ناز میں
نہ سمن میں یہ، نہ چمن میں یہ، نہ گلوں میں یہ، نہ بہار میں
لیے دل میں حسرتِ یک نظر، ہوا کشتہ ترا ہوں فتنہ گر
اگر آئے تو مری خاک پر، مژہ کھول دوں میں مزار[2] میں
ترا شوقِ پنجۂ پُر حنا، مرے دل کو جیسے کہ ملا گیا
سب اگرچہ خوں ہو ٹپک گیا، یہ عجب مزا تھا فشار میں
نہ پہنچ سکوں ہوں وہاں تلک نہ تو آسکے ہے یہاں تلک
مرے پاؤں میں سرِ خار ہیں، ترے پاؤں بستہ نگار میں
نہ بلند کیجو سارباں، کہیں تو نوائے حدی، یہاں
کہ بھٹکتی روح کسی کی ہے، پس ناقہ کب سے غبار[3] میں
جو ذرا مژہ تری ہل گئی، جونگہ نگاہ سے مل گئی
گئے نوٹ خنجر و نیشتر، دلِ ریش و جانِ فگار میں
مرے دل کو، کون ہے لے گیا جو اِدھر اُدھر ہوں میں ڈھونڈتا
نہ تو بر، نہ پہلو و سینہ[4] میں، نہ بغل میں ہے، نہ کنار میں
ترے وعدے دیکھ لیے سدا، مرے دل کو آئے یقیں کیا
نہ قسم، نہ عہد میں ہے وفا، نہ نباہ قول و قرار میں

---

۱ لندن - وہ بولا، لیکن آ - ب ، والا متن مرجح ہے

۲ - آصفیہ = نور

۳ - لندن = مزار، لیکن 'غبار' زیادہ مناسب ہے، غالباً سہو کاتب

۴ - آ و نہ تو یہ ہے پہلو و سینہ

رہی تجھ کو اپنے بناؤ کی، مری جاں پہ تھی شب، آبنی
مری شکل[1] جَبر بگڑ گئی، کئی تجھ کو اپنے سنگھار میں

ہوئے اشک و لخت جگر رواں، جو نظر میں پھر گئیں سب یہاں
گتھی لعلِ ناب کی بیڑیاں ترے موتیوں کے وہ ہار[2] میں

تری زلفِ مشک نشان کی جو خم و پیچ چین میں ہے طرفہ بو
نہ خطا میں یہ، نہ ختن میں یہ، نہ تو چین میں، نہ تتار میں

نظر آئی چشم جھکی جھکی، مژہ کچھ تو بند ہے، کچھ کھلی
نہ نشہ میں شب جو کہیں رہے تو کہاں سے آئے خمار میں

نہ کسی کے ساتھ تھی سرخوشی، رہی غیر سے نہ قدح کشی
نہ بھری ہیں رات کی مستیاں تری چشمِ بادہ گسار میں

ترے ممنون جو ہیں سو ہیں عمل، نہ غریبی آئے گی کام کل
کہ ہجومِ روزِ شمار کو، تجھے کون لائے شمار میں

۳۳۳[3]

کہے ہے دل، شگافِ سینہ جب پیوند ہوتے ہیں
کبھی تھمے، جھانک لیتے سو یہ روزن بند ہوتے ہیں

وداعانہ ذرا چھاتی سے لگ، تا خوب سا روؤں
کہ رخصت آج تجھ سے تیرے حسرت مند ہوتے ہیں

تصور سے ترے، کیا جانیے، رہتی ہیں کیا باتیں
کبھے ہم منہ بناتے ہیں، کبھے خورسند ہوتے ہیں

صدائے سروش رنگ و نوا، بیتابی دل کی
کہے ہے جب کہ حالت، وا، نہ لب ہرچند ہوتے ہیں

بغل میں کیا اسے کھینچوں کہ اس اندامِ گل گوں پر
نشاں افگن رگِ گل سے، قبا کے بند ہوتے ہیں

کبھے غنچہ کو، گہ گل کو، برابر لاکے کہتا ہے
لب و رخسار سے میرے، یہی مانند ہوتے ہیں

کہیں دل چاکِ سینہ سے ذرا جھلکا، کہ تیر آیا
خدنگ افگن نگہ سے بند، تیرے رند ہوتے ہیں

رخِ گرمِ آتش افشاں، چشمِ بد دور، آج کس کا ہے
سویدائے دلِ بے طاقتاں اسپند ہوتے ہیں

بلا، راہِ محبت ہے، جدا، گامِ نخستیں پر
رفیق و اقربا و یار خویشاوند ہوتے ہیں

۱۔ ب۔ سب

۲۔ آ۔ دوتار

۳۔ ب۔ یہ غزل نہیں ہے

دلِ دیوانہ کو [illegible]
کبھی سودائیوں کو سود، وعظ و [illegible]

ہوا ہنستے ہنستے ہی آخر، ان ہونٹوں سے کام اپنا
ہمارے حق میں سم، اوس لب پہ شکر خند ہوتے ہیں

چلے ہم چھوڑ ممنوں، شعر اپنے یادگار اپنی
سبب نامِ پدر کا، خلق میں فرزند ہوتے ہیں

۳۳۴

دیکھیے[1] مرا جو نامۂ تقصیر ہاتھ میں
رکھ کر دکھاؤں گا تری تصویر ہاتھ میں

اپنی جبیں پہ سجدۂ بت خود نہ لکھ لیا
کیا میں لیے تھا، خامۂ تقدیر ہاتھ میں

پنہاں نگہ کے کیا تھے اشارے کہ دل کو رات
رکھا ہے تھام تھام کے، تادیر ہاتھ میں

حسرت مجھے ہے خون میں لٹاتی کہ آنے سے
کھینچے وہ تیغ و گردنِ نخچیر ہاتھ میں

شب اشکِ شور پونچھ کے کس کے تم آئے ہو
رنگِ حنا ہے مائلِ تغیر ہاتھ میں

چاکِ جگر کسی کے ہیے بھی گئے مسیح
فرسودہ کر نہ سوزنِ تدبیر ہاتھ میں

زنداں سے لائے ہیں سوئے مقتل کشاں کشاں
اس ناتواں کی لے کے وہ زنجیر ہاتھ میں

غم میں دلِ شہید کے لائے سیہ علم
دودِ جگر سے نالۂ شب گیر ہاتھ میں

دیکھا جو لمس اس نے، پسِ مرگ جی اٹھا
تھی کیا لبِ مسیح کے تاثیر ہاتھ میں

لکھتا تھا حسرتیں کہ امنڈ آئے بحرِ اشک
کاغذ رہا نہ قابلِ تحریر ہاتھ میں

سمجھوں اگر کہ نعش پہ تو میری آئے گا
دوں آپ، اپنے قتل کو، شمشیر ہاتھ میں

جاں، پنجۂ کشاکشِ غیرت میں خون کی
کیا آگیا ترے! مری تقدیر ہاتھ میں

ہے موجِ دودِ سینہ و دل چاک چاک ہے
شانہ کے یوں ہے، زلفِ گرہ گیر ہاتھ میں

کس بانکپن سے یار ہے آتا، پئے ہدف
جان و جگر ہے یہ لیے، دلگیر ہاتھ میں

ابرو چڑھے چڑھے ہیں، کیے کج کلاہِ ناز
ہے ایک کمان دوش پہ، دو تیر ہاتھ میں

ممنوں اور بھی غزل عاشقانہ لکھ
باقی اگر ہے قوتِ تسطیر ہاتھ میں

۳۳۵

[2] اپنا سر آپ لائے ہیں نخچیر، ہاتھ میں
کس کے پئے شکار ہے، شمشیر ہاتھ میں

دل ہے ہزار آبلہ و چارہ ساز لائے
الماس سودہ، جائے تباشیر ہاتھ میں

ہوں تنگ دستِ دل سے، کروں سینہ چاک پر
نہ تیغ ہے نہ دشنۂ جانگیر ہاتھ میں

تو، دل طلب کرے تو رہ چاک سینہ سے
دوں کھینچ، بے تکلف و تاخیر ہاتھ میں

نبضیں جنابِ حضرت عیسیٰ کی چھٹ گئیں
لی، خوب نبضِ عاشقِ دلگیر ہاتھ میں

کتنا تھا سوزِ سینہ کہ جوں شمعِ واژگوں
جلنے لگا قلم، دمِ تحریر ہاتھ میں

۱۔ لندن= زائد غزل

۲۔ لندن= زائد غزل

دستِ سبو میں، دستِ ارادت ہوں دے چکا   بیعت کو ہاتھ لے، نہ کوئی پیر ہاتھ میں
تنہائی میں یہ شغل ہے اپنا کہ رات دن   کچھ کچھ کہوں ہوں لے، تری تصویر ہاتھ میں
دل سے جو گفتگو ہے بہم نامہ بر ترے   دیتا تمام لکھ کے، وہ تقریر ہاتھ میں
لیکن یہ کہیو اس سے زبانی کہ کیا لکھوں!   ہے یہ خیال و خامہ ہے، تا دیر ہاتھ میں
لفظوں سے لفظ۔ کثرتِ مضموں، ہجومِ شوق   تس پر نہیں ہے طاقتِ تحریر ہاتھ میں
تمسوں ہمیشہ فتنہ گروں سے لڑائی آنکھ   پھرتا ہے سر لیے، یہ جواں میر ہاتھ میں

ردیف "و"

۳۳۶

گرفتہ دل کے اپنے عقدہ ہائے آرزو کھولو
کبھی بندِ گریباں، بند برقع کے۔ کبھو کھولو

کبھو تو دستِ ہمت، ساقیانِ حیلہ جو کھولو
درِ دیر و دہانِ شیشہ و مہرِ سبو کھولو

اگر نسریں کا زیور، اس شب مہتاب میں پہنا
کلی کا عطرداں، پھولوں میں بھر دینے کو بو، کھولو

دمیدہ زیرِ سنبل، باغ میں گل ہیں، تماشا ہو
جو تم بھی عارضِ رنگیں پہ عنبر، زیرِ مو کھولو

شب اس کے منہ سے سرکائیں جو زلفیں، وہ لگا کہنے
ذرا تو شرم کا پردہ رکھو، میرا نہ رو کھولو

شب اپنے طالع خوابیدہ جاگے، وہ جو یوں بولا
کہ نیند آتی ہے، میرے زیور دست و گلو کھولو

جو اب شکوہ کیا ہے، سرنگوں ہونٹوں ہی ہونٹوں میں
زبانِ گفتگو، آنکھیں ملا کر دو بدو کھولو

کہا میں نے تیری قبا کھولوں، لگا کہنے
تم اپنے سینۂ صد چاک کے تارِ رفو کھولو

صدائے گل سے کل چونکے تھے، یہ نازک دماغی تھی
نہ پُر خواب آج آنکھیں، سن کے میری ہاؤ ہو کھولو

رکے کیا سلسلہ اہلِ جنوں کے در ہم و برہم
کہوں تھا میں نہ کھولو، یوں نہ پیچ و تابِ مو کھولو

مرے ہر کہنہ زخمِ دل میں، خون تازہ بھر آیا
کہا تھا یہ تمہیں کس نے کہ زلف مشک بو، کھولو

نہیں شب تم کہیں جاگے، نہیں مخمور آتے ہو
ذرا میری طرف دیکھو، وہ چشمِ حیلہ جو کھولو

ا۔ ب۔ یہ غزل نہیں ہے

خدنگِ غمزہ و تیغِ نگہ، کیا قتل کو تم نے [illegible]
جو آئے ہو، ذرا ہتھیار اے بیداد گر کھولو

کھلا بے پردہ بھی دیکھیں گے، اس [illegible]
ذرا قرآن میں فال، اسے [illegible] کھولو

کہیں مٹتا ہے ممنوں، صفحۂ تقدیر کا لکھا
عبث شکووں کے دفتر، مت کسی کے روبرو کھولو

۳۳۷

لکھو گر، حضرتِ دل! خط کبھو[1] یارانِ صحرا کو
مرا یا عشق تک لکھ دیجیے مجنونِ شیدا کو

دیا ہے زور ہی جذبِ رسا، شوقِ زلیخا کو
مبارک داغِ محرومی و حسرت پیرِ اعمیٰ کو

بیاں کیا کیجیے طولِ شبِ ہجراں کہ باندھا ہے
یہاں ایک اک گھڑی سے دامنِ شب ہائے یلدا کو

ترے بیمار کی بالیں پہ سو حسرت سے کل دیکھا
تہِ دندانِ لب و انگشتِ افسوس مسیحا کو

بسانِ مہر، سوزِ سینہ یاں جبہ سے روشن ہے
چھپایا حالِ دل لیکن، چھپاؤں کیونکر مسیحا کو

عرق اس رخ پہ یوں ہوتا ہے کم، آہستہ آہستہ
سحر میں ڈوبتے[2] دیکھا ہو جوں گلے، ثریا کو

عجب ہی حسن ہے، یک جلوہ سے مانندِ آئینہ
سراپا دیدۂ حیراں[3] کیا، اہلِ تماشا کو

کہاں اذنِ نظر دیجیے، کہاں دیں حکمِ دل بندی
بھرا ہے دل ربائی[4] سے سراپا، اوس سراپا کو

قیامت لانے آخر، حضرتِ دل تم کو کہتے تھے
نہ دیکھو ان قیامت جلوہ گاں کے قدِ بالا کو

کیا گردوں نے عالم کو، بہت فتنے مبارک ہوں
نکالا جب کہ پردے سے، کسی کے روئے زیبا کو

کہیں ہیں لوگ اس کی چشم ہے پر خون اور میں نے
ملا، آنکھوں سے لے کر اس حنا بستہ کفِ پا کو

نہیں معلوم اس نے کیا، کیا وعدہ کہ سینے میں
کیا ایجاد، دل نے محشرِ یاس و تمنا کو

کیا بے پردہ و رسوائے عالم، عشق نے ہم کو
کیا جب جلوہ فرما، اس کے روئے عالم آرا کو

عنانِ اختیار اب دل سے دیوانے کو دی اس نے
کہو اے عاقلو! ہم کیا کہیں، ممنوں سے دانا کو

۳۳۸

پائمالِ اشک کر، غوغائے رستا خیز کو
اذنِ محشر آفرینی، قدِ شور انگیز کو

دل سے دے پیغامِ شوق، اس غمزۂ خوں ریز کو
کہہ سلام۔ قطرۂ خوں خنجرِ سے تیز کو

لو، مبارک ہو یہ مجلس آپ کو یا غیر کو
کر چلے، ہم تو سلام اس بزمِ رشک آمیز کو

کوہکن، پتھر جو تھا چھاتی کا سو بھی اٹھ گیا
وصلِ شیریں کی مبارک باد دو پرویز کو

جامِ الفت زہر و خونابِ ہلاہل سے ہے، پُر
جس کو لینا ہے سو[5] لے، اس ساغرِ لبریز کو

۱۔ ب: کبھی
۲۔ آ، ب: ڈوبتا
۳۔ ب: حیرت
۴۔ آ: دل برائی
۵۔ آ: تو لے

۲۶۹

یوں نگاہ گرم مت جا، اس خطِ نورستہ پر بیم ہے، پژمردگی کا سبزۂ نوخیز کو
حضرتِ ممنوں، بلا لانے، نہ کہتے تھے تمھیں اب بھی کم دیکھو بس، اوس قدِ بلا انگیز کو

۳۳۹

جلایا داغِ دل نے سینہ و جان و جگر دیکھو
جو گھر کا تھا چراغ اس سے جلا، سب گھر کا گھر دیکھو
رہیں آنکھیں کھلی، منہ پھر گیا ہے سوے در دیکھو
کہ مرتے مرتے حسرت دید کی تھی، کس قدر دیکھو
تصدق اس مرض کے ہوں، کہ غش سا آنے جب مجھ کو
کہے گھبرا کے تو، تک نبض اس کی آن کر دیکھو

یہاں کچھ روزنِ دیوار میں سے نور جھلکے ہے
وہ مہ، کیا خانۂ ہمسایہ میں ہے جلوہ گر دیکھو
وہ شہرِ دل کو لوٹنے جانے ہے اور میں یہ کہتا ہوں
کہ وہ جاتا ہے، وہ جاتا ہے، وہ تاراج گر دیکھو
تپِ دل سے جو بیمار آپ کا جلتا تھا سو اس کے
کچھ اک بستر پہ خاکستر، کئی اک ہیں شرر دیکھو
کہا میں نے کہ ان ہونٹوں میں سنتے، آبِ حیواں ہے
تو کچھ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں وہ کیا کہتا ہے، مر، دیکھو
نہ اختر کوئی چمکے ہے، سفیدی سی نہ جھلکے ہے
کہیں بھی آج کچھ پیدا ہیں آثارِ سحر دیکھو
نہ پوچھو رنگ کیا ہے، آنے ہو تو دم کے دم ٹھہرو
شگافِ سینہ سے داغِ دل و زخمِ جگر دیکھو
غزل کیا دردمندانہ پڑھی ہے اور ممنوں نے
کہ رونے خوب ہم، باور نہیں تو چشمِ تر دیکھو

۳۴۰

جدھر ہے دل، ادھر پہلو ہے سب لوہو سے تر دیکھو
بغل میں دشنہ یا پیکان ہے یا ہے نشتر دیکھو

۱۔آ،ب: پھونکا
۲۔ب: بستر خاکستر
۳۔آ،ب: سنتے ہیں مسیحائی
۴۔آ: یہ شعر نہیں ہے

دل جو تک [illegible]
بھبوکے آہ [illegible] ہر دم [illegible]

یہاں تک تو تپِ دل بعد مرنے کے بھی باقی ہے
ابھی مرجھائیں ہیں، دو گل، مری تربت پہ دھر دیکھو

ہرے ہیں داغ دل کے اب تلک اور زخم آتے ہیں
نہ لگ جائے کہیں تک ہاتھ میرے سینہ پہ دیکھو

نہ ٹھیریں ایک دن مانندِ ریگ، شیشہ ساعت
کہ ہے ہم خاکساروں کو وطن میں بھی سفر دیکھو

صدائے پاکسی کی، وعدہ کی شب سن کے ہر اک سے
یہی کہتا ہوں کون آتا ہے اٹھو، دوڑ کر دیکھو

تمہارے ناتواں ہیں کاہشِ غم سے سبک یاں تک
کہ اس آمد شدِ دم سے ہونے زیرو زبر دیکھو

کنارے بزم کے بیٹھو، اس لیے روتا ہوں، تم شاید
تبسم زیرِ لب، پنہاں نگاہوں سے ادھر دیکھو

گہے رنجش کی ٹھہرے اور ہوجاوے شکایت بھی
کہ اس آپس کی صحبت کو نہ لگ جاوے نظر دیکھو

غضب ہے، دل ملو پاؤں میں، یہ بھی تنگ آتا ہے
رکھ آئینہ کو اور زانو پہ تم، دو دو پہر دیکھو

گزرتی ہے ادھر سے نعشِ ممنوں، خلق ہمرہ ہے
شگافِ در[۲] سے تم بھی جانِ من، تک جھانک کر دیکھو

۳۴۱

چاک کر جیب کو کی، سینہ دری دیکھو تو
حضرت عشق کی تک پنجہ دری دیکھو تو

کچھ سراسیمہ ادھر، دیدہ و دل جھکتے ہیں
کس کو اس بزم میں ہے جلوہ گری دیکھو تو

گہہ دخاں گاہ ہوا شعلہ، گاہے برق[۳]
تک یہ نیرنگیِ آہِ سحری دیکھو تو

آتی کچھ جہہ قاتل پہ پشیمانی سی
نعش پر یاں ہے کیسی نوحہ گری دیکھو تو

ہر طرف سے الم و رنج و بلا، جمع ہیں، آ
ہے مرا سینہ کہ کوے گزری، دیکھو تو

دلِ پسماندہ پہ کیا ہو، کہ اٹھے صبر و قرار
سب چلے یہ رفقائے سفری دیکھو تو

۱۔ آہ دم، بعد دم
۲۔ لندن ۔ "شگاف دل سے تم بھی جھانک کر تک جان من دیکھو"
۳۔ غالباً سہو کاتب متن مطابق ب

غش پہ غش آنے ہے، جی جانے ہے کچھ ڈوبا سا
کیا ہوا چارہ گراں، نبض مری دیکھو تو

دین و دل، جان، لیا، کچھ بھی نہ چھوڑا جو تھا
ایک گالی بھی نہ دی، مفت بری دیکھو تو

کیا غزل اور بھی اے نکتہ پسنداں لکھی
میر ممنون کی تک نکتہ وری دیکھو تو

۳۴۲

دلفریبی پہ ہے وہ رشکِ پری دیکھو تو
دل نہ دے، یہ ہے بھی تابِ بشری دیکھو تو

پھر بہیے پارۂ دل، بخیہ گری دیکھو تو
خون رونے کو، یہ کی خوش ہنری دیکھو تو

جلوہ اس بو قلموں جلوہ کا، ہر سو ہے عیاں
ہم ہیں مشتاقِ نظر، بے بصری دیکھو تو

دھیان میں آپ کے شمع و مہ و خور دیکھے ہے
اپنے طالب کی پریشاں نظری دیکھو تو

زیر لب لا کے وہ دشنام سی کچھ نپھر گیا
اس دعا کے اثر و بے اثری دیکھو تو

حسرت و حیف، تاسف ہمگی ساتھ گئے
جان سے کس کس نے کی ہمسفری دیکھو تو

گھر ہوا سب نفس باز پسیں سے روشن
جوں چراغ آگ تھی، کیا دل میں بھری دیکھو تو

چال تو ناز سے چلتے ہو، یہ دل ہی دل میں
کیا پسا جانے ہے؟ ہر کبک و دری دیکھو تو

کام جب ہو بھی چکا دل کا، ہوئے تب آگاہ
میر ممنون کی تک بے خبری دیکھو تو

۳۴۳

ہنستے ہی ہنستے مل گئی بسمل کی آرزو | تھی خوں بہا میں خندۂ قاتل کی آرزو
تھی وقتِ ذبح بوسۂ پا، دل کی آرزو | خوں ہو کے، یہ چلی ترے بسمل کی آرزو
مشہد[۱] سے اپنے اٹھے ہے، غوغاے العطش | تھی بس کہ آبِ خنجرِ قاتل کی آرزو
رہ دور، پا میں آبلہ، یک دست دشتِ خار | اے واے بے کسی کہ ہے منزل کی آرزو

۱۔ لندن۔ ب۔ زائد شعر

بھٹکے ہے خاک قیس کی مانندِ گردِ باد
یا رب [illegible]

کشتیِ شکستہ، تند ہوا، بحرِ جاں گزا
دانائی دیکھو اُسکی [illegible]

اول قدم ہے دشت فنا راہِ عشق میں
آساں نہ یہاں ہے کبھی منزل کی آرزو

وہ حلقہ حلقہ بال جو کھولے تو یاد کر
اپنے اسیرو طوق و سلاسل کی آرزو

اللہ رے غرور! کہ امید، اک جواب
حرماں کرے ہے سینہ میں، سائل کی آرزو

کیا ڈر، ہجومِ شوق نے گر بند کی زباں
کہتی ہے ہر نگہ دلِ مائل کی آرزو

کیجو سفالِ میکدہ یا خشتِ فرقِ خم
گردوں سے ہے یہ اپنی کفِ گِل کی آرزو

ممنوں کی نعش دیکھ کہے تھی تمام خلق
اس نوجواں کے دل میں رہی، دل کی آرزو

۳۴۴

دل اس چمنِ ناز پہ اپنا تو فدا ہو
نَے نکہت شوخی نہ جہاں رنگ حنا ہو

یوں رشک کہے، کم جو وہاں رنگِ حنا ہو
ہاتھ اس نے کسی دیدۂ تر پر نہ دھرا ہو

اس مرگ پہ سو جان مری قرباں کہ دمِ نزع
گھبرا کے کہے تو کہ بس اب دیکھیے کیا ہو

ہوں کشتۂ رسم و رہِ قربان گہِ الفت
مقتول سے واں بازوے قاتل پہ دعا ہو

ٹھہر اتنا تو اے سوزِ محبت! کہ بھروں آہ
اس وقت مجھے آگ تو، دینا کہ ہوا ہو

کیا رشک ہے اس کشتۂ حسرت پہ جسے یار
تو ذبح ہو کرتا وہ تجھے دیکھ رہا ہو

سر کب ترے بیمار اٹھاتے ہیں، پہ گاہے
تکیہ سے اٹھایا ہو تو زانو پہ دھرا ہو

ہے چاشنیِ تازہ لبِ زخم کو درکار
قاتل جو نمکداں کبھی لاوے تو مزا ہو

روتا، پسِ دیوار نہ کیوں جاؤں جب اٹھتی
اغیار کے گھر سے ترے ہنسنے کی صدا ہو

خالی کر اب اک اور غزل کہہ کے، دل اپنا
ممنوں ہر اک شعر میں پر، درد بھرا ہو

۳۴۵

مشغول، کسی بزم میں خاطر مری کیا ہو!
لگتا نہ کہیں دل ہے، کہیں دل جو لگا ہو

آج اس دلِ بیتاب کو تسکیں سی ہے شاید
اپنی ہی تپش میں نہ یہ سیماب جلا ہو

روکے ہوں میں افغاں کو، پہ شدت سے نہ اس کی
اجزا مرے سینہ کے سب اڑ جائیں، ہوا ہو

بیجا ہو کوئی عضو تو ہوں درد سے نالاں
کیوں کر نہ کروں آہ جو دل بھی نہ بجا ہو

خوں بے گناہوں کا نہ ہو، اس کوچے میں بیدار
آہستہ گزرنا، گزر اودھر جو صبا ہو

نکہت سی تری آنے ہے کچھ دامنِ گل میں
لی! باندھ چرا کر نہ کہیں تجری قبا ہو

وہ ہاتھ سے تھامے کہیں، اس شوق میں سو بار
مستانہ تکلف سے مجھے لغزشِ پا ہو

یاں دل سے الجھتی ہیں، ہر اک بار وہ زلفیں
تو بادِ صبا آئے تو جھگڑا یہ ادا ہو

کچھ یاس چلی آئے ہے اس دشت میں، دل پر
یاں کشتۂ حسرت کوئی ممنوں نہ گڑا ہو

۳۴۶

یہاں ہے جلوہ آرائی بہم پھر دلفریبوں کو
نوید، اے مرگ! رخصت ہے یہاں سے زندگانی کو
ترے بیمار کا کیا حال ہے، جو مشورہ سا ہے
رہے اس دشت میں ہم ضعف سے، کہیو سلام اپنا
بوقتِ نغمہ سنجی گاہ، ہم بھی یاد آتے ہیں
جراحت زار تو بیتابی دل سے ہوا سینہ
کہاں تک یاس و ناکامی! بس اس محفل سے جاتے ہیں
یہاں پیراہن طاقت کے ٹکڑے اڑ گئے، ممنوں

مبارک ہو نگاہِ حسرت، ان حسرت نصیبوں کو
کہ پاتے ہیں حریصِ قتل اپنا، ان[1] طبیبوں کو
بہم کچھ دوستوں کو، آشناؤں کو، قریبوں کو
اگر پوچھے کوئی اے رہرواں! ہم سے غریبوں کو
یہ پیغامِ اسیراں ہے، چمن کے عندلیبوں کو
الٰہی موت دے یا صبر ہو، ہم ناشکیبوں کو
کہ دیکھیں پاسبان یک نگہ کب تک رقیبوں کو
دیا ہے حکم یوں جلووں کا کس نے جامہ زیبوں کو

۳۴۷

صبا! پیغام یہ کہیو ہمارا ہم صفیروں کو
بنایا ساحت امکاں سے بے تکیہ، ادھر ہم[2] نے
ریں ہیں یک نگہ میں سینۂ عالم، تہی دل سے
سزا ہے دل کی جو گزری[3] کہ یہ ناداں عدو سمجھا
ہوئے ہم روشناسِ صد بلا، اس دل کی دولت سے
سمجھ کر، صیدِ دل آ! دشتِ جاں خوں ساز الفت میں
دہن کو اس کے کہتے ہیں سویدائے دلِ عنقا
خدا نکردہ، تجھ کو غیر سے صحبت ہے کب! اے بت
فلک! گر بچ سکے، بچ جا کہ قصدِ آہ[4] و افغاں ہے
کوئی ناداں نہ جانے قدر ممنوں کی، تو کیا ڈر ہے

سنا جایا کرو آواز گلے، ہم اسیروں کو
اٹھایا یاں سے بستر، عشق ہے اپنا فقیروں کو
فسونِ دل ستانی کس سے پہنچا دل پذیروں کو
نصیحت گویوں کو، انجام بینوں کو، مشیروں کو
و گرنہ جانتا تھا کون! ہم سے گوشہ گیروں کو
یہاں ہر گام پر بسمل پڑا دیکھیں ہیں شیروں کو
زیادہ گوئی سے کیا شوق ہے، ان خوردہ گیروں کو
قسم سچ ہے کہ میں سمجھوں ہوں کب تیرے دتیروں کو
قدر انداز دل پھر سر کیا چاہے ہے تیروں کو
خبر ہے شاعری سے اوس کی، اس فن کے خبیروں کو

۳۴۸

رات خلوت میں جو تنہا کہیں پاؤں تجھ کو
جی میں آتا ہے لڑوں اور رٹھاؤں تجھ کو
رات جاتی ہے چلی، نیند میں تو ہے سرشار
تو نے آنے کی قسم کھائی، پر انشاءاللہ
کہیں جانا ہے تو جا چک کہ اگر جان بھی جانے
ساقیِ بزم کے صدقے، کہ مجھے دے دے جام

کس لیے تجھ کو بنایا ہے؟ دکھاؤں تجھکو
تو جو روٹھے تو ہر اک ڈھب سے مناؤں تجھ کو
شوق کہتا ہے جگا، کیونکہ جگاؤں تجھ کو
جذبۂ عشق ہے تو کھینچ کے لاؤں تجھ کو
نہ بلاؤں، نہ بلاؤں، نہ بلاؤں تجھ کو
یوں اشاروں میں کہے، اور چھکاؤں تجھ کو

۱۔ آ، ب: ہم
۲۔ ب: تم نے
۳۔ لندن: سمجھے لیکن گزری زیادہ مناسب ہے، غالباً سہو کاتب
۴۔ ب: آہ

میں نے پروانہ کہا آپ کو، تو کیا بولا
شمع کہتا ہے [illegible]

گریہ انگیز ہے افسانہ، مجھے پاس مرا
قصۂ حسرتِ دل کیونکر [illegible]

قامتِ یار کے، اے سروِ بد اندام حضور!
مت اکڑ دیکھیے سیدھا نہ [illegible]

چاکِ پہلو سے پڑی آتشِ دل، بچھے ہے
ہائے آغوش میں کس طرح بٹھاؤں [illegible]

نہیں بیتابیِ دل، تک بھی ٹھہرنے دیتی
قصد تھا چاکِ جگر! آج سلاؤں تجھ کو

جس قدر آگ پہ لوٹا ہوں، شبِ غم اتنا
وصل کا دن ہو تو چھاتی پہ لٹاؤں تجھ کو

باولا پن ہے تصور سے ترے، ممنوں کو
تو اگر آنے تو اک سیر دکھاؤں تجھ کو

۳۴۹

پردہ اٹھتے ہی دیا کچھ نہ دکھائی مجھ کو
مگر اک برق چمکتی نظر آئی مجھ کو

ترے قربان ابھی عید سی ہو جاتی ہے
گر کریں ذبح، ترے دستِ حنائی مجھ کو

میں ہوں اور کنجِ قفس، زمزمہ سنجانِ چمن!
تم نے آواز بھی گلبے، نہ سنائی مجھ کو

منتظرِ خارِ جگر، تشنہ ہوں[1] ہر سو دیکھوں
آج لے جائے کدھر آبلہ پائی مجھ کو

گر فلک پر تھی نگہ، درپہ[2] گئے، وصل میں بھی
بس کہ تھی عادتِ شب ہائے جدائی مجھ کو

عرش[3] تک کوئی جو پہنچے تو بھلا فائدہ کیا!
مدعا ہے ترے در پر ہو رسائی مجھ کو

صلح[4] اک بات پہ بھی تم نے کسی رات نہ کی
اپنی قسمت سے رہی روز لڑائی مجھ کو

خون ہو حسرتِ پرواز، پر و بازو میں
گر ترے دام سے ہو ذوقِ رہائی مجھ کو

صرفِ یک روزہ ہے، سرمایۂ صد صد دریا
تجھ سے اے چشم ہو کیا! عہدہ برائی مجھ کو

صاف زانو پہ دھرے سر ترے، دیکھے ہے تجھے
خاک آئینہ سے رہ وے گی صفائی مجھ کو

صحتِ طرزِ غزل دیکھ ذرا درد کے ساتھ
ہاتھ ہے ممنوں ہے لگی وضعِ فغانی مجھ کو

۳۵۰

کس[5] کے مژگاں کی ولا، یاد دلائی مجھ کو
ایک برچھی سی غضب آہ لگائی مجھ کو

تھا نہ دیوانِ ادا میں ترے مضمونِ وفا
انتخاب اپنے سے، کیا شرم سی آئی مجھ کو

درد آلودہ فغاں روک! دلِ پر خوں روک
شام سے نیند نہیں، اب تلک آئی مجھکو

بے مزہ تلخیِ ہجراں نے کیا ہے، کتنا
جانِ شیریں تلک اپنی بھی نہ بھائی مجھ کو

ہاتھ کیا ہاتھ میں لوں، پھول کے گجرے سے جب
نظر آتی ہو، لچکتی وہ کلائی مجھ کو

ذبح کر، خوں میں لٹا، آگ لگا، جان جلا
اب تو قسمت ترے قابو میں ہے لائی مجھ کو

چشمِ قاتل سے کئی اشک ندامت ٹپکے
دل کے تابوت پہ تھی نوحہ سرائی مجھ کو

دل اڑا میرا، بچا آنکھ، چھپا مٹھی میں
اس نے یہ چھیڑ کی، شوخی سے سنائی مجھ کو

۱۔ ب: تہ ہے
۲۔ ب: گئے درپہ نگہ
۳۔ آ، ب۔ عرش تک آہ اگر جائے تو کچھ کام نہیں۔ بات یہ ہے کہ ہو اس در پہ رسائی مجھکو
۴۔ آ و ب: ق کے ۵ شعر نہیں ہیں
۵۔ آ، ب: یہ غزل نہیں ہے۔

آج کچھ چیز، کسی شخص کی پانی مجھ کو
کوئی پوچھے تو بھلا ہاتھ میں، میرے کیا ہے؟

کیوں سخن میں نہ ہو اعجاز نمانی مجھ کو
وصفِ جاں بخشیِ لب اس کی، کہوں ہوں ممنوںؔ

۳۵۱

آلودہ[1] کیا خون سے کیا دامنِ قاتل کو
گستاخ تڑپنا تھا، اتنا بھی نہ بسمل کو

مجنونِ زخود رفتہ، کہہ دو کہ مژہ کھولے
لیلیٰ نے اٹھایا ہے اب پردۂ محمل کو

اس ورطہ میں کب ٹوٹا، دم اپنے شناور کا
جب دھیان میں یہ آیا، لے لیتے ہیں ساحل کو

شب گزری جوانی کی، پیری کی سحر آئی
ہے خوابِ گراں وہ ہی، اب تک دلِ غافل کو

اپنی ہی یہ خود بینی دیدار کی مانع ہے
گرم آہ جلا دے تو اس پردۂ محمل کو

گردِ قفس اپنے بھی، گاہے تو پر افشاں ہو
پیغامِ اسیراں یہ، کہہ دیجو عنادل کو

کس سینہ سوزاں سے، سینہ ہو لگا آنے
پژمردہ سی دیکھوں ہوں، پھولوں کی حمایل کو

دو ایک جراحت کی، تھی دل میں ہوس باقی
کیا خوں میں لٹاتی ہے، حسرت ترے گھائل کو

کیا چیز ہے اک بوسہ، مانگوں ہوں تو بس دے دو
اربابِ کرم پھیریں، محروم نہ سائل کو

اس بزم میں بھی گزرے، ہاں بہرِ تماشا تھے
پر یاد نہیں آتا! بھول آئے کہاں دل کو

نبض اپنی میں سو شعلہ لپٹے ہیں، کہوں تھا میں
عیسیٰ نے جلا چھوڑا، مفت اپنے انامل کو

تھی[2] نیتِ میخانہ، دل کعبہ میں جانکلا
سرگشتہ حیرت تھا، بھولا رہِ منزل کو

تو مرثیہ پڑھتا تھا کس سوز سے، شب دل کا
ممنوںؔ رولایا کیا، ہر واردِ محفل کو

۳۵۲

تیر[1] ہے وہ نگاہ، مت پوچھو
چھن گیا سینہ، آہ! مت پوچھو

بن اس دشت میں ہے کا ہی رنگ
اپنا حالِ گیاہ، مت پوچھو

دل کی یہ تاب، اوس کے وہ جلوے
صحبتِ برق وکاہ، مت پوچھو

آپ کو آئینہ میں خود دیکھو
مجھ سے وجہ گناہ مت پوچھو

دل پہ غمزے جھکے ہے وہ ترکانہ
لشیری سپاہ، مت پوچھو

متصل عادتِ تغافل کیا!
گاہ پوچھو تو گاہ، مت پوچھو

خون ہونا جگر کا، ضبط کے ساتھ
کیا مزا دے ہے واہ، مت پوچھو

وصل کی شب نہ اک دن دیکھی
میرے روزِ سیاہ، مت پوچھو

دل کو دیتی نہیں ہے، دم بھر چین
کیا ہی بلا ہے یہ چاہ، مت پوچھو

لے گیا شیخ کا عمامہ اوتار
کون سا کجکلاہ مت پوچھو

کون پہنچا ہے، کس نے دیکھا ہے!
یار کا جلوہ گاہ، مت پوچھو

کعبہ و دیر تک پہنچ کے، رکے
یہ ہونے سنگِ راہ، مت پوچھو

رات ممنون پڑھ رہا تھا غزل
کیا صفائی تھی واہ مت پوچھو

۱۔ ب: یہ غزل بھی نہیں ہے
۲۔ آ: زائد شعر
۳۔ ب: یہ غزل نہیں ہے۔

اوس[1] کے کوچے کی راہ، مت پوچھو
کہ وہ ہے قتل گاہ، مت پوچھو

سینہ ہے پائمالِ لشکرِ غم
ہے یہ تختۂ تباہ، مت پوچھو

کیا بلائیں شبِ فراق میں تھیں
روئے ہجرانِ سیاہ، مت پوچھو

جھک گئے ہیں ادھر ہی قبلہ پرست
کج ہے کس کی کلاہ، مت پوچھو

خیلِ خوباں نے شہرِ دل لوٹا
کس پہ ہوں داد خواہ، مت پوچھو

دل یہیں تھا، ابھی شہمکسی نے لیا
کس پہ ہے اشتباہ، مت پوچھو

درِ میخانہ نے منانی کیا
شیخیِ خانقاہ، مت پوچھو

ہم فقیروں پہ جو ہوئی، سو ہوئی
بے خبر ہے وہ شاہ، مت پوچھو

شوخیاں اس کے رخ میں کیا کیا ہیں
فتنۂ دورِ ماہ، مت پوچھو

تارے[3] گن گن کے رات کاٹی آج
شام سے تا پگاہ، مت پوچھو

ہانے ممنوں عجب ہی وضع کا یار
تھا وہ غفراں پناہ، مت پوچھو

۳۵۴

بازؔ[4] وہ لعلِ نازنیں تو ہو
وصل میں گر نہ 'ہاں'، 'نہیں' تو ہو

اس گلی میں کہاں کروں سجدہ
دل سے خالی کہیں، زمیں تو ہو

شوخیاں دستِ شوق میں ہیں بہت
پاس پر، کوئی شرمگیں، تو ہو

زخم پر زخم جھیلتے ہیں ہم
لبِ قاتل سے آفریں تو ہو

ڈھونڈتا کیوں پھروں میں کعبہ و دیر
کہ مری جان! تم یہیں تو ہو

حرم و دیر دیکھیے روکے، ذوبا
سرد، بازارِ کفر و دیں تو ہو

ان لبوں سے شکر ہو، منہ دیکھو
میں کہوں ہوں کہ انگبیں تو ہو

شبِ تاریکِ غم میں کون جلیس!
میرا سایہ مرے قریں تو ہو

وصل میں چھیڑ چھاڑ کی ٹھہرے
کہ اُدھر سے 'نہیں نہیں' تو ہو

آستاں پر ہزار سجدے کروں
گردِ افشاں، وہ آستیں تو ہو

سجدہ گو، قابلِ قبول کہاں
اس کے دروازے پر جبیں تو ہو

دی الٹ، آستیں بھی ساعد سے
کہ خجل، شاخِ یاسمیں تو ہو

رہیں اس کے خیال سے باتیں
شغل پھر، دلِ حزیں تو ہو

میں نے پوچھا، تراکشہ ہے کون
ہنس کے کہنے لگا، تمہیں تو ہو

دل بھی آنے کیسے شکن سے نکل!
بازؔ، وہ زلفِ عنبریں تو ہو

لا! تبسم کی موج ہونٹوں پر
خوں، رگِ لعلِ آتشیں تو ہو

کیوں نہ وہ تیر ہو عزیزؔ، ایسا
کوئی مہمان دلنشیں تو ہو

۱۔ ب: یہ غزل نہیں ہے
۲۔ آ: ہجر
۳۔ لندن: 'تاز' لیکن 'تارے' درست ہے، سہو کاتب
۴۔ لندن: زائد غزل

نہیں لگتا گلے، تو تیغ لگا گر نہیں مہر دل میں، کیں تو ہو
صبح آنے تو میں نے ان سے کہا کہ رہے، رات تم کہیں تو ہو
وہ لگے کہنے، ہم قسم بھی کھائیں بدگمانوں کو پر، یقیں تو ہو
مفت رونے سے فائدہ ممنوںؔ وہ دامن سرشک چیں تو ہو

۳۵۵

دستِ[۱] ہوس سے چھوٹ کے کس کے آتے، تم گھبرانے ہو!
منہ پہ عرق ہے، رنگت فق ہے، جاتے کچھ شرمانے ہو
ہے وہ بہار حسن فسردہ، رنگ شکستہ عارض کا
گرم نگاہیں کس کی تھیں، جو پھول سے تم کملانے ہو
سنبل و گل ہیں برہم و درہم دست درازی سے کس کی
پیچ و شکن میں کاکل خم کے، ہار کے پھول الجھانے ہو
دست تمنا کس کے چھوتے، بند قبا کے ہیں ٹوٹے
آنکھ جھکا کر خود تو دیکھو، لیتے کیوں مکرانے ہو
لب پہ نشان بوسہ عیاں ہے، لعلیں سے کا رنگ چکاں ہے
صورت آپ کی خود ہے کہتی، شاہد کیا کیا لانے ہو
میں نے کہا شب لے کے بوسے شیریں لب کس نے چوسے
آنکھ ملا، شوخی سے بولا تم بھی کچھ للچانے ہو
ایک طرف مہتاب ہے چھٹکے، ایک طرف بدلی سی ہے
زلف اِدھر ہے منہ پہ الٹتی، بال اُدھر پھیلانے ہو
ہاتھ سے کس کے پی مئے عشرت، آئی زباں میں کچھ لکنت
بہکی بہکی بات ہو کرتے، کس کے تم بہکانے ہو
ہولے ہولے جنبشِ لب ہے، رنگِ غضب کچھ آنکھوں میں
طعنے میں تو کچھ نہیں دیتا، ناحق کیوں جھنجھلانے ہو
ہرزہ گری کا، تندی خو کا، طعنہ تم کو کس نے دیا
رنگ ہے رو کا جیسے بھبوکا، مجھ پہ کیوں گرمانے ہو

قطعہ

لوٹتا دل تھا میں جو دکھاتا، چشمک زن ہو، یوں بولا
دل جو ٹھہرتا ہے نہ تمہارا، دل میں کیا ٹھہرانے ہو
وارنگہ کے، کاوشِ غمزہ، جنبشِ مژگاں وہ سمجھے
تیغ پہ تیر و تیر پہ برچھی، دل پہ جو بیٹھا کھانے ہو
کیوں ہو مکرتے، فائدہ سے کیا، نام و نشاں تک دوں ہوں بتا
رندِ قدح کش وہ ہے ممنوںؔ، پاس سے جس کے آنے ہو

۱۔ لندن: زائد غزل

چشم اس کے رخ پہ اشک سے بے شستہ و شو نہو — قرآں کو جس نہ کیجیے جب تک وضو
سنگِ سیہ سے اس کو تفاوت کبھو نہو — جبیں دل کے آئینہ میں تو عکس رو نہو

کیا کیا جنوں نہ گل چمنِ حسنِ یار سے — گر تنگ دامنِ نگہِ آرزو نہو
ٹھیرے، سمندِ ناز ہے اس کا نہ ایک جا — آوارہ کیوں غبار مرا چار سو نہو

اللہ رے رشک! ہوں، دمِ بسمل یہ کہہ رہا — یہ آبِ تیغ اور کے وقفِ گلو نہو
یا شعلہ جگر ہیں یہاں، یا دلوں کے دود — اس بوستاں میں شیفتہ رنگ و بو نہو

کب سے فشارِ پنجہ حرماں سے دے رہا — آخر تو دل ہے سینہ میں، کب تک لہو نہو
دامن تو کچھ نہیں کہ ہوا چاک، سی لیا — جب دل ہی پھٹ گیا تو کسی سے رفو نہو

کھاتا ہے کیوں قسم نہ تجھے پھر جلاؤں گا — یہ اس سے کہہ کہ یاد جسے تیری خو نہو
تجھ سا ہی کوئی اور نہو، تیرے سامنے — کہتا ہوں دیکھ! آئینہ سے دوبدو نہو

گوشِ رقیب باز، اگر ہیں تو کیا خطر — کیا کیا اشارتوں میں یہاں گفتگو نہو
گھر میں ترے مریض کی رخصت کو سب ہیں جمع — یہ کیا غضب ہے ہائے! کہ اس وقت تو نہو

پھر برہمی سی خاطرِ آشفتگاں میں ہے — وا، ہوگیا وہ پیچ و خم و تاب، مو، نہو
ہیں خوش قدوں کے دیدہ تر، اپنے زیرِ پا — نازاں بخویش، سروِ لبِ آب جو نہو

اپنے تنِ برہنہ پہ بس نقشِ بوریا — عریانی جب قبا ہو تو کارِ اتو نہو
کتنے گداختہ ہیں مرے سینہ و جگر — ان پر اگر رکھیں سرِ سوزن، فرو نہو

راہِ طلب میں پاؤں جو رکھا تو چاہیے — آسودہ ایک دم قدمِ جستجو نہو
مستِ نگاہ پیرمغاں ہو وہ بادہ کیا — جو بے خم و صراحی و جام و سبو، نہو

کہتے ہیں نیم نقطہ، دہن کو ترے فضول — اتنا زیادہ گو، کبھی، کوئی نکتہ گو نہو
غم سے مجھے گداختہ دیکھا تو بول اٹھا — کیا شکل بنی کہیں ممنوں ہی تو نہو

ردیف "ہ"

۳۵۷

گریہ کے ساتھ دم ہے درونِ گلو، گرہ — کھولے گا اپنے ناخنِ شمشیر تو گرہ
کیا چاک دل سیوں کہ مرے دستِ بخت سے — سو سو پڑی ہیں تار میں، وقتِ رفو گرہ

طرفہ معاملہ ہیں بہم شوق و شرم میں — میں کھولتا ہوں وصل میں، دیتا ہے تو گرہ
اللہ رے نازکی کہ گریباں کے بند کھول — بولا کہ دے رہی تھی، خراشِ گلو گرہ

چھٹتے ہی شصتِ ناز سے ہر تیر کی ترے — سینہ سے یاں اتر گئی اے جنگ جو گرہ
پیچیدہ یاں کسی کا دلِ ریش ریش ہے — آہستہ زلفِ یار کی، اے شانہ چھو گرہ

کس دم چھنی ہے سینہ خراشی کہ کھولتے — بندِ قبائے یار کے ناخن، کبھو گرہ
ہے عقدہ عقدہ کاکل و ابرو و زلفِ یار — گردوں نے میرے کام میں دی، مو بمو گرہ

کیوں کر لبِ سوال کھلیں تیرے روبرو — ہے تیری تیوری پہ سدا تند خو! گرہ
ممنوں بہت ہے چستیِ بندش تری سنی — دیکھیں غزل میں کیسے غزل دے ہے تو گرہ

ا۔ لندن: زائد غزل

۳۵۸

اِس بھوں کی وقت عرض نہ وا، ہو کبھو گرہ — لے، کھل چکی تری دلِ پُر آرزو گرہ
گلچیں خدا سے ڈر، کہ نہ کلیاں ہیں سرخ سرخ — ہے اشک عندلیب کا ظالم! لہو گرہ
کس کس کے بند ہیں دل خوں گشتہ دیکھنا — وا، ہو تری نہ سلسلۂ مشک بو گرہ
مژگانِ چشم تر پہ مرے، دیر سے سرشک — ہیں صورتِ حبابِ لبِ آبِ جو گرہ
نسبت ہلال کی ترے ابرو سے ہے غلط — نہ چین نہ جنبش اس میں، نہ اے ماہ رو گرہ
کیوں پیچ و خم نہ کھاؤں جو یوں شانہ وا کرے — اس زلف پر شکن کی، مرے روبرو گرہ
گاہے کھلیں جو لب تو کہوں کوئی حرفِ یاس — ہونٹوں پہ یاں ہے زمزمۂ آرزو گرہ
سمجھے تھے باز، راہِ نگہ ہوگی روزِ وصل — دیکھ اس کو، ہوگئے یہ لبِ گفتگو گرہ
ممنوں کہے ہے غنچہ و گل کو دہانِ یار — جوں غنچہ تیرے ہونٹ ہوں اے یاوہ گو گرہ

۳۵۹

مرتا ہوں اس نگہ پہ، جو ہو اس ادا کے ساتھ — پرسش میں ایک شوخی و شوخی حیا کے ساتھ
زندانیوں میں سلسلہ جنباں ہے پھر جنوں — تھی کس کی بو نے کاکلِ پیچاں صبا کے ساتھ
آشفتگاں نوید، بس اس سے سلجھ چکی — وہ زلفِ پیچ پیچ کہ الجھے ہوا کے ساتھ
تھے دل کے چارہ ساز وہ لب، خط نے کھودنے — ظالم نے ہا نے زہر ملایا دوا کے ساتھ
ہر روز جلوہ گاہِ تماشا سے وہ پرے — دیوانہ سایہ دار ہے لاتا، لگا کے ساتھ
چشم قبول اس سے زیادہ ہو اور کیا! — دشنام تو وہ دینے لگا، ہر دعا کے ساتھ
کیا کیا نہیں ہیں عشق میں، گو ہے نیا زیاں — ہنگامِ وصل پر ہے مزا، التجا کے ساتھ
یاں سینہ نوچ نوچ کے کانی ہے شب، وہاں — ناخن کو کس کے ربط ہے؟ بندِ قبا کے ساتھ
رونے لگے لگا کے بہت، مل گئے تھے کل — اس کی گلی میں ہم، دلِ حسرت فزا کے ساتھ
شیخِ حرم نشیں سے کہے تھا کل ایک مست — رندانہ بے تکلفِ رہب و ریا کے ساتھ
خوبیِ کعبہ واہ! پر اے قبلہ دیکھیے — ہے آستانِ میکدہ بھی، کس صفا کے ساتھ

قطعہ

رکھا تو دل ہدف ہے ادھر میں نے اور ادھر — ہے ربطِ شصت و قبضۂ کماں جفا کے ساتھ
چھوٹنے سے جب وہ تیر تو کہتا ہوں مرحبا — واں اور بھی گزار ہوا، اک مرحبا کے ساتھ
ممنوں غزل اک اور کہو دردناک سی — الفاظ شوخ شوخ ہوں، بندش صفا کے ساتھ

۱۔ ب: نے
۲۔ ب: کر
۳۔ آ: شوق
۴۔ ادھر تو دل ہے ہدف
۵۔ لندن۔ گزر لیکن گزار زیادہ مناسب ہے،

خوں گشتہ دل ملاپ تو کر لے حنا کے ساتھ
یہ ربط کیا خیال ہے اوس دستِ [illegible] کے ساتھ

کیا کیا دکھائے تاب و طپش نے شبِ اضطراب
اک برق سی تھی ہر نفسِ شعلہ زا کے ساتھ

وہ فکرِ زلف دل کو ہے گھیرے شبِ فراق
اس تیرگی میں کام پڑا کس بلا کے ساتھ

جاویدِ زندہ کشتہ ترا ہے، وہ آبِ تیغ
شاید ملا ہے چشمۂ آبِ بقا کے ساتھ

ان ہی بتوں میں اور بھی جلوہ نظر پڑیں
نسبت درست دیدہ کی، گر ہو خدا کے ساتھ

اے ہستی، دوروزہ! عدم تھا[1] عجب وطن
پردیس میں خراب کیا تو نے، لا کے ساتھ

وہ دشمنِ نظر ہے، یہ افزوں گرِ بصر
نسبت غلط ہے مہر کی، اوس مہ لقا کے ساتھ

اس چشم پر فریب کی طرزِ نگہ[2] تو دیکھ!
بیگانگی سی ہے نگہِ آشنا کے ساتھ

قربان وضعِ قاتل و مقتولِ عشق ہوں
اس صید گاہ میں ہیں جفا و وفا کے ساتھ

سو سو دعا اِدھر سے ہیں ہر ایک وار پر
سو سو اُدھر سے وار ہیں، ہر ہر دعا کے ساتھ

کسی کی ہنسی و قہقہ ہے[3] کس کی آنے یاد!
ممنوں کو ہچکیاں سی لگیں کچھ بکا کے ساتھ

۳۶۱

کی کس نے چھیڑ نرگسِ سحر آفریں کے ساتھ
ہے کچھ تبسم اس نگہِ شرمگیں کے ساتھ

نقشِ سجودِ بیت صنم ہے جبیں کے ساتھ
کعبہ چلے تو فائدہ! اربابِ دیں کے ساتھ

چاہے تھا دستِ شوق پہنچ جانے، زیرِ جیب
سلکِ گہر الجھنے لگی آستیں کے ساتھ

افسوس اپنی کعبہ پرستی پہ! برہمن
دیکھا سجودِ بتکدہ میں کس یقیں کے ساتھ

کس کی نگاہِ گرم نے دل میں لگائی آگ؟
اڑتے شرار سے ہیں، دمِ آتشیں کے ساتھ

دشنام تلخ دے لبِ شیریں سے اور لطف
یعنی گلاب کا ہے مزا انگبیں کے ساتھ

کی دل نے کس کے کوچۂ کاکل میں راہ گم؟
پوچھیں گے مل کے حال، کسی شانہ بیں کے ساتھ

دوزخ کے سب عذاب ہوں شاید مزار میں
دل بھی جو رکھدیا، ترے اندوہگیں کے ساتھ

کتنا ہوں بدگماں کہ نہ کیا کیا بکوں ہوں، واہ
بولے اگر وہ حضرتِ روح الامیں کے ساتھ

ہم جوں چراغِ صبح، بھڑک کرہیں جل بجھے
تھا ایک شعلہ سا نفسِ واپسیں کے ساتھ

اللہ رے غرور کہ چیں برجبیں ہو، وہ
تشبیہ دیجیے جو نگارانِ چیں کے ساتھ

انکارِ اختلاطِ شبینہ کہاں تلک
گستاخ کس کے لب تھے، لبِ نازنیں کے ساتھ

اب تک نشانِ بوسہ، ترے لعلِ لب پہ ہیں
پیوستگی نقش ہو، جیسے نگیں کے ساتھ

ممنوں تری غزل میں یہ الفاظ کی شکوہ!
ہے کس قدر شبیہ کلامِ حزیں کے ساتھ

۱۔آ: عجب تھا عدم

۲۔آ، ب: نظر

۳۔ب: ہنستے وہ قہقہے کس کی شب آئی یاد

۴۔لندن: زائد غزل

۳۶۲

ممنوں[1] لڑائی آنکھ ہے کس خشمگیں کے ساتھ
کچھ تیر وہ نگاہ ہے، چین جبیں کے ساتھ

ممکن نہیں کہ وصل ہو اس مہ جبیں کے ساتھ
گر آسماں کو بھی ملادوں زمیں کے ساتھ

اڑتا وہاں ہے رنگ نزاکت، نگاہ سے
نظارہ گرم کیا ہو! رخ نازنیں کے ساتھ

اللہ رے تفتگی کہ رکھا سینہ پر جو ہاتھ
ہے موج دود ہر شکنِ آستیں کے ساتھ

شبرنگ مار اور شب تار الحذر!
زلفِ سیہ بلا ہے خطِ عنبریں کے ساتھ

جوہر ہے جیسے خوبیِ شمشیر ہو زیاد
ہے اور حسن، ابروئے خمدار چیں کے ساتھ

دشنام جب وہ دے ہے تو کہتا ہوں آفریں
اک اور بھی سنانے ہے وہ آفریں کے ساتھ

غم کا سا آشنا نہ بھلا کیوں عزیز ہو!
ہر وقت یہ رہا ترے حسرت قریں کے ساتھ

کہتا ہے اپنے سایہ کو اور مجھ کو دیکھ کے
کیوں ہو لیے یہ خاک نشیں ہر مکیں کے ساتھ

واعظ بیاں بہشت کے، کرتا ہے کیوں عبث
کیا کام مجھ کو خوبیِ خلدِ بریں کے ساتھ

دل دوزیِ نگاہ کسی کی، کروں گا یاد
گر آنکھ مل گئی کہیں حورانِ عیں کے ساتھ

میں نے کہا کہ "ہاں، بھی کبھی وصل میں کہو
کب تک نہیں نہیں ہے، لبِ شکریں کے ساتھ

ہنس کر، لگا وہ کہنے کہ ہنگامِ اشتیاق
ہیں ساتھ ساتھ ہاں کے مزے، یا نہیں کے ساتھ

ممنوں جگر میں، جاں میں یا دل میں درد تھا
دم ہی الٹ گیا تری آہ حزیں کے ساتھ

۳۶۳

گو خطِ شوق میں تحریر نہ تھا کیا کیا کچھ
ساتھ قاصد کے، پہ کہتا ہوں گیا کیا کیا کچھ

جورِ دل، ظلمِ فلک، طعنِ جہاں، کینِ رقیب
صرف اک آپ کی خاطر ہے، سہا کیا کیا کچھ

برق، سیماب، شرر، شعلہ، لقب ہیں دل کے
عشق سے خون کا قطرہ ہے بنا کیا کیا کچھ

عہد، پیماں، قسم، قول غلط، سب تھے غلط
دلفریبی کے لیے کی نہ دغا، کیا کیا کچھ

زور مجموعہ وہ آنکھیں ہیں کہ دیکھے اس میں
فتنہ و غمزہ و شوخی و ادا، کیا کیا کچھ

تو نے کچھ بھی نہ سنا، شب تھے ترے در کے گرد
نالہ و زاری و فریاد و بکا، کیا کیا کچھ

نقد دل، جنسِ فرومایہ، جاں، گنجِ شکیب
خواہش وصل میں یاں خرچ کیا کیا کیا کچھ

آپ کو خاک کیا، خاک کو برباد کیا
کوششیں کی ہیں دمِ مشقِ فنا، کیا کیا کچھ

رشک کے داغ جدا، زخم جدائی کے جدا
تو ہی منصف ہو، سہا، ہوکے جدا کیا کیا کچھ

لب پہ پھیکی سی مسی، زلف کھلی، چشم جھکی
نہ کہیں شب تھے، چھپاؤ گے بھلا کیا کیا کچھ

ممنوں شرط ہے، اس شکل سے دیکھوں جو میں
دھیان بے جا ہیں مرے یا ہیں بجا، کیا کیا کچھ

تمکیں[2] زور غزل اور کہی ممنوں نے
کہ سخن رس نے اٹھایا ہے مزا کیا کیا کچھ

۳۶۴

اک نظر لڑتے ہی، اظہار کیا کیا کیا کچھ
دو اشاروں میں ہوئے، شوق ادا کیا کیا کچھ

۱۔ لندن: زائد غزل
۲۔ ب: تمکین اور غزل زور

جوں کرے فوج کشی شہر پہ، مژگوں سے ترے | شور، شغب، [illegible] طاقت [illegible] کیا کیا کچھ
نیم جنبش تھی پئے عرضِ ہوس، لب کو ہنوز[1] | کیا کہوں ادھر لب اس کے [illegible] کیا کیا کچھ
محو ہے، شوقِ تماشائے دو عالم دل سے | تیرے عالم میں رہے دل میں تھا کیا کیا کچھ
ہم سوئے کعبہ چلے، چھوڑ صنم خانہ[2] کو | دیکھیں، اس راہ میں دکھلائے خدا کیا کیا کچھ
کچھ اسے دیکھتے ہی ہونٹ یہاں بند ہوئے | قصد تھا کیجیے گا اس سے گلہ کیا کیا کچھ
لے گیا خواب گہِ یار میں تک پنہاں شوق | بدگمانوں نے ہے، بہتان رکھا کیا کیا کچھ
کیا بلا ہے مرضِ دل کہ نہیں ہوتا کم | کتنی کتنی نہ دعا کی نہ دوا کیا کیا کچھ
دین و ہوش و خرد وطاقت و آرام، تمام | اپنے گنجینۂ دل میں تھا بھرا کیا کیا کچھ
آگ دی داغِ محبت نے ذرا ممنوں دیکھ | اس میں کیا کیا ہے بہا اور جلا کیا کیا کچھ

۳۶۵

عکس، اس کے سے سدا ہے بغل گیر آئینہ | ہے کیا شبیہِ صفحۂ تصویر آئینہ
ایک سانس کا لگاؤ نہیں نہ کہ رکھ چکے | آگے ترے مریض کے تادیر آئینہ
دیکھا تھا خواب میں کوئی حیران اس پہ ہے | یاد آگیا مجھے وہ کہ تعبیر آئینہ
میرا ہی دل نہ کچھ ہے مشبک کہ ہے تری | مژگاں کے عکس سے ہدفِ تیر آئینہ
دل کیوں نہ آب، غیرتِ منصب سے اسکے ہو | زانوئے دلبراں پہ ہے جاگیر آئینہ
کس آفتاب چہرہ سے لیتا ہے نورِ عکس | رکھتا فزوں ہے ماہ سے تنویر آئینہ
نومید مت [illegible] سے ہو، سعی کر | فولاد و سنگ ہووے، بہ تدبیر آئینہ
کیا قدرِ اہلِ دید [illegible] ہیں بے بصر! | رکھے ہے پیشِ کور نہ توقیر آئینہ
تعلیم بے زباں ہے اہلِ شہود کی | سکھلائے طوطیوں کو ہے، تقریر آئینہ
ہر نقش سے ہو سادہ تو ہر نقش ہو حصول | کیا کیا رکھے ہے، بر[3] میں تصاویر آئینہ
شب تھے نہ تم کہیں، نہ ہے صورت ملی دلی | لاؤں اگر معاف ہو تقصیر، آئینہ
ممنوں! سکھیے کسی صورت سے یہ عمل | کرتا پری رخوں کو ہے تسخیر آئینہ

۳۶۶

دل حیراں ہے یہاں اور دیدۂ تر جام و آئینہ | اگر رکھتے تھے جمشید و سکندر جام و آئینہ
فروغِ شعلۂ حسن و نگاہِ گرم سے تری | بنے ہے محفل و خلوت میں مجمر جام و آئینہ
عجب اک طرح کی شوخی ہے عکسِ شعلہ رویاں میں | ہوائے حسن سے جوں سیمابِ مضطر جام و آئینہ
فلک تک شور ہے کس کی خود آرائی و مستی کا | لیے ہے ہر صبح نکلے شاہِ خاور جام و آئینہ
نہ ہووے کس طرح دل خوں، بھر آویں کیوں نہ پھر آنکھیں | جو دیکھیں تیرے زانو اور لبوں پر جام و آئینہ
نظر کر، تک دلِ حیران و چشمِ خونفشاں اپنی | ترے منہ پہ چڑھیں کب تک، دلاور[4] جام و آئینہ

۱۔ آ: مگر
۲۔ آ: خانوں
۳۔ آ: بزم تصاویر
۴۔ آ،ب: ستمگر

ہوا کس خودنما کو میلِ مستیِ صحنِ گلشن میں
بجائے گل، نظر پڑتے ہیں یک سر جام و آئینہ

کیا ہے جب سے کسبِ نور، تیرے عکسِ طلعت سے
دلِ اہلِ صفا کے ہے برابر جام و آئینہ

ترے عکسِ حنائی دست و رنگین جلوے سے پیارے!
بنا ہے تختہ باغ و گلِ تر جام و آئینہ

غزل اب اس زمینِ تازہ میں کہہ اور بھی ممنوں
نہ ہو لطف و صفا سے جس کے ہم سر جام و آئینہ

۳۶۷

زبس اب حسن کا تیرے ہے منتظر جام و آئینہ
زیادہ مہر و ماہ سے ہے منور جام و آئینہ

خیالِ طلعتِ زیبا و چشمِ مست میں اس کی
ہمیں ہوتا ہے ہر دم یاں مصور جام و آئینہ

نہ حیرت پر کسی کی ہے نظر[1] نہ چشم پر خوں پر
تجھے دیتا ہے لاکر کون کافر جام و آئینہ

لگے رہتے ہیں یوں یہ دیدہ و دل اس کے ابرو سے
کوئی دیتا ہے جیسے طاق میں دھر جام و آئینہ

ترے یوں منہ لگے اور دو بدو، یوں تجھ سے ہو جاوے
حریف اپنے تو ٹھہرے ہیں مقرر جام و آئینہ

صفائے طینت[2] و داغِ محبت دل پہ دیکھیں ہیں
نہ ہم سمجھے ہیں کوئی اس سے بہتر جام و آئینہ

ہوا مغرور تر سے پی کے، اپنا حسن جو دیکھا
ہوا ثابت ہوا خون تم پر، جام و آئینہ

الٰہی کون سے خورشید طلعت کے مقابل ہیں
رکھیں ہیں دیدۂ پرآب، اکثر جام و آئینہ

سرِ ہم صحبتی ہر ایک سے ہے، ایک کو ممنوں
میں اور غمخواریِ دل، وہ نکوفر جام و آئینہ

۳۶۸

شب ہمکو کشت و خوں رہا فوجِ غم کے ساتھ
سو حسرتیں شہید ہوئیں اپنے دم کے ساتھ

کون آنے ہے کہ سینہ میں بیدار ہوگئیں
صد آرزوے خفتہ صداے قدم کے ساتھ

لے چشمِ انتظار تو اختر شمار رہ!
یہ رات آشنا ہی نہیں صبح دم کے ساتھ

یہ بھی ہے ظلمِ نو کہ پئے جورِ ناگہاں
اول کرے ہے مجھکو وہ خوگر، کرم کے ساتھ

بوسہ نہ لعلِ سبز خطاں کا تو لیجیو
یاں اختلاط آبِ بقا کو ہے سم کے ساتھ

دل سوزنِ رفو کا ہے دشمن، کہ دوستی
ہر پارۂ جگر کو ہے، نیشِ ستم کے ساتھ

طفلی میں ہی سبق تھا، الف لام میم کا
مکتب ہی سے ہوا تھا میں خوگر الم کے ساتھ

شب تھا یہ دردِ دل کہ رہا، ہر نفس گماں
جاتی ہے جان تن سے نکل، اب کے دم کے ساتھ

یاں شورِ سینہ کوبی و افغاں بلند ہے
سلطان عشق آنے ہے طبل و[3] علم کے ساتھ

ممنوں اور ریختہ میں کر تو ساحری!
ہے ہجر تواماں، ترے نطق و قلم کے ساتھ

۳۶۹

پیوستہ واں ہے تیر، کماں، ستم کے ساتھ
کیا دیکھیے سلوک ہوں! صیدِ حرم کے ساتھ

۱۔ ب: نے
۲۔ آ: صفائے الفت
۳۔ لندن: الم، لیکن علم درست ہے، غالباً سہو کاتب۔

یارب! یہ کس کا کوچہ، دلکش ہے جو ایسا
[illegible]

سچ تجھ کو ربط غیر سے کب ہے، کہے ہے صاف
رکھا تری زبان کا [illegible]

دل صرفِ پیچ و تاب ہے، کس ہاتھ کو ہے ربط
جوں خامہ اس کے کاکل پہ [illegible]

اے چشم تر مدد! یہ جی میں[2] ہے کہ رویئے
داماں[3] کو آج باندھ سکے، داماں ہم نے اٹھا [illegible]

اے رہروان ملکِ فنا! اس قدر ہے عرض
ملیے جو رفتگانِ دیارِ عدم کے ساتھ

کبھو کہ تم نے ہم کو کیا گاہ، سرفراز
اے مشفقو! نہ نامہ و خط و رقم کے ساتھ

دو دن میں سنیے گا کہ بس اودھر کو چل بسے
ہم کاروانِ حسرت و اندوہ و غم کے ساتھ

ناقوس کش ہے بدوش ہے ممنون دیر میں
بیعت کی اس نے، راہبِ بیت الصنم کے ساتھ

۳۷۰

پھرے ہے چشم میں وہ زلف قیر گونِ سیاہ
رواں ہے آب میں یہ مارِ پر فسونِ سیاہ

نمود کرتے ہیں مژگاں پہ اشکِ دود آلود
چمکنے پھر لگے، یہ اخترِ زبونِ سیاہ

شکیب و تاب پہ لاتا ہے طرفہ یک شب خوں
کسی کے سرخ لبوں پر جو ہے سنونِ سیاہ

پہنچ کے در تلک اپنے الٹ گیا وہ[5] نگاہ
مجھے دکھائیں ہیں کیا! بختِ واژگونِ سیاہ

لکھا تھا نشترِ مژگانِ سرمہ سا کا وصف[6]
زبانِ خامہ سے اب تک رواں ہے خونِ سیاہ

صفِ مژہ ہے شرر ریز، نت مری جان پر
عجب ہی باز سی جھاڑے ہے یہ فسونِ سیاہ

عجب رسا ہیں مرے بختِ تیرہ واژوں
نہ ہاتھ پہنچا تا زلفِ سرنگونِ سیاہ

فلک سے کیوں نہ رہے چشمِ تر کہ ہے ممنوں
تتق دھویں کا یہ خرگاہِ بے ستونِ سیاہ

۳۷۱

نہ چھوڑ چہرہ پہ وہ زلفِ نیم تاب سیاہ
جہاں کو مجھ پہ نہ کر خانماں خراب سیاہ

کروں گا شعلہ پہ سوزِ دروں کو میں تحریر
کہ دودِ دل سے نہو صفحہ، کتاب سیاہ

سرشکِ ناز سے کاجل بہا نہ مکھڑے پر
مری نگاہ میں مت کر یہ آفتاب سیاہ

بھروں جو آہ تو کہتا ہے، یہاں جلا کر آگ
نہ کر مرا سر دیوار و بام و باب سیاہ

لگے ہو سینہ، سوزاں سے رات کو کس کے
ہوا ہے ہار کا ایک ایک درِ ناب سیاہ

اس آفتاب کو جب دل دیا نہ روشن تھا
کہ ہے بلا شبِ ہجراں پہ عذاب سیاہ

فغاں سے دود یہ اٹھتا ہے رات دن کس کی؟
کہ سب فلک کی ہے خرگاہِ بے طناب سیاہ

دکھائی دے ہے نہ کچھ تا نہ صبح پیری ہو
عجب طرح کی ہے ہوتی، شبِ شباب سیاہ

نہ مرے سینہ، صد چاک سے لپٹ کر کہیں
کرے نہ جیب کو دودِ دل کباب سیاہ

---

۱ ب: مری
۲۔ لندن و ب: کہ یہ جی میں ہے رونے، غالباً سہو کاتب
۳۔ آ، ب: دامن
۴۔ آ: تختہ جبیں پہ کھینچے ہے
۵۔ آ: راہ
۶۔ لندن: لطف لیکن وصف زیادہ مناسب ہے غالباً سہو کاتب

کرے ہے سرمہ سے پھر چشم نیم خواب سیاہ — سیاہ دیکھیے۔ ہو خانماں کس مس کا
رکھے جو لباس ابنِ ابو تراب سیاہ — اٹھے گا خاک پہ سے وہ سرخرو، برائے ماتمِ
ذرا نہیں ممنوں جو ہے یہ نامۂ اعمال ناصواب سیاہ — زلالِ لطف علی[؟] بس ہے،

۳۷۲

شب کہاں تھے کہ کچھ آتے ہو حجاب آلودہ
نشہ، لبریز نگہ، لب ہیں شراب آلودہ

دست بازی سے رہے کس کی سحر تک بیدار
طرہ ہے برہم و درہم، مژہ خواب آلودہ

کس ہوس ناک کے قابو سے ہو مضطر نکلے
وضع رفتار کی کتنی ہے شتاب آلودہ

نہ قدح رات ہیں مستی میں، نہ ساغر تونے
دیکھ دامان نہیں شاید، مئے ناب آلودہ

گرمیاں کس نگہ شوق سے دیکھیں کہ تمام
عرق شرم سے چہرہ ہے گلاب آلودہ

گر گئیں کس کی ہیں گستاخ نگاہیں، بے ڈھب
خشمگیں غمزہ، کرشمہ ہے عتاب آلودہ

سن کے کس کا غم نہفتہ ہوئے اشک رواں
آب سے کچھ ہیں وہ اطراف، نقاب آلودہ

اور ممنوں نے غزل پڑھ کے رلایا ہے کیا
نہیں باور تو مژہ دیکھیے، آب آلودہ

۳۷۳

لوحِ ہستی ہے مری اشک[۱] سے آب آلودہ
ہو گئی کیا ہی مصور! یہ کتاب آلودہ

ہے طپاں حلقۂ فتراک میں کس صید کا دل!
خون سے ہے دامن زیں، تا برکاب آلودہ

میں تجھے لگ کے شبِ وصل جو رویا، بولا
نہ مرا جیب کر، اے خانہ خراب آلودہ

دشنہ زن کاوشِ دل شب تھی، مگر پہلو میں
آج لوہو سے ہے سب بستر خواب آلودہ

ذبح کر کے مجھے بولا کہ لہو سے اس کے
ہاتھ ہم نے بھی کیے بہر ثواب آلودہ

کون ہے حالتِ دلِ سوختگاں سے واقف
کس کے دامن کو کرے اشکِ کباب آلودہ

دل میں کیا شوق زمیں بوس ہے پر ڈرتا ہوں
ہو نہ وہ خاکِ در اے پاکِ جناب! آلودہ

سیرِ دریاے جہاں، گریہ کی جا ہے ممنوں
رہے اس بحر میں ہر چشم، حباب آلودہ

۳۷۴

کسی کا دل ہے جو لینا تو لیجے چاہ کی راہ
کہ اس میں فائدہ کا فائدہ ہے، راہ کی راہ

نہ میرے رخنۂ پہلو سیو رفو سازاں!
گھٹے جو دم تو رہے تنگ یہ دود آہ کی راہ

نہ موندو روزنِ دیوار، یہ نکالے ہے
نہفتہ کوچہ نشیں کے ترے، نگاہ کی راہ

قریب یار ہے دل سے ولیک کیا حاصل!
کہ ہم میں اور ہے دل میں، سال و ماہ کی راہ

مجھے وہ دیکھ سرِ راہ، دے کے دو دشنام
کہے ہے جاؤ! کہ تھی یہ بھی اشتباہ کی راہ

دلا، ادھر کو نہ جا، دیکھ ہو نہ سرگرداں
کہ پیچ پیچ ہے، اس کاکلِ سیاہ کی راہ

روش کچھ اور ہے اس کی، مرے طریق ہیں اور
دلا نظر نہیں آتی ہے کچھ[۲] نباہ کی راہ

۱۔ آ: چشم
۲۔ آ: کوئی

عیاں ہوئے صنم خانہ، عشق کھنچے ہیں [illegible]
پہنچے منزلِ مقصود نقر، لے پہنچی کہ اسی طرف [illegible]
پڑے ہیں مست درِ دیر پہ، مریدا آ کہ شیخ بھول گئے [illegible]
شکستہ سے کہیں، سینہ میں کچھ رہے ہیں نشاں پھر اس طرف ہوئی [illegible]
مرے خرابۂ دل کا خدا نگہباں ہے کہ آ پڑی ہے ادھر بے طرح، سپاہ کی [illegible]
کسی کے بدرقۂ لطف پر ہے چشم اس کی جو اختیار ہے، ممنوں نے کی گناہ کی [illegible]

۳۷۵

جو گل کترے تجھے تو نے آن کر دیکھ [2] شگاف سینہ سے داغِ جگر دیکھ
قفس صیاد نے کب آکے کھولا! کہے فرسودہ جب سب بال و پر دیکھ
ترے ہاتھوں سے ہے بیقراری دلِ مضطر پہ میرے ہاتھ دھر دیکھ
جھکا کر آنکھ ہے، کیا مسکراتا چرایا دل نہیں تونے؟ ادھر دیکھ
گھٹتا جاتا ہے دم یہاں اور وہ چشم اشاروں میں کہے ہے، آہ بھر دیکھ
نہیں گر، آگ سینہ میں بھری ہے کہاں سے آہ میں آتے شرر دیکھ
نہ تخمِ عشق تھا، گر دل میں بویا جگر کے لخت ہیں کس کے ثمر دیکھ
تہِ مژگاں ہیں ترے اشک پنہاں کیا آہوں نے یہ کس کی اثر دیکھ
کہاں تک منتظر تھا، بعدِ مردن مرا منہ پھر گیا ہے سوئے در دیکھ
وہاں تو رہ گیا دل، تجھے یہ سمجھے چلے آوینگے اس کو ایک نظر دیکھ
نہیں کٹتی دلا! یہ ہجر کی رات کہیں سے کچھ ہیں آثارِ سحر دیکھ
پھرا وہ لوٹ دل کو، میں ہوں کہتا کدھر وہ جاتا ہے وہ تاراج گر دیکھ
صفِ مژگاں سے تری، نہ بھر گیا دل خدا کے واسطے اس کا جگر دیکھ
کہاں بیدار تھا شب، آئینہ میں چڑھی آنکھیں، رہا منہ ہے اوتر دیکھ
نہ جا اور ایک گھڑی، بالیں سے مری مرا احوال تو نوعِ دگر دیکھ
برا مانو تو مانو، آج میں بھی کوئی آیا ہوں تم سے، خوب تر دیکھ
رہا تنہائی میں ہوں دل کو بہلا تری تصویر تمیں دو دو پہر دیکھ
کہاں ہے دل! گیا لے، کون ممنوں ذرا سینہ میں تو، اے بے خبر! دیکھ

۳۷۶

بھن رہا دل کباب سا ہے، یہ [3] وہ کہے خام ہے، مزا ہے یہ
نذر، اس کے جو لے گیا میں دل وہ لگا پوچھنے کہ کیا ہے یہ
تارِ انفاس میں نوائیں ہیں ساز اب کون چھیڑتا ہے یہ [1]

۱۔ آ، ب: زائد شعر
۲۔ لندن: زائد غزل
۳۔ لندن: زائد غزل

۲۸۷

چھیر کر سینہ، کھینچ لیجیے دل خار سا، کچھ کھٹک رہا ہے یہ

لب ہوئے، اس کی خوگرِ دشنام کہ میری خوبیِ دعا ہے یہ

شانہ وہ زلفِ پیچ پیچ نہ چھیڑ کہ الجھ پڑنے -- کو بلا ہے یہ

اشکِ شعلہ سے چشم میں ہیں چراغ راہِ وعدہ پہ جل رہا ہے یہ

بہہ گیا آب ہوکے مژگاں سے جگرِ ریش، ماجرا ہے یہ

سینہ پُر سوزِ عشق و دل پُر رحم جل چکا وہ، سلگ رہا ہے یہ

سرد آہیں بھروں ہوں، نے بھی لا! ٹھنڈی ٹھنڈی عجب ہوا ہے یہ

ساتھ بیگانہ گام کے، مجھ کو دیکھ بول اٹھا صورت آشنا ہے یہ

وہ عیادت کو آئے غیر کے ساتھ کیا مرض اپنے کی، دوا ہے یہ!

دل یہیں تھا! اڑا گیا کوئی ہاتھ ملتا ہوں، کیا ہوا ہے یہ

بال و پر وا، ہوئے نہ زیرِ فلک تنگ تر دام سے فضا ہے یہ

دل ہے قرآں، کیوں جلاتا ہے تیرے مذہب میں کیا، روا ہے یہ

ذبح دم دے دکھا، حنائی ہاتھ ہم شہیدوں کا خوں بہا ہے یہ

شیریں وہ دیکھ پوچھوں تھا با مزہ ہے، نبات سا ہے یہ

صورتِ بوسہ وہ بنا کر منہ یوں لگے کہنے، مدعا ہے یہ

ـ ـیں ڈوبا ہے خرقہ، ممنوں عہد کا اپنے، پارسا ہے یہ

۳۷۷

۱

وہ خوابیدہ تھا، سر کا، زلفِ خم آہستہ آہستہ
ہوئے شب بوسہ گیر اس رخ سے، ہم آہستہ آہستہ

بڑھاتے شوقِ نظارہ ہم آہستہ آہستہ
شکیبائی ہوئی جاتی ہے کم آہستہ آہستہ

نکلنے جذبِ مجنوں دے نہ اس وادی سے محمل کو
رکھے ہے ناقہ مشکل سے قدم آہستہ آہستہ

عنانِ عزم لی۔ ہم تیز گاموں نے، سلام اپنا
چلے آؤ رفیقو! تاعدم آہستہ آہستہ

شبِ دوری چلی جاتی ہے بڑھتی، ہائے رے حسرت
ہوئی جاتی ہے اپنی عمر، کم آہستہ آہستہ

یہ ہے ایجادِ طرزِ نو، جفائے ناگہانی کو
کرے ہے خوگرِ لطف و کرم آہستہ آہستہ

تسلسل نے مرے اشکوں کے، سو طوفاں کیے پیدا
کہ یوں ہی قطرے ہوجاتے ہیں یم آہستہ آہستہ

میں اس کو دیکھتا تھا پیار سے، یہ چھیڑ تو دیکھو
کیا کچھ اپنے اوپر پڑھ کے، دم آہستہ آہستہ

اگر صید نگہ یہ بھی ہے اس صیاد کے آخر
لہو پہنچے گا تا بامِ حرم آہستہ آہستہ

فنا سے آشنا کر رفتہ رفتہ دل! کہ ہوتا ہے
موافق طبعِ عادت سے سم، آہستہ آہستہ

رہے ہمراہیِ کعبہ رواں سے چھوٹ، ہم آخر
پہنچ رہ وینگے تا بیت العنم آہستہ آہستہ

جو میں نے عرض کی، مانگو ہو گر دل، عہد بھی کچھ ہو
کہا، ہوجائینگے قول و قسم آہستہ آہستہ

رکے یہ بھیجنا خط ہے! نہیں، گو ہاتھ ہل سکتا
کروں دو دو پہر، کچھ کچھ رقم آہستہ آہستہ

یہ دل پروردۂ صد بار نعمت تھا، محبت میں
کیا، خوکردۂ رنج و الم آہستہ آہستہ

اگرچہ ناتوانی ہے، برائے شغل، پر ممنوں
لکھ اب کوئی غزل لے کر قلم آہستہ آہستہ

۱۔ لندن= زائد غزل

گیا[۱] بدھ، استخواں میں سوزِ غم آہستہ آہستہ — پگھلے جاتے ہیں مثلِ شمع ہم آہستہ آہستہ
کرے خوں داغ دل، سینہ سے کم آہستہ آہستہ — زمیں سے ہر جوں چن لے ہے نم آہستہ آہستہ
ذرا اے رہرواں ٹھیرو کہ ہم سے ناتواں کتنے — چلے آتے ہیں پیچھے رکھ قدم آہستہ آہستہ
بہم پر کالۂ دل اور جگر، خوں ہے ہیں پیوستہ — تسیم آہ کھول ! اوراقِ نم آہستہ آہستہ
بس اب رخصت ہے اے شوقِ نظر ! کھلتی نہیں آنکھیں — گیا خونِ جگر مژگاں پہ جم آہستہ آہستہ
مرا طغیانِ بحر اشک زوروں پر ہمیشہ ہے — و گر نہ جانئے ہر طوفان تھم آہستہ آہستہ
بلا ہے یہ غم الفت کہ افزوں روز ہو، ورنہ — کمی پر آئے ہے، ہر ایک غم آہستہ آہستہ
تصدق اس کے میں دینے لگا جب غیر کے طعنے — تہِ لب کھا رہا تھا وہ قسم آہستہ آہستہ
کبھی تو دام میں آوینگے یہ آہو نگہ، اپنے — نگر ہوتا نہیں آرام رم، آہستہ آہستہ
مقامِ کبریا تک ہیں شکوہ ناز پہچاتے — کہ ہیں فکرِ خدائی میں صنم آہستہ آہستہ
شبِ تنہائی میں یہ شغل ہے اپنا کہ رہتی ہیں — تصور سے ترے باتیں، بہم آہستہ آہستہ
شہِ ناعاقبت اندیش ! تنہا رہ، ہے پیش آنی — ذرا کر ترکِ اسباب و حشم آہستہ آہستہ
نہیں معلوم کیا گزری، ابھی ہوں دیکھتا آیا — ترا بیمار کچھ لیتا تھا دم آہستہ آہستہ
نہ جانوں ناتوانی کے ہیں کیا مضموں، رقم کرنے — کہ ممنوں لکھ رہا ہے لے، قلم آہستہ آہستہ

مت[۲] کفِ دستِ حنائی دلِ بیتاب پہ رکھ — کہ یہ پر کالۂ آتش ہے، نہ سیماب پہ رکھ
کشتۂ رخسار و دہن کا ہوں، مری فاتحہ کو — دو گلِ سرخ بھی دے، جام مئے ناب پہ رکھ
بند کچھ نیند سے، کچھ نشہ سے بیہوشی تھی — سبک آیا ہوں، لب اوس چشمِ گراں خواب پہ رکھ
ہے وہ نازک منش و ولولے تجھ میں ہیں دلا ! — دھیان کچھ وصل میں، رسم و رہِ آداب پہ رکھ
بوسۂ لعلِ بتاں سے نہ رہے سوزشِ دل — منحصر تپ کی دوا، شربتِ عناب پہ رکھ
گریہ کی جانے ہے دنیا، نہ سکونت کا مقام — گھر کی بنیاد نہ، ناداں ! رہِ سیلاب پہ رکھ
خار صحرائے جنوں بس تھے، تہی پاؤں کو — نازنیں تو ہے، قدم مسندِ سنجاب پہ رکھ
تاب و طاقت، خرد و ہوش جو چھوٹنے سو چھٹنے — ہے رہِ عشق، خیال اس میں نہ اسباب پہ رکھ
ہر شکن میں دلِ خوں گشتہ ہیں اے مشّاطہ ! — شانہ آہستہ ذرا، طرۂ پر تاب پہ رکھ
آستیں، اپنی سے اشک اپنے کہاں تک پوچھوں — تو بھی دامن تو کبھی، دیدۂ پُر آب پہ رکھ
خندہ تشدید، مژہ زیر و زبر، ابرو مد — مصحفِ حسن جو دیکھے، نظر اعراب پہ رکھ
کچھ عرق سے، رخِ تاباں کا ہوا اور فروغ — یا خدا ! حسنِ بتاں آب پہ رکھ، تاب پہ رکھ
کون کہتا ہے نکر، کعبہ میں سجدہ صوفی — اوس کے ابرو کا تصور، تہہ محراب پہ رکھ
تیز ہے خشم سے، لے، بوسۂ ابرو نہ دلا ! — لب کوئی دے ہے، دمِ تیغِ سیہ تاب پہ رکھ
محوِ دورِ فلکی ہو نہ، منہدس کی طرح — سر پھرا چہو تو نظر گردشِ دولاب پہ رکھ
جن کے دل مصحفِ اسرار تھے وہ خاک ہوئے — پاؤں رکھے جو زمیں پر، نظر آداب پہ رکھ
یوں تو اوس بزم میں مشکل ہے رسائی ممنوں — ہوشیاری سے نظرِ غفلتِ حجاب پہ رکھ

---

۱ - لندن - زائد غزل
۲ - لندن - زائد غزل

۳۸۰

دل سلگتا ہے، دھواں نکلے ہے ہر نالے کے ساتھ
لگ گیا جی، کون سے آتش کے پر کالے کے ساتھ

دست ترک مست کو، جوں ربط ہو بھالے کے ساتھ
چشم کی زیبائی ہے، سرمے کے دنبالے کے ساتھ

تیرہ بختی میں خیال اس زلف کا ہے، دی فلک!
کس شب تاریک میں ہم خانگی، کالے کے ساتھ

حلقہ حلقہ دل کی خاطر، حلقہ زنجیر ہے
آنکھ لگنا ہے اسیری، کان کے بالے کے ساتھ

کاجل آیا ہے مگر مل، اسکے اشک ناز میں
دیں گل رخسار کو ہم رنگیاں، لالے کے ساتھ

اس کی چشم مست سے، شوریدہ دل ہے دو بدو
گفتگو نہیں دیکھ دیوانے کی، متوالے کے ساتھ

یاں تبا شیر، دل پر آبلہ میں لاگ ہے
سوزش الماس کو ہے ربط، تبخالے کے ساتھ

داغ الفت سے تمہارے، خون ہے دل کا کیا
دشمنی ہم بن گئے! آغوش کے پالے کے ساتھ

حسرت و ناکامی و حرماں، ملال و بے کسی
بزم سے اس کی، گیا ہوں آہ کیا کیا لے کے ساتھ

برق آتش بار اتنی خار صحرا! مت جلا
کام لینے خار کو ہیں، پاؤں کے چھالے کے ساتھ

ضبط آہ و نالے سے مت پوچھ، کیا دل پر بنی
تیر پر اک تیر ہے، بھالا ہے اک بھالے کے ساتھ

شب جو اس رشک قمر نے لیں کہیں، انگڑائیاں
ساعد و بازو کی صورت، مل گئے ہالے کے ساتھ

تو گزرتا روبرو اوس کے تو مجنوں، چھوڑ کر
محمل لیلیٰ کو، ہوتا تیرے چوپالے کے ساتھ

سر پہ ارباب قیامت کے، قیامت اور ہو
آگئے گر ہم دل نالاں کو فردا، لے کے ساتھ

سرد مہری سے تری، کتنی ہے دل افسردگی
آپ اپنے اشک کو تشبیہ دوں، ژالے کے ساتھ

میں نے پوچھا ربط کچھ ممنوں سے ہے، بولا وہ شوخ
کو بکو، میں بھی پھروں، دل بیچنے والے کے ساتھ

ردیف "ی"

۳۸۱

نظر بازوں سے جھک کر ان نگاہوں نے اشارت کی
حیا میں اک جھلک سی چاہیے برق شرارت کی

وہ جان نازکی، تاروں کی چھاؤں، ماہتابی تک
جو پہنے زیور نسریں نکل آیا، حرارت کی

وقت ذبح پوچھی آرزو جلاد نے اپنی
ادھر ہی پھر گئیں آنکھیں کہ اوس پر ہے، اشارت کی

عجب ہی منصفی ہے، ! مہر کو تشبیہ اس مہ سے
نظر کا اوس سے نقصاں، اس سے افزائش بصارت کی

جگر کے، دل کے پرزے اوڑ چلے، بس غمزۂ خوباں!
یہ ہم سمجھے کہ تم نے تیغ بازی میں مہارت کی

تجھے لکھ لکھ کے خط سو مرتبہ، خط کھینچ دیتا ہوں
بہت مضمون شوق، کم ہے گنجائش عبارت کی

کہاں بال کبوتر تھا کہ نامہ باندھتا اپنا
مری پرواز رنگ چہرہ نے اپنی سفارت کی

بکھرا، دل اوس صف مژگاں سے، گویک قطرۂ خوں تھا
گرا جا، نیزہ بازوں پر، قیامت ہی جسارت کی

توسل اپنے دامن سے نہ تھا کس خار صحرا کو؟
کہ ہم نے مدتوں تعمیر وحشت میں امارت کی

نہیں ہیں سیل سیل آنسو، نہیں کچھ اختیار اپنا
کہو اہل خلد سے، خبر رکھیں عمارت کی

غزل کیا ہی پڑھی ہے خونچکاں پر درد ممنوں نے
عجب مضمون حسرت ناک و رنگینی عبارت کی

---

۱ - لندن = زائد غزل
۲ - پیتا

۳۸۲

پھرا وہ لوٹ، شہرِ دل تو میں نے یوں اشارت کی
کہ وہ جاتا ہے وہ جس نے، فراق صبح یہ [illegible] کی

شرارے آستیں میں گر، گریباں میں گئے چھوڑے
کہ اپنے طفلِ ہر ہر اشک نے کیا کیا شرارت کی

کہا میں نے کہ دل دیتا ہوں، پر دوچار بوسوں پر
لگا کہنے [illegible]ستر، آپ نے یہ ہے، تجارت کی

ذرا ہوتے ہی روشن، گل ہوا یارب شراروں سے
مگر [illegible] چراغِ زندگانی استعارت کی

پڑا شب، سایہ سر پر خواب میں، یک نخلِ جنت کا
وہ خو[illegible] تو صبح آیا ہے یہ تعبیر اس بشارت کی

نہ آب مے سے ہو جب تک وضو، پاکیزگی کیا ہے
عبادت خاک ہو مقبول، شیخِ بے طہارت کی

ہر اک ذرہ میں ہے جلوہ عیاں، خورشیدِ تاباں کا
نظر کرتے کسی پر ہیں، نہ معنی میں حقارت کی

جھلک زیور کی، آنکھوں کے تلے بجلی سی کوندے ہے
الٰہی کون گزرا! جھانکتا چلمن ہٹا، رت کی

شہیدِ شوق ہر ہر گام پر کیا کیا طپاں دیکھے
کہ میں نے کربلائے عشق کی ممنوں، زیارت کی

۳۸۳

دل میں ہو اور ہو تم، دل کے جلانے والے
آپ گھر، اپنے کو ہیں آگ لگانے والے

ذبح، بے وسوسہ کر تو کہ ادب دانِ وفا
دست و پا ہیں نہ، خنجر نہ ہلانے والے

ہاتھ سے اپنے ہوں خود کشتہ، اگر سمجھوں میں
فاتحہ تم ہو، پسِ مرگ دلانے والے

خواہ[۲] بیداد تو کر، خواہ فلک، خواہ یہ دل
ہم بہر شکل ہیں اک[۳] ظلم اٹھانے والے

دل اگر یہی ہے پہلو[۴] میں تو انشاءاللہ
ہم نہیں چین، نہ خاک بھی پانے والے

عکس ہے تیرا، نہ شوخی سے کہیں ٹھیرے ہے
سخت حیران ہیں آئینہ دکھانے والے

دل جو سلگے ہے ادھر سے، ہے نکلتا کچھ دود
چاک پہلو کے نہیں، ہم تو سلانے والے

مشقِ آہنگ کر! اے مرغِ چمن تو ہی کہ ہم
زمزمہ ہیں، طپشِ دل سے سنانے والے

ناتوانوں کو ترے کیا حرکت پر ہیں، کبھو
سر اٹھا تکیہ سے، زانو پہ جھکانے والے

سبزۂ رہگزر و نقشِ قدم بھی تو نہ تھے
کیوں ہوئے خاک میں، سب ہم کو ملانے والے

چھیڑ یہ دیکھ کہ پوچھے ہے وہ اٹھ اٹھ شبِ وصل
شاید اب سو گئے! نوبت کے بجانے والے

تو چٹکنے دے ذرا غنچوں کو اے نکہتِ گل!
چٹکیوں میں ہیں تجھے، یہ ہی اڑانے والے

اس زمیں میں جو سنی اور غزل، اس نے کہا
تم بھی ممنون ہو کیا باتیں بنانے والے

۳۸۴

دل کے یہ داغ ہیں، اک آگ لگانے والے
جو مرے پہلو میں بیٹھے، سو جلانے والے

۱۔ آ: اٹھا
۲۔ لندن، ب: زائد شعر
۳۔ آ: یہ جور
۴۔ آ: سینہ
۵۔ آ: جرات دیدار کبھو

زخم پر زخمِ جفا ہیں، ترے کھانے والے
ناز مرہم ہیں، ولے ہم نہ اٹھانے والے

جیتے جی داغ تو دیتے ہو بہت پر، پسِ مرگ
میری تربت پہ ہو، دو پھول نہ لانے والے

بو، نکٹ اس عطرِ گریباں کی سنگھا دے، اس بن
ہم زخود رفتہ نہیں، آپ میں آنے والے

طالعِ خفتہ نہ بیدار ہوئے اپنے کبھی
گو کہ[1] یہ نالے تو ہیں سوتوں کو جگانے والے

جان تو خون ہوئی جاتی ہے، پر سینے میں
لذتِ درد ہیں غیروں سے چھپانے والے

درد و غم رنج و الم، ساتھ ہیں سو کاہش جاں!
جو رفیق اپنے ہیں، سو جی ہی کے کھانے والے

کہیں نکلے[2] پہلو سے نکل آنے تڑپ کر یہ صیاد
دل مضطر سے نہیں ہاتھ اٹھانے والے

پاؤں ممنوں نے نکالے ہیں بہت دیکھو تو
ہیں بھی، اس شہر میں زنجیر بنانے والے

۳۸۵

خواب میں دیکھا تھا شب، پہلو میں اپنے تیر ہے
کاوش اوس مژگاں سے ٹھیری، صبح یہ تعبیر ہے

اب قلق سے مستعدِ مرگ یہ دل گیر ہے
کیا کرے نہ زیرِ بستر دشنہ، نے[3] شمشیر ہے

تو لگے چھاتی سے کب، پر عاشقِ صورت ترا
کھینچتا راتوں کو سینہ پر، تری تصویر ہے

کیا نگہ، کیا غمزہ، کیا عشوہ! کمینِ دل میں ہیں
اس قدر صیاد ہیں اور ایک یہ نخچیر ہے

دیکھیو! مجنوں ترا آیا ہے کیا وادی سے رات
اوس گلی میں پھر کھڑکتی، آج کچھ زنجیر ہے

اس بضاعت پر ہے کیا کیا آرزو، وا حسرتا!
زور کم ہے، زر نہیں، زاری، سو بے تاثیر ہے

بے ستوں میں کیا، سرِ فرہاد پر گزرا ہے آہ
چند موجِ خون رکھتی آج، جوئے شیر ہے

اس زبانِ غمزہ نے یک حرف کب مجھ سے کہا
ہم زبانوں میں مرے کیوں! مختلف تقریر ہے

یہ جوانی، تم کو ممنوں اور یہ آزار عشق!
ہم تو رو بیٹھے تمہیں اس کی نہ کچھ تدبیر ہے

اک غزل میں اور بھی کرتا ہوں ممنوں ساحری
خامہء جادو رقم پھر مائلِ تحریر ہے

۳۸۶

ان کو حیلے ہیں، اجل کی ہم پہ دارو گیر ہے
دم کی یاں فرصت نہیں، دونی وہاں تاخیر ہے

کس کی باتوں سے ہمیں واشد ہو! مجلس میں بھلا
ایک دل، سو بند ہے، خاطر ہے سو دلگیر ہے

اضطرابِ دل، ذرا فرصت کہ لوں بوسے کئی
پھر لبِ معشوق، سینہ میں کسی کا تیر ہے

یاں بھی ہے مشقِ ادا فہمی، نگہ کو کیوں تری
ہے نہ ایمائی سخن، نہ رمز، نہ تقریر ہے

قتل کر بیتاب کو اپنے کہ ہے یہ کیمیا
یعنی گر سیماب ہو کشتہ تو پھر اکسیر ہے

تھا جلایا، بے گنہ پروانے کو، دیکھ انتقام!
دو طرف سے شمع کی گردن پہ بھی شمشیر ہے

کس بت ہرجائی سے جا کر لگا، گر ہاتھ آئے
دل کے سو ٹکڑے کروں، اس کی یہی تعذیر ہے

اور مجلس میں پڑھو ممنوں غزل، یاں آپ کا
آج مشتاق سخن ہر اک جوان و پیر ہے

۱۔ لندن: دوسرے شعر کا مصرعہ درج ہے ب: ... لیا گیا

۲۔ آ، ب: زائد شعر

۳۔ ب: نے

۳۸۷

کاوشِ مژگاں سے اس کی بس کہ وقفِ تیر ہے
صفحۂ آئینہ رشکِ [illegible] ہے

ہم نشینی سے نہو آہن دلوں کی فائدہ
آبِ پیکاں سے کہیں بھی سبز [illegible] تیر ہے

خاطرِ دلگیر وا، جز جنبشِ ابرو نہو
دل کا میرے عقدہ، رہنِ ناخنِ شمشیر ہے

گرد اک شعلے کے جوں بیٹھے ہیں دو آتش پرست
دو طرف اس رخ کے یوں، ہر ایک زلف قیر ہے

تیرے وحشی کے لیے کیا سیرِ دریا، خاک ہو!
طوق ہر گرداب ہے، ہر موج اک زنجیر ہے

دل ہوا، اوس سنگ دل کا اور بھی کچھ سخت تر
اس دلِ ناداں کی آہوں کی یہی تاثیر ہے

ہم کو رونا آنے ہے ممنون تجھ کو کیا ہوا
دم بدم، کیوں رنگ پر تیرے بھلا تغیر ہے

۳۸۸

نکلے دھواں یہ دل سے ہر اک بار گرم ہے
بستر بھی زیرِ پہلوے افگار گرم ہے

ہوں جان پر یہ شیشہ نہ آتش فشاں کہیں
دل پیشِ آفتابِ رخِ یار گرم ہے

تلخیِ مرگ مژدہ! بجھانے کو زہر میں
ہوتی پھر ایک شوخ کی، تلوار گرم ہے

رکھنا گلے سے ہاتھ مرے دور، وقتِ ذبح
ہر قطرہ یاں لہو کا شرر وار، گرم ہے

قندیل دار جلوہ گرِ شعلہ ہے قفس
کتنی نواے مرغِ گرفتار گرم ہے

کس عندلیبِ تفتہ نے کی آہ، جوں سموم
آتی نسیم، جانبِ گلزار گرم ہے

کھینچوں جدھر میں آہ، کہے وہ ادھر بتا
آتی ہوا، ادھر سے ہر اک بار گرم ہے

دل گرمیاں، وہ ہم سے کہاں اب! کہ آج کل
ہنگامۂ محبتِ اغیار گرم ہے

دل نے بغل میں آگ سی بھڑکائی خود بخود[1]
کس کی بغل کو تم نے کیا یار، گرم ہے

اللہ رے سوزِ دل کہ ترے تفتہ گاہ گاہ
لگ بیٹھتے تھے جس سے، وہ دیوار گرم ہے

سو بار آبِ دشنۂ قاتل جلا چکا
یاں تک تو میرا سینۂ افگار گرم ہے

ممنوں کی سن تو[2] آن کے، آتش بیانیاں
بیتیں پڑھے وہ اور بھی، دوچار گرم ہے

۳۸۹

گرم اشک و آہ گرم، تنِ زار گرم ہے
یاں آب و باد و خاک سب اے یار گرم ہے

وہ میری لوحِ قبر پہ رکھتا تھا پاؤں، غیر
بولا، یہ سنگ دیکھ خبردار' گرم ہے

شعلہ سے یہ گنے عوضِ خواب، چشم میں
افسانہ کیا ترا بھی، دلِ زار! گرم ہے

ملتے ہی آنکھ برق سی، دل پر چمک گئی
کتنی تری نگاہِ فسوں کار گرم ہے

بالی میں گل پرونے تھے، اللہ رے نازکی
سو، تابِ رنگِ گل سے وہ رخسار گرم ہے

لوں سانس جو اس کی گلی میں تو یوں کہے
ان کے تو آہ و نالے کا بازار گرم ہے

جہاں اور گئی[3] ہے نیند کہ آتی غضب ہے لوں
ہو کر درونِ رخنۂ دیوار، گرم ہے

ممنون کون اٹھ کے گیا اب! کہ فرشِ خواب
پہلو کے پاس تیرے، کچھ اے یار! گرم ہے

۱۔ ا: یک بیک
۲۔ لندن، ب: سن، آن کے
۳۔ ب۔ اور کس کو

۳۹۰

قلق سے قصد، شبِ غم ہلاک جاں پر ہے ... یہ دسترس نہ کہیں تیغ جاں ستاں پر ہے
دھواں یہ جان سے ہے اٹھتا کہ کعبتیں آسا ... سیاہ داغ اب ایک ایک استخواں پر ہے
کیے ہوں ضبط نفس ورنہ بی کرے پرواز ... کہ مری طائرِ جاں کے بیے فغاں، پَر ہے
نہ پوچھ کچھ مری راحت کہ، بن ترے کروٹ ... گیے ہے دشنہ پہ، گہہ تیغِ خوں چکاں پَر ہے
ترے مریض کا کیا ہے! نصیبِ اعدا، حال ... شکستِ رنگ سی کچھ روئے دوستاں پر ہے
لیا تھا خواب میں شب بوسہ، نازکی تو دیکھ ... کہ اک نشانِ کبود، اب تک اوس دہاں پر ہے
بڑا ہی کشتہ یہ راحت طلب ہے، آئے نہ نیند ... نہ چشم تاکہ وہ رکھتا، سرِ سناں پر ہے
جنازہ دیکھ کہیں تھے، ترے شہید کا، سب ... مقامِ گریہ بہت ہائے، اس جواں پر ہے
غزل پڑھوں ہوں کوئی اور بھی کہ مسنوںؔ کو ... خیال میری طبیعت کے امتحاں پر ہے

۳۹۱

نگاہ و غمزہ ہے اس کے، ستم یہ جاں پر ہے ... کہ تیغ تیغ پہ لگتی، سناں[۱] سناں پر ہے
جو خوں ہو طرزِ تبسم سے، دیکھ بے رحمی! ... خیالِ بوسہ ہمیں، اوس لب و دہاں پر ہے
ہزار شعلے لپکتے ہیں، طرفِ گلشن سے ... یہ آج پھول پڑا، کس کے آشیاں پر ہے
فشارِ پنجۂ حرماں سے خوں ہوا، کیا دل! ... کہ ایک لخت نہ مژگانِ خوں فشاں پر ہے
گیا ہے کون سا بے دل یہاں سے اشک افشاں ... کہ لخت دل کا، قدم کے ہر اک نشاں پر ہے
قسم جنوں کی سبک دستیوں کی، آج نہیں ... یہ پیراہن، کہ گراں جسمِ ناتواں پر ہے
کہہ نہ حالتِ مسنوںؔ ہے کیا! پہ دیکھوں ہوں ... کہ ہاتھ دو، دو پہر تک دلِ طپاں پر ہے

۳۹۲

سنبل و گل اور کچھ، وہ زلف و رو کچھ اور ہے ... آب و تاب اک اور ہے، یاں رنگ و بو کچھ اور ہے
نوکِ خنجر اور لیں تلوار کی ڈوری سے کام ... سینہ چاکانِ جفاکش کا رفو کچھ اور ہے
کیوں نہ بیتابانہ رکھ لوں بزم میں سینہ پہ ہاتھ ... حالت دل اپنی، اس کے رو برو کچھ اور ہے
رو برو، اس کے مجھے اک جنبش لب ہے نقط ... بس طریق التماس و گفتگو کچھ اور ہے
رنگ روے شوق کیوں مجلس میں، گو نا گوں نہو! ... ہر نفس ایمائے چشمِ رمز گو، کچھ اور ہے
واں زبانِ غمزہ کو یک حرف بھی مجھ سے نہ تھا ... ہم زبانوں میں مرے، یاں [illegible] کچھ اور ہے
صد بیاباں وادی ہستی سے جاتے ہیں گزر ... تیرے از خود رفتگاں کی جستجو کچھ اور ہے
ذکر آبِ خضر کیا! دو برق حل کردہ کہ یاں ... چارہ، سیرابیِ کام و گلو کچھ اور ہے
اور بھی اب اک غزل مسنوںؔ سنا چاہیں ہیں یار ... طبع میں قوت ترے اے جلوہ گو، کچھ اور ہے

۱۔ آ: نشاں نشاں

۲۔ آ: آرزو

شاید اس بیمارِ غم کا حال رو، کچھ اور ہے / آج یاں رنگِ رخِ چارہ گر کچھ اور ہے
آب حسرت چشم سے قاتل کے ٹپکے دم بدم / کشتۂ تیغِ نگہ کی شست آخر کچھ اور ہے
اس میں اور تجھ میں زمین و آسماں کا فرق ہے / ہے یہ ماہ بے نمک کچھ اور، تو کچھ اور ہے
چین پاتے ہیں ترے، ہر نقش بند چین سے / لعبتِ چیں کی زباں پہ گفتگو کچھ اور ہے
چشمۂ شمشیر قاتل سے یہاں لیتے ہیں کام / بو الہوس! یہ مے نہیں، وقفِ سبو کچھ اور ہے
ہاتھ دھو کر عافیت سے، جائیں ہیں سر سے گزر / اور ذھب سجدوں کے، یاں طرزِ وضو کچھ اور ہے
مہربانی کے تصدق، لگ کے سینہ سے مرے / یوں لگا کہنے کہ ممنوں! آرزو کچھ اور ہے

۳۹۴

مے اگر ہو لب آب و شب مہتاب تو پی / عذرِ مے نوشی ہے کیا! جمع ہوں اسباب تو پی
لذت آب بقا خضر! ابھی جانے گی بھول / چشمۂ خنجرِ قاتل سے ذرا آب تو پی
دے کے گل بادۂ لعلیں مجھے نظروں میں کہا / اور بھی جام، ہوا ہووے نہ سیراب تو پی
غیر کو دے مے لعلیں، مجھے چتون میں کہے / تو ذرا رشک سے خونِ دلِ بیتاب تو پی
آب و رنگِ چمن، حسن سے کہتے ہیں، شراب / اس گلستاں کو کیا چاہیے ہے شاداب تو پی
کاوشِ دم سے دلا! سینۂ گلو تک ہے نگار / گر مزا اس کا لیا چاہیے ہے، شوراب تو پی
صبر کی شیشہ شکن ہے یہ شراب پر زور / بادۂ عشق بہت تند ہے، ہو تاب تو پی
واہ وہ بزم جو ہوں منکرِ مے نوشی وہاں / منتوں سے، کہیں "تھوڑی سی مے ناب تو پی
ساقی و مغبچہ و مست، سر اپنے کی قسم / دے کے، بولیں کہ ہے پاسِ سرِ احباب تو پی"
پی شرابِ خمِ معنی کہ ہو رنگیں یہ غزل / چاہیے ممنوں چمن فکر کو شاداب تو پی

۳۹۵

آگ بھڑکے ہے جو سینہ میں، مے[1] ناب تو پی / آتشِ دل ابھی بجھ جانے ہے، یہ آب تو پی
وہ تو مے نوش نہیں، دکھلا کے مجھے غیر کے ساتھ / زہر کے گھونٹ ہیں پینے، دلِ بیتاب! تو پی
قطرہ اک چاہِ محبت کا کرے سرگرداں / سر پھرا ہوئے ترا صورتِ دو لاب تو پی
مے اگر پیرِ مغاں دے، نکر انکار تو بارے / ہے اگر واقفِ رسم و رہِ آداب تو پی
چوس اس ہونٹ کو تا دل کی حرارت کم ہو / داغِ تپ کے لیے افسردہ عناب تو پی
نہ کسی جا پہ روا ترکِ قدح نوشی ہے / بیٹھنے کو ہو جو کعبہ کی بھی محراب تو پی
نشہ دیتا ہے مزا نیند بھری آنکھوں میں / بادہ، جب چشم میں آنے لگے کچھ خواب تو پی
لطف ممنوں وہ کیا دے ہے دلِ زخمی پر / چھوڑ کر سودۂ الماس میں زہراب تو پی

۱۔ لندن، دل، لیکن "دم" زیادہ مناسب ہے، غالباً سہو کاتب

۳۹۶

شب[1] وصل اس ستیزہ خو سے کب عہدہ بر آئی ہے
کہ گالی ہر سخن پر، ہر اشارت پر لڑائی ہے

گہر کے ہار ہیں بے آب، پژمردہ لڑی گل کی
کہو، کس سینۂ سوزاں سے شب چھاتی لگائی ہے

جگر ہوتا ہے خوں، جاتا ہے دل یاں ہاتھ سے اپنے
وہاں سینہ پہ کس کے آج وہ دست حنائی ہے

ہوس کے رنگ ٹپکے ہیں نگاہ پاک بازاں سے
کہ گردن پر ترے جلووں کے، خون پارسائی ہے

کوئی سینہ میں کیونکر دل کو اپنے تھام کر رکھے
وہاں ایک اک ادا میں دل کشی ہے، دل ربائی ہے

تمنائے جراحت مژدہ باد! آج پھر اوس کو
جگر خوں گشتگاں پر قبضۂ خنجر آزمائی ہے

لبوں سے آپ کے جام محبت دور ہی بہتر
یہ وہ مے ہے کہ کرتی رنگ گلگوں[3] کہربائی ہے

رہا[2] طوفان کا سا اک تلاطم اپنے سینہ میں
نہ بھیگی[4] نک مژہ، اللہ کیا دل کی سمائی ہے

غزل اک خونچکاں سی عاشقانہ اور پڑھ ممنوںؔ
کہ وضع درد و رنگیں طرز تو نے زور پائی ہے

۳۹۷

ترے ہاتھوں سے یاں درپیش کیا کیا اے جدائی ہے
ہمیشہ دل نگاری، سینہ کاوی، جاں زدائی ہے

ترا مجروح بھی ہے کشتۂ آسودگی کتنا
رکھا سینہ دم خنجر پہ تب، نک نیند آئی ہے

کوئی غم، کوئی ایذا، داغ کوئی دے کے نکلے
الٰہی دل یہ اپنا ہے کہ کچکول گدائی ہے

خدایا کیا یہ شاخ گلبن باغ نزاکت ہے!
لچکتی بوجھ سے گجرے کے، وہ نازک کلائی ہے

کسی کے کوچے میں گھبرا کے سو سو بار جاتا ہوں
نہیں لگتا کہیں دل، آنکھ جس دن سے لگائی ہے

رقیبوں نے دبا رکھی ہے خاک در میں آگ اس کے
کر لے، اے آرزو یاں سے جواب جبہہ سائی ہے

نہیں معلوم دل میں ٹھیس یا ہے ہول ممنوںؔ کے
شکستِ رنگ؟ رو پر اس کے بیٹھے بیٹھے آئی ہے

۳۹۸

خوب ہم سمجھے ہیں طرز دل ستانی آپ کی
ایک تمہید ستم ہے، مہربانی آپ کی

ہر نگہ میں جواب صد سوال آرزو
واہ ری طرز اشارات نہانی آپ کی

شوق میں اس منھ کے لوں بوسہ، دہان غنچہ سے
پر یہ ڈر ہے ہو نہ افزوں، بدگمانی آپ کی

نک سمند ناز کو ہو، رخصت آہستگی
برق تھی گل شاکی آتش عنانی آپ کی

زیر لب کیا کیا لگوں کہنے کہ جب آتی ہے یاد
لب تلک، گالی وہ آکر ٹھہر جانی آپ کی

دست بردوش نفس آتی ہے لب تک آج وہ
حضرت دل! زور پر[5] ہے ناتوانی آپ کی

لعبت چیں لے نمک کان ملاحت وہ بدن
نقش بند چین نے اب چین مانی آپ کی

حضرت دل بس خمش، رونا چلا آتا ہے یاں
درد کا افسوں ہے یہ افسانہ خوانی آپ کی

اک غزل پڑھیے حضور خسرو ہندوستاں
کچھ نہیں ہووے گی ممنوںؔ قدر دانی آپ کی

۱۔ آ: کیا
۲۔ آ: بہر
۳۔ ب: گل کو
۴۔ آ: بھیکی
۵۔ ب: پھر

ہے پھر اوس غمزے کو ممنوں ہم زبانی آپ کی
پا گیا وہ نکتہ سنج، اب بدزبانی آپ کی

کوہ طاقت حسن کے شعلہ سے بھڑ سکتا ہے کب
حضرت موسیٰ سنی ہے لن ترانی آپ کی

دو قدم بھی کھینچ کر لائی نہ اوس کو، اس طرف
جذب الفت دیکھ لی! بس بھلوانی آپ کی

ہر سخن پر گرہ نگاہِ خشم گبہ چین جبیں
قہر ہے ہر دم، عتاب و سر گرانی آپ کی

چتونوں میں کون ہے بوسہ کا طالب، بزم میں
بے سبب کبھی تو نہیں آنکھ اب جھکانی آپ کی

سینہ میں کچھ ہم فقیروں کے ہیں حاضر، لختِ دل
اور لیا ہو حضرت[1] غم! میہمانی آپ کی

طاقت غوغا نہونا، کشتگاں کو ہے ضرور
تیغ سنگ سرمہ پر صاحب جتانی آپ کی

تیسری بھی تم غزل ممنوں پڑھو اس بحر میں
ہے بہت سی شہرت اشعار خوانی آپ کی

۴۰۰

قتل ہی کرتی ہے یہ شیریں زبانی آپ کی
اپنے حق میں زہر ہے، شکر نشانی آپ کی

سنگ رونی دیکھ اوس بت کی، کہ کہتا ہے مجھے
کھینچ کر تلوار، دیکھوں سخت جانی آپ کی

رشک سے پھر کیوں نہ تڑپے خون میں صد آرزو
ناز سے جب اور پر ہو، تیغ رانی آپ کی

حضرتِ دل یک طپش سے عرضِ صد امید ہے
سخت گویا ہے زبانِ بے زبانی آپ کی

آہ بھر کر قصہ اپنا جو کہا، بولا وہ شوخ
کچھ اثر سے ہے، بہت خالی کہانی آپ کی

حضرتِ دل کب تلک ماتم، یہ شیون تا کجا!
بس کہ مارے ڈالتی ہے نوحہ خوانی آپ کی

کچھ گھلے جاتے ہو ممنوں دم بدم، کچھ خیر ہے
گریہ آیا، دیکھ کر ہم کو جوانی آپ کی

۴۰۱

غمزے کو پھر ہیں کاوشیں اس دل پاش پاش سے
قطرہء خوں ہے دو بدو، دشنہء جاں خراش سے

وصل میں بھی نگاہ شوق تا مژہ، یہاں نہ آسکی
عشوے کے اہتمام سے، غمزے کی دور باش سے

نقد غم ہزار سال، خرچ ہے اک روز کا
آپنے ہیں سخت ہم بجاں، اس دلِ بدمعاش سے

حسرت و یاس و رنج و غم، محنت و غصہ و درد و سوز
خانہء دل کو آنے ہیں ڈھونڈ کے، سو تلاش سے

شب وہ بہار حسن تھا خواب، میں ہمکنار، صبح
رول[2] کے لے گئی نسیم پھول، میرے فراش سے

سرو کہے جو آپ کو قامت یار، راست ہے
کس کو دماغ گفتگو! کندہء ناتراش سے

بستر خار پر ہے چین اس تنِ چاک چاک کو
رنج کشوں کو کام کیا؟ مخملِ خوش قماش سے

بخیہء زخم دل مگر آج قلق میں کھل گیا
ٹپکے ہے کچھ لہو پڑا، نالہء دل خراش سے

خواہشِ نیم خندہ تھی اس کے لبوں سے وقتِ ذبح
ٹپکے ہے خونِ آرزو اب تلک، اپنی لاش سے

جامہء سفید صبح ساں، بر میں ہزار نور ہے
حسن کی کچھ چمک نہیں بادلہ اور تاش سے

بیٹھ[3] گل، خندہ زن ہوں، نہ بلبلِ نغمہ سنج ہوں میں
باغ جہاں میں فائدہ کیا میری بود و باش سے

۱۔ آ: ہم سے کیا حضرت غم لندن = دل، لیکن غم زیادہ مناسب ہے۔ غالباً سہو کاتب
۲۔ ب: رول لے گئی
۳۔ ب: نے

۲۹۷

سینہ میں یہماں ہے حسرت و یاس و درد و غم کیجیے کیونکہ ان کو سیر، دل کی اب ایک قاش سے
نام بھی اپنا بیت میں تنگ سمانے تمنوں، اب خلق یاں تلک جنگ ہے میری بود و باش سے

۴۰۲

شرار آہ سینہ سے، گل ملے نکلے نغان گرم سے ہونٹوں پہ آبلے نکلے
وداع ہوش کو تھا طرفہ ساتھ باغ سے صبح نسیم و نگہت و نسریں کے قافلے نکلے
جنوں کے ولولے کیوں فصل گل میں تازہ نہوں کہ پھول، پتے غنچہ اڑے، کھلے، نکلے
سناں سی سینہ میں کھٹکی پہ لب پہ خندہ رہا ستم کشوں کے تیرے زور حوصلے نکلے
گزر کے وادی ہستی سے تھی فضائے عدم کہ کچھ بھی یہاں سے وہاں تک نہ فاصلے نکلے
یہ خار خار نفس ہے، کیا جو سینہ فگار تو کہنہ داغ درون، آج سب تھلے نکلے
نہ چھیڑ ہمکو بس اے جنوں کہ چھوڑ کے ہم صدائے سلسلہ ساں، تیرے سلسلے نکلے
نگاہ ناز و نیاز التماس راز میں تھی وہاں سے عذر ستم، یہاں سے گلے نکلے
یہ کس کا غمزہ، دل دوز یاد کر، رونے کہ ٹکڑے ٹکڑے جگر کے، بہم ملے نکلے
کیا مقام، میرے سینے میں جدھر تمنوں ملال و حسرت و حرماں کے قافلے نکلے

۴۰۳

شب تھے یکجا، نہ پر ارمان ہمارے نکلے نہ سخن لب سے، نہ آنکھوں سے اشارے نکلے
واہ ری برق فغاں! بسکہ کیا ضبط اسے ایسی تڑپی کہ ہر اک مو سے شرارے نکلے
میں کہوں تھا دل سوزاں پہ نہ رکھیو انگشت آبلے، ہاتھ میں آخر نہ تمہارے نکلے
لو مبارک ہوگئی اہل ہوس کو یہ بزم آپ کے خوف سے ہم، رشک کے مارے نکلے
نہیں معلوم کہ کس کس کے دلوں کے ہیں بخار ابرساں رونے تو کچھ سینہ سے بارے نکلے
آسمانو نہیں اختر شب غم میرے لیے تم ہو جوں دیدہ، یہ دیدے ہیں تمہارے نکلے
دیکھ! جوں دستہ نرگس کہ سراپا سے مرے دیدہ، شوق اڑانے کو نظارے نکلے
دل پہ اک سانپ لٹاتی تھی نمود شب ہجر سر عقرب کی طرح اور یہ تارے نکلے
شرط یہ ہے کشش الفت و اے جذبہ شوق در پہ جاتے ہیں، وہ سنے، اپنے پکارے نکلے
عشق وہ بحر نہیں ہے کہ جو اس میں ڈوبا ہاتھ اٹھائے اور پاؤں ہلا کے وہ کنارے نکلے

۴۰۴

کہاں تک ضبط آہ دل خراش اب دم بدم کیجیے رگ جاں کے حوالے تا کجا انشئہ ستم کیجیے
دماغ اس شور ہستی کا کہاں، نازک دماغوں کو مگر اب خواب راحت، زیر دامان عدم کیجیے
یہ دل میں ہے کسی کے چھیڑتے ہی، قید ہستی سے صدائے نالہ زنجیر کی مانند رم کیجیے
بھر آتی ہے چھاتی یاد میں، یاران رفتہ کے یہ دل اور اس قدر صدمے! بھلا کس کس کا غم کیجیے

---

۱. ... اب بہ سعی سے آپکی ... وہ کنارے سے نکلے

زیارت ہم نے کی کعبہ کی، ہاں اللہ کا گھر ہے
رہیں اب [illegible]

سلسلۂ رنگ بوے غنچہ تنگ آیا، گھر میں جی اپنا
گزر اک دو قدم [illegible]

جگر جلتا ہے، دل بھڑکے ہے، کچھ سینہ سلگتا ہے
کھٹکے جاتے ہیں یارب ضبط کب تک [illegible] کیجیے

گرہ ہیں حسرتیں دل میں بہت، شب وصل کی تھوڑی
لڑائی ایک سو رکھیے بس اب صلحیں بہم کیجیے

عبث گھٹ گھٹ کے کیوں دیتے ہو جی، کھلتے ہو کیوں تمنوں
ادھر اودھر ذرا بہلایے دل، غم کو کم کیجیے

۴۰۵

دل نہ خوے کاوِ کاوِ نوکِ مژگاں کیجیے
کب تلک صد نیشتر نذرِ رگِ جاں کیجیے

یاں تلک تڑپے کہ ہر مو سے شرارے اڑ چلے
ضبط گر، یک دو نفس یہ برق افغاں کیجیے

گو چھپایا دردِ دل، پر ساتھ ہر ہر نفس کے
رنگ رو اڑنے لگے تو کیونکہ پنہاں کیجیے

وصل کی شب بھی کوئی بے درد، یوں کرتا ہے طلے
شکوہ تیرا کیوں نہ اے، گردونِ گرداں کیجیے

برق کو ہے شکوہ آتش عنانی آپ کا
تک سمندِ ناز کو کم، گرمِ جولاں کیجیے

وصل کی شب، ہر سوالِ آرزو و شوق پر
دم بدم کب تک 'نہیں'، اک بار تو 'ہاں' کیجیے

ہے ہجومِ یاس پر، سینہ میں اپنے تنگ جا
چیریے پہلو کو گر میرے تو احساں کیجیے

آبلے پر آبلے، سینہ سے لب تک پڑ گئے
ضبط کب تک یارب! آہ آتش افشاں کیجیے

ہاں یہ سچ خوباں کے ملنے کا تو اک لپکا سا ہے
عشق کا تمنون پر، ناحق نہ بہتاں کیجیے

۴۰۶

اے بت! سجودِ در سے ترے خو نہ کیجیے
قبلہ کبھی ہو ادھر تو کبھو رو نہ کیجیے

رکھ دیجیے تلق میں، دمِ تیغ پر یہ دل
لیکن خیالِ بوسہ ابرو نہ کیجیے

گر پھر ہجومِ شوقِ مژہ سے ہو خار خار
جز دشنہ، نذرِ سینہ و پہلو نہ کیجیے

آرامگہ کریں دہنِ افعیِ بلا
پر مسکنِ ہوسِ خمِ گیسو نہ کیجیے

مجلس میں تیری، اور سے آنکھیں لڑایے
کچھ پاس، جنگِ نرگسِ جادو نہ کیجیے

دیکھیں صبا سے جنبشِ نرگس تو آئے غش
دل محوِ رمزِ چشمِ سخن گو نہ کیجیے

الجھیں صبا سے، شانے سے یا لپٹیں بار بار
بالوں کا تیرے شکوہ، نسرِ مو نہ کیجیے

روے نیاز در پہ ہر اک کے رکھیں، ولے
منہ اوس طرف کو ہووے جدھر تو، نہ کیجیے

سو سو طرح سے جلوہ کرے تو، پہ چشمِ شوق
آئینہ دارِ عارضِ نیکو نہ کیجیے

گل ہی سے کیجیے چارہ از خویش رفتگی
تیرا لباسِ عطر فشاں، بو نہ کیجیے

تمنون کی طرح ہوں، کسی مسجد میں معتکف
پر سجدہ گاہ ترا، سرِ کو نہ کیجیے

۴۰۷

بس حنا! زور آزمائی ہو چکی دل بروں سے ہاتھا پائی ہو چکی

۱۔لندن، بہ زائد شعر

بہر تمنا کام آئی، ہوچکی کشتۂ تیغ جدائی ہوچکی
رات تھوڑی، حسرتیں دل میں بہت صلح کیجیے بس، لڑائی ہوچکی
ناز گرم جنگ، بے جرأت یہ دل لے ہوس! مطلب برائی ہوچکی
غمزہ یوں بیگانہ پرس اب ہے تو یاں عرض، حرف آشنائی ہوچکی
آئنہ مسا ہے جو کہ بگڑے بار بار اس خود آرا سے صفائی ہوچکی
آتش دل سے ہوا، زیور وہ گرم اس سے باہم سینہ سائی ہوچکی
بخت، بد، صیاد غافل، بند سخت ہم اسیروں کی رہائی ہوچکی
دل خراشی، سینہ کاوی، جاں کنی تجھ سے کیا کیا، اے جدائی ہوچکی
پر فرشتوں نے جلیں ہیں، واں تری مرغ نامہ بر، رسائی ہوچکی
خارش غیروں نے کیے ہیں، یاں نہاں اسکے در پر جبہہ سائی ہوچکی
حسرت دل پوچھ مت ہر آرزو کشتہ، تیغ جدائی ہوچکی
جرعہ ے کے لیے یہ اضطراب! میر ممنوں! پارسائی ہوچکی

۴۰۸

جوں صبا گاہ، ہوادار چمن ہم بھی تھے باد خواں، گل و نسرین و سمن ہم بھی تھے
ہم کو مت بھولیو، گو کوچہ ہستی سے گئے اس محلہ ہی کے یاران وطن ہم بھی تھے
قبر مجنوں پہ جو گزرا تو صدا آئی مجھے یونہیں آوارۂ صد دشت و محن ہم بھی تھے
دل ہوا خوں جو کہا مرغ قفس نے کل، ہائے ایک دن بال زن طرف، چمن ہم بھی تھے
صید گہ میں جو نمک دان بکف آیا کوئی کھیلتے ذوق سے، بر زخم کہن ہم بھی تھے
واہ رے وصل کے عالم کہ وہ منہ لاتا پاس بوسہ گیر لب ورخسار و ذقن، ہم بھی تھے
غیر مخصوص ادا کیونکہ سمجھتے آخر نازو انداز و حیا، شوخی و فن ہم بھی تھے
ہم زباں چشم سخن گو سے ہے کون اب کہ گیے لایق رمز و اشارات و سخن، ہم بھی تھے
اپنے گر، کشتہ دیدار کا پوچھے ہے حال سن دہیں تا بدم دفن و کفن ہم بھی تھے
منہ پہ اک یاس عجب طور سے بیٹھے تھی، ترے تھے سب افسوس میں، مارے ہوئے من ہم بھی تھے
سب ترا نام تھے لیتے کہ کیا اس نے قتل اس کے اثبات میں اے عہد شکن ہم بھی تھے
لب گزاں حیف سے تھا، اس کی جدائی پہ ہر ایک رکھتے انگشت دہاں وقف، دہن، ہم بھی تھے
سنتے ہی ہوگئے ممنوں کی غزل، افسردہ ایک دعوی گر گرمی، سخن ہم بھی تھے

۴۰۹

بس کہ مژگاں سے شعلہ باری تھی رات جوں شمع، ہم پہ بھی بھاری تھی
آ کہ تغافل میں ہوگئی حرماں دل میں جتنی امیدواری تھی

۱۔لندن، بہ زائد شعر
۲۔آ، بہ زائد شعر
۳۔آ، بہ زائد شعر
۴۔تہ دہن

کچھ نہ کہہ رو دیا جو وقتِ وداع [illegible]
دشمنانہ کیجے سلوک تمام کہیں، جبی خاطرِ [illegible]
شب ہمیں اس خیال، مژگاں میں لب خنجر پہ [illegible]
کس کے دل پر رکھا تھا تم نے ہاتھ رات، یہاں دل کو بے [illegible] تھی
تھے گل زخم تازہ، شب تا صبح کس کے خنجر سے آبیاری تھی!
روز و شب زلف کے خیال میں ہیں اپنی قسمت میں تیرہ کاری تھی
شیخ صاحب کو کل، بایں تمکیں دخترِ رز سے خواستگاری تھی
صحبت شب سے کیوں مکرتے ہو کہیں جاگے تھے، بادہ خواری تھی
ملتے آنکھیں کہاں سے آنے تھے صبح سرخ وہ نرگسِ خماری تھی
بے خودی میں عجب مزے ہیں واہ! کاہشِ جاں تو ہوشیاری تھی
شورِ دیوانگاں میں کس کی بو بہرہ بادِ تو بہاری تھی
نہوا وا، کسی طرح ممنوں کل تجھے کیسی سوگواری تھی

۴۱۰

مژہ سے جا ہے اشکِ گرم، اک شعلہ نکلتا ہے
یہ راہِ وعدہ پر کس کے چراغ دیدہ جلتا ہے

تصور سے ترے لڑتا[١] ہوں گاہے، گاہ ہنستا ہوں
کہ یوں، اس کنجِ تنہائی میں دل اپنا بہلتا ہے

کیے بیٹھا ہے ضبطِ گریہ، یہ آزردہ دل تیرا
کہ کوئی چھیڑ دیتا ہے تو اک دریا ابلتا ہے

کسی کے تہقہہ کر یاد، یہ ہچکی ہے لگ جاتی
کہ پھر دو دو پہر تک دم نہیں اپنا سنبھلتا ہے

جو دھیان اس زلف کا لہرانے تھا دل میں، نہ سمجھا تھا
کہ یہ مارِ سیہ، ڈسنے کو جی، پہلو میں پلتا ہے

گل لختِ دل آہوں میں، مژہ پر اشک کے خوشے
نہالِ آرزو، عاشق کا شاید یوں ہی[٢] پھلتا ہے

ہوا ہے کیا پہاڑ اللہ! اب یہ روزِ تنہائی
نہ گھٹتا ہے، نہ کٹتا ہے، نہ ہٹتا ہے، نہ ٹلتا ہے[٣]

میں کشتہ اس جھجک کر ہاتھ پڑنے کا ہوں، قبضہ پر
کوئی جب اس سے کہہ دے، نیچہ دیکھو اگلتا ہے

وہاں گالی ہے یا اقرار یا انکار، کیا جانوں
یہ جب عرضِ ہوس کرتا ہوں، تب وہ ہونٹ ہلتا ہے

غزل اک شوخ و برجستہ سی ممنوں اور بھی پڑھ لے
کہ ہر ہر شعر تیرا، قالبِ شوخی میں ڈھلتا ہے

۴۱۱

غضب جب مجھ پہ ہو، اس دم غضب عالم نکلتا ہے
کن انکھیوں سے نگہ ہے، ہولے ہولے ہونٹ ہلتا ہے

سخن ہر ہر نگہ میں کیا کہوں ہوں میں، کہ وہ کافر
کبھو تو مسکرا دے ہے کبھو تیور بدلتا ہے

یہ دوری میں بھی موندی آنکھ سیرِ وصل دیکھوں ہوں
کہ جوں جوں میں لگا جاتا ہوں، توں توں وہ مچلتا ہے

نجانوں، دھیان میں کس کا حنائی ہاتھ پھرتا ہے
پہ یہ سمجھوں ہوں، دل سینہ میں جیسے کوئی ملتا ہے

جو مانگا بوسہ، پشتِ دستِ جز، منہ پر مرے بولا
کسی کی ہے زباں چلتی، کسی کا ہاتھ چلتا ہے

١۔ ن: بے
٢۔ ن: تصور میں ترے روتا ہوں
٣۔ ن: نہ سمجھتا ہے نہ ٹلتا ہے

۳۰۱

طپاں خوں میں، شہید اپنے اگر دیکھے تو کیا گزرے — کہے جو شاخِ گل ہلنے سے جی میرا دہلتا ہے
بوقتِ تیشہ رانی، کوہکن لے نام خسرو کا — یہی کہتا تھا، یہ پتھر نہیں چھاتی سے ٹلتا ہے
سنے کیا وہ مرا نالہ کہ جس نازک طبیعت کا — صداے واشدن سے گل کی، دل پہروں اچھلتا ہے
تفاوت قامت یارو قیامت میں ہے کیا ممنوں! — وہی فتنہ ہے لیکن یاں ذرا سانچے میں ڈھلتا ہے

۴۱۲

دل چونک! نہیں شباب باقی — شب ہے نہ براے خواب باقی
قالب ہے تہی تمام، پر دم — آنکھوں میں ہے جوں حباب باقی
خاک اپنی کے بن گئے[1] بگولے — مرکر بھی ہے پیچ و تاب باقی
لبِ تشنۂ زخم ہم وہیں ہیں — دہانِ تیغ میں ہے نہ آب باقی
مے پانے تو چار روز پی لے — پھر ہے نہ یہ ماہتاب باقی
بوسہ تو میں نے لیا یہ چٹ سے — کاہے کا ہے اب حجاب باقی
آ! بہرِ ثواب تو لگا تیغ — مت زیست کا رکھ عذاب باقی
خون میرا سبیل کر، وہ بولا — تھا یہ عملِ ثواب باقی
مے سب کو ملی، مگر ہماری — قسمت میں ہے خونِ ناب باقی
شب ہو بھی چکی ہے اور باہم — یہاں عجز ہے، وہاں عتاب باقی
ٹک صبح تو ٹھہر! رہ گئی ہے — یک دو گرہ، نقاب باقی
قربان ادا کہ شب جو دیکھا — ہے یہاں نہ طپش سے تاب باقی
[2] چھاتی سے مری وہ لگ کے بولا — کیوں اب بھی ہے اضطراب باقی
کیا کیا نہ تجھے کہا ہے، اس نے — کوئی ہے نہیں خطاب باقی
ممنوں، گو خاک ہوں پہ کیا ڈر! — ہے فضلِ ابو تراب باقی

۴۱۳

کرنے نہ پانے نسیم تبسم کہ بس چلے — جوں غنچہ، رنگِ گلشنِ ہستی پہ ہنس چلے
رخصت کے وقت ہوں تری گریاں، کہ آدمی — رو دے ہے اس گھڑی کہ نہ جس وقت بس چلے
ہو باز کب؟ تری گرہ بند پیرہن — یاں دل خراشیوں سے[3] ہمیں، ناخن بھی گھس چلے
دل کو مسوستے ہیں تو مت عیب کر کہ، ہم — کیا کیا تری گلی سے بلے ہیں، ہوس چلے
کب سیرِ باغ کی غمِ پرواز ہے کہ یاں — پھڑکے بس اس قدر کہ پر و بال گھس چلے
سینہ غبارِ کلفتِ دل سے سب اٹ گیا — نہ سانس آسکے ہے، نہ مطلق نفس چلے
جوشِ گل و بہار ہے، صیاد سے کہو — ٹک سوے باغ لے [illegible] چلے
چنکا جو سوزِ سینہ سے دل، جاں رواں ہوئی — رہرو، [illegible] صداے [illegible] چلے
لے جاؤ تحفہ، واسطے یاروں کے یہ غزل — دہلی کو تم ہو، حضرتِ ممنوں! زبس چلے

۱- ب: دوہی
۲- آ، ب: زائد شعر
۳- ب: سے ناخن
۴- ب: میں یہاں

جگر کے دود سے رنگیں نشانِ آہ کیجیے
دلِ شہید کے غم میں علم[1] سیاہ کیجیے

ہجومِ بوسہ وہاں کیجیے واہ اے لبِ شوق!
کہ تمتمانے جو رخسار، یکسو نگاہ کیجیے

رکے ہے ضبط سے دم، آہ سے جگر ترتے
نہ ضبط کرتے ہی بن آئے ہے، سلے تو آہ کیجیے

ہم اپنے ہاتھ سے خود کشتہ ہوں، جو پوچھے تو
کہ کس نے قتل کیا؟ اس نے کیا گناہ کیجیے

وہ دیکھ آئینہ بولا، کئی شکیلوں سے
عذار کس کے خدا نے، ہلالِ ماہ کیجیے

ہوئے مریدِ سبو، خاندانِ تاک میں ہم
شکستہ، عجب ترے پیرِ خانقاہ کیجیے

دکھ انتظار کا تک اس سے پوچھ، جس نے شمار
ستارے شام سے لے، تا بہ صبح گاہ کیجیے

یہ کس سے وعدہ تھا یارب کہ گھر سے، شب سو بار
گزار تا بدر و در سے تا براہ کیجیے

ہزار خرقہ و عمامہ ہوں، پہ یاد جو آئے
قبا وہ کھولے ہوئے اور کج کلاہ کیجیے

غلط نہ حرفِ خرابی ہے، گردشِ شب و روز
کہ گھر کے گھر، تری آنکھوں نے ہیں تباہ کیجیے

گیا جو دل تو جلو میں تھے یاس و حسرت و درد
احاطہ فوج چلے جیسے گردِ شاہ کیجیے

سنا ہے ممنوں![2] ہے آمرز گار اس کا نام
اس آسرے پہ نہ کیا کیا، یہاں گناہ کیجیے

کچھ نہ پوچھو، صَرف کیونکر یاں شبِ محنت ہوئی
چند آہیں سرد کیں، گریہ سے تب[3] فرصت ہوئی

خون میں ڈوبا ہوا نکلے ہے سینے سے نفس
کشتۂ شب خونِ سپاہِ درد سے طاقت ہوئی

اس سراپا زخم کی آسائشِ شب کچھ نہ پوچھ!
تک دمِ خنجر سے لگ بیٹھا تو کچھ راحت ہوئی

بے کسی و حسرت و حرمان و داغ و درد و سوز
سب تجھے، جاں، وقتِ سفر ایک ایک سے رخصت ہوئی

انتظارِ صبح میں خوں ہوگیا، آنکھوں سے نور
آہ ری! کتنی درازیِ شبِ فرقت ہوئی

گاہ داغِ دل دکھاتے تھے، گہے کہتے تھے حال
شب ہمیں اس کے تصور سے عجب صحبت ہوئی

اس ہلاہل خوارِ غم کی تلخ کامی کچھ نہ پوچھ
گھونٹ جو پی زہر کی، معلوم سو شربت ہوئی

رو خراشیدہ ہے، مو ژولیدہ، خاک آلودہ تن
دشت گردانِ جنوں کی، تیرے یہ صورت ہوئی

دشمنی پر دشمنی دیکھے، پہ جی ہٹتا نہیں
کون سی ساعت تھی یارب اس سے جب الفت ہوئی

تھا جوابِ صد[4] سوال اپنا، نہ جز چینِ جبیں
سرگرانی سے تری مجلس میں کیا خفت ہوئی

اس کی بالیں پر نہ ہو سکتا تھا، ہم سے گریہ ضبط
حالِ ممنوں دیکھ کر، اپنی عجب حالت ہوئی

[5] روشنی میں جو تری بیٹھا، جلا جاتا ہے وہ
شمع ساں، اے طبعِ روشن مجھ پہ تو آفت ہوئی

---

۱ ۔ لندن= الم، لیکن ب میں 'علم' ہی لکھا ہے اور یہی درست ہے۔
۲ ۔ لندن= ممنوں، آمرز گار لیکن ب ممنوں ہے اور یہی موزوں ہے۔
۳ ۔ آ، ب= جب
۴ ۔ ب= پر
۵ ۔ آ= میں دہلی کے حوالے سے لیا گیا ہے۔

٤١٦

ہماری تشنہ کامی کو نوید کامرانی ہے
وہ آب چشمۂ شمشیر، آب زندگانی ہے

یہ تجھ بن گوشۂ غم میں، ہماری زندگانی ہے
بغل میں کاوش خنجر، مژہ سے خوں فشانی ہے

نہیں یہ خط مشکیں، زیر زلف اس روئے گلگوں پر
سر سنبل سے برگ لالہ پر، عنبر فشانی ہے

عتاب و قہر، جور و خشم ہم پر اور غیروں پر
تلطف ہے، عنایت ہے، کرم ہے، مہربانی ہے

عرق افشاں ترے اس عارض گلگوں کو جو دیکھا
خجالت سے چمن میں شبنم گل پانی پانی ہے

قطعہ

اشارت میں جو کہیے، اک حرف مدعا اس سے
تو کہتا ہے تجھے کیا مانع عرض زبانی ہے

اگر یہ سن کے، دو حرف تمنا لائیے لب پر
کہے ہے، کس قدر تجھ کو دماغ قصہ خوانی ہے

اگر چپ بیٹھیے ناچار تو یہ چھیڑ کی رکھے
کہ ایسی صورت دیوار سے دل پر گرانی ہے

اگر اٹھ جائیے جھنجلا کے مجلس سے، تو بلوا کر
برائے مصلحت دو چار دم، تک مہربانی ہے

جو ہم بھی لگ چلے تک دیکھ اس لطف نمایاں کو
تو پھر ہنس ہنس کے غیروں سے کچھ ایمائے نہانی ہے

خدا کے واسطے اے ہم نشینو! غور فرماؤ
سلوک اس کا ہو جب یہ! کچھ بھی لطف زندگانی ہے

نہیں کچھ کام مرجانا، ولے یہ سوچ رہتا ہے
کہ وہ بت تو لب جاں بخش ہے، عیسیٰ ثانی ہے

خدا جانے کہ کرکے زندہ پھر کیا کیا بلا لاوے
غرض، نے مرگ اب ہے مصلحت، نہ زندگانی ہے

نہیں زلف سیاہ خوش قداں بالا سے یہ نازل
ہمارے سر پہ ممنوں، اک بلائے آسمانی ہے

٤١٧

صد تیر بلا متصل یک دگر آوے
اس ظلم کے سینے کو کہاں سے جگر آوے

اس درد سے آگاہ ہوں، بے رخصت بلبل
لے کر نہ کوئی پھول، مری خاک پر آوے

گر رنگ گل داغ، بھبوکا سا دکھا دوں
گلزار جہنم کو تماشا نظر آوے

دامن ہی جھٹکنے کا ہو، وسواس کئی روز
گلہے، غلطی سے جو مری خاک پر آوے

اے دوری دل دار ذرا رحم ! کہ کب تک
طوفان بلا سینہ سے تا چشم تر آوے

اے جذبۂ دل لاف کشش تجھ سے غلط ہے
دعویٰ یہ مسلم ہے، جو وہ بت ادھر آوے

میں نامہ و پیغام سے گزرا کہیں یارب!
تک قاصد بیچارہ کی، اپنے خبر آوے

بیمار محبت ہوں، غم اور ہے مرا حال
رو دے ہے وہ، میرا جسے چہرہ نظر آوے

رکھتے ہیں نہ یہاں اشک، مسیحا سے یہ کہہ دو
آوے مری بالیں پہ، تو دل تھام کر آوے

پر درد، غزل اور بھی پڑھتا ہوں کہ ممنوں
ہر شعر کو سن جس کی، تری چشم بھر آوے

٤١٨

غش میں ہوں پڑا شب سے، افاقہ مگر آوے
لے، بو جو تری زلف کی باد سحر آوے

١- ب: کچھ

ہاں نیش خلش ہجر چلش، خون دل ... یہاں ہے
آ چک کر شب وعدہ یہ بیتاب کہاں تک

آؤں جو لیے داغ دل افروز، دم حشر — خورشید قیامت ...
اک دن تو مرا ہاتھ ہو، غم، اس کی کمر میں — ... خدا! ... تم ... آوے
رنجور نہ جادوے نگہ سے ہیں فقط ہم — اس چشم کا بیمار ہے ... آوے
دوں آہ شرر بار کو، گر رخصت جولان — پھر طائر عرشی کے غضب بال و پر آوے
بیجا گلہء نالہ و افغاں ہے کہ ہر روز — اس دل میں گزرنے کو کہاں سے اثر آوے
دوزخ سے زیادہ ہے یہاں دود فغاں گیر — ممنوں کو کیا، واعظ بے درد ڈراوے

۴۱۹

ہیں سدا دل گریہ سے ہم، دلگیر پانی کے تلے — سوز دل کیوں کر کریں، تقریر پانی کے تلے
وہ عرق آلودہ ابرو اور بھی براں ہے، گو — زنگ جاتی ہے پکڑ شمشیر، پانی کے تلے
نقش زیر شیشہ خالی ہیں جیسے ہو، تجھ کو دیکھ — ڈوب خجلت سے گئی تصویر، پانی کے تلے
کون سے صیاد کی اب شست کے مشتاق ہیں — خار ماہی بن گئے ہیں تیر، پانی کے تلے
گوہر مطلب اگر چاہے تو کر ضبط نفس — سیکھ غواصوں سے یہ تدبیر، پانی کے تلے
کب نشان اس سے ریا کا چھوٹتا ہے، گو رکھے — شیخ برسوں خرقہء تذویر، پانی کے تلے
کچھ وطن میں ہو نہ قدر و قیمت اہل صفا — کون سے گو ہر[۳] کی ہے توقیر پانی کے تلے
ہے بنانے جسم ممنوں آنسوؤں سے زیر آب — کس طرح برپا ہے، یہ تعمیر پانی کے تلے

۴۲۰

بے طاقتی نے جس جا، ہم کو بٹھا دیا ہے — پھر اضطراب دل نے، واں سے اٹھا دیا ہے
مکھڑے سے آج پردہ، کس نے اٹھا دیا ہے — خورشید صبح جس کے آگے بجھا دیا ہے
بوے بدن سے تیرے، تھا بوے گل کو دعویٰ — غنچوں نے چٹکیوں میں اس کو اڑا دیا ہے
تھے سبزہ رہ گزر کے، نہ[۴] نقش پا، فلک ہم — یوں خاک میں جو تو نے ظالم ملا دیا ہے
ناقہ کے ساتھ مجنوں جاتا ہے دست بر دل — محمل سے آج پردہ کس نے اٹھا[۵] دیا ہے
اس چشم فتنہ زا کی، پنہاں نگہ ستم ہے — شوخی میں زور اس نے رنگ رحنا دیا ہے
خوبی پہ ناز اپنی جو کیجیے بجا ہے — مکھڑا خدا نے تم کو اک چاند سا دیا ہے
کیجو چراغ تربت، سوزاں دل عنادل! — آتش نے رنگ گل کے، مجھ کو جلا دیا ہے

---

۱ - آ، ب: زائد شعر
۲ - ب: گریہ سے
۳ - آ: کون سی تقصیر گوہر کی
۴ - آ: یا
۵ - ب: حیا

۳۰۵

وابستگان کا کل، شورش سے کچھ تھے نچرے
یہ سلسلہ صبا نے پھر کچھ ملا[1] دیا ہے

ممنوں، ہم قضا کے کچھ اس قدر نہیں ہیں
البتہ ایک دل تو درد آشنا دیا ہے

۴۲۱

ہر نگہ میں اس کو اک ایمائے تازہ یاد ہے
نکتہ سنجی میں وہ چشم پر فسوں، استاد ہے

ہاتھ سے اس کاو کاو نالہ کی فریاد ہے
دل سے لے تا پردہ، سینہ میں[2] نیش آباد ہے

زور ہی افسردگی کچھ ان دنوں رہتی ہے یاں
کس فسردہ کی یہ تاثیر دل ناشاد ہے

خون سے رنگیں، رلوانے داد خواہاں کو کیا
ہاتھ سے ان ظالموں کے، داد بھی بے داد ہے

جو غم و حسرت اٹھے جس دل سے، سو یاں آ بسے
دل ہے اک معمورہ، غم، سینہ یاس آباد ہے

کون آتا ہے لیے تیغ و نمک داں، یاں بہم
ہر لب زخم جگر محو مبارک باد ہے

اے دل ناداں! تمنائے جراحت کب تلک
کچھ بھی تجھ کو پاس دست و بازوے جلاد ہے

درد کو ہے مژدہ لذت کہ بہر چاک دل
سوزن بخیہ و کیل خنجر فولاد ہے

سخت کچھ افسردہ و دلگیر ہو، رہنے لگے
خیر باشد میر ممنوں! تم پہ کیا بیداد ہے

۴۲۲

اس رنج سے خدا ہی نگہدار چشم ہے
تجھ بن، نگاہ نیش و مژہ خار چشم ہے

دل سا عزیز، مفت ہوا پارہ پارہ یوں
رو دے اگر لہو تو سزا وار چشم ہے

مژگاں سے جیب و جیب سے دامن میں ڈھلکے اشک
غلطاں نپٹ ہی گوہر شہوار چشم ہے

اجزائے سینہ ہم رہ اشک آنے یاں تلک
کل تھا جو نیش سینہ، سو اب خار چشم ہے

ایماء کنایہ، رمز، سخن، غیر سے ہے کیوں؟
ہمکو بھی فہم معنی گفتار چشم ہے

دل کا کروں علاج کہ تدبیر جاں کی، یار
یہ زخمی نگاہ، وہ بیمار چشم ہے

جلاد پوچھتا ہے تمنا بوقت ذبح
اس پر بھی یاں اشارہ، ہر بار چشم ہے

یاں کیا گمان خیال، وہاں کیا ہونے کہ جو
بیگانگی سے دونوں طرف کار چشم ہے

ہے دم بدم ادھر نہ لگاوٹ نگاہ میں!
اودھر نہ دلفریبی ہر بار چشم ہے

دل! بچ کہیں کہ سینہ ممنوں میں نیزہ باز
مژگاں سے پھر وہ ترک ستمگار چشم ہے

۴۲۳

بیاں، دل کی تمنا جب اظہار کی آنکھوں سے
واں طرز حیا نکلی پھر پیار کی آنکھوں سے

عرصہ مرے مشہد کا اب دشت غزالاں ہے
تھا زیست[3] میں ہنگامہ، کل یار کی آنکھوں سے

بیمار کا تیرے تھا کیا حال کہ گرد اس کے
دامن تھا لگا، ہر اک غم خوار کی آنکھوں سے

یک پارہ، دل آیا، ہم راہ ہر آنسو کے
لز، لعل و گہر کی، کیا تیار کی آنکھوں سے

---

۱. ب۔ ہلا دیا ہے
۲. ب۔ لب سینہ
۳. آ۔ کا

کس دست حنائی نے، گل اشک مرے پونچھے
حسرت سے [illegible] آنکھوں سے

دیتا قدح ہے پر تم فاتحہ یہاں میری
کشتہ ہی کیا تھا ہوں اس [illegible] آنکھوں سے

قطروں میں کبھی تھی کل کچھ خواہش دل، ٹھہری
انکار کے ہونٹوں سے، اقرار کی آنکھوں سے

غمزوں کی نہ[1] خوں ریزی، مژگاں کی نہ[1] دل دوزی
ہم چشم ہو کیا نرگس، دلدار کی آنکھوں سے

کرتے ہیں نمک ریزی، راتوں کو یہ اختر کیا
پوچھ اس کو تو اس اپنے بیدار کی آنکھوں سے

وہ ذبح کرے تھا، یاں ٹپکے تھیں، دم بسمل
خوں ہو کے تمنائیں، دیدار کی آنکھوں سے

یاد آنے جو وہ صورت تو پہروں ہی روتا ہوں
تصویر، لگا اس گل رخسار کی آنکھوں سے

اے چرخ! ترے اختر کم ہیں نہ ڈرانے کو
مجھ کو شب غم دیو خوں خوار کی آنکھوں سے

زخم دل ممنوں کا ٹونا کوئی ٹانکا کیا!
خوں متصل آیا، اس انکار کی آنکھوں سے

۴۲۴

نکلا پڑے ہے یاں دل بیتاب سینہ سے
کس نے کیا ہے لگ کے ترے خواب، سینے سے

ہم دم نہ پوچھ دل کے مرے اضطراب کو
چہرے تو نکلے پارہ سیماب سینہ سے

پھر دل کے ساتھ ہیں، صف مژگاں کی کاوشیں
جو یوں رواں ہے، خون کا سیلاب سینے سے

کھایا ہے ہم نے، داغ محبت کا جب سے یار
چمکے ہے آفتاب جہاں تاب سینہ سے

روکو! رکے جو دست جنوں، ورنہ فائدہ
کیا چاک جیب کے مرے، احباب سینہ سے

کیوں دل کے داغ، یاں نہ ہرے ہوں کہ جب وہاں؟
لیں، بوسہ یار کے گل شاداب سینہ سے

کس کی نگاہ مست ہوئی خنجر آزما
جاری بجائے خوں ہے، مئے ناب سینہ سے

کیا آگ سوز عشق نے دی، دل و جگر تمام
آنکھوں کی راہ ہو کے، بہا آب سینہ سے

ممنوں اب اضطراب کا اتنا ہے کیا سبب
کب کا نکل گیا، دل بیتاب سینہ سے

۴۲۵

زبان غمزہ کو پھر آج عذر کم نگاہی ہے
تغافل ہائے رفتہ کی، نگہ کو عذر خواہی ہے

دماغ اپنے سے، کچھ ہے آشنا، کس کی ہے[2] یہ نکہت
تجھے سوگند بوے گل! نسیم صبح گاہی ہے

مزاج اپنے کو کیا پوچھو ہو؟ یاں خوش ہیں بہر صورت
دعا دیتے ہیں جان، عشق کو، فضل الٰہی ہے

رہ و رسم دیار عشق کا کشتہ ہوں، شوخی[2] سے
کہ جس کے قتل کا محضر ہے، اس ہی کی گواہی ہے

زلیخا رشک سے بیت الحزن کے باغ میں بولی
کہ باد مصر کا اک قافلہ، اودھر کو راہی ہے

کہاں تک ترک تاز اے، لشکر اندوہ! بس فرصت
کہ اپنے کشور دل کے لیے بیم تباہی ہے

کہاں وہ اور کہاں یہ غیرت ماہ فلک اپنا
کہ مثل ماہ نخشب، ماہ مصر، اک ماہ چاہی ہے

جدھر دل ہے ادھر پہلو سے اپنے خون ٹپکے ہے
بغل میں کاوش دل ہے کہ نشتر، یا الٰہی ہے

نہ پوچھو بے کسی کچھ یاں، گیاہ خشک کی اپنی
یہ وہ وادی ہے جس میں برق کا بھی رنگ کاہی ہے

نہ دو خوبوں کو دل ممنوں! بہت بد ہے، کہا مانو
ہمیں مطلب نہیں کچھ آپ ہی کی خیر خواہی ہے

۱۔ آتے یہ
۲۔ آتے یہ

۴۲۶

جوں غنچہ سرخرو وہ گلِ نودمیدہ ہے — کس کا نظر میں جلوۂ قدِ کشیدہ ہے
کیوں فق ہے رنگ، چہرہ و جاں کیوں طپیدہ ہے — کچھ یاد آئی قدرِ دلِ آرمیدہ ہے
رنگِ عذار وہ جو شفق سے تھا باج خواہ — کیا حال ہے کہ جیسے سحر کا سفیدہ ہے
افشاں ہے سرخ سا ترے دامان و جیب پر — سینہ میں کس کا ہر سرِ مژگاں خلیدہ ہے
دیکھی فشارِ دستِ حنائی کی کچھ بہار — خونِ ہزار حسرتِ دل کیا چکیدہ ہے
دیکھا ہے کس کا سینہ، گریباں کے چاک سے — جو یوں برنگِ صبح گریباں دریدہ ہے
حالات انتظار نہ یاور کسی کے ہیں — کیوں سوے در نکلنے، دل و جان و دیدہ ہے
کل آستین و چشم تھی میری تھے خندہ زن — اب کیوں سرشک تا سرِ دامن و دیدہ ہے
دیکھا کہ انتظار دکھاتا ہے راہ کیا! — آیا یقین اب، مرا حال شنیدہ ہے
جا! اس سے پوچھ کوئی تو تدبیر وصل کی — ممنوںؔ! نامِ عاشق آفت رسیدہ ہے

۴۲۷

ہر جنبشِ نفس سے مرے دل کو جنگ ہے — لطفِ ہوا کا شیشۂ خالی پہ سنگ ہے
مت کیجیو غرور کہ یاں چشمِ مور میں — وسعت تمام ملکِ سلیماں کی تنگ ہے
ازبسکہ اس کی کاوشِ مژگاں ہے وقفِ دل — دامان و جیب پر میرے، لہو کا رنگ ہے
کس خستہ جان کی ہے یہ دمِ سرد کا اثر — آئینۂ سپہر بھی جو زیرِ زنگ ہے
کیا سیرِ باغ کشتۂ غم کو ہو، تجھ بغیر — موجِ نسیم اپنے، جگر پر خدنگ ہے
سمجھیں ہیں ایک ریزۂ مینا سپہر کو — صہباے غم کے نشہ کی جن کو ترنگ ہے
رسوائیاں ہیں عشق کی، جوش و خروش پر — اپنے تو سلسلہ کا، یہ مجنوں ہی ننگ ہے
کب تک رہے بتوں کے دہن کا اسے خیال — اس زندگیِ ہیچ سے ممنوںؔ بہ تنگ ہے

۴۲۸

سمندِ ناز کس کا صید گہ میں گرم جولاں ہے — کہ خاکِ کشتگاں پر شورِ محشر دامن افشاں ہے
یہ ہتھ پھیلیاں جنوں کی ہیں تو گزری جیب سے نوبت — کہ آگے رفتہ رفتہ چاک پھر پیراہن جاں ہے
گل امید سے پُر ہے، نسیمِ مصر کا دامن — جو کنعاں کی طرف آوے تو مغبِ پیرِ کنعاں ہے
ہمیں اب کنجِ تنہائی میں یہ کچھ شغل رہتا ہے — سر فکر اور زانو، آستین اور چشم گریاں ہے
چھلکے کیونکر الٰہی اب نیاز و ناز کا سودا — کرشمہ ہے، تقاضا ہے، نہ یاں سر ہے، نہ ساماں ہے
برہنہ پائی نے اپنی رلایا دشتِ وحشت کو — کہ ہر خارِ مغیلاں شکلِ خون آلودہ مژگاں ہے
شکوہِ لفظ اور معنی ریختہ میں شرط ہے ممنوںؔ — جو ہووے، اس سے خالی جھولنا ہے، لعبِ طفلاں ہے

۱۔ سبعہ قتل گہہ
۲۔ ب: اوس خالی

۴۲۹

وہ دامن اک نئے بسمل سے روز آلودۂ خوں ہے
تمہارے نقشِ پا افتادہ پہ لاکھوں [illegible] ہے

دمِ تحریر جلتا ہے زبس سوزِ دروں سے
قلم اب ہاتھ میں اس تفتہ دل کے، شمع [illegible] ہے

سخن سنجی کا رتبہ دور ہے اب تو زمانے سے
تخلص سرو کا، اک مصرعۂ مہمل پہ موزوں ہے

کرشمہ، سحرِ بابل ہے، سخن یا معجزِ عیسیٰ
نگہ ہے یا کوئی جادو، تبسم ہے کہ افسوں ہے

زمیں پر ٹک قدم آہستہ رکھو! سوتا یہاں غافل
کہیں دارا و اسکندر، کہیں جم اور فریدوں ہے

کیا تاریک اپنا روز، چشم و خالِ خوباں نے
گنہ ہے نہ ستارے کا، نہ کچھ تقصیرِ گردوں ہے

الٰہی کیا فسوں ہے، حسنِ پری رویاں میں ہے، ان کا
کوئی والہ ہے، دیوانہ ہے کوئی، کوئی مفتوں ہے

کوئی کس در پہ جاوے، چھوڑ ایسے آستانے کو
گدا سے شاہ تک پیرِ مغاں کا آج ممنوں ہے

۴۳۰

کیا دل کوئی، اس قاتلِ بیباک سے باندھے
جو ذبح کرے اور نہ فتراک سے باندھے

ہوتی ہے پھر اغیار سے صحبت کی درستی
تجھے عہد بھی عاشقِ غم ناک سے باندھے

آشوبِ قیامت کا جو درکار ہو نقشہ
تو، لے کے قضا اپنی کفِ خاک سے باندھے

مقدور کہاں! گردِ گراں خیز کو اپنی
دامن جو ترے توسنِ چالاک سے باندھے

جلادِ قضا بھی ہے سبک دست، پہ کیا تاب
جو شرط ترے غمزۂ سفاک سے باندھے

اس طفل کو دوں طائرِ دل میں، کہ پر اس کے
دو تار نکال، اپنی جو پوشاک سے باندھے

ہے شیخ عبث لافِ طہارت، نہ سر خم
میکش ترے سجادۂ ناپاک سے باندھے

اخگر میں گرہ بال سے دے، قہر فسوں ہے!
وہ دل ہے برا کا کلِ پیچاک سے باندھے

کچھ درد کی لذت سے فراموش کوئی پھر
الماس کا سودہ، جگرِ چاک سے باندھے

رندوں سے ملے آن کے، تا ساقیِ بے رحم
چلاّ کوئی جا کر، شجرِ تاک سے باندھے

وہ تیز پری طائرِ دل میں ہے کہ پر اس[۳] کے
ہے ننگ اگر طائرِ چالاک[۴] سے باندھے

مژگاں سے بھی رکتے ہیں کہیں اشک کے طوفاں
کیوں کر رہِ دریا، کوئی خاشاک سے باندھے

آئینہ کا منہ دیکھ کہ حیرت میں وہ ممنوں
ٹک شرط، ترے دیدۂ نمناک سے باندھے

۴۳۱

بوسہ گر مانگوں تو بولے، منہ سنبھالو، خیر ہے
اس میں اور میرے لبوں میں دانت کاٹا بیر ہے

اس کے آتے ہی ادھر دھڑکے ہے دل، اڑتا ہے رنگ
وہ شکار افگن بلائے جانِ وحش و طیر ہے

کس قدر اپنے تئیں ہر سرو، کھینچے ہے بلند
وہ قیامت جلوہ گر آوے چمن میں، سیر ہے

۱۔ ب۔ نہ
۲۔ ب۔ ترکاں
۳۔ ب۔ کہ دعویٰ
۴۔ ب۔ افلاک

۳۰۹

گبر و مومن دیدہ، تحقیق سے دیکھیں اگر
وہ ہی شمعِ کعبہ ہے، وہ ہی چراغِ دیر ہے

ہوں فروتن مایہ ور، بے مایہ جاتے ہیں ابل
نہ نشیں گوہر ہو، کف، پانی پہ آتا تیر ہے

بلبے تیزی سرِ مژگاں کہ ایک اک نیشتر
دھیان میں آتے ہی جاتا، جان و دل میں تیر ہے

پاس منہ کے، منہ کو لے جاؤں تو کہہ دے منہ کو پھیر
لگ چلے منہ اس قدر کیوں، میر ممنوں! خیر ہے

۴۳۲

بلبل ہی اس چمن سے نہ کچھ نوحہ گر گئی
بادِ سحر بھی آکے، دمِ سرد بھر گئی

خاکستر اپنی گرم سی کچھ رہ گئی تھی، یاں
آئی صبا تو اس سے ازاتی شرر گئی

تک ضبطِ گریہ! ڈوب چلی تھی زمین تو
لے، موجِ اشک چرخ پہ بھی چشم تر گئی

پر درد کوئی شعر پڑھا، آہ سرد کی
اس مشغلہ[1] میں رات ہماری گزر گئی

اس سیلِ اشک کا نہ گھٹا زور، ورنہ یاں
سو بار جو نے آب چڑھی اور اوتر گئی

آخر ہونے، خیالِ خطِ یار میں کہ یاں
تاثیرِ زہر کام، غرض اپنا کر گئی

نکلے تھے ہم بھی جا، ترے کوچے میں کل وہاں
تڑپے تھے پانچ سات، جدھر کو نظر گئی

لانا وہ خاکِ در کہ عبیرِ کفن کروں
اس کی گلی میں بادِ صبا تو، اگر گئی

کیسے کیسے گواہ کہ پنہاں نگاہِ یار
چپکے سے دل پہ تیغ لگا کر مکر گئی

ہر حرفِ آرزو پہ نہ اتنا غضب میں آ
کرتے بھی ہیں کسی نہ کسی بات پر، بگئی

آغشتہ خون میں، دلِ آزردہ چھوڑ کر
تیری سناں، سینہ سے اپنے گزر گئی

گل، برگ جوں لپٹے ہیں، موجِ نسیم سے
یوں لختِ دل لیے مری آہِ سحر گئی

آلودۂ عرق، تری چینِ جبیں کو دیکھ
خجلت سے ڈوب آب میں، سلکِ گہر گئی

کب[3] کا غبار تھا تجھے، مجھ سے بھلا صبا!
کیوں میری مشتِ خاک کو برباد کر گئی

اس دل پہ اب جھکی سپاہِ عشق، دیکھیے!
یہ فوج تو اجاڑ، نگر کے نگر گئی

غنچہ کو باز، لطفِ صبا جوں کرے ہے، یوں
تحریکِ آہ وا، گرہِ دل کو کر گئی

تک حکم ہو کہ روؤں میں دل کھول کر کہ اب
آتا ہے دم رکا، مری چھاتی تو بھر گئی

ممنوں ہماری آہ، مسیحا کے رو برو
گردوں پہ لے کے، تحفۂ لختِ جگر گئی

۴۳۳

نہیں رہتے کبھی، دیوانہ پن کرنے سے ہم خالی
کیے اطفال نے پتھروں سے تا دیر و حرم خالی

یہ آنکھیں وہ نہیں، جب رو چکے تو خشک ہو جاویں
کرہ بذل و حرف سے ہوتے ہیں ناداں! کوئی یم خالی

بھری آتی ہے چھاتی، حکم پر ہوتا نہیں اتنا
کہ بھر کر آہ، کیجے تک دلِ پُر درد و غم خالی

الٰہی کیا مدد ہے، قلزمِ دل سے اسے پہنچی!
بہے دریا، نہیں ہوتی مری پر، چشمِ یم خالی

لبالب نورِ مہ رویاں سے کب آغوش ہو اپنی!
برنگِ ہالہ، جب تک آپ سے ہوویں نہ ہم خالی

ترا مجروح، اس وادی سے شاید آج ہے گزرا
کہ لوہو سے نہیں ہے، ایک بھی نقشِ قدم خالی

۱۔ آ: وہ جو
۲۔ آ: شغل ہی میں
۳۔ لندن، ب: زائد شعر

نوید کامرانی ہے بس اے صیدِ حرم تجھ کو — کہ کم جاتا ہے، اس صیاد [illegible] خالی
بجز عشرت، نہ کچھ میخانۂ دنیا سے ہوا حاصل — کہ آخر لے گیا اس میکدہ سے جام ہم خالی
اگرچہ[1] فوج فوج اہلِ ہستی ہے ادھر جاتی — ملے، یک دست سے اب تک ہے صحرائے عدم خالی
بہت[2] آرائش و زینت دلیلِ ہرزہ گردی ہے — نگار و نقش سے ہے، جامۂ افلاک کم خالی
بھری، سو شورِ افغاں سے ہے، ایک اک استخواں اپنی — رکھے ہے مثلِ نَے، غلو کاوشِ غم، یک قلم خالی
الٰہی آگ کیسی آج سینہ میں، مرے بھڑکی! — نہ شعلوں سے تہی آہیں، شراروں سے نہ دم خالی
تہی دستی پہ ممنوں کی نہ ہنس، اتنا بھی تو سودا — کہ ہے یہ ہاتھ شکلِ کیسۂ اہلِ کرم خالی

۴۳۴

نہوں کیوں تارِ دامِ بلبل، اس پوشاک کے ڈورے — رگِ[1] گل ہیں، قبائے کاغذِ بیباک کے ڈورے
خبر[2] دو، بخیہ سازوں کو کہ دل کی بے قراری سے — کھلے ہیں پھر رفوئے سینۂ صد چاک کے ڈورے
سرِ[5] مژگاں کی خوں نابہ فشانی سے، بنے آخر — رگِ بسمل، ہمارے دامنِ صد چاک کے ڈورے
تنوں[6] سے گردنیں، بے درد کیا آزاد کرتا ہے — رکھے ہیں پیچوں پر، کس نے اس سفاک کے ڈورے
لگے[7] ہے اس تنِ نازک سے کیا کیا، کاش کہ بنتے — رگِ جاں سے ہماری گیسوئے دلاک کے ڈورے
اگر[8] مستوں کے زخمِ دل کو کرنا ہے رفو، ساقی! — بنایا چاہیے لے، تجھ کو زستی باک کے ڈورے
نہ اس میں باندھیو، ظالم! کسی نخچیر مضطر کو — بنے ہیں رشتۂ جاں سے، ترے فتراک کے ڈورے
مئے لعلیں کے جوں ساغر سرشار میں موجیں — نشہ میں سرخ ہیں، اس نرگسِ سفاک کے ڈورے
تنِ خاکی کی ہر رگ یوں بھری ہے گردِ کلفت سے — غبار آلودہ جوں ہوں جامۂ پر خاک کے ڈورے
کمندِ گردنِ طاقت کے وقتِ رقص دیکھے تھے — جو ہم نے گردنِ صافِ بتِ چالاک کے ڈورے
انگ گردش نصیبوں کے گنے کیا کاسۂ سر میں — دمِ تیغِ بتاں سے، کوزہ گر کے چاک کے ڈورے
فروغِ حسن سے تیرے، حریفِ آتشِ سوزاں — ہوئے ہیں شمع ساں، تارِ نگاہِ پاک کے ڈورے
نظر کر، اختروں میں رشتۂ قدرِ شہابی کو — نہ دیکھے ہوں جو تو نے سبحۂ افلاک کے ڈورے
سمجھ کر، قطع کیجو تاک کے ریشوں کو اے زاہد! — طنابِ خیمۂ افلاک ہیں یہ خاک کے ڈورے
غزل اک اور بھی کہہ اس زمیں میں، پر نہوں ممنوں — کہیں بیکار، آگے صاحبِ ادراک کے ڈورے

۱۔ لندن: زائد شعر
۲۔ ب: یہ سب
۳۔ لندن: ہوتے ہیں جا کے پانے طائرِ افلاک کے ڈورے لیکن یہ مصرعہ زیادہ مناسب ہے جو "ب" میں ہے
۴۔ آ، ب۔ یہ شعر دوسری غزل میں ہے
۵۔ لندن، ب: زائد شعر
۶۔ آ، ب: یہ سب دوسری غزل میں ہیں۔
۷
۸
۹۔ آ، ب: چشم بت
۱۰۔ لندن، ب: زائد شعر

۴۳۵

رسا ہیں اس قدر، اس آہِ آتش ناک کے ذورے
ہوئے ہیں جا کے، پائے طائرِ افلاک کے ذورے

نہیں معلوم منہ دھویا ہے کس گل رو نے دریا میں
رگِ گل ہو گئے ہیں دام میں شباک کے ذورے

رگِ وجاں کو لیے، حور و ملایک نذر آتے ہیں
اگر درکار جوڑوں میں ہو، اوس سفاک کے ذورے

جو دشمن آلِ حیدر کے ہیں، سو گردش سے، گردوں کی
رہیں گے خاک میں آلودہ، جیسے چاک[1] کے ذورے

یہ رشتے زاہدوں کے خرقۂ تذویر کے ممنوں
ہوئے زنارِ کفر، صاحبِ اشراک کے ذورے

۴۳۶

کھلیں[2] وہ مو تو مشامِ جاں، ختن سے ملے
اٹھے جو پردہ رو، گھر مرا چمن سے ملے

جو رنگ گل سے، صفائے نسترن سے ملے
نہ اس صباحت و رنگینیِ بدن سے ملے

غضب ہے نازکیِ لب کہ رنگ اڑنے لگے!
اگر خیال میں بھی وہ دہن، دہن سے ملے

جو اس کی کھینچنی ہے تصویر، چاہے نقاش
شفق سحر سے، نم، سرخ مئے سمن سے ملے

برنگِ لعل بنا گوش میں دمکنے لگے
اگر وہ پرتوِ عارض، دُرِ عدن سے ملے

وہ خط قریبِ لبِ لعل ہے، سنا تھا کبھی
کہ سبزہ زار کے گوشے عدیمن سے ملے

حدیثِ سیبِ بہشتی سے ذوق کیا، واعظ!
عجب مزے ہیں، ہمیں بوسہ ذقن سے ملے

گئے ہیں باغ میں کھل کس کے بال؟ جھوکے آج
شمیم مشک کے ہیں، نگہتِ چمن سے ملے

چمن میں دیکھتے ہی گل، مجھے ہے آتا غش
کہ اس کی بو ہے، کسی بوئے پیراہن سے ملے

کدھر سے آئے نشہ میں بنے بھبوکا آپ
گلے ملے تو اس اسبابِ سوختن سے ملے

جو دل کو روحِ قدس تھام لیں، سلام کروں
نگاہ جب اس نگہ پر فسون و فن سے ملے

ہوا، گداختہ ہو، یہ کہ سب مرے اعضاء
مثالِ رشتہ ہر اک رشتہ کفن سے ملے

کہیں وہ قول بھی دے جھوٹ ہو تو جھوٹ سہی
بھلا یہ دست تو دستِ قسم شکن سے ملے

سنا جو دشت نوردیِ قیس کا قصہ
کہ خار خارِ بیاباں، اس کے تن سے ملے

کیا خطاب یہ لیلیٰ سے ناز شیریں نے
کہ خار کُن کی مصیبت نہ خارہ کن سے ملے

غزل لذیذ سی پڑھ اور بھی کوئی ممنوں!
عجب طرح کے مزے ہیں، ترے سخن سے ملے

۴۳۷

[3]
ہم اس گلی میں دل پُر نم و محن سے ملے
کوئی غریب وطن جیسے، ہم وطن سے ملے

جو پہنے اس نے شبِ ماہ ہار، نسریں کے
ہوا نہ فرق، یہ اس سیم گوں بدن سے ملے

ہمیشہ بازوئے قاتل پہ بوسے تو دیے
نگینِ لختِ جگر کیوں نہ نورتن سے ملے

ترے مریض کی بالیں کے گرد، سرِ انگشت
عزیز و غیر کے دیکھے لب و دہن سے ملے

وہاں تھی سنگ شگافی، یہاں ہے سینہ دری
نہ کارِ سخت مرا، کار کو ہکن سے ملے

۱۔ آہ خاک
۲۔ لندن= زائد غزل
۳۔ لندن= زائد غزل

شبِ فراق کا پہنچے ہے دم بدم یہ عَلَم
کہ تن سے جاں [illegible]

پیالے سے نہ ہو مستی عیاں، کہ مست ہوں ہم
جو آنکھ نرگسِ [illegible]

نہ کچھ عجیب ہیں، پیری میں ولولے اپنے
نشہ پہ نشہ، تازہ ہے کہن سے ملے

سنا ہے، یوسف پایا کنوئیں سے تھا شاید
جو گم ہوا ہے میرا دل، چہِ ذقن سے ملے

بہشتِ وصال کے عالم ہیں یاد، مری جاں!
وہ ہوگے کیونکہ، تم اس اپنے خستہ تن سے ملے

کھلے ہوئے تھے دو سنبل، حمائلِ گل پہ
گلے ملے جو مرے، تم، تو کس پھبن سے ملے

یہ حسن و عشق میں تھا اتحاد، رہتے تھے
کنار و سینہ، رخ و رخ، دہن، دہن سے ملے

کروں تھا دستہ بہم کس ہنر سے کاکل و زلف
کہ پیچ و پیچ، خم و خم، شکن، شکن سے ملے

کھلے جو بندِ گریباں تو آستیں کھینچی
بشوق، تا لطیف بر و دوشِ پیرہن سے ملے

ملاپ سب وہ گئے بھول، اس قدر گویا
کبھی نہ آپ تھے، اس روکشِ چمن سے ملے

اڑا گئے جو مرا دل، ملول ہوں بیٹھا ہاتھ
خبر نہ تھی کہ فقط تم، حریف پن سے ملے

تم اپنی جان کے ممنوں ہونے ہو دشمن، آپ
عجب ہی قہر کیا، اس ستیزہ فن سے ملے

۴۳۸

جو لے تیر و کماں، صیدِ افگنی کو تو نکل آئے
حرم سے زخم کی خواہش میں ہر آہو نکل آئے

عجب ہی طور کی کچھ بے کسی تھی نعش پر اپنی
کہ مردم دیکھ کر، روتے بھلے ہر سو نکل آئے

اسے کب تابِ مستوری! جسے ہو ذوقِ رسوائی
اگر سو پردے میں رکھے، برنگِ بو نکل آئے

یہی ہے گر قلق اور یہ ہی کاوش ہے تو ڈرتا ہوں
دلِ مضطر مبادا! چیر کر پہلو نکل آئے

ہجومِ صد بلا ہووے دل و جاں پر مری اس دم
پریشاں کرکے جب چہرے پہ وہ گیسو نکل آئے

کہیں کیا اضطرابِ دل! کسی کی یاد میں شب کو
کہ سو سو بار اٹھ کے گھر سے ہم تا کو نکل آئے

نہیں قطرے ہیں شبنم کے یہ نرگس پر گلستاں میں
تجھے کر یاد، اس کی چشم سے آنسو نکل آئے

بہت ہی دور سے آئے تمنائے جراحت میں
کوئی کہہ دو کہ خنجر لے کے وہ بدخو نکل آئے

یہاں تک ضبط اپنی آتشِ دل کو کیا ہم نے
کہ سو سو شعلہ اپنے تن سے جاے مو، نکل آئے

دلِ سوزاں پہ میرے ہاتھ تک ہم دم نے رکھا تھا
ہزاروں آبلے، پنجہ سے تا بازو نکل آئے

محاقِ رنج و محنت سے نکل آئے مرا اختر
اگر پردے سے تیرا چاند سا وہ رو، نکل آئے

غزل اب اس زمیں میں اور بھی کیا جلد لکھی ہے
عجب ہی میر ممنوں تو بدیہت گو، نکل آئے

۴۳۹

جو اے برہم زنِ ایمان و کفر! اب تو نکل آئے[1]
مسلماں کعبہ سے، اور بتخانے[2] سے ہندو نکل آئے

شفق سے غرقِ خوں ہو صبح، ہنگامِ سحر گاہی
پہن کر، گر قبائے سرخ وہ بہرو نکل آئے

جو ہم خونیں دلوں کی خاک لے کر ہاتھ میں ملیے
حنائے سودہ ساں یک دست، بس لوہو نکل آئے

کسی مہماں کے پہچانے کو جوں نکلے کوئی گھر سے
یہ جاں ہمراہ تیرے قاتلِ دل جو نکل آئے

۱۔ لندن: "جو برہم زنِ دین و کفر گھر سے تو نکل آئے"۔ لیکن یہ مصرعہ زیادہ بہتر ہے، جو "ب" میں ہے غالباً سہوِ کاتب
۲۔ ب۔ دیر

عجب تھے راز باہم، شمع۔ پروانے کو مجلس میں
ہوا وہ خاک جل کر، اس کے کچھ آنسو نکل آنے

کرے خاک سیہ دونوں جہاں کو، میری نظروں میں
جو کرکے سرمہ سا، وہ نرگسِ جادو نکل آنے

نہ دیکھی آب و تابِ شعلہ بانی بھی، بجز اس کے
کہ رنگ و رو ترا، کرنے سے شست وشو، نکل آنے

لگے آگ اس تپِ دل کو کہ شب کو اس کی شدت سے
سراسر آبلے سے جانبِ پہلو نکل آنے

غزل کیا دردمندانہ پڑھی مجلس میں ممنوؔں نے
خدا شاہد ہے بس اپنے تو کچھ آنسو نکل آنے

۴۴۰

دلِ وحشی مبادا! چھوڑ کر وہ کو، نکل آنے
نہو جاں بر، حرم سے جب کوئی آہو نکل آنے

جلے گر۔ یادِ زلفِ عنبریں میں دل، تو پھر اس سے
مثالِ دودِ عنبر، دود میں خوشبو نکل آنے

زمیں[1] یوں ہے احاطہ میں محیطِ گریہ کی اپنے
کہ جیسے بحرِ اعظم میں کوئی ٹاپو نکل آنے

خجالت سے چمن میں شبنمِ گل پانی پانی ہو
عرق رخسار پر تیرے، جو اے گل رو نکل آنے

سمجھ کر میرے مرقد پر ذرا دامن کشاں آنا
مبادا خاک سے یاں، دستِ دامن جو نکل آنے

شگافِ سینہ سے یہ دل کبھو ڈھب پاکے نکلا تھا
قفس سے مرغ جیسے[2] پلنے جب قابو، نکل آنے

مہ نو کا دماغ اب آسماں پر ہے، تماشا ہو
جو کوٹھے پر مرا ماہ ہلال ابرو نکل آنے

غزل چوتھی بھی استادانہ، کیا ممنوںؔ نے لکھی ہے
عجب ہی کوئی وہ استاد، اور پرگو نکل آنے

۴۴۱

ہمارے قتل کو جب تیغ لے کر تو نکل آنے
زبانِ خلق سے تب الاماں، ہر سو نکل آنے

سیہ، جوں دود، موسیٰ سمجھے انوارِ تجلی کو
ذرا برقع سے گر تیرا وہ روشن رو نکل آنے

نہ نکلیں عہدہ، احساں سے ہم تیرے، کبھو ہر گز
اگر تن سے، شب ہجراں میں اے جاں! تو نکل آنے

کرے نشتر زنی گر یہ نغانِ دل خراش اپنی
رگِ خارا اگر ہو، اس سے بھی لوہو نکل آنے

کروں مفتوں باتوں کا، ابھی اس کم سخن کو میں
اگر اس بزم میں کچھ راہِ گفت و گو نکل آنے

یہاں تک ہم ہونے آماج گاہ ناوکِ محنت
کہ سو سو تیر اپنے تن سے جاے مو نکل آنے

تمہارے اٹھتے ہی نکلا وہ بیتابانہ مجلس سے
مگر محفل میں ممنوںؔ! پڑھ کے تم جادو نکل آنے

۴۴۲

تجھے، سچ ہے کس سے شوقِ نگہ دوبارہ باقی
کہ نہیں نگہ میں رنگِ ہوس و اشارہ باقی

سرِ طور پر چمک کر جو گرے تھا برق آسا
اسی آگ کا ہے تو بھی مگر اک شرارہ باقی

کبھی آ! کہ جاں بلب ہوں، ترے لب پہ لب تو رکھ لوں
کہ نہیں نفس کو لب تک گزرِ دوبارہ باقی

پئے نذرِ جیب و مژگاں، گل تر کہاں سے لاؤں
کہ نہیں رہا بغل میں دلِ پارہ پارہ باقی

ترے حسن نے چمک کر فلک و زمیں کو گھیرا
نہ جہاں میں تو نے چھوڑا عملِ ستارہ باقی

۱۔ لندن، بہ زائد شعر
۲۔ ب: وحشی

مری مرگ و زیست میں ہے ترے چشم و لب کو جھگڑا [illegible]
نفس آہ کب ہے ٹوٹا یہ فسادوری میں ممنوں [illegible]

۴۴۳

شب، دل پھنکا کہ جاں . نہیں کچھ خبر مجھے سینہ میں آئی آگ بھڑکتی نظر مجھے
اللہ رے فرطِ شوق! جو یک دم ہو تو نہاں بے طاقتی جھکانے ہے کس کس کا گھر مجھے
تھا کس کا انتظار کہ شب، اضطرابِ دل کھینچے تھا گاہ بام پہ، گہ تا بدر مجھے
پیکر ہے زخم زخم یہ، راحت کشی تو دیکھ! تک نیند آئی بسترِ الماس پر مجھے
کس نے دلِ شہید کا شب مرثیہ پڑھا رکھا عجب[1] ہی سینہ زن و نوحہ گر مجھے
اے واہ شرمِ عشق! اس افراطِ شوق پر تک اذنِ یک نگاہ نہیں ہے ادھر مجھے
سیماب جنس قافلہ، منزل سو شعلہ زار! شوقِ زیاں پسند نے کھینچا کدھر مجھے
کس کو فراغ غم سے، شبِ وصل ہے کہ یاں تھا شام ہی سے فکرِ طلوعِ سحر مجھے
ہے فرشِ خواب خنجر و شمشیر میں ولے کروٹ قلق سے گہ ہے ادھر گہ[2] ادھر مجھے
شبِ ماہتاب و تن میں، ترے فرق تھا محال آتی نہ بوے عطرِ گریباں اگر مجھے
گر سر پہ کوہِ غم کی گرانی یہی رہی اک دن نصیب ہوگی، شکستِ کمر مجھے
ممنوں اس زمیں میں غزل اور بھی سنا خوش آتے ہیں بہت ترے اشعار تر مجھے

۴۴۴

بزم اپنی سے جلاتے ہے وہ دور تر مجھے گویا دیے ہیں، طالعِ قندیلِ در مجھے
وعدہ تھا کس سے رات کہ سو مرتبہ قلق لاتا تھا گھر سے تا بسرِ رہ گزر مجھے
کی تو بہت تھی ضبط پہ تڑپے یہ برق آہ! آنے نظر، بدن سے نکلتے شرر مجھے
آیا ہے کون تیغ و نمک داں لیے بہم دیتے ہیں تہنیت، لبِ زخمِ جگر مجھے
حسرت ہے اے ہوس کہ رکھے کون، لب پہ لب اس کو حیا ہے اور ادب ہے، ادھر مجھے
کنعانِ دہر میں ہوں وہ جنسِ عزیز میں یعقوبِ عشق لکھے ہے نور البصر مجھے
ٹکڑے پیے ہیں دل کے، لہو رونے کے لیے ممنوں سکھائے عشق نے کیا کیا ہنر مجھے

۴۴۵

ادھر سے عشق میں پہلی نگاہ ہوتی ہے ادھر جو دل ہے تڑپتا، تو آہ ہوتی ہے
دل اس کو دوں تھا میں جس دن، نہ آہ روشن تھا کہ کیا بلا شبِ ہجراں سیاہ ہوتی ہے
نگہ میں کچھ تو تغافل، کچھ اک لگاوٹ ہو مزا ہے اس میں، حیا سے جو چاہ ہوتی ہے

۱۔ آ، ب: نہت
۲۔ ب: ادھر ہے جو۔

۴۴۵

مروں ہوں اوس نگہِ التفاتِ پنہاں پر
جفائے رفتہ کی جو عذر خواہ ہوتی ہے

بتوں سے کیسے وہ چرچے، وہ اختلاط کہاں
کہ یاد اللہ ہاں[1] گاہ گاہ ہوتی ہے

عوض تو دیکھ، جو عاشق کو نالہ ہجر میں ہو
تو نازنینوں کو وصلت میں چاہ ہوتی ہے

گیا جو دل تو جلو میں تھے یاس و حسرت و درد
رکابِ شاہ میں جیسے سپاہ ہوتی ہے

وہاں تو عہد جو باندھا، سو توڑنے کے لیے
وہ کون لوگ ہیں ا جن میں نباہ ہوتی ہے

میں آفتابِ لبِ بام ہوں اور اس مہ کو
ہمیشہ وعدوں میں شام و پگاہ ہوتی ہے

شبِ فراق کی بیچینیاں یہ اور ہیں، لیکن
نہ نیند آنے ہے نہ صبح گاہ ہوتی ہے

خدا کے واسطے ممنوں نہ دل کسی سے لگا
کہ چاہ سہل ہے، مشکل نباہ ہوتی ہے

۴۴۶

نئے آہنگ سے اپنا دلِ بیمار روتا ہے
کہ جس کو سن کے، لے اغیار سے تا یار روتا ہے

نہیں یہ اوس کے قطرے جو کہ کانٹوں پر جھلکتے ہیں
برہنہ پائیِ مجنوں پہ ہر اک خار روتا ہے

ترے دیوانے کو کیا کیا بندھے ہیں، دھیان کیا جانوں
کبھو سو بار ہنستا ہے، کبھو سو بار روتا ہے

مرے رونے سے ہو کر تنگ وہ بے درد کہتا ہے
اگر در سے اٹھا دیجیے، پسِ دیوار روتا ہے

ترے دردِ جدائی سے جو ہوں گریاں، نہ مانع ہو
کہ جب انسان کو پہنچے نپٹ آزار، روتا ہے

نہ روکے سے رکے رقت، دمِ رخصت تو رو دوں ہوں
بہت ہوجانے ہے جب آدمی ناچار، روتا ہے

نہیں کچھ سبزہ و گل پر نظر آتی ہے، یہ شبنم
ترے رخسار و خط کے شوق میں گلزار روتا ہے

نگاہِ حسرت اپنی اس نے کیا دیکھی دمِ بسمل
پٹک کر ہاتھ سے تلوار وہ خوں خوار روتا ہے

یہ شورِ قلقلِ مینا نہیں ہے بزم میں ممنوں!
نشہ میں یہ[1] فرنگی زادہ دھاڑیں مار روتا ہے

۴۴۷

آہ گر کھینچوں کبھی میں گرد گھر دوچار کے
مت سیہ کر، دود دل سے بام و در دوچار کے

شب ترے بیمارِ ہجراں کے جو دیکھا آس پاس
آستیں تھی چشم پر، زانو پہ سر دوچار کے

مت[2][3] جلا یک چند خار، اس دشت کے اے برق اور
ہیں ابھی یاں آبلے پاؤں میں تر، دو چار کے

چھیڑ یہ غیروں کی رکھی ہے کہ لکھ آتا ہوں روز
نام اپنا اور ترا، دروازے پر دو چار کے

میں کہوں تھا، مت دلِ سوزاں کو چھونا ہم دمو!
پڑ گئے چھالے نہ ہاتھوں میں، مگر دو چار کے

کون آتا ہے لیے تیغ و نمک داں، یاں بہم
تہنیت خواں ہیں لبِ زخمِ جگر، دو چار کے

بلبے سفاکی، لگی کس کس پہ وہ[4] تیغ ستم!
جمع ہوں روز اس گلی میں نوحہ گر، دو چار کے

شعلہ رنگِ رخِ گل نے یہ آتش دی کہ صبح
آشیاں میں ہر طرف جلتے تھے پر، دو چار کے

ترک تازی سے ترے غمزے کی عالم ہے خراب
تجھ کو کہنا ہے غلط تاراج کر، دو چار کے

دیکھیے ممنوں غزل کہتے ہو کیسی گرم تم
یوں تو ہم نے سن لیے اشعار تر، دو چار کے

۱۔آ،ب: مگر
۲۔آ: ہو
۳۔لندن،ب: زائد شعر
۴۔آ: یہ

۴۴۸

خط پڑھے میرے وہ، دھوکے سے مگر دوچار کے
نام لکھ دوں میں خطوطِ شوق پہ دوچار کے

چشم میں کیا کیا نہ اندازِ اشارت خوں ہوا
دھیان اس مجلس میں از بس تھے ادھر دوچار کے

ہائے کس ہرجائی کا مشتاق ہوں، بے طاقتی
صبح تک ہر شب،[1] جھکالانے ہے گھر دوچار کے

خوں چکاں آہیں بھریں کس نے کہ ہمسایہ میں شب
دل کیے دس پانچ کے، خوں تھے جگر دو چار کے

اشک مت پوچھو، کہوں کس کس سے، رکنے کے نہیں
تا جلا دیں گے نہ دامن یہ شرر دوچار کے

سوزِ غم اب خط میں لکھ، بالِ کبوتر پر نہ باندھ
جل بجھے آخر دلا پہ بیشتر دوچار کے

شب اسیروں کی ترے سنتے فغاں گرم تھے
صبح جلتے تھے قفس میں بال و پر دوچار کے

رنج و غم کا ہے کبھی، حرمان و یاس و سوز و داغ
زنت سرانے دل میں ہوتے ہیں گزر دوچار کے

بے کسی تو دیکھ ممنوں! شب جو وہ بگڑا تو میں
رہ گیا مجلس میں کیا منہ دیکھ کر دوچار کے

۴۴۹

آج ہم بیٹھے ہیں، لختِ دلِ افگار گنی
کہ اٹھا لیجیے اس تیغ سے، پھر وار گنی

ہم تہِ چرخ پھڑک بھی نہیں سکتے یک دم
قفسِ تنگ ہے ایک، اور گرفتار گنی

کیا ترے آبلہ پا، دشتِ جنوں سے گزرے
آج پُر خوں نظر آتے ہیں سرِ خار گنی

ایک دو دم میں ہے بیکاریِ وحشت افسوس!
کہ گریباں میں باقی ہیں ہے، تار گنی

ترے بیمار کی حالت نہیں معلوم، ولے
آستیں چشم پہ، گرد اس کے ہیں غم خوار گنی

ہم اسیروں کا قفس دیکھ ستایا مجھ کو
کشتنی ایک ہے، چھٹنے کے سزاوار گنی

صبح کو وہ نگہیں اپنی طرف دیکھیں تیز
خواب دیکھا تھا! لیے مجھ پہ ہیں تلوار گنی

نہ اسے یاد نہ سمجھنے کا مجھے ہے مقدور
کیونکہ یارب ہوں وفا! تھے بہم اقرار گنی

غم جدا، درد جدا، داغ جدا، زخم جدا
قطرہ، خونِ دل پہ ہوئے جمع، یہ خوں خوار گنی

خندۂ یار کرے چارہ گری، کس کس کی
کہ انار ایک، نظر آتے ہیں بیمار گنی

بہر تاراج جو ترکانہ جھکیں، وہ آنکھیں
غمزہ و عشوہ سے ہوں ساتھ، مددگار گنی

جھانکنے[2] کی بھی نہیں راہ نظر آتی ہے
بند ہوتے ہیں جوں ہی، روزنِ دیوار گنی

کیا غضب حسن کی ہوتی ہے چمک مثلِ کلیم
پردہ اٹھتے ہی گرے[3] طالبِ دیدار گنی

رات پہنے ہی وہ کس لطف و صفا سے آیا
بدھیاں پھول کی، سلکِ دُرِ شہوار گنی

یاں گلے لگ کے جو اشکوں[4] کے بندھے تار، کہا
کس لیے! میرے گلے کے یہ ہوئے ہار گنی

قافیہ پھیر کے، پھر تازہ غزل کے پر درد
اور بھی شعر لکھ! اے کلکِ فسوں کار گنی

۱۔ آ: صبح

۲۔ لندن: جھانکنے بھی — غالباً سہو کاتب

۳۔ آ: ہوئے

۴۔ آ: جو اس کو گلے، صد بار کہا

۴۵۰

اشک آتے ہیں چلے، پردہ درِ راز گئی
حالِ دل کھول کے رہ۔ وہیں گے یہ غماز گئی

خوں چکاں دل سے نوا کیونکہ نہ نکلے یارب
کہ جدا مجھ سے ہوئے، میرے ہم آواز گئی

کب قفس سے ہے نکالا مجھے اس نے، جس دم
رہ گئے ٹوٹ کے بال و پرِ پرواز گئی

سینے میں شقِ قمر، ہونٹے میں جاں بخشی
اس کے ہونٹوں میں خدا نے دیئے اعجاز گئی

غمزہ و عشوہ و مژگاں ہیں خدنگ افگنِ قہر
ہیں قضا سے بھی فزوں یہ قدر انداز گئی

تیر جگر، تیرِ مژہ، تیغ پہ ہے تیغِ نگاہ
ایک دل، تس پہ جھکے عربدہ پرداز گئی

جی، جگر، دل ہے اِدھر، غمزہ، نگہ، عشوہ اُدھر
کہ یہ جاں باز گئی، وہ ہیں ستاں باز گئی

وہ مژہ بل کے مژہ پر، جگر و دل سے کیے
گل کترنے کو ہیں مقراض گئی، کاز گئی

حذر اے خرمنِ گردوں! خطر اے دامنِ چرخ
کہ اٹھے سینہ سے، شعلہ ہیں فلک تاز گئی

نامہ بر مرغ تو پہنچے، پہ یہ اڑتی سی سنی
اس نے چھوڑے ہیں لبِ بام پہ شہباز گئی

اب نہ ہے آہ، نہ نالہ، نہ فغاں، نَے فریاد
تو نے اے ضعف! دبیے روک یہ دم ساز گئی

موند گئی آنکھ تو کیا کھل گئے ابواب شہود
ایک در بند جو ہوتا ہے تو ہوں باز گئی

یوں تو اس سلسلۂ عشق میں ایک عالم ہے
ہم ہوئے، قیس ہوا، ہیں ابھی ممتاز گئی

مژدہ اے تہمت داے صدق وصفا صد افسوس!
جا لگے کان سے اس کے ہیں، سخن ساز گئی

گوشۂ چشمِ نگہ و جنبشِ لب، آہستہ
غمزہ و چشمکِ پنہاں تھے، فسوں ساز گئی

میں نے پوچھا کہ لیا کس نے ہے دل! ہنس کے کہا
شیوہ چند ہیں، لینے کے دل، انداز گئی

تم بھی ممنوں عجب ناز کشِ عالم ہو
وہیں جانا کہ جہاں، جمع ہوں طناز گئی

۴۵۱

ہر زخمِ دل خلش سے، دم کی چھلا کیا ہے
الماسِ سودہ سا شب، کوئی ملا کیا ہے

اک چاند کا سا مکھڑا جھلکے تھا اور چھپے تھا
کس کے نقاب کا شب، گوشہ ہلا کیا ہے

جوں اشک شعلے نکلے، اپنا چراغِ دیدہ
شب ہانے وعدہ رہ پر، پہروں جلا کیا ہے

کیا جانیے وہ رخ ہے یا گل کہ جس نے دیکھا
کیا وجد اس نے پڑھ پڑھ صلِ علیٰ کیا ہے

سینہ میں کون یارب! دل کو نثار دے تھا
شب قطرہ قطرہ لوہو منہ پر ڈھلا کیا ہے

محرومِ نسیم جلوہ اب تک ہیں، گرچہ ہم نے
آئینۂ دل اپنا، مدت جلا کیا ہے

دل زندگی سے اپنا، تھا کس قدر الجھتا
قربانِ تیغِ جاناں، کیا فیصلہ کیا ہے

گر زلف گھیرتی ہے، کاکل ہے گر الجھتی
کس کس بلا میں یارب! دل مبتلا کیا ہے

گاہے ہوں خون روتا، گہ جیب کو ہوں دھوتا
درپیش یا الٰہی! کیا مشغلہ کیا ہے

سو سو بہار آئی، دل وا، ہوا نہ اپنا
ورنہ جو غنچہ دیکھا، سو وہ کھلا کیا ہے

یک قطرہ خوں میں سو سو، طوفاں ہیں باندھ رکھے
اللہ دل کا پیدا، کیا حوصلہ کیا ہے!

گلہاے داغ حرماں یا برگ و بارِ حسرت!
نخلِ مراد اپنا، یوں ہی پھلا کیا ہے

سن دوسری غزل کو، چھاتی سے لگ گیا وہ
کیا مرحمت یہ ممنوں! اس نے بھلا کیا ہے

۱: ب: انجم

انگارہ سا بغل میں شب کچھ جلا گیا ہے | دل کی تپش[1] [illegible]
ہنگام بوسہ دم کی لگ جانے تھی، ہوا سی | وہ سوخت برگِ گل [illegible]
آخر کو رفتہ رفتہ جی لے کے دل نے چھوڑا | اسی بغل میں دشمن اپنا پالا [illegible]
رنجش کی بات کیا تھی، کیوں منہ بنا کے بیٹھے | جلنے نہ پائے لب بھی، کس لے کے [illegible] گیا ہے
دنبال[2] میں ہیں کتنے مجنوں سے پابہ زنجیر | عشق و جنوں کا ہم کو سر سلسلہ دیا ہے
دل تو گیا نہ تنہا، اس رہ میں ساتھ تیرے | اشکوں کا ہم نے ہمرہ یک قافلہ کیا ہے
میکش کا جو عمل ہے سرِّ[3] شیخ کا ہے لیکن | واں خانقہ میں چھپ کر، یاں بر ملا کیا ہے
کھولے ہیں بال کس نے، بکھری ہیں کس کی زلفیں | بیچارہ ایک دل پر بلوا، بلا کیا ہے
چھوٹا اور اس گلی میں ممنوں کہیں ہے گھر بھی | خانہ خراب کیوں دل، اچھا بھلا کیا ہے؟

۴۵۳

کیا رنگِ نو بہار میں حل، بوے درد ہے | گرداب سے بھی ہے تو کوثر بھی گرد ہے
شاید کہ جل بجھا ہے ترا تفتہ دیر سے | کچھ اس کی راکھ گرم ہے، کچھ ایک سرد ہے
دوچار گام ناقہء لیلیٰ ادھر ہی رکھ | مدت سے روحِ قیس بیاباں نورد ہے
اڑنے لگا جو رنگ مرے چہرہ کا وہ شوخ | کہنے لگا کہ آج، مگر دل میں درد ہے
آخر، شبِ وصال کو اس طرح کیجیے | یہ بھی کوئی روش ا فلکِ ہرزہ گرد ہے
تیغ و سنان و تیر جو جھیلے تو کیا ہوا | اس فتنہ گر سے آنکھ لڑاوے سو مرد ہے
کیسے نگار و نقشِ خیالات دھو چکے | دل کی بیاض صبح صفت، سادہ فرد ہے
سیلاب اپنے دامنِ خس میں ہے بندھ رہا | آتش بہ حذر میں اس سے بوقت نبرد ہے

قطعہ

دیتا نہیں قرار، بساطِ زمانہ پر | کیا مہرہ بازیِ فلکِ لاجورد ہے
بتھلانے ہے کسی کو، اٹھانے کسی کو یہ | گردش میں اس سے جو ہے، سو مانند فرد ہے
کیا قطرہ قطرہ خونِ جگر ہو چکا تمام | ممنوں آج رنگ ترے منھ کا زرد ہے

۴۵۴

جب بصد ذوقِ اسیری دلِ ناشاد[4] آوے | صید گر میں یہ غضب ہے کہ نہ صیاد آوے

۱۔ ب: تپش میں
۲۔ لندن، ب: زائد شعر
۳۔ آ: جو کہ غم ہے
۴۔ آ، ب: آزاد

دم گھٹا جانے ہے اے[1] نازکیٔ خاطرِ یار
دے ذرا اذن کہ کب تک میری فریاد آوے

سرِ پرویز تلے، بازوے شیریں ہو واہ
سرِ فرہاد پر اور تیشۂ فولاد آوے

زخم خوردہ ترا کہتا تھا یہی خون میں لوٹ
پھر بھی یک بار خدایا، کہیں جلاد آوے

ہونٹ لذت سے ہر اک زخم جگر چاٹے ہے
یاد جس دم، مزۂ خنجرِ بے داد آوے

آج کس درد سے کہتے تھے اسیرانِ قفس
کب ہے پروا کہ ادھر، مرغِ چمن زاد آوے

اس کے صدقے کہ بناز جو گیا، کہنے لگا
ہائے اس وقت مرا عاشقِ ناشاد آوے

نظر آنے ابھی لگتے ہیں، فرشتے زاہد
نشہ میں بال کھلے، گر وہ پری زاد آوے

کون سے شغل سے یہ شغلِ تصور چھوٹے
کیا کروں یاد کہ دل میں نہ تری یاد آوے

بند صیاد نہ کر چاک قفس کے، شاید
اس طرف نکہتِ گل، ہم نفسِ باد آوے

حضرتِ عشق کا ہے حکم کہ ہوں ظلم پہ ظلم
پر درِ یار پہ عاشق نہ پئے داد آوے

کیا غزل دوسری ممنوں نے پڑھی، کب اس سے
نکتہ سنجی میں مقابل کوئی استاد آوے

۴۵۵

لبِ مرغانِ قفس دیدہ پہ فریاد آوے
بوے گل تجھ سے، جب اے جامۂ صیاد آوے

کل ہی سو تیغِ ستم مجھ پہ لگا کر ہے گیا
آج کہتا ہوں یہی پھر، ستم ایجاد آوے

واعظا![2] مجھ کو جو کہنا ہے، سو کہہ لو لیکن
تم بھی دیکھو جو بتوں کو تو خدا یاد آوے

کھینچنے بیٹھے ہو یہ تصویر کسی کی، لیکن
شرم تم کو نہ کہیں، مانی و بہزاد آوے

رشک کہتا ہے مگر اس پہ بھی رنجش کی ہو ہوئی
منہ بنانے جو ادھر سے کوئی ناشاد آوے

ابروے یار کے مت ذکر سنو، حضرتِ شیخ!
طاق سے پھر نہ فرد، نسخۂ اوراد آوے

یہی بہتر ہے یہی قامت و خوش رو میرا
نہ گلستاں کی طرف اب گل و شمشاد آوے

کوہ سے کوہِ بلا، قطع کیے ہیں ہم نے
یہ کوڈھب راہ ہے، کہہ دو کہ نہ فرہاد آوے

پہلے ہی وار پہ ہم جان لگا[3] دیتے ہیں
پر ذرا سامنے بھی تو کوئی جلاد آوے

غرض اپنانے جہاں سے نہیں ہم کو ممنوں
کام محشر میں پیمبر کی ہی اولاد آوے

۴۵۶

آیا مجھے غش سا جو شب، آنے سے کسی کے
چونکا پہ، گلِ جیب سنگھانے سے کسی کے

آنکھوں کے تلے برق سی کچھ کوند رہی ہے
جھمکا یہ ہوا، پردہ اٹھانے سے کسی کے

گالی کی بھی جی بھر کے ملی، ہائے نہ لذت
یاں کام ہوا، ہونٹ ہلانے سے کسی کے

مژگاں سے لیے تیر، سناں غمزہ، نگہ تیغ
فتنہ یہ ہوا، آنکھ لڑانے سے کسی کے

اس معرکے میں ہم بھی ہیں جوں، تازہ جراحت
رو دیتے ہیں یعنی کہ ہنسانے سے کسی کے

کیا اپنی نگاہوں نے کہا رات، کہ ٹپکے
اندازِ حیا، آنکھ جھکانے سے کسی کے

۱۔ آ: ساعد

۲۔ ا،ب۔ واعظوں۔۔

۳۔ آ: ہم نہیں اور سے رکھتے ہیں غرض کچھ ممنوں، ب: یہ نہیں رکھتے ممنوں

کر شورِ فغاں! طالعِ خوابیدہ کو بیدار [illegible]
جیتے تو بہت داغ دیے، پر ہیں مردن [illegible]
سکتہ کا سا عالم تھا، ہوئی نبض کو جنبش یہاں [illegible] سے کسی کے
یاروں کے سخن سننے ہی میں لطف ہے ممنوں پڑھتا ہوں غزل غیر، چڑھانے سے کسی کے

۴۵۷

شاکی ہوں نہ میں، تیغ اٹھانے سے کسی کے یوں ذبح کرے، پر نہ سکھانے سے کسی کے
جو خار تھی دل میں سو رہی، اے تپِ دوری! کیا ہاتھ لگا، ہاتھ لگانے سے کسی کے
دل میں یہ اٹھے ہول کہ اڑتا ہے پڑا رنگ یہ درد بھی چھپتا ہے، چھپانے سے کسی کے
گو، چرخ یہاں، سب کو بڑھا کر ہے گھٹاتا رات اپنی کٹے پر، نہ بڑھانے سے کسی کے
رنجور ترا کل یہ کہے تھا، دمِ رخصت جاؤں گا ٹھہر اب بھی، میں آنے سے کسی کے
زیور دھک اٹھے نہ کہیں، اس تپِ دل سے دھڑکا ہے یہ آغوش میں لانے سے کسی کے
چتون میں بہم آرزوے دل کے بیاں ہیں کیا ہونے ہے، یاں کان لگانے سے کسی کے
ہر[۳] لحظہ وہ[۲] پوچھے ہے کہ اب رات ہے کتنی معلوم ہو، گھڑیال بجانے سے کسی کے
کیا[۴] دل پہ مرے، چوٹ سی لگتی ہے شبِ وصل کچھ چھیڑ کے ممنوں! یہ ستانے سے کسی کے

۴۵۸

آسرے، زیست کے کیا دیکھیو، تو ٹوٹ گئے رنگِ رو سب کے، مرا دیکھ کے رو، ٹوٹ گئے
رات کانٹوں پہ رلایا، خلشِ ہجر نے کیا سرِ سوزن سے یہ بیرنِ مو، ٹوٹ گئے
دل خراش آہ تو روکی، پہ کئی دشنے[۱،۲] سے سینۂ خون شدہ سے تا بہ گلو ٹوٹ گئے
یاس و امید تھی کیا کیا ترے بیمار کی شب دم کبھو ٹھہر گئے اور کبھو ٹوٹ گئے
کس سے وعدہ تھا، مرے پاؤں بھی، شب سے تا صبح پھرتے پھرتے ہی بگردِ سرِ کو ٹوٹ گئے
عیش کیا ورطۂ ہستی میں کہ یہاں شیشہ و جام ہنستے ہی مثلِ حبابِ لبِ جو، ٹوٹ گئے
کوئی یوں بھی ہے تڑپتا، دلِ مضطر تو دیکھ! سینۂ چاک کے سب تارِ رفو ٹوٹ گئے
دیں، ترے ہاتھ میں کیا ہاتھ۔ بس اے مرشدِ شہر! اپنی بیعت کو مگر، دستِ سبو ٹوٹ گئے
ہوسِ چاک میں سینہ ہے لہو، کب سے تمام تیرے خنجر مگر اے عربدہ جو! ٹوٹ گئے
تو نے ممنوں کی غزل اور سنی بلبلِ باغ! لاف تیرے نہ سب اے زمزمہ گو، ٹوٹ گئے

۱۔ ب: اک

۲۔ آ، ب: یہی

۳۔ لندن، ب: زائد شعر

۴۔ ب: شب

۴۵۹

کیوں نہ دستِ ہوسِ معرکہ جو ٹوٹ گئے   شب جو وہ ہار کہ تھے، زہبِ گلو ٹوٹ گئے
قیسِ بیس ماندہ پہ کی ناقۂ لیلیٰ نے نگاہ   کیوں ترے پاؤں نہ وقتِ تگ و پو، ٹوٹ گئے
لائیں کیا رو پہ کبھی، سینۂ پرخوں کی خراش   جب ہوئے ناخنِ غم ان میں فرو، ٹوٹ گئے
کن نگاہوں کا یہ ہنگامۂ بدمستی ہے   کہ دل اس معرکہ میں، مثلِ سبو ٹوٹ گئے
کیا کیا دل کو جدا اس سے، ترے ہاتھ نہ کیوں   شانۂ سلسلۂ غالیہ بو! ٹوٹ گئے
کب کسی نے تجھے آغوشِ ہوس میں کھینچا   بند چولی کے یہ کیوں، دیکھیو تو ٹوٹ گئے
دلِ ممنوں پہ نہ رکھ ہاتھ کہ چھالے اس کے   یہ سمجھ رکھ، جو گئے ذرہ بھی چھو، ٹوٹ گئے

۴۶۰

کشتۂ لعلِ دمسی زہب یہ مایوسی ہے   دل کو درکار کفن قرمزی و طوسی ہے
ذبح کرتا ہے تو رکھ پاؤں ذرا سینہ پر!   کہ مرے خوں کو بہت حسرتِ پابوسی ہے
کس کے نیرنگ سے ہوں داغ کہ ہر پارۂ دل   آج لبریز[1] دو صد جلوۂ طاؤسی ہے
اوس ہی آتش کا مگر تو بھی ہے چمکارا ایک   جس کو سنتے ہیں کہ برقِ نگہِ موسیٰ ہے
جوں زباں تیری، مرے منہ میں ہو، یوں لذت سے   لبِ ہر زخم[2] نے پیکاں تری چوسی ہے
کون ہے چاندنی میں عطر لگا کر بیٹھا   آج کچھ چادرِ مہتاب میں خوشبو سی ہے
مژدہ باد اے جگر و اے دلِ باقی ماندہ!   غمزہ پھر، دشنہ بکف در پئے جاسوسی ہے
آشنا کی اگر آواز سے ہوں محرم گوش   وہی لبیک، وہی نغمۂ ناقوسی ہے
مے کشی میں تو نہیں شیخ بھی، رندوں سے کم   ایک افزود وہاں شیوۂ سالوسی ہے
خوں، تمنائیں ہوئیں اس کے تغافل سے مگر   آج کچھ چہرۂ ممنون پہ مایوسی ہے

۴۶۱

بادِ چمن گلی سے گزری ہے تو کسی کی   آلودہ بوئے گل میں، آتی ہے بو کسی کی
صورت گرِ تصور، صنعت کے تیری قرباں   تصویر کیا دکھائی، اب ہو بہو کسی کی
دل کے شگاف یوں ہی رہنے بھی دو کہ ناحق   فرسودہ کیوں ہو سوزن، وقتِ رفو کسی کی
سو آرزو سے دل کی، ہر آرزو بدر کی   اب آرزوئے دل میں[3]، ہو آرزو کسی کی
خرمن سے ربطِ آتش، سنتا ہوں کان دھر کے   ساتھ اپنے یاد آتی، یعنی ہے خو کسی کی
وہ سرخ مے کے ساغر اوروں کے لب پہ رکھے   بارے نہ ہو تمنا کیوں کر، لہو کسی کی
زیور کے عکس کیا کیا ہیں، جا بجا نمایاں   کتنی ہے صاف و نازک جلدِ گلو کسی کی

۱۔آ: کہتے ہیں
۲۔آ: جامہ
۳۔آ: جیسے

دونوں جہاں سے ہم بھی بیٹھے ہیں ہاتھ دھو کر [illegible]
مژگاں کا بھی جھپکنا، دل پر گراں ہے اپنے — آنکھوں بھر جو صورت [illegible]
یاں آنسوؤں کے تھمے، ٹھیرے رہیں گریباں — دیکھی ہے [illegible]
مفتونِ زالِ دنیا، گر مرد ہے تو مت ہو! — یہ ہے [illegible] کسی کی [illegible]

۴۶۲

چھاتی مری شب کاوشِ حسرت سے چھنی تھی — جو دم کی خلش تھی سو وہ برچھی کی انی تھی
فرہاد پہ کب میری طرح آن بنی تھی! — یاں جان گئی سخت، وہاں کوہ کنی تھی
لب سرخ کیے مے سے، کہاں بیٹھ کے تم نے؟ — یاں خون میں تر ہی مری تشنہ دہنی تھی
شب دشنۂ خونیں نہ ملا، اے قلقِ ہجر! — کی خیر خدا نے، کہ بری دل پہ ٹھنی تھی
چین ایک گھڑی بھی، کسی کروٹ پہ نہ پایا — کتنی تپِ دوری سے شب، اعضا شکنی تھی
کل جان ملک بچ ہی گئی، آہ کو ورنہ — گردوں کی طرف، نیتِ ناوک فگنی تھی
گاہے نہ کیا یاد، مقیمانِ درِ یار — آخر تو کبھی تم سے،[1] ہمیں، ہم وطنی تھی
خاک؟ ان کی پہ لایا نہ کوئی پھول نہ چادر — جن کو کہ چمن پوشی و گل پیرہنی تھی
کرتا تھا کبھی شکوہ، کبھی عذر سنوں تھا — شب کس کے تصور سے مجھے ہم سخنی تھی!
کیا کیا تری دوری نے خلش دل سے کیے رات — کچھ دل ہی سمجھتا ہے کہ[2] جو دل پہ بنی تھی
مہتاب ستاروں سے، ان آنکھوں کے لیے آہ! — رکھتے نمکِ سودہ میں ہیرے کی کنی تھی
شیریں غزل اک اور بھی، ممنوں نے پڑھی آج — طوطی کو رہی یاد نہ شکر شکنی تھی

۴۶۳

مہتاب کی چادر میں سحر خوب چھنی تھی — جب تیری یہ تصویرِ صفا خیز بنی تھی
قطرہ عرقِ شرم کا تھا، اخترِ تاباں — چمکی جو کہیں رات، وہ سیمیں ذقنی تھی
آنکھوں کو جو سینہ پہ کہیں، اس کے تملا رات — مژگاں کے پڑے نقش، یہ نازک بدنی تھی
پان نے جو ترے، لعلِ بدخشاں سے کیے ہونٹ — خوں رشک سے، سرخیِ عقیقِ یمنی تھی
شب کھول دیے بال، پہن ہار تو اڑنے — مل، بونے گل و نکہتِ مشک ختنی تھی
اس عطرِ گریباں کی لپٹ، گل پہ جو گزری — بھرتی نفسِ سرد، نسیمِ چمنی تھی
دو بوسے بھی اس چشم کے لینے نہ دے، گاہ — عادت ترے مژگاں کی سدا، نیش زنی تھی
عیسیٰ کو بھی بیمار کیا، چشم نے تیری — کیا قہر یہ جادوگری و سحر فنی تھی
کیا کیا ہے جلے، دیکھ کے مجلس میں تجھے شمع — ہر چند بہت گرم وہ گردن زدنی تھی
وہ شمع پہ ، اس شعلۂ عارض پہ جلا، یہ — پروانے کو دل سے برے، ہم انجمنی تھی
آزاد صفیر اس پہ ہوا، سرو کے بر میں — زعفرانی کی تھی وہ جو قبا، سو کفنی تھی
گلریزیِ الفاظ نہ آساں[3] ہے ممنوں — خوں نوشیِ پنہاں ہے یہ رنگیں سخنی تھی

۱۔ آ: ہم سے کہیں
۲۔ آ: جو کچھ
۳۔ آ: کچھ سہل

۴۶۴

تلوار دھرے بیٹھا گردن پہ ہے، بسمل کی
تصویر کوئی کھنچے، یوں ہی مرے قاتل کی

مرغانِ قفس کیا کیا حسرت سے نواکش ہیں
گلشن سے مگر آئی آواز عنا دل کی

کس دشتِ غریبی میں دیکھیں کہ قدم ٹھیرے
بس اب تو عناں اُلجھے، جنبش میں ہے محمل کی

اے گریۂ قیس اتنا کیا آب، بہانا تھا!
کچھ دامنِ محمل پر، چھینٹیں سی پڑیں گل کی،

تربت تھی مری جنت، جو چادرِ گل اس نے
پھیلائیں، رملیں لڑیاں، ہار اور حمایل کی

سیلے تو گزرتی سی، اک برق ادھر دیکھی
من بعد خبر کچھ بھی، اپنے نہیں حاصل کی

گزری نہ نگہ کی تھی، شوخی نہ ادا کی تھی
کل لعبتِ چیں میں نے، اس بت سے مقابل کی

کیا زندگیِ شیریں اب تلخ گزرتی ہے
گر آبِ بقا پہنچے، ہے گھونٹ بلا بل کی

کیا یار میں اور مجھ میں آڑے ہے یہ سنگیں دل
یک سدِ سکندر سی، آئینہ نے حائل کی

ٹپکا سرِ مژگاں سے خوں کے کئی قطرے، ہو
کب پوچھنے تم آنے، لی خوب خبر دل کی

ہوش لے سے وہ یوں بولا، دیوانہ مرا آیا
سن کر جو کہیں چونکا، جھنکار سلاسل کی

دیکھیں کہ سلامت سے، کیوں کر یہ سفر طے ہو
نیت تو مصمم ہے، اب قطعِ مراحل کی

سیماب ہے جنس اپنی، مرکب ہے سو موی ہے
آتش کدہ کتنے ہی، ہیں راہ میں منزل کی

کس درد سے شب ممنوں، تھا اور غزل پڑھتا
حسرت سی کوئی حسرت ہر لفظ میں شامل کی

۴۶۵

بھر آئیں تمنائیں، آنکھوں میں جو یہاں دل کی
بولا وہ، نگہ دیکھے [1] کوئی مرے مائل کی

یاں موجۂ اول میں کشتی کے ہوئے ٹکڑے
در طے سے ہے ناواقف، محرم نہیں ساحل کی

جس پر کہ بنایا تھا، نقشہ رخِ شیریں کا
فرہاد کی تربت پر کیوں لوح نہ وہ، رسل کی

پا، ناقہ، لیلیٰ کا لغزیدہ ، کدھر آیا
اللہ رے زبردستی! اس جذبہ کا مل کی

سینہ سے لگا سینہ، ہم ایک ہی ہوتے ہیں
گر، اوٹ سرک جاوے پیراہنِ حائل کی

کس دشت غریبی میں، اللہ ہیں سر گرداں!
کوئی نہ خبر[2] لایا، یاروں کے قوافل کی

پیری بھی جوانی سے آئی پہ نہ دل چونکا
تا صبحِ سفر دل سے، بند آنکھ تھی غافل کی

قاتل[3] کو کوئی میرے، پھر تیغ بکف لاوے
ہر اک سے سماجت تھی یہ ہی، ترے گھائل کی

ہوں جامِ مئے سرخ اور مے نوش کہ دیکھوں ہوں
نرگس وہ گلابی سی، ہیں ساقیِ محفل کی

نادانی دل سے میں کیا کیا ہوں بہ تنگ آیا
یارب! کسی انساں کو صحبت نہ ہو جاہل کی

ہر ہر ورقِ دل پر، تھا نام ترا لکھا
کچھ سیر بھی کی تو نے، الفت کے رسائل کی

کوچے کی طرف تیرے، دیوانہ سا پھرتا تھا
کل شکل عجب دیکھی، ممنون سے عاقل کی

۱۔ آ، ب۔ آئی نہیں

۲۔ ب۔ شب سے

۳۔ لندن، ب۔ زائد شعر

۴۶۶

چشمِ[3] فسوں گر نسخہ، شوخی، بحث حیا کی، عجب سی ہے
ناز سے جھکنا معنیِ آفت، چشمک شرحِ غضب سی ہے

بلبلے دل کی رات حرارت بابر میں لیا تھا یک ساعت
صبح کو بولا جانِ نزاکت، میرے بدن میں تپ سی ہے

وصل میں ذرہ مژگاں جھپکی، رہ گئی فرصت کم شب کی
چال سپہرِ فتنہ طلب کی، آج ابھی سے کڈھب سی ہے

آہ کی کاوش، دم بھر فرصت، جنبشِ افغاں دے جہلت
تارِ جگر سے کھینچ بدقت دل کی جراحت، اب سی ہے

دل کی جو حسرت چشم سے نپکی، یوں ہی تھی جنبش اس لب کی
طرز نگاہ شوق کسی کی، ہم سے بوسہ طلب سی ہے

وصل کا وعدہ ٹھہرا شب پر، دیکھیے کیا ہو! یہ ہے ڈر
رنگ پہ آنے گاہ ملامت، منہ پر گاہے طرب سی ہے

یاد محبت پہلی کرکے، وصل میں پوچھے تھا مجھ سے
جانِ وفا کی تجھ کو قسم ہے، اب بھی محبت[1]، جب سی ہے

شوقِ چکیدن لب پہ ہے رقصاں، لب نہ جھکا پر لب پر یاں
دیکھ کے شامل رنگ ہوس میں، اب تک طرزِ ادب سی ہے

نیمہ، رخ پر بال وہ پر خم، بکھرے تو ہے یہ عالم
صبح سے یک سو گھر میں مرے، ایک طرف سے شب سی ہے

جامہ زیبی اس کی[2] نظر کر، رعنا گل تیرے تن پر
خرقہ دوزِ صنعِ ازل نے، ٹھیک قبا یوں کب سی ہے!

لب پر ہر قدسی کے بڑھے شوق کلیدن دیکھ تجھے
کیوں مۓ لعلیں تجھ میں بھی کیفیت اس کے لب سی ہے؟

تو نے پری خواں سیر بہت کی، ہوش ربا و پر شوخی
شیشہ میں گاہے کوئی پری بھی دیکھی بنتِ عنب سی ہے

گلیوں میں اب دخترِ رز پر، ٹھہرتے ہیں مستانہ سے
ممنون کو ہے لافِ سقاہت، وضع یہ ان کی عجب سی ہے

۴۶۷

دل[1] غمزے، ترے دلیر ہونے تجھے تو آہو، پہ شیر ہونے
نہ پھڑک بھی سکیں ہیں زیرِ فلک کس قفس میں ہم اسیر ہونے
تو نہ تھا، غش سے چونک چار طرف نگراں ہم دم، اخیر ہونے

۱۔ لندن، ب۔ زائد غزل

۲۔ ب۔ الفت

۳۔ ب۔ یہ غزل نہیں ہے تہ مقطعہ نہیں ہے

زخم اب نگہ سے جھیلیں گے دشنہ و تیغ سے تو سیر ہونے
شب ہجراں کی ہانپنے بے چینی بال مرے بدن پہ تیر ہونے
زور طوفانِ بحرِ ہستی میں ہم تو آخر، کنارہ گیر ہونے
بے دماغی سے یاں کسے تھا، جواب منفعل منکر و نکیر ہونے
ہوں غریبانہ پر فشان ، فغاں کہ جدا، اپنے ہم صفیر ہونے
وصل میں بھی ہے ٹکٹکی، در پر انتظاروں سے خو پزیر ہونے
وہ جو آنے تو دل کے ٹکڑے ہلیے ہم بھی موجود، ناگزیر ہونے
رک کے کہنے لگے معاذ اللہ نہونے ہم، کوئی فقیر ہونے
دوسری[1] بھی غزل کے تیری' شعر کیا ہی ممنون ! بے نظیر ہونے

۴۶۸

ہم[2] بچا آنکھ ، بوسہ گیر ہونے شرمگیں سے وہ، تا بدیر ہونے
صبح ساں، زندگی سے سیر ہونے ہم دم اولیں میں پیر ہونے
جیب میں آ، شرر سے چھوڑ گئے طفلِ اشک اپنے، کیا شریر ہونے
شب دوری ! درندہ سا تھا فلک ہم پہ اختر بھی، چشمِ شیر ہونے
اس خرابی کا ہے، تعجب ہی کیا! حضرتِ دل سے جب مشیر ہونے
کیوں لب غنچہ رہ گئے ہیں بند ؟ ہونٹ کیا تیرے خوردہ گیر ہونے
اوس طرف تک نگہ ، نگہ سے ملی سر، اودھر سے ہزار تیر ہونے
ہم بھی چل ہی چکے تھے، پر آگے متوقف، نہ راہ گیر ہونے
ناتوانی سے روسے خاک پہ ہم موجِ نقش، خطِ حصیر ہونے
دل ہر اک کا کھنچے ہے سینہ سے اس قدر کیوں ہو، دل پزیر ہونے
نہ غزل گو، کوئی ہے ممنوں سا ہم بھونے، تم ہونے کہ میر ہونے

۴۶۹

لکھا[3] ہے ہر مزار پہ خط غبار سے حاصل ہو خاک ! زندگیِ مستعار سے
کیا کیا مزے اٹھانے تصور میں یار سے شاید نہ وصل میں بھی ہوں بوس وکنار سے
وقتِ وداع اشک تو روکے، نہ رک سکے مجبور تھا میں گریۂ بے اختیار سے
دل کی خلش سے سینہ ہوا چاک چاک سب[4] آخر کھلے ہیں پھول یہ اس خار خار سے
کیا تم کہیں تھے رات، کھلے بال سو گئے آتی لپٹ ہے مشک کی، پھولوں کے ہار سے
ہوں نخلِ خشک شعلہ سے، میرا ہے جوشِ گل آتش بھی کم نہیں مجھے باد بہار سے

---

۱ لندن= زائد شعر
۲۔ لندن= زائد غزل
۳۔ ب= یہ غزل بھی نہیں ہے۔
۴۔ آ= پھر

گنتا رہوں ہوں شام سے تا صبح داغِ دل | [illegible]
اس شوق میں کیا جگر و سینہ چاک چاک | شاید ... کریں [illegible]
دل[1] امت، تنگ مزاجی، چشمِ بتاں سے رک | بیمار ... کرتے [illegible]
دستِ ہوس کو کیجیے ختم، اس کمر میں کیا | لچکے جو بار بار ہی بدلی ہے [illegible] سے
اے برق دیکھنا کہ نہ اوڑ جائیں دھجیاں | دامن، نکل بچا کے، مرے خار خار سے
لانے[2] نہ ایک جامِ بلوریں بھی مشیشہ | آنکھیں ہوئیں سفید مری انتظار سے
ممنوں! خراب کردہ، چشمِ بتاں ہیں ہم | شکوہ نہ کچھ ہے گردشِ لیل و نہار سے

۴۷۰

کاہیدہ[4] اس قدر ہوں، غمِ ہجرِ یار سے | پیکر کو میرے رشتہ ہے بستر کے تار سے
گنتا رہوں ہوں شام سے تا صبح داغِ دل | اپنی بھی رات کم نہیں روزِ شمار سے
کیا احتیاج شمع کہ سوزِ جگر بھی آہ! | شعلہ اٹھا رہا ہے ہمارے مزار سے
ہوں نخلِ خشک، شعلہ ہی رنگیں رکھے مجھے | آتش بھی کم نہیں مجھے بادِ بہار سے
برباد میری خاک کو کرتا ہے وہ سوار | کب کا غبار تھا اسے، میرے غبار سے
وہ شوخ دل ربا جو ہوا ہمکنارِ غیر | جیب سے ہے دل کنارہ کش، اپنے کنار سے
دستِ[5] ہوس کو کیجیے ختم، اس کمر میں کیا | ممنوں! نگاہ کی، وہ لچکتی ہے مار سے

۴۷۱

ہم[7] وشتہ ہے، ہم غمزوں[6] سے تلوار لگانے | پھر چشمِ غضب ناک نے ہتھیار لگانے
کس کی ہے شبِ وعدہ کہ ہر ہر سرِ مو پر | گویا کہ ہیں سو دیدۂ بیدار لگانے
وہ بے کسیِ گریہ نہ ہے جیب نہ دامن | اور اشک کے آنکھوں نے یوں[8] ہیں تار لگانے
پہلوئے دل اوس چشم کا، چھوڑے نہ تصور | بیمار پہ تکیہ ہے، یہ بیمار لگانے
اس کلبۂ احزاں میں نہ مونس ہے نہ غم خوار | چھاتی سے ہوں روتا، دلِ افگار لگانے
دیکھی تھی جھلک اک مہِ خانہ نشیں کی | آنکھیں ہوں، سوئے روزنِ دیوار لگانے
گھر رشکِ ختن، کھلتے ہی تھا زلف کے، شاید | ہو تار ہیں تھے، نالۂ تاتار لگانے
ہم نقطہ سویدا کا، بیٹھے دل پہ ہیں بیٹھے | تا شست ہدف پر، وہ کماں دار لگانے
کہتا ہے مرا دودِ فغاں دیکھ، غضب ہے | دھونی مرے در پہ یہ، سیہ کار لگانے

۱۔ ب۔ یہ مصرعہ دوسری غزل میں ہے۔
۲۔ آ۔ بدن ہی کے
۳۔ ب۔ یہ شعر دوسری غزل میں ہے۔
۴۔ یہ واحد غزل ہے جو صرف "ب" میں ہے
۵۔ یہ مصرعہ اور اس سے اوپر والا ایک شعر لندن، آ، میں دوسری غزل میں ہے
۶۔ آ۔ دنبالہ سے سرمہ کی ہے تلوار لگانے
۷۔ ب۔ یہ غزل بھی نہیں ہے
۸۔ آ۔ ہیں یوں

۳۲۷

اللہ رے گرانیِ غم دوریِ جاناں! ہر ایک سرِ مو پہ، مرے کہسار لگانے
شق دل کو کیا اس ہوسِ شست میں، میں نے شاید کہ وہ تیر اپنے میں، سوفار لگانے
کیا کیا نہ الجھتا ہوں کہ یوں سامنے میرے چھاتی پہ تری ہاتھ رہے، ہار لگانے
پہنا کے جو گہنا، اُسے آئینہ دکھایا تھا، اپنی طرف آپ، نگہ یار لگانے
مشاطہ سے بولا، ابھی آجانے جو ممنوں کیا کیا نہ گلے، کرکے مجھے پیار، لگانے
شاداب[1] سا ہے سبزۂ خط، کون سحر تک رویا ترے رخسار سے، رخسار لگانے
ممنون نے کی نظم، غزل اور عجب صاف اس سلک میں کیا کیا درِ شہوار لگانے

۴۷۲

جھلکے[2] ہے جدھر باغ، وہ رخسار لگانے ٹھہرے ہے جہاں سرو، قدِ یار لگانے
کونین تلک قیمتِ دل، کم ہیں سمجھتے پر دیکھیے کیا مول! خریدار لگانے
صیاد سے کہہ دو کہ کسی شاخ میں، گل کی یک دم قفسِ مرغِ گرفتار لگانے
گل گشت کرے کیا نگہِ شوق کہ خط نے گردِ چمنِ حسن ترے، خار لگانے
انداز، ادا، ناز، نگہ، غمزہ، کرشمہ یک دل پہ ہیں سو اس نے، طلب گار لگانے
کیا بندِ نقاب اس کے کروں باز، شبِ وصل کھولوں جو گرہ، ایک تو دوچار لگانے
ہے رشتۂ بستر پہ مرے تن کو خم و پیچ بننے کو کئی تار میں، جوں تار لگانے
کچھ بر میں تو آنے سے رہا ہے وہ چھلاوا ہونے کو کوئی ہاتھ، گنہگار لگانے
میں نے کہا آؤں، ہدف گاہ پہ رکھ دل بولا، یہ نشانے تو کئی بار لگانے
مے، عشق کے ساغر میں نہیں، خونِ جگر ہے یہ جام نہ منہ سے، کوئی ہشیار لگانے
ہر مو میں شرارے سے ہیں، کہہ دو کہ مسیحا تلمس پہ مرے ہاتھ نہ زنہار لگانے
بیمار تھا اس چشم کا، دل نے بھی دیے رنج آزار میں کیا مجھ کو ہیں، آزار لگانے
چشم اس کی نہ شوخی سے، کہیں بھی ہے ٹھہرتی سرمہ جو لگانے تو فسوں کار لگانے
کب سر وہ اٹھا، خاک سے چھاتی پہ لگالے ٹھوکر جو سمجھ کر نہ مجھے، عار لگانے
ممنون نے موزوں کیے اور کئی شعر کیا باغِ معانی میں ہیں، اشجار لگانے

۴۷۳

باتوں[3] میں نہ یک دم، کوئی غم خوار لگانے سر زانو سے، روتا ہوں میں ناچار لگانے
اے خضر و مسیحا جو جگر ہونے تو آجاؤ! آتا ہے کوئی سان پہ، تلوار لگانے
درد و الم و سوز و غم و داغ ہیں حاضر بیٹھے ہیں شہِ عشق، یہ دربار لگانے
ہم جھیلتے ہیں جان پہ، سینہ پہ، جگر پر کچھ شرط لگا کر، وہ اگر وار لگانے
دل لینا ہے، لے چک، کئی بوسے بھی دے چک سودا تو چکا، مفت کی تکرار لگانے
آہستہ، تری غیر سے باتوں کی خبر ہے ہوں کان رہا شب، پسِ دیوار لگانے

۱۔ آ۔ زائد شعر
۲۔ ب۔ یہ غزل بھی نہیں ہے۔
۳۔ ب۔ یہ غزل بھی نہیں ہے۔

میں نے جو کہا کس کے گلے آنے لگے ہو، تک کر — بولا کہ یہ [illegible]
اے دخترِ رز! خلوتِ مینا سے نکل آ — ہوں تاک؟ [illegible]
کیوں انجمنِ لالہ رخاں کی نہ کروں سیر! — اللہ کی قدرت سے یہ گلزار لگانے
میں خون کے ہوں گھونٹ سے پیتا، مرے آگے — لب یوں لبِ ساغر پہ وہ ہے خوار لگانے
اے گل! تجھے دعویٰ تھا، کسی رخ سے صبا نے — منہ پر نہ تھپیڑے ترے، دوچار لگانے
تمنون نے تسبیح تو چھوڑی، پہ خطر ہے — تجھ کو بھی کہیں عیب نہ زنار لگانے

۴۷۴

شکن[1] بالوں کی، وہ کل کھولتے تھے — صبا کے ہاتھ عنبر رولتے تھے
گل و بلبل میں، باہم صحبتیں ہیں — کبھی ہم، تم بھی ہنستے بولتے تھے
فلک پر چڑھ گیا پلہ تھا مہ کا — جو ترے حسن سے شب، تولتے تھے
وہ لب کرتے تھے مجھ سے وعدۂ قتل — کہ زہر آبِ بقا میں گھولتے تھے
غم سے اب نہیں، گلِ غم میں تمنوں! — قدح پر ہم قدح جھکولتے تھے

۴۷۵

اس[2] لب سے بامزہ ہے حکایت عتاب کی — یعنی بہت لذیذ ہو تلخی شراب کی
دیکھا نہ صاف چہرہ پر اتنا ہوں جانتا — صبحِ بہار سے ترے رخ پر نقاب کی
تصویرِ رخ بنائی، تری کلکِ صنع نے — حل، رنگِ گل میں کرکے، صفا ماہتاب کی
نقطہ ہے خال کا، سرِ ابرو پہ دیکھنا — حسن آفریں نے بیت، عجب انتخاب کی
ہوتے تو اس سے لعبت چیں، دوبدو ہونے — بولا جو وہ تو پانی نہ طاقت جواب کی
شعلہ سا، تہرِ چہرہ پہ ہے شرم کی جھلک — شوخی کے رنگ میں ہے غضب نہ حجاب کی
کھل کر، ہیں کس کے بال گریباں پہ آرہے — لپٹی ہے بوے عطر میں بو، مشکِ ناب کی
وقت سخن سے یوں حرکت، اس کے ہونٹ کو — جوں پنکھڑی ہوا سے، ہلے ہے گلاب کی
اپنی نگاہ گردشِ چشمِ بتاں پہ ہے — ہے روز و شب کی کچھ، نہ خبر انقلاب کی
چولی مسک رہی ہے، پریشاں ہیں منہ پہ بال — بوسوں سے اڑ رہی ہے مسی لعلِ ناب کی
دستِ ہوس سے آنے ہو تم، کس کی چھوٹ کر — صورت پذیر شکل پہ ہے اضطراب کی
تمنون دردناک غزل کیا پڑھی کہ ہے — طرزِ سخن پسند ہر اک نکتہ یاب کی

۴۷۶

پوچھ[3] آتشِ فراق کے مت سوز و تاب کی — اک جان تھی سو وہ بھی ہے، اس نے کباب کی

۱۔ لندن= زائد غزل
۲۔ لندن= زائد غزل
۳۔ لندن= زائد غزل

اللہ رے سوزِ سینہ کہ ہو کر گداختہ!
پیکانِ تیر، دل پہ ہوئی بوند آب کی

کیا زخمِ دل کا رنگ ہے، یارب! مژہ سے آج!
ٹپکے ہے بوند بوند پہ اک خونِ ناب کی

واحسرتا! کہ پوچھنے آیا کب آرزو
جب ہے، لب وزباں میں نہ طاقت جواب کی

پیری میں صبح ساں ہوں، دمِ سرد کھینچتا
آتی ہیں جب کہ یاد وہ راتیں شباب کی

کس طرح اس کے سینہ میں رکھ دیجے اپنا دل
آسودہ دل کو تا ہو، خبر اضطراب کی

کہتا ہے شکل خواب میں آکر دکھاؤں گا
چشم اپنی آشنا ہی نہیں، شکلِ خواب کی

قربانِ ناز، ذبح کیا مجھ کو اور کہا
نیت تھی مدتوں سے مجھے اس ثواب کی

اے ترکِ تازِ لشکرِ غم، اب ہے کیا رہا!
تو نے تمام دل کی نواحی خراب کی

حسرت تو دیکھیو کہ ہوئی صبح کب وداع!
نیم، اک گرہ تھی جب رہی بندِ نقاب کی

کہتا ہے کیا یہ آن کے، دھونی لگائی ہے
رنگت سیاہ ہوتی ہے، دیوار و باب کی

ممنون بس یہ گریۂ بے صرفہ کب تلک
ہوتی خرابیاں ہیں، جہانِ خراب کی

۴۷۷

یہ نزع دم صدا، ترے بیمار کی سنی[1]
اپنی کہی نہ حیف، نہ کچھ یار کی سنی

صیاد نے، نہ گل نے، نہ مرغانِ باغ نے
فریاد، عندلیبِ گرفتار کی سنی

کنجِ قفس میں آج، پھڑکتے ہیں نو اسیر
شاید صفیرِ مرغِ چمن زار کی سنی

چلِ تو بھی میری آبلہ پائی! بسونے دشت
جاتی ہے تشنگی نہ لبِ خار کی سنی

اپنی نگہ نے اس سے کہا کیا! کہ زیرِ لب
آہستہ ہیں جو باتیں کچھ پیار کی سنی

خجلت سے رنگِ غنچۂ گل سرخ ہو گیا[2]
شاید کہ نازکی ہے، لبِ یار کی سنی

دامن، مسیحِ چرخ نشیں کا جلا گئی
تم نے شرارت، آہِ شرر بار کی سنی

غیرت سے چشم وا، نہ کروں گا کہ حشر میں
شہرت ہے، عام وعدۂ دیدار کی سنی

عرضِ ہوس جو کی تو وہ لب ہل گئے تھے، کچھ
اقرار کی سنی ہے، نہ انکار کی سنی

اب تک مرے جگر میں ہے، برچھی سی لگ رہی
شب آہ خونچکاں، ترے انگار کی سنی

سینہ بھی ہے، جگر بھی ہے، آ ہاتھ آزما
تعریف ہے بہت، تری تلوار کی سنی

ممنون کوئی تازہ غزل اب سنائیے
شہرت بہت ہے، آپ کے اشعار کی سنی

۴۷۸

شدت تھی کل تلک بہت آزار کی سنی[3]
آج اور ہی خبر، ترے بیمار کی سنی

آنکھیں رہیں کھلی کی کھلی، یوں وداعِ جاں
تیرے شہید حسرتِ دیدار کی سنی

رنجور کا ترے، نہ سنا حال کچھ مگر
آوازِ سودن کفِ غم خوار کی سنی

لب سے ترے ہے غنچۂ گل، پھول یوں جھڑے
رنگیں حکایتی لب مے خوار کی سنی

۱۔ بد: یہ غزل بھی نہیں ہے۔
۲۔ ت: ہے ناز گیا
۳۔ بد: یہ غزل بھی نہیں ہے۔

میری نہ تو نے ایک سنی، میں نے ہا[illegible] ‏ [illegible]
معلوم پھر نہیں کہ ہوا کیا، پہ اک دو بار ‏ ہم [illegible] نالاں [illegible]
زلفوں سے اس کی برہمیِ کفر و دیں ہوئی ‏ بے رونقی، [illegible]
ہے ساز عشق سر بسراپا، رگیں ہیں تار[1] ‏ آہنگ تار تار سے، اسرار کی سنی
اب رو رہے ہو حضرتِ دل، کیوں؟ کہ وقتِ عشق ‏ تم نے کسی [illegible] یار، نہ اغیار کی سنی
پوچھے ہے بے مجھ سے، کون ترا دل اڑا گیا ‏ یہ بات اور بھی، مرے دل دار کی سنی
میں حالِ دل کہوں تھا، وہ سن کر کہے تھا رات ‏ ایسی کہانی اور بھی، دو چار کی سنی
کہتے ہیں مجھ سے واہ کہ ترک جنوں کروں! ‏ دیوانگی، یہ مردمِ ہشیار کی سنی
ممنوں تھا، معاملہ خلوت میں کس سے رات! ‏ آہستہ، بات بات پہ تکرار کی سنی

۴۷۹

آئی[2،3] بدلی سی، کھلی زلفِ سیہ کس کی تھی ‏ گئی بجلی سی چمک، گرم نگہ کس کی تھی
گر گئے قبلہ پرستوں کے بہت عمامہ ‏ ہو گئی ناز سے کج، طرفِ کلہ کس کی تھی
دیکھی ابروے بتاں، طاقِ حرم بھی دیکھا ‏ سچ کہہ اے کعبہ نشیں! دل میں جگہ کس کی تھی
رنگِ تن، اس کا جو دیکھا تہِ پیراہن سے ‏ خرقہ پوشان کہو، شیفتی ہوئی تہ، کس کی تھی
بزمِ خوباں سے جو آیا تو یہ مجھ سے پوچھا ‏ طلعتِ صاف بھلا صورتِ مہ، کس کی تھی
تم تو لہروں میں نشہ کی، لبِ دریا پہ رہے ‏ بے خبر! کشتیِ احوال تبہ، کس کی تھی
باڑھ، مژگاں کی شرر ریز، فغاں برق انداز ‏ تجھ سی، اے بادشہِ عشق! سپہ کس کی تھی
دیکھ آیا مجھے زخمی تو یہ گھر میں بولا ‏ خونچکاں، لاش پڑی وہ سرِ رہ، کس کی تھی
چرخ تک، دامنِ عیسیٰ بھی نم آلودہ ہوا ‏ موج پہ موج گئی، چشم سے بہہ، کس کی تھی
کس کے وعدے تھے، رہے یاد کہ سب بھول گئے ‏ وا، رہی صبح تلک چشم براہ، کس کی تھی
تھی مگر چشم سے، یا چشمکِ پنہاں سے مدد ‏ غارتِ دل پہ کرشموں کو یہ شہ کس کی تھی
دل دیا میں نے تجھے، تو نے کیا خون اسے ‏ کس کی تقصیر، خطا، آپ ہی کہہ، کس کی تھی
مے طلب میں نے جو کی، منہ پہ صراحی دی پٹک ‏ بامزہ اپنی ہے تعذیر، گنہ، کس کی تھی
کوئی باغ تبہ دنیا سے لگاتا ہے دل! ‏ دیکھ ممنوں یہ جگہ کس کی ہے! کہہ، کس کی تھی
کیا تبدیل قوافی میں پڑھے ممنوں شعر ‏ غزلِ تازہ بھلا مجھ سے تو کہہ، کس کی تھی

۴۸۰

پھر[4] ہوئی آج کمانِ ناز سے، ذرہ کس کی تھی ‏ رہ گئی سینہ میں کل جان، گرہ کس کی تھی
حرف پر حرفِ تمنا ہوئی برہم، درہم ‏ کل تغافل پہ نگہ، قاعدہ نہ کس کی تھی

۱۔ آہ رہیں یار
۲۔ آہ بھی
۳۔ لندن۔ زائد غزل
۴۔ لندن۔ زائد غزل

لٹ گئی کشتِ تمنا مرے دل کی، اے عشق — فوجِ بیباک یہ غارت گرِ دِہ کس کی تھی
کشتہ پہ کشتہ ملپاں، دیکھے نگاہِ سفاک — گرم خوں ریزی ہر اک کہ و مہ، کس کی تھی
ہم نے تو چارہ، بیماریِ دل یوں ہے، کیا — کہ دعا یا کہ دوا، فائدہ دہ کس کی تھی
نفس بادِ سحر، آج ہیں مشکیں آتیں — کھل گئی کا کلِ پر پیچ و گرہ، کس کی تھی
گیسوئے مشک فشاں، تم نے ہلانے پھر کیوں — کہ جراحت کو یہاں، صورت بہہ کس کی تھی
بچ گیا تیر ستم سے، مرے دل کے آڑے — باختہ زلف وہ مانند زرہ کس کی تھی
دمِ کشتن بھی نہ دیدِ رخِ قاتل ہو نصیب! — بد دعا، واسطے ممنونؔ کے یہ، کس کی تھی

۴۸۱

لاف[1] ظاہر اور کچھ ہے، عشقِ پنہاں اور ہے — چاکِ دل کچھ اور ہے، چاکِ گریباں اور ہے
ایک جاں دے کر لیے اس تیغ سے کیا کیا مزے — ہائے حسرت! ہاتھ میں اپنے نہیں جاں اور ہے
اس نگاہ و غمزہ سے ہر دم، مرے سینہ پہ آہ — تیر پر اک تیر ہے، پیکاں پہ پیکاں اور ہے
رونمائی میں دیا، دین و دل و ہوش و خرد — جان بھی ہے مانگتا، نقصاں پہ نقصاں اور ہے
ایک دو ساغر سے بجھتی ہی نہیں اپنی پیاس — دیکھنا! شیشہ میں مے، ساقیِ مستاں اور ہے
ترکِ دنیا، ترکِ عقبیٰ، سجدہ کوئے بتاں — عاشقوں کا اور مذہب، دین و ایماں اور ہے
پاس منہ بوسے کی خاطر، لا کے ڈہکاتا ہے کیا — آرزوے دل مری، اے میرے جاناں اور ہے
پیاری پیاری گفتگو، یہ ناز کی باتیں کہاں — غنچہ و گل اور کچھ، وہ لعلِ خنداں اور ہے
دامن، صحراے محشر تک نہیں تھمتا کہیں — قطرۂ اشکِ رواں کا، دُرِ غلطاں اور ہے
نکتہ فہماں! رتبہ، شعر و سخن کو دیکھنا — اک غزل پڑھتا، یہ ممنونِ غزل خواں اور ہے

۴۸۲

تھی،[2] خلش پر ہر نگہ، کاوش پہ مژگاں اور ہے — نیشتر پر نیشتر، نذرِ رگِ جاں اور ہے
کہہ نہ مجھ سا کب، درونِ بزمِ امکاں اور ہے — دیکھ آئینہ کہ تجھ سا، ایک جاناں اور ہے
ہجر کی شب ہر گھڑی، اٹھ اٹھ کے پوچھوں ہوں یہی — رات کیا باقی ابھی، اے چرخِ گرداں اور ہے
لعلِ مے آلودہ شب مستی میں کیا پوچھے نہ تھے؟ — آستیں پر داغ ہیں، کچھ رنگِ داماں اور ہے
سن چکا ہوں روزِ رستا خیز کے قصے بہت — شورشِ ہنگامۂ شب ہائے ہجراں اور ہے
قد ہوا سیدھا تو کیا! ناز و ادا بھی چاہیے — قامت اس کا اور کچھ، سروِ گلستاں اور ہے
جامِ مے میں عکسِ روے یار دیکھ اے چرخِ پیر! — اور بھی خورشید ہے اک ماہِ تاباں اور ہے
ہیں ترے بیمار کی بالیں پہ سب رخصت کو جمع — ہے کہیں آنا تو آ، اک دم کا مہماں اور ہے
ہے مددگاری کو ممنونؔ کی علیِ مرتضیٰ — ڈر نہیں تیرا فلک! اپنا نگہباں اور ہے

۱۔ لندن = زائد غزل

۲۔ لندن = زائد غزل

۴۸۳

ادھر انکار، ادھر شوق بھی، ابرام بھی ہے[1]
بوسہ پہ بوسہ ہے، دشنام پہ دشنام بھی ہے

مدتِ وعدۂ دیدار کو اتمام بھی ہے
ہائے اس روزِ جدائی کی کہیں شام بھی ہے

کوند بجلی کی سی، مہتاب میں کچھ دیکھوں ہوں
گوہری زیورِ سینہ وہ سمن فام بھی ہے

طوف تو کعبہ میں کرتا ہوں پہ حق تو یہ ہے
کہ نہاں، دل کو لگاؤ سوئے اصنام بھی ہے

مژدہ اے ذوقِ اسیری و شہادت طلبی!
نگہ و زلف لیے، تیغ بھی ہے، دام بھی ہے

تشنۂ ذوقِ شہادت ہیں تڑپتے اب تک
آب کا تیغ بتاں میں نہ رہا، نام بھی ہے

مت خرابی کا سبب پوچھ کہ دورِ مہ میں
گردشِ چشم بھی ہے، گردشِ ایام بھی ہے

خط مرا لے کے، وہ دلآلہ سے چپکے چپکے
پوچھتا تھا کہ زبانی کوئی پیغام بھی ہے

ذبح ہونے پہ ہوں، شاباش وفا مجھی سنتا
دستِ قاتل کی نزاکت سے یہ الزام بھی ہے

دیکھ بیتابیٔ دل، لگ کے وہ شب چھاتی سے
پوچھتا ناز سے تھا، کچھ نہ کچھ آرام بھی ہے

منتہائے شب محنت زدگاں کچھ نہ کھلی
ورنہ جس چیز کو آغاز ہے، انجام بھی ہے

اشک آب نشاں، شعلہ زناں آتشِ دل
اس طرف سینہ برشتہ ہے، ادھر خام بھی ہے

وشت سے وشت ہیں خوں ریز، سرِ منزل تک
اور پاؤں میں نہ یہاں طاقتِ یک گام بھی ہے

محفلِ وصل میں دیکھوں ہوں، بہاریں کیا کیا
خود بھی رنگین ہے و رنگیں سرِ انجام بھی ہے

گل ہے بیرون و درون دستِ نگاریں میں جام
کہ حنا عکس فگنِ لعلِ مے شام بھی ہے

مے ادھر شیشہ سے جھلکے ہے، ادھر ساقی کے
سبز کرتی ہے عیاں، سرخیٔ اندام بھی ہے

گردن و چشم و لب یار سے ہے مستیٔ دل
کہ صراحی و مے لعل بھی ہے، جام بھی ہے

یار مشتاقِ غزل آنے ہیں، ہارے ممنوں!
کچھ ہوا مبدء فیاض سے، الہام بھی ہے

۴۸۴

چرخ بیداد گر و جور، ترا کام بھی ہے[2]
جس جگہ شکوۂ گردوں ہے، ترا نام بھی ہے

چشم نظارہ نہ غیرت سے وہاں کھولوں گا
کہ قیامت میں سنا، جلوہ ترا عام بھی ہے

منتہیٔ طولِ زماں کا بھی کہ ہوتا ہے پھر
دن جدائی کا، اگر داخلِ ایام بھی ہے

شانہ کشِ زلف پہ ہے، غازہ فگن عارض پر
حکم مشاطہ میں گویا ہے سحر، شام بھی ہے

جا کدھر ہی سے چمک! کوچہ نشیں کو تیرے
روزنِ در پہ نگہ، چشم سوئے بام بھی ہے

اس کے قرباں کہ قاصد سے یہ پہلے پوچھا
میرے بیمارِ جگر خستہ کو آرام بھی ہے

زہر آمیختہ یہ آبِ بقا، مت کہیے
ساتھ بوسہ کے کوئی موقعِ دشنام بھی ہے

تیر افگن وہ نشانوں پہ ہے، کہہ دے کوئی
کہ اسی معرکہ میں آپ کا بدنام بھی ہے

دیکھ کر گرم نگاہوں سے وہ یوں پوچھے تھا
کیوں کبابِ جگر سوختہ، کچھ خام بھی ہے

دیکھ کر اپنے سرِ راہ وہ کہتا ہے مجھے
ان ہی گلیوں کے سوا اس کو کہیں کام بھی ہے

۱۔ لندن: زائد غزل

۲۔ لندن: زائد غزل

پا شکستوں کو لگا جاتے ہیں ٹھوکر، اے چرخ! کسی گرتے کا لیا ہاتھ کبھی، تھام بھی ہے
ہم صفیرو! دمِ پرواز خبر ہے کہ نہیں کہ پھڑکتا کوئی بیچارہ، تہِ دام بھی ہے
چشمِ کافر نہ ابروے غضب ہے بیباک لائے محراب میں کعبہ کے کوئی جام بھی ہے
آبِ شمشیر ادھر بھی ہو رواں، گاہ کہ یاں تفتہ جاں، سوختہ دل، بستہ لب و کام بھی ہے
چشمِ جادو میں تری شعبدہ کیا کیا ہیں بھرے! نرگس و جام بھی ہے، بادہ و بادام بھی ہے
ہندوئے کج کلہ و ترک خدنگ افگن ہے وہ چھلاوہ بھی ہے، وہ آہوے بدرام بھی ہے
شکل آغازِ محبت ہی میں وحشی سی بنی تم کو مسنون، کچھ اندیشہ انجام بھی ہے

مستزاد

جوں شعلہ بھڑکتا ضبطِ فغاں سے میں سراپا
ایک آہ کی رخصت
گھٹ گھٹ کے جلوں تابکجا، آہ خدایا!
بس بس نہیں طاقت

امید ہر اک یاں ہوئی سینہ میں اپنے
حرماں کی قسم ہے
خوں ہوگئی جو دل میں، یہاں آئی تمنا
سوگند بحسرت

رکتا ہے نفس بزم میں بھر آنے ہے چھاتی
تا چند بھلا ضبط
جی میں ہے کہیں بیٹھ کے اب رونیے تنہا
جی کھول بشدت

اے واہ عجب حسن ہے یک جلوہ سے جس نے
جھمکی سی دکھا کر
جوں آئنہ، سب چشم کیئے اہلِ تماشا
اللہ رے حیرت

ہر چند یہاں قتل کو اک عمر ہے گزری
ہم بے گنہوں کے
ہیں جبہہِ جلاد پہ تا حال ہویدا
آغازِ ندامت

ہر خار ہے جس دشت میں جوں نیشِ ادھر کو
کھینچے ہے جنوں آج
لے واسطے تیرے ہی اب اے آبلہ پا!
یک مژدۂ راحت

جانبازیٔ دل دیکھ کہ یک قطرۂ خوں ہے
نس پر بھی ہمیشہ
رہتا ہے یہاں روکشِ مژگانِ صف آرا
بلبے تری جرأت!

دل میں جو تمنا تھی، گرہ رہ گئی دل میں
یاں وصل کی شب بھی
اس بند قبا کے نہ ہونے صبح تلک وا
کی لاکھ سماجت

تیروں جو تڑپنے سے لگا دیتے ہو مجھ پر
آہستہ سے یک زخم
ں ہوں میں اور آپ کو اک کھیل ہے ٹھیرا
قربان مروت

لذت چش صد زخم ہے اب ہاتھ سے اسکے
کہتے ہیں کوئی صید

جینے کا یہ کیا لطف ہے اڑ جانے یہ جینا
اے کشتۂ غیرت

دل دشمن جاں تھا سو گیا سینہ سے ممنوں
آسودہ ہو اب تو

ہے[1] کاہے کا غم، شوق سے بس پاؤں کو پھیلا
کر خواب فراغت

۱۔ ہے: اب

واسوخت

بن ٹھن کے یہ جانا سوئے اغیار کہاں تک
بیہودہ گری کے ترے اطوار کہاں تک
ہم بزمیِ رندانِ قدح خوار کہاں تک
مستیِ شب و روز سے سرشار کہاں تک
ہر روز نئے دوست، نئے یار کہاں تک
آنکھیں طرفِ تازہ خریدار، کہاں تک

ہر ایک سے صحبت تجھے ہر رات نئی ہے
دوچار سے ہر روز، ملاقات نئی ہے

تھے گھر میں نہ اے وعدہ فراموش کسی کے
شاید کہ نہ تھے رات، ہم آغوش کسی کے
تھے ہاتھ سے تا صبح، نہ مے نوش کسی کے
تھے نشہ الفت سے نہ مدہوش کسی کے
کیا تم سے نہ تھے، ولولہ و جوش کسی کے
کھلواؤ نہ بس اب، لب خاموش کسی کے

اب تک بھی نمِ مے لبِ لعلیں سے چکاں ہے
دامن پہ کئی داغ، گریباں پہ نشاں ہے

آپ اپنی گواہی کے لیے لائیں ہیں آنکھیں
مے نوشیِ پوشیدہ کو فرمائیں ہیں آنکھیں
بیداریِ شب سے وہ جھکی جائیں ہیں آنکھیں
یوں سرخ نشہ میں ہیں کہ جوں آئیں ہیں آنکھیں
جو بادہ کشی کی تھی، سو دکھلائیں ہیں آنکھیں
کیوں میری طرف دیکھ کے، شرمائیں ہیں آنکھیں

اس شکل سے صورت ہے، مجھے آکر[1] جو دکھائی
اللہ رے اللہ یہ دیدہ کی صفائی!

آشفتگیِ طرۂ طرار کو دیکھو
اس برہمیِ کاکلِ خم دار کو دیکھو
بہکو ہو ہر اک بات میں، گفتار کو دیکھو
کہنے میں نہیں پاؤں ہیں، رفتار کو دیکھو
کچھ سرخ بھی ہیں، نرگسِ مے خوار کو دیکھو
کیا رنگ بنے! لالۂ رخسار کو دیکھو

آنکھوں میں نشے، مے سے لب آلودہ ہیں اب بھی
کیوں مستیِ دوشینہ کے انکار ہیں اب بھی؟

۱۔ ب: صورت مجھے آکر دکھائی

سو چین و شکن پڑ گئے، داماں کو تو دیکھو
مسکا ہے ہر اک جا سے گریباں کو تو دیکھو
ہیں بال کھلے، زلف پریشاں کو تو دیکھو
پھیکی ہے مسی، نک لب خنداں کو تو دیکھو
کچھ بند ہیں، کچھ وا، سرِ مژگاں کو تو دیکھو
جاتی ہے جھکی، نرگس فتاں کو تو دیکھو

پہلو میں نہ تھے ایک ہوس کار کے شاید
قابو میں نہ تھے مست قدح خوار کے شاید
رنگ اڑ نہ گئے لالہء رخسار کے شاید
مرجھانے ہوئے پھول نہیں، ہار کے شاید
شاید یہ نہیں، آپ کے اطوار کے شاید
ہیں جھوٹ سخن سب ہی، گنہگار کے شاید

باندھے کہیں پیمان تھے، توڑی کہیں قسمیں
لا، بس میں کسی اور کو، تھے اور کے بس کے میں
جو تم میں مری جان! محبت کی ہیں رسمیں
نہ سو میں، نہ دو سو میں، نہ یہ بیس، نہ دس میں
تھے، رات کسی کے جو تم آغوش ہوس میں
تھی یہ بھی خبر، جان کسی کی ہے تفس میں

کیوں تم کو رہی، رات نہ اغیار سے صحبت
کیوں صبح تلک تھی نہ بہم، پیار سے خلوت
کیا منہ کی بنی، نشہء سرشار سے رنگت
کیا لب کی ہوئی، بوسہء صد بار سے حالت
کی، حسن کی کم، تم نے اس اطوار سے عزت
جاؤ، کہ نہیں دست گنہگار سے جرات

تھا، تم کو کہا کس نے کہ میری طرف آؤ!
تھا کس نے کہا فتنہء خوابیدہ جگاؤ!
کس واسطے، کیوں خیر ہے، بس بس کہیں جاؤ
دیتا ہے قسم کون، قسم مفت نہ کھاؤ!

گر یوں نہ نظر آوے تو میں آئنہ لاؤں
لونا سا چمن شکل بنی، رنگ دکھاؤں

آئنہ میں اپنی کہیں تصویر تو دیکھو
رنگت نہیں چہرے کی ہے، تغئیر تو دیکھو

آسودہ تھے خود، کوئی جو پھڑکا تو بلا سے
گو کام کسی کا ہو ادا، کام ادا سے

پہلے تو کروں آپ کے داماں کے ٹکڑے
جھنجلا کے، پھر اس اپنے گریباں کے ٹکڑے

مجھ سے نہیں بننے کی، یہ باتیں نہ بناؤ
میں آپ ہی جلتا ہوں، نہ تم اور جلاؤ

کہیے کہ ازیں پیش گرفتار تھا کوئی
فرمایئے پہلے بھی بھلا یار تھا کوئی
اس نو گلِ عارض پہ دل افگار تھا کوئی
اس نرگسِ بیمار کا بیمار تھا کوئی
جی میری طرح دے کے، خریدار تھا کوئی
مجھ بن، سببِ گرمیِ بازار تھا کوئی

شہرت جو ہوئی حسن کی، اشعار سے کس کے
مضمون بندھے یہ، لبِ گفتار سے کس کے
مشہور زمانے میں ہوئے، پیار سے کس کے
معروف ہوئے خلق میں، اظہار سے کس کے
یہ رنگ لیے، دیدۂ خوں بار سے کس کے
ہیں آپ، بنائے ہوئے گلزار سے کس کے

پھر گرم ہوا آپ کا بازارِ تماشا
ہر ایک ہوا آ کے، خریدارِ تماشا
اب سب کے ہو آئینۂ دیدارِ تماشا
کس کس کو ہے، گل چینیِ گلزارِ تماشا
ہر سفلہ و ناکس ہے، طلبگارِ تماشا
کیوں مجھ کو نہ ہو ننگِ نظر، عارِ تماشا

آئیں گے اب نامہ و پیغام سبھوں کے
دلال چھپنے یہ سحر و شام سبھوں کے
کام آنے تم، اے دل برِ خود کام، سبھوں کے
ہم خواب ہوئے دشمنِ آرام سبھوں کے
معشوق بنے، سروِ گل اندام سبھوں کے
منکر ہو تو بتلاؤں، ابھی نام سبھوں کے

بس جاؤ کہیں جال ستا جاؤ جو لیجے
گن گن کے کہوں خوبیِ اوصاف کو لیجے

فرمایئے! مشہور ہوئے کس کے سبب سے؟
کہہ جایئے، مشہور ہوئے کس کے سبب سے؟

مشہور ہوئے آپ، تو مغرور ہوئے ہیں
پر کس کے سبب کہیے کہ مشہور ہوئے ہیں

معشوق، اگر دشمنِ ناموس وفا ہو
ہر چند پری زاد ہو، عاشق نہ بلا ہو

بدنام کیا حسن کو، انداز کو رسوا
غیرت کو خراب اور کیا ناز کو رسوا

بگڑے ہو تو بگڑو، کہ نیا یار بناؤں
بیٹھے ہی[1] رہو، اور پری رخ کو بلاؤں
پاس اس کو بٹھا ناز سے، کچھ ناز اٹھاؤں
آغوش میں کیا، میں اسے آنکھوں پہ بٹھاؤں
لوٹا ہوں، میں جو آگ پہ، تجھ کو بھی لٹاؤں
جیسا کہ جلایا ہے مجھے، میں بھی جلاؤں

لوں، گاہ میں اس زلفِ پریشاں کی بلائیں
دیکھوں گہے، اس عارضِ تاباں کی صفائیں
گہہ چشم میں ہوں، چشمکِ پنہاں کی حیائیں
گہہ پیشِ نظر، نرگسِ فتاں کی ادائیں
ہنسنے میں سنوں، اس گلِ خنداں کی صدائیں
ہوں، جان میں اس رشکِ گلستاں کی ہوائیں

جھنجلا کے جو اٹھ جائے تو اٹھ جائے، نہ پوچھوں
گر رک کے، کئی روز نہ پھر آئے، نہ پوچھوں
خط لکھ کے اگر لاکھ تو بھجوائے، نہ پوچھوں
گر صلح کے پیغام کوئی لائے، نہ پوچھوں
گو تیری طرف سے وہ قسم کھائے، نہ پوچھوں
اے وائے نہ پوچھوں، تجھے اے وائے نہ پوچھوں

منظوم کروں رخصتِ ناموسِ حیا کو
مرقوم کروں روز کی اس مشقِ جفا کو
مشہور کروں سستیِ پیمانِ وفا کو
معروف کروں پختگیِ وضعِ دغا کو
صورت کو رکھوں نام، کہوں ہیچ ادا کو
اس طرح سے دوں شہرہ، غرض تیری ثنا کو

آنکھوں سے اتر جائے تو ہر ایک بشر کے
دل میں نہ جگہ ہو تری، آنکھوں سے اتر کے
ہوں تجھ پہ نظر باز نہ مشتاق نظر کے
یاد آئیں تجھے ربط جب اس خستہ جگر کے

وہ شوخ کرے، تیری ہر اک بات پہ چشمک
سفلوں سے اس اندازِ ملاقات پہ چشمک

دیکھو، اس گلِ رعنا کو عجب حال ہو تیرا
منہ زرد گہے، رنگ گہے لال ہو تیرا

ہوں تیری ہر اک وضع پہ، ہر طور پہ طعنے
یاد آئے تجھے بات نہ کچھ اور، پہ طعنے

عشاق کو ہو جائے ترے نام سے نفرت
مشتاق کریں نامہ و پیغام سے نفرت

١- ب: تو

اس وقت کہے، ایک دم سرد تو بھر کے
اپنی وہ مثل ہے کہ[1] ادھر کے نہ ادھر کے

تو چشم میں ہر ایک کی معیوب ہو پیارے
تیری نہ ادا ایک بھی، مرغوب ہو پیارے
ہر شیوہ ترا، مکر میں محسوب ہو پیارے
انداز ترا ایک نہ محبوب ہو پیارے
تو ایک بھی طالب کا نہ مطلوب ہو پیارے
پُر خجلت و شرمندہ و محجوب ہو پیارے

تھی تجھ سے نہ امید کہ مجھ سے نہ نبا ہے
یوں مجھ سے قسم توڑ کے، تو اور کو چاہے
ہر چند کہ لڑتے بھی ہیں، بھڑتے بھی ہیں، گاہے
اس طرح بھی ہو جاتے ہیں محرومِ نگاہے
ہو، دور سے ہی دید نہ گاہے، سرِ راہے
پوچھے نہ کوئی بات پس از سالے و ماہے

نے غیرتِ معشوقی و نہ حسن پہ جاؤں
یوں شوکتِ محبوبی و خوبی کو مٹاؤں
بلوائے نہ تو اور چلا، آپ سے آؤں
قدرت یہ خدا کی ہے کہ میں تجھ کو مناؤں
تو جانے بگڑ اور میں آ آ کے بتاؤں
یہ اور تماشا ہے ترے ناز اٹھاؤں

جب عذر کروں، چشم پہ رکھ، اس کفِ پا کو
یہ روؤں کہ پھیکا سا کروں، رنگِ حنا کو
سو، شوق سے کھولوں گرہ، بندِ قبا کو
پر عطر کی بو تک بھی نہ دوں لینے[2] صبا کو
گہ دستہ، گہے باز کروں، زلفِ دو تا کو
لوں، اپنے لیے چھیڑ، غرض آپ بلا کو

جی میں یہی ٹھانی کہ چلوں گھر میں ابھی سے
ٹھہرائی یہ دل میں کہ رہوں بر میں ابھی سے

خود آکے کہے مجھ سے کہ افسوس، صد افسوس!
اس طرح بھی ہوتے ہیں ملاقات سے مایوس!

یہ نیش عجب طرح کا، پُر خشم ہے تو بھی!
اللہ غضب کوئی سیہ چشم ہے تو بھی!

گو تجھ میں وفا کب، پہ وفا ہی کی قسم ہے
چھل نہ کر، میری ادا ہی کی قسم ہے

پھر خاطرِ آزاد گرفتار کروں میں
پھر وہی محبت کے سب اطوار کروں میں

---

۱ - ب: نہ
۲ - لندن: نہ لینے دوں - غالباً سہو کاتب

رکھ کر، سر، دامن کو تری چشم پہ روؤں
یاں تک کہ غبارِ دلِ نازک تری دھوؤں
شکووں کے جو دفتر ہیں سو رو رو کے ڈبوؤں
پھر تخمِ وفا دانۂ ہر اشک سے بوؤں
کر، پیار کی باتیں وہ ملالت تری کھوؤں
اس قصہ میں تو صبح تلک سونے ، نہ سوؤں

پھر حسن و محبت میں بہم راز کی ٹھیرے
یاں شوق کی ٹھیرے تو وہاں ناز کی ٹھیرے

چھاتی سے لگا تجھ کو، کہوں سادہ و پرکار
کیا خاطرِ نازک پہ، شکایت سے ہوا بار
گستاخ تو اتنا بھی نہ تھا، تیرا گنہگار
بیتابیِ دل سے ہے، کہے حرف یہ دوچار
پر وقتِ گزشتہ کا مناسب نہیں تکرار
تقویم یہ پارینہ ہے، کیا اس سے سروکار

پھر یوں جو بنے، اس میں نہ تقدیر نہ تدبیر
ممنوں کے فقط جذبِ محبت کی ہے تاثیر

مخمس

۱۔ مخمس بر غزل ملا عصمت بخاری۔

صورتیں چند ہیں بت خانے میں بے حس و بے ہوش
کعبہ میں خاطرِ افسردہ، نہ جوش نہ خروش
چھوڑ ان دونوں کو، کر جامِ جنوں آخر نوش
سر خوش از کوے خرابات، گزر کردم دوش
بطلبگاری ترسا بچہء بادہ فروش

نقد دل ہاتھ سے جاتا تھا ادھر کو ہارے
جو کہ جوئندہ سو یا بندہ، یہ سچ ہے آرے
ننگر آں چشم تھی ہر سو، کہ یکایک بارے
پیشم آمد بسرِ کوچہ، پری رخسارے
کافرے، فتنہ گرے، زلف چو زنار بدوش

دلِ شیدا کے سراپا تھا، مگر خواہش و خواست
جانِ والہ کے لیے باعثِ صد کاہش و کاست
کج کیے ناز سے بھوں، میری طرف آیا راست
گفتم ایں کوے چہ کوئیست، ترا خانہ کجاست
اے مہِ نو خمِ ابروے ترا حلقہ بگوش

دے ترے غمزہ سے صد سحر طرازی پیوند
ترے دیوانہ؛ افسوں نگرِ دانش مند
رندی و کفر کہ تقویٰ ورع یاں ہے پسند
گفت تسبیح بخاک افگن و زنار بہ بند
سنگ بر شیشہء تقویٰ زن و پیمانہ بنوش

دہنِ شیشہ دہن پر، لبِ ساغر پر لب
چاہیئے، دلق میں زہاد کی رہنا ہے غضب
ہے خلافِ رہِ یاران قدح خوار عجب
توبہ یکسو بند و ساغرِ مستانہ طلب
خرقہ بیروں فگن و کسوت رندانہ بپوش

مسجد و خانقہ و صومعہ کو چھوڑ پرے
جا، سوے میکدہ، واں طاق میں شیشہ ہیں دھرے
اولاً چند قدح پی کہ لبالب ہیں بھرے
بعد ازاں سوے من آ، تا بتو گویم خبرے
راہ بنمایم، اگر بر سخنم داری گوش

کیا ہوا شور فگن دل میں یہ حرفِ دلکش
ساتھ اس جنبشِ لب ہی کے مجھے آیا غش

سینہ میں ولولۂ شوق، زباں پر عش عش
دیں بے فتادہ و بیہوش دودیدم سوئش
تا رسیدم بمقامِ کہ نہ۔ دیں ماند، نہ ہوش

اٹھ گیا سامنے سے پردہ گرِ چرخِ کبود
نہ مرکب نہ بسیط و نہ مجرّد، موجود
لوحِ ہستی سے ہوئے نقش و صور، سب مفقود
محو گشت ، از ورقِ کون ومکاں حرف وجود
نہ پری ماند ، نہ آدم، نہ طیور و نہ وحوش

تھے کئی شخص کہ تا محرمِ میخانہ ومست
کچھ عجب لوگ کہ ناواقفِ پیمانہ و مست
گرچی و بادہ، انگور سے بیگانہ و مست
دیدم از دور گروہے ہمہ دیوانہ و مست
از تف بادہ، شوق آمدہ درجوش و خروش

مست و سرشار نہ ، پر جام وبطِ مے موجود
طرفہ آہنگ پہ آہنگ نہ پر، بربط و عود
نغمہ پر نغمۂ دلکش نہ رباب اور نہ رود
بے دف و مطرب و ساقی، ہمہ، در عیش و سرود
بے مے و جام و صراحی ہمہ در نوشا نوش

جب یہ عالم نہ رہا اور ہی دیکھا عالم
جلوہ گرِ معنیِ بے رنگ وتعین برہم
نہ فزوں سلسلۂ ننگ و حیا اور نہ کم
چوں سر رشتۂ ناموس برفت از دستم
خواستم تاخیرے پرسم ازو، گفت خموش

یہ نہیں مدرسہ ، تا بحثِ سخن کا ہو لاف
خانقہ بھی یہ نہیں، زہد جہاں دیکھیں صاف
بے اجازت نہیں اس راہ میں یک گام معاف
ایں نہ کعبہ است کہ بے پا وسر آئی بطواف
ایں نہ مسجد کہ در او بے خبر آئی بخروش

یاں ہے محویت نظارۂ معشوق پسند
چشم جاں بیں ہو کھلی، چشم جہاں بیں ہو بند
یہ نہ وہ بزم کہ بیٹھے ہوں جہاں عاقل چند
ایں خرابات مغانست درو مستانند
از دمِ صبحِ ازل تابقیامت مدہوش

زور یہ خرقہ ہے ممنون بہ کم دہ یا بیست
کہ فنا زیست کو سمجھے ہیں، فنا کو یہ زیست
قیمتِ بادہ میں کونین تلک سمجھیں نیست
گر ترا نیز بہ ایں خرقۂ سرِ یک رنگیست
دین و دنیا بہ یکے جرعہ چو عصمت بفروش

۲۔ مخمس[1] بر غزل حافظِ شیراز در تہنیت جشن جلوس حضرت [illegible]

چو سالِ جشنِ شہنشاہِ معین کوش آمد
بخشش است رگِ ساز و مے بجوش آمد
ترانہ و غزل و صوتِ نے بگوش آمد
صبا بہ تہنیتِ پیر مے فروش آمد
کہ موسم طرب و بانگِ ناؤ نوش آمد

وہ دن ہے آج کہ ہر سو ہے ساقی سرشار
فقیہہ مست ہے، صوفی تلک ہوا مے خوار
عجب ہی وقت ہے یاں، اب رفیقِ بادہ گسار
بگویمت سخنے خوش بیا و بادہ بیار
کہ زاہد ازبرِ ما رفت و مے فروش آمد

ہر ایک سمت سے پہنچی، شمیم روح فزا
کہ مردگانِ چمن کا ہوا ہے پھر احیا
صبا ہے غالیہ فرسا، نسیم لخلخہ سا
ہوا مسیح نفس گشت و باد نافہ کشا
درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد

مدیح شہ کی پڑھے عندلیبِ گلشن زاد
سبق طیورِ سحر گاہ یہ کریں ہیں یاد
مگر ثنا شہِ عالم کی ہے بیاں سے زیاد
زمرغِ صبح ندانم کہ سوسنِ آزاد
چہ گوش کرد کہ بادہ زبان خموش آمد

نہ اس چمن میں ہے، دمِ سردیٔ خزاں کو بار
فسردہ بہمن و دے کا ہوا ہے سب بازار
گلِ آتشیں سے ہوا شعلہ گوں، رخِ گلنار
تنور لالہ چناں بر فروخت باد بہار
کہ غنچہ غرقِ عرق گشت و گل بجوش آمد

ہر ایک سمت سے آتی ہے بانگِ نوشا نوش
مےِ نشاط پیو، ہر طرف سے ہے یہ خروش
نشاط و عیش کی سن بات، ٹک ادھر رکھ، گوش
بگوش ہوش نیوش از من و بعشرت کوش
کہ ایں سخنِ سحر از ہاتفم بگوش آمد

ہوئے ہیں جمع جو اقبال و بخت کر کے رجوع
کبھی نہ ہوگی پریشاں یہ دولت مطبوع
نہ گو نہ گو نہ خیالات کر کہ ہیں ممنوع

۱۔ یہ نظم کا عنوان نہیں دیا گیا

زِفکر تفرقہ باز آئی تا شوی مجموع
بحکم آنکہ چو شد اہرمن، سروش آمد

نشاط دیکھی ہے اب بے حساب و حد، حافظ
نہ رکھے جام پہ ممنون دستِ رد حافظ
سمجھتا صحبتِ زاہد ہے آج بد، حافظ
ز خانقاہ بہ میخانہ می رود حافظ
مگر زِمستی زہد و ریا بہوش آمد

۳۔ایضاً" در غسلِ صحت حضرت فردوس منزل (بر غزلِ حافظ)[۱]

مباد دکھ ہو تجھے شاہِ ارجمند مباد
ترا مزاج کبھیں ہو خلل پسند مباد
حکیم تک سر دعویٰ کریں بلند، مباد
تنت بنازِ طبیبان، نیاز مند مباد
وجودِ نازکت آزردہ، گزند مباد

شہا کبھی نہ تری ہو اساسِ صحت سست
توا ہمیشہ قوی اور ہوویں، اعضاء چست
تری بقا سے ہے یہ سلسلہ، جہاں کا درست
سلامت ہمہ آفاق در سلامت تست
بہیچ عارضہ شخص تو دردمند مباد

ترے جمالِ دل افروز کو نہیں ہے حد
مدام ہو تری نظر سے دور دیدۂ بد
رہے بریدہ ہمیشہ زبانِ اہلِ حسد
دراں مقام کہ حسنِ تو جلوہ آغازد
مجال طعنہء بد بین و بد پسند مباد

درست قد پہ ترے ہو، قبائے رعنائی
برنگِ نخلِ بہشتی سدا ہو زیبائی
بہار ریز رہے تیری جلوہ پیرائی
دران چمن کہ در آید خزاں بہ یغمائی
گزار تا بہ سہی قامتت بلند مباد

یہی ہے صانعِ قدرت کا حکم روزِ نخست
کہ روح و تن کی ہو خوبی، ترے کرم سے درست
نہ آشکار و نہاں تیرا کوئی کام ہو سست
جمالِ صورت و معنی بیمنِ ہمت تست
کہ ظاہرت دِژم و باطنت نژند مباد

نہ کم قمر سے ہے یہ دل فروز عارض و خد

۱۔ ل۔ مستند، متن مطابق "ب"

یہ نور ان کا ہے شعلہ برائے اہلِ حسد
جلا ہمیشہ کرے وہ کہ ہو جو تجھ سے بد
ہر آنکہ روئے چو ماہت بچشمِ بد بیند
بر آتش تو بجز جانِ او سپند مباد

کرے ہے عرض یہ آمنوں کے اے شہِ خوش خو
دعا انہوں کی ہے کافی لسان غیب ہیں جو
نہ چکھ طبیب کے ہاتھوں سے تلخ و شیریں کو
شفا زنکتہ شکر فشانِ حافظ جو
کہ حاجتت بعلاجِ گلاب و قند مباد

۴۔ "مخمس بر غزل حافظ شیراز"

زہرہ نہ صبر کا ہے نہ[1] ضبط کا ہے یارا
صبر و شکیب و طاقت سب کرچکے کنارا
کچھ اختیار دل پہ باقی نہیں ہمارا
دل می رود زدستم صاحب دلاں خدارا
دردا! کہ رازِ پنہاں خواہد شد آشکارا

اس بحرِ غم فزا میں کیا کیا ہیں موج خوں ریز
گردابِ جاں گزا ہے، صرصر جفا کی، سو تیز
زورق ہے رخنہ رخنہ، لجہ ہے آفت انگیز
کشتی شکستگانیم اے بادِ شرط بر خیز
باشد کہ باز بینم آں یار آشنارا

واعظ، یہ تیری باتیں کیا ہم کو فایدہ مند
کام آئے نے نصیحت، نہ[2] سوسود مند ہو پند
کب تک بھلا ملامت، طعنہ زنی یہ تا چند
در کوئے نیک نامی مارا گزر نہ دادند
گر تو نمی پسندی، تغییر کن قضارا

جو ہو، سو ہو، نہ دہنا ہمت کو اپنی پستی
رہیے جبیں کشادہ، کیا فکر تنگ دستی
قلب غم کی خاطر اکسیر، ہے پرستی
ہنگامِ تنگ دستی، در عیش کوش و مستی
کیں کیمیاے ہستی قاروں کند گدارا

اک وضع پر نہیں ہے دور زمانۂ دون
وہ کام کر، کہ جس میں ہو نیک نامی افزوں

۱۔ ب: نے
۲۔ ب: نے

مجھ سے اگر تو پوچھے تو میں یہی کہوں ہوں
دہ روز مہر گردوں افسانہ ایست و افسوں
نیکی بجائے یاراں، فرصت شمار یارا

گر اے شہِ زمانہ! دی حق نے تجھ کو دولت
درویش سے نہیں ہے، لازم غرور و نخوت
بخشی جو حق نے نعمت، واجب ہے شکر نعمت
اے صاحبِ کرامت! شکرانۂ تو سلامت
روزی تفقدی کن درویش بے نوارا

نغمہ پہ ان بتوں کے رکھ، گوشِ ہوش یک چند
جب یہ غزل سرا ہوں، ہوتی ہے روح خورسند
آبِ ترنم ان کا' جاں کو کرے برومند
خوبانِ پارسی گو، بخشندگانِ عمرند
ساقی! بدہ بشارت پیرانِ پارسارا

اس انجمن میں تمسوں، حافظ تھا کل بھی موجود
حد سے ہی شیخ دیں کے، طعنہ ہوئے جو افزود
بولا یہ آہ بھر کر، طعنہ سے کیا بھلا سود
حافظ بخود نپوشید ایں خرقہ مے آلود
اے شیخ پاک دامن معذور دار مارا

۵۔ "ایضاً بر غزلِ حافظ شیرازی"

گر عارضِ بتانِ جہاں چوں قمر شود
نے تو مرا کسے نہ قبول نظر شود
شوقم چناں کہ ہر نفسم نیشتر شود
عشقت نہ سر سری ست کہ از سر بدر شود
مہرت نہ عار نیست کہ جائے دگر شود

تھے جب کنار دایہ میں، عاشق ہیں تب سے ہم
باقی ہے تاحیات ترا شوق ہو، نہ کم
پروردہ تیری چاہ سے ہے میرا روح و دم
عشقِ تو در وجودم و مہر تو در دلم
با شیر اندرون شد و با جاں بدر شود

آزارِ عاشقی کسی دشمن کو بھی نہو
بیٹھا ہوں اس مرض میں، دل و جاں سے ہاتھ دھو
کہتا ہے مجھ کو دیکھ کے ہر ایک چارہ جو[۱]
دہ دیست، درد عشق کہ اندر علاج او
ہر چند سعی پیش نمائی بتر شود

---

[۱] لندن: سو، جو درست نہیں، غالباً سہو کاتب

نالاں ہے اس الم سے میں[1] ہوں دیکھتا جسے
گر ایک ہو تو حال کچھ اس کا کوئی کہے
کیا پوچھتے ہو آہ بتاؤں کسے کسے
اول یکے منم کہ دریں شہر ہر شبے
فریادِ من زعشق بر افلاک بر شود

بلبے فروغ واہ درخشانیٔ عذار
شرمندہ جس کے نور سے مہ بہر شرم سار
کھولے شب اس نے بال تو کچھ اور تھی بہار
دی درمیان زلف بدیدم رخ نگار
بر بیتی کہ ابر محیطِ قمر شود

رخسار نور بار تماشا تھے چاند سے
گیسوے مشک فام جو کھل، اس پہ آرہے
روشن وہ چہرہ دیکھ کے، اس زلف کے تلے
گفتم کہ ابتدا کنم از بوسہ، گفت نے
بگذار تاکہ ماہ[2] زعقرب بدر شود

۶۔ "مخمس بر غزلِ قمرالدین منت"

یک بار کہہ چکے ہیں، کہیں ہیں دوبارہ ہم
جز درد اور کچھ نہیں رکھتے ہیں چارہ ہم
غم سے کریں نہ[3] ظاہر و باطن کنارہ ہم
پوشیدہ دم زعشق زنم آشکارہ ہم
چاکِ دلم ببین و گریبان پارہ ہم

ہاتھوں سے اضطراب کے اب زندگی ہے شاق
کیونکر قلق نہ ہووے کہ طاقت ہوئی ہے طاق
یار و عزیز و محرم و ہمدم، باتفاق
گویند چارہ نیست بجز صبر، در فراق
کردم طریقِ صبر گم و راہ چارہ ہم

بیخود کہوں میں آپ کو، دیوانہ یا کہ مست
اللہ کس قدر ہے یہ دل آرزو پرست
گر ایک کام دل ہو تو شاید وہ دے وے دست
دارم دو کار پیش و شبِ وصل کوتہ است
بو دن بپائے تو سر و ذوق نظارہ ہم

۱۔ ب: ہوں دیکھتا جسے
۲۔ ب: راہ
۳۔ ب: غم سے کریں ظاہر ..

بے سمجھ طاق و جفت جو دیکھیں[1]، کہاں سکت
کچھ نیک و بد پہ ہے نہ نظر، یہ بنی ہے گت
مجبور دل سے ہوں، مجھے مختار کہہ تو مت
بے اختیار می کشدم شوق بر درت
از دل فرامش است، سکوں استخارہ ہم

پیمانۂ حیات کو دی مرگ نے شکست
دورا ہوا تمام ، رہے یار نیم مست
سیری ترے نظارے سے کس طرح دے دے دست
شد عمر صرف یک نگہ و شوق باقی است
نتوان شد از تو سیر بعمر دوبارہ ہم

تیرا دمِ جدائی بلا، یا کہ تھا ستم
دل ہے کہاں! فراق میں تیرے، کدھر ہیں ہم
ہم بے دل اور دل نہیں ہوتے، کہیں بہم
زاندم کہ برکنار نشستی ز پہلو ہم
پہلو گرفتہ است دل از من کنارہ ہم

جب درپئے شکستنِ دل تھا وہ کینہ کار
گریاں ہزار حیف[2] سے تھا، ہر ستم شعار
انساں کا کیا ذکر کہ نہ ہوتا وہ اشکبار
آن دم کہ شیشۂ دل مارا ، شکست یار
آہن زشرم آب شد و سنگ خارہ ہم

یک نیم دم سے عمر کی فرصت کو ہے کمی
اور اتنی حسرتیں ہیں کہ میں جانوں اور، جی
امید کیا ملے، ترے امیدوار کی
صد آرزو بدل گرہ و صبحِ زندگی
کوتاہ تر زعمرِ چراغِ شرارہ ہم

کیا جانوں دورِ چرخ کو تھا، مجھ سے کیا حسد
ماہ و ستارہ دونوں کیے اس نے، مجھ سے بد
ممنون ہے نہ پوچھ جفائے فلک کی حد
منت مگر زمیر حسینم رسد ، مدد
بامن ستارہ بد شد و آن ماہ پارہ ہم

۷۔ "ایضاً بر غزل قمرالدین منت"

کہ بخوبی رسیدہ است ترا
حق ، کہ صورت کشیدہ است ترا

۱۔ ب: دیکھوں
۲۔ ب: جگر

گرچہ بت آفریدہ است ترا
ہر مسلمان کہ دیدہ است ترا
بجدائی گزیدہ است ترا

مل گیا آج کون شیدائی
کیا کہیں ہوگئی تھی تنہائی
رنگِ رخ فق ہے، چشم شرمائی
از حیا، سر، بجیب می آئی
تاکہ دامن کشیدہ است ترا

نہ تڑپ، نہ قلق، نہ سوزِ نفس
مرغِ دل پر نہ سینہ جیسے قفس
غمگساری کی خاک کیجیے ہوس
چہ خبر از دلِ رسیدہ[1] کس
کہ دلِ آرمیدہ است ترا

آمد و شد ہے غیر سے خورم
وحشیانہ رہے ہے مجھ سے رم
گاہ بھولے سے تجھی کیا نہ کرم
بغلط ہم نمی رسی، بسرم
چہ بخاطر رسیدہ است ترا

کہہ تو ممنون سے تیر کیا کھایا
کام یہ ہے کسی مژہ کا، یا
جیب نے رنگِ سرخ دکھلایا
منت این خونِ دل بود، آیا
کہ زمژگان رسیدہ[1] است ترا

۸۔ "بر غزل منت"

منم، خیلِ آرزوے شما
بچمن برد، جستجوے شما
یاد م آمد، رخِ نکوے شما
می تواں دید گل، بہوے شما
لیک شرم آیدم زروے شما

پیاری پیاری وہ باتیں مجھ کو مدام
یاد آتی ہیں ہر سحر، ہر شام
تم کہاں؟ کچھ کروں جو تم سے کلام

۱۔ ب: چکیدہ

می کنم با مصاحبانِ ناکام
دل تسلی بہ گفتگوے شما

آرزو مند ہے یہ قائلِ دید
جان دے ہے تڑپ تڑپ، یہ شہید
کچھ تو اب کیجیے میل گفت و شنید
کشتہء خویش را: تواں می دید
می تپد بخود آرزوے شما

تابِ غیرت سے ہوں پریشان گرد
پیچ و خم میں ہوں میں بلا پر درد
کیا برا ہونے ہے یہ رشک کا درد
رگِ جانِ مرا بتاب آورد
شانہ تا، راست کرد موئے شما

روز[1] ممنوں کو ہے تلاش سے کام
جستجو سے، اسے[2] نہیں آرام
اسی دروازے پہ اسے تھا مقام
بکجا رفت آنکہ منت نام
بود دیوانہء بکوے شما

۹- "بر غزل قمر الدین منت"

چاہ وہ شہ ہے کہ ہے زینتِ کا شانہء دل
شوق وہ مئے ہے کہ پُر جس سے ہے پیمانہء دل
ہوش ویران کرے مجلسِ شاہانہء دل
عقل دزدیست کہ تاراج کند خانہء دل
عشق گنجیست کہ پابند بویرانہء دل

ہے شررِ اشک و لیکن شررِ، خرمنِ صبر
غم وہ آتش کہ جلادے جگرِ خرمنِ صبر
عشق[3] وہ شعلہ، نچھوڑے اثرِ خرمنِ صبر
شوق برقیست کہ تازد بہ سرِ خرمنِ صبر
درد مرغیست کہ قوتش بود از دانہء دل

زخم سے پھول ہیں سینہ کے چمن میں بیحد
شاخِ گل سے ہے غلط نالہٗ پُرخوں کی مدد
چاک ہم رنگِ خیابان ہے، اے اہلِ خرد

۱- بجائے نت ہے
۲- بجائے نہیں اسے
۳- بجائے یہ دونوں مصرعہ لئے گئے کیونکہ لندن میں پہلے بندے کے آخری دو مصرعے لکھے تھے سہو کاتب

آہ سر دیست کہ از گلشنِ جاں بے خیزد
داغ ... ست کہ سوزد ...

زخم ہر اک ہے نو گلِ خندانِ جگر
لالہ و داغ سے رنگیں ہے گلستانِ جگر
کون جانے، ہے بہانے گہرِ کانِ جگر
اشک لعلیست کہ آید ز بدخشانِ جگر
غم شرابیست کہ ریزند بہ پیمانۂ دل

کس طرح، تیغ سے اس کی نہ بھلا ہو الفت
حق میں عشاق کے ہے جس کی جراحت، راحت
تازہ، ممنون ہے ہر زخم کہن سے عشرت
تا ابد ہست ازو سرخوشیِ با منّت
چشمِ ناسور ایاغیست بہ میخانۂ دل

۱۰۔ "مخمس بر مصرعۂ امیر خسرو"

شبِ عیش ساتھ کس کے کیے میکشی میں یوں سب
ہوئی کس کو تجھ سے صحبت کہ جو پی شرابِ مطلب
نگہیں جھکی جھکی ہیں، مژہ نیم باز ہے اب
تو ئی شیشہ ہی نمانی بہ برے کہ بودی امشب
کہ ہنوز چشمِ مستت اثرِ خمار دارد

تجھے اے عدوے عصمت نہ رقیب سے تھی صحبت
نہ قدح کشی تھی باہم، نہ ہوئی تھی رات خلوت
نہ دلیر یوں قسم کھا، نہ بہانہ[۱] کر، مکر، مت
نہ دروغ، نہ غلط ہے، نہ ہے افترا، نہ تہمت
کہ ہنوز چشمِ مستت اثرِ خمار دارد

دلِ پرہوس کو کس کے ہوئی تجھ سے کامیابی
تری آنکھ سے عیاں ہے جو نشانِ نیم خوابی
تری نیم باز نرگس نظر آنے ہے گلابی
لیے کس سے شب پیالے، ہوئی کس سے ہم شرابی
کہ ہنوز چشمِ مستت اثرِ خمار دارد

نہ گیا تھا رات کو تو، طرفِ شراب خانہ
نہ پیے تھے نوش باہم، قدحِ مے مغانہ
نہ تو حیلہ آنے باور نہ قبول ہے بہانہ

۱۔ بہانے

نہ ملک ابھی تلک ہے، عملِ مئے شبانہ
کہ ہنوز چشمِ مستت اثرِ خمار دارد

مئے شعلہ رنگ کو پی، ہوئی کس سے گرم جوشی
تری آنکھ سے عیاں ہے، یہ عبث ہے راز پوشی
کہ بیاں کریں ہیں چتون، ہوئی لب کو، گو خموشی
دمِ صبح تک رہی شب، تجھے کس سے بادہ نوشی
کہ ہنوز چشمِ مستت اثر خمار دارد

کہیں بادہ پی کے آیا، یہ کھلا دہن کی بوسے
لبِ جام تو نے چوسا، ترے ہونٹ کس نے چوسے
نظر آئی نیم مستی، نگہِ بہانہ جو سے
دمِ صبح تک جھکا تھا، سے جامِ آرزو سے
کہ ہنوز چشمِ مستت اثرِ خمار دارد

نہ کچھ[1] ایک میں کہوں ہوں کہ رکھیں ہیں ذکر ہر سو
کہ پیالہ کش رہے شب ترے ساتھ ہمدمِ نو
جو، ہر ایک دے گواہی، تجھے شرم آنے کچھ تو
نہ فقط کہے ہے ممنوںؔ، یہ پڑھے ہے تا بخسرو
کہ ہنوز چشمِ مستت اثرِ خمار دارد

۱۱۔ "مخمس بر غزل میلی ہروی"

ترسم کہ بر حدیثِ وفا نالہ سر کنم
ترسم کہ نام او برم و چشم ترکنم
ترسم[2] کہ گہہ زدور بسوئیش نظر کنم
پا خویش سرگرانی او بیشتر کنم
ترسم گر از محبتِ خویشش خبر کنم

جو دل پہ ہو، سو ہو، نہ کہوں تجھ سے میں کبھی
ڈر ہے کبھی خوب چیز مناسب ہے خامشی
حالت نہ پوچھ کچھ دلِ امیدوار کی
ترسم زبے وفائی خود منفعل شوی
گر از امیدواری خویشت خبر کنم

مثل اس کے، جس کے قتل پہ ہو مہرِ شیخ و شاب
ہر ایک سے ہو اسکی شفاعت پہ اضطراب
یا تیغ کش ہو جس کی رتفا گوئی پر عتاب

۱۔ بسد یہ بند نہیں ہے۔
۲۔ بسد اگلا مصرعہ پہلے اور یہ بعد میں ہے

وقتِ وداعِ او منِ دیوانہ خراب
باہر کہ رو بروسے خون گریہ سر کنم

گو وصل کا تمام ہوا، اب تلک نہ روز
ہر چند ہے کنار میں وہ مہرِ دل فروز
تحریک اشتیاق پہ وہیں ہے سینہ دوز
بے طاقتیِ شوق ببین گز، برم بسوز
نگزشت یار و روسے براہی دگر کنم

جو دیکھتا ہے حال مرا شیخ یا کہ شاب
رکھتا ہے اس کو نام، جفا پیشہ دے خطاب
بدنام اس کو مفت کیا، خود ہوا خراب
رسوانیم رسید، بجائے کہ از حجاب
دیگر بہ پیشِ او، نتوانم گزر کنم

فریاد، آہ، نالہ، گنے حد سے بھی زیاد
تاثیر جب بہر ایک کی دیکھی گئی بباد
گریاں بھرا، کہ گریہ سے پاؤں میں دل کی داد
دیدم کہ ہیچ داد دلم گریہ ہم نداد
در کوسے او، نشینم و خاکے بسر کنم

اس بزم میں پہنچ ہوے، یہ تو ایک سو
یہ بھی محال ہے کہ رسائی ہو تا بکو
ہوں، بھی اگر تو جہرِ ممنوں سے روبرو
میلی زشرم عشق بجانم کہ سوے او
باشوق ایں چنیں، نتوانم نظر کنم

۱۲۔ "مخمس بر غزلِ صنعی"

دنا و مہر ازاں ماہ رو نمی مآید
صفا و صلح ازاں تند خو نمی آید
جوابِ لطف ازاں تلخ گو نمی آید
بغیر جور، ازان جنگ جو نمی آید
دنا خوش است و لیکن ازو نمی آید

کرے، دل اپنے کو، کس بات پر کوئی تسکیں
نہیں ہے خوگرِ یک حرف وہ لبِ شیریں
یہ کیا غرور ہے، کیا کبر، یا ہے کیا تمکیں

۱۔ بیہ شوم

چہ شد کہ لب زسخن بستہ ہم چو لعبت چیں
چہ صورتست کہ در گفتگو نمی آید

کسی کی حسرتِ دل، یاں زیادہ ہو یا کم
نہیں غرور کو وہ شہسوار کرتا کم
ادھر جو آنے تو ہو اس کی شان سے کیا کم
سمندِ اونکند میلِ سبزہء خاکم
بدیں گیاہ سرِ او، فرو نمی آید

یہ کیا کہے ہے کہ تمنون کو دے، کسی کو نہ جی
جو ترکِ الفتِ خوباں کروں نہو یہ کبھی
بھلوں سنے، دل کے لگانے میں کون سی ہے بدی
زنیکواں نکنم قطع آرزو صنمی
چرا کہ ایں صفت از من نکو نمی آید

۱۳۔ "مخمس بر قصیدہء فیضی دہلوی در تعریف حضرت عرش آرام گاہ"

تو شاہ ہے شانِ آفرینش
یوں تجھ سے بیانِ آفرینش
کہتی ہے زبانِ آفرینش
اے مرتبہ دانِ آفرینش
عدل تو ضمانِ آفرینش

اے درِ ثمینِ تاجِ تعظیم
وے صدر نشینِ تختِ تکریم
بالا سب سے بوقتِ ترقیم
نامِ تو باقتضائے تقدیم
طغرائے نشانِ آفرینش

کرسی ہو، فلک ہو، عرش یا ہو
دعویِ علو بہت ہو جس کو
سو تجھ سے کہیں ہے پست تر وہ
منزل گہہ آفرینش تو
بالائے مکانِ آفرینش

جوں کلک زباں بھی گو ہو سودہ
وہ وصف رہیں پہ نا ستودہ
گو شاہ تھے اور بھی ستودہ
تو اکبر عہد و بر فزودہ
از ذاتِ تو شانِ آفرینش

تو اے شہِ کشورِ جسارت
ہے خلق میں سو یہی اشارت

۱۔ ب۔ بھلوں کے

تو معنی و خلق ہے عبارت
بنگاشتہ آفریدہ کارت
بیروں زِ جہانِ آفرینش

کس سے دیوان ہے جملہ صفت
تو بیست شگرفِ پر حقیقت
اے منتخبِ کتابِ خلقت
از فرطِ شرف گزیدہ بخت
ذاتت زِ میانِ آفرینش

چاہے جو سپہر ابے[1] مدارا
فتنہ ہو کوئی، ابھی آشکارا
تدبیر تیری کرے ہے چارا
در بدو وجود شد قضارا
عقل تو ضمانِ آفرینش

تو فکر و قیاس کے ہو بہرہ
گرمِ تگ و دو ہو جانِ آگہ
پہنچے تجھ تک کبھی نہ اے شہ
تا پیشِ درت رسید ناگہ
بگستہ عنانِ آفرینش

کیا حسنِ بیاں ہے، کیا طبعیت
صد نسخہ، حکمت و شریعت
ہر حرف میں ہے تیرے، ودیعت
در مجمل نکتہ، ودیعت
تفصیلِ بیانِ آفرینش

ہووے نہ نیز بخت دشمن
مرات کجا و نعلِ آہن
اقبال یہاں ہے عکس افگن
آئینہ بختِ تست روشن
در آئنہ دانِ آفرینش

ہر چند تو ہے شہر ستودہ
تھا وے لطیف نا کشودہ
چون عاشق، چشمِ وا، نہودہ
از شوقِ تو بیقرار بودہ
تقدیر درانِ آفرینش

دو ضد کو جو دے تو اذنِ الفت
شاہین و تدرو میں ہو صحبت
گو چرخ پھرا کیا بحسرت

۱۔ ب۔ بھی

تا دورِ قضا چو دورِ عدلت
در ہفت قرانِ آفرینش

یاں تنک ہے شہا تری حمایت
معشوق کی کرسکے نہ جرات
عاشق کو ہے چاک جیب طاقت
از تابِ شبِ ستم بعہدت
محفوظ کتانِ آفرینش

ہے خوان کرم سے تیری قسمت
ہر اک کو گونہ گونہ نعمت
لیتی کیا کیا مزا ہے خلقت
پیوستہ بلذت نعیمت
جنبیدہ دہانِ آفرینش

اے واقفِ غایت و بدایت
تا سر عرصہ گاہ خلقت
دیکھی ہے تری نظر کی حدت
آئی کہ زچشمِ دور بینت
بنہفتہ کرانِ آفرینش

ہے کس کو نگاہ تیری مانند
کیفیتِ خلق صبحِ[1] پیوند
ظاہر تجھ پہ ہے اے خداوند
زاں گونہ کہ گوئی آفریدند
بعدِ تو زمانِ آفرینش

آئینۂ حسن حق ہے[2] ترا رو
کب دیکھ سکیں یہ روئے نیکو
بند اپنی نگہ نہ ایک دم ہو
مانیم دمِ نظارہء تو
حیرت زدگانِ آفرینش

اکبر وہ جلالِ ملت و دیں
واصف اس کا فصاحت آگیں
کہتا ہر دم بنطقِ شیریں
یک بو زبانِ فیضی است ایں
یا سیف و سنانِ آفرینش

والا قدرا ! کرم شعارا
ممنون اب مدح خواں تمہارا
کرتا ہر دم ہے آشکارا

۱۔ ب: ضع
۲۔ ب: مرہ

دادند زبان [illegible] کلک مارا
الماسِ [illegible] کلک [illegible] آفرینش

اے شاہِ بلند [illegible] و بخت
قائم رہ وے [illegible] افسر و تخت
پہنچا ہدف اثر بہ یک لخت
تیرے جو دعائے دولت سخت
نیندا[1]خت [illegible] کمانِ آفرینش

دانش سے تیری جہاں ہے آباد
بینش سے تیری ہر ایک دل شاد
اس بن مجھے درد کچھ نہیں یاد
از دانش و بینشت اثر باد
در [illegible] روح و روانِ آفرینش

۱۴۔ "مخمس بر غزل فیضی"

شاہا تری جناب سے عالم کو اعتبار
خالق نہ تو، پہ خلق تری سب ہے بندہ وار
تو نازشِ جہان، مباہاتِ روزگار
اے کائنات را بوجود تو افتخار
وے پیش زآفرینش، و کم ز آفرید گار

یک زبان ہو صنع سے تیری سکوں پذیر
بن تیرے حکم سیر ہو سیارہ پر عسیر
ایما سے تیرے گردشِ مہرو مہِ منیر
اے امر تو چو دور فلک باعثِ مسیر
اے نہی تو چو طبع زمیں موجبِ قرار

رتبت کو تیری دیکھ فلک کو سجود فرض
رفعت سے تیری چرخ و ثریا نثرادِ ارض
شوکت سے تیری لے ہے علو، عرش دام و قرض
از ہمتِ تو یافتہ افلاک طول و عرض
وز مدت تو یافتہ ایام پو دو تار

تک آگے ترے عہد کے اے شاہِ حق پرست
رنگے تھا خونِ صید سے، ضیغم دہان و دست
کرتے سوے شکار تھے، اکثر سباع جست
یک چند بی شبانی عدل تو بودہ است
گرگِ ستم سمین بردہ عافیت نزار

سو، تو نے اب یہ محو کیا ظلم کا وجود

۱۔ ب: انداخت

نیند آنے گر غزال کو تو بہرِ خوابِ زود
تو شک ہو جلدِ گرگ سے ضیغم لیے نمود
پہلوے امن بسترِ ملک آن گہی بسود
کاقبال کرد بالشِ عدل تو آشکارا

تیری اماں سے یہ ہوا فتح یاب، امن
آشوب کی نہ چشم رہی، کامیاب امن
رکھتا ہے بزت غنودہ خمارِ شراب امن
جانے رسید پاسِ تو کز بہرِ خواب امن
بگرفتہ فتنہ را ہوسِ کوک و کوکنار

اللہ رے تیرے عہد میں آرام کی نمود
چونکے نہ فتنہ تک بھی نہ کینہ کبود
جامِ زیاں میں ہے لبالب شرابِ سود
از خوابِ امن و مستیِ جود تو در وجود
کس نیست غیر بخت تو بیدار و ہوشیار

تجھ سے ہو اذنِ حفظ جو اے شاہِ داد گر
ظلمت سے نور، نور سے ظلمت نہ لے ضرر
ہو گردشِ فلک کے لیے ہیئتِ دگر
تا حشر منکشف نشود آفتاب گر
آید بریزِ سایہ عدلت بزینہار

برقِ ضمیر کی ترے نالش ہے کیا شدید
چشمِ ستارہ خیرہ ہو شاید بوقتِ دید
خورشید اور شہاب نہیں روز و شب پدید
رانے تو بر محیطِ فلک شعلہ کشید
بر سقفِ او ہنوز سفر میکند شرار

تمکیں سے تیری کوہ تلے چرخ سر بلند
آوے تو غالباً ہو تہ خاک دب کے بند
یک بار یوں سنا ہے کہ اے شاہ ارجمند
حلمِ تو بر محیطِ زمیں سایہ لگند
طبعاً در او ہنوز دفین میکند قرار

چمکے جو برقِ قہر تری، خاک ہو جہاں
چھوڑے نہ دستِ جود ترا کچھ درون کاں
ہیبت کی یا کہوں تری ہمت کی داستاں
از آبِ تف ہیبتِ تو بر کشد دخاں
وز سنگ جذبِ ہمتِ تو برکشد بخار

سر سبز تجھ سے مزرع امید خلق کا
بخشے ہر ایک کو لو لو و مرجان تو شہا
ثابت ہر ایک امر میں، ہر حال میں رسا

عقلی گہہ ذکا و سمائی گہہ سخا
بحری گہے کفالت و کانی گہے [illegible]

امر قضا نشاں ہے ترا وہی مرتبت
دستِ گہر نشاں سے ترے سب کو منفعت
کیونکر نہ تجھ کو کہیے اب اے عرش منزلت
قادر بحکمِ بر ہمہ کس آسماں صفت
فایض بجود بر ہمہ کس آفتاب وار

اللہ رے دانش بینی و خود بینی تری
جو شے کسی کو چاہیے ہو[1] سو تو نے آج دی
آئندہ جو گرہ ہو سواب تو نے باز کی
اے فکرت تو مشکل امروز دیدہ دی
دی ہمت تو حاصل امسال دادہ پار

کیا کیا خواص ہیں تری ہمت کے سود مند
تقریر تا کجا ہو بیاں کیجے تا بچند
دہقانِ روزگار صد ایواں کرے بلند
گر در صبا زدست تو یک خاصیت نہند
گوہر نشاں بخاک در آید کفِ چنار

اے عرصہ زمیں پہ ترِ گنبدِ کبود
ہے رختہ بندیاں تری تدبیر کی نمود
آمد شد فتن کی دی روک سب حدود
تا حدِ عزم تو نکشیدند در وجود
نامد پناہ عافیتِ عام را حصار

پہنچے حدِ علو کو نہ تری، شہا! خیال
انجم کو گردِ راہ تری زیورِ جمال
گردن شکن فلک کا ترا پنجہ جلال
ہم فتنہ را زدست شکوہِ تو گوشمال
ہم چشم[2] را زنعلِ سمندِ تو گوشوار

۱۵۔ "مخمس بر غزل فیضی"

اے کہ بکشادہ دگر بندِ قبا می آئی
زلف از ناز پراگندہ بپا می آئی
جامِ مے بر کف و آہنگ سرا می آئی
سر خوش و غمزہ زن و عشوہ نمای آئی

۱۔ بہ: کل
۲۔ بہ: ہم چرخ

چہ کسی و ز کجائی و کجا می آئی

تو کہ آتا ہے کبھے ملک دلوں کا غارت
صبر تاراج کسی کا ہے، کسی کی طاقت
مجھ کو دھڑکا ہے کہ پہنچی ہو نہ اپنی نوبت
گرم می آئی و دل می طپد از آمدنت

غالباً از پئے دل بردنِ ما می آئی

تو سنِ ناز کی تیرے ہے غضب جولانی
برق تازی سے عرق ریز ہوئی پیشانی
تیری گرم عنانی سے مجھے حیرانی
صبرِ من رفت دگر تند چرا می آئی

جان من سوخت دگر گرم چرا می آئی

کوئی افسوں ہے وہ دور سے تیری چشمک
دست بر سینہ ہیں دیوانہ سے ہشیار تلک
ہوں نہ بیتاب فقط میں کہ کیے ہے ہوا چشمک
وہ چہ جادو گری، اے شوخ کہ اندک اندک

می رود صبرِ من دل شدہ تا می آئی

اللہ اللہ وہ رفتار زہے قامت و قد
چشم بد دور خط و زلف، عجب عارض وخد
زاہد و رند ہو، دیوانہ ہو یا اہلِ خرد
کس نہ بینم کہ ترا بیند و از جان نرود

تا تو در دیدۂ مردُم چہ بلا می آئی

خوار ترا ہے باین قدر و جلالت نسیفی
کم نہ ممنون سے کھینچے ہے ملالت نسیفی
غم میں رکھتا ہے ترے، نزع کی حالت نسیفی
می دہد جان بتمنائے جمالت نسیفی

گر چہ در دیدہ وی روحِ فزا می آئی

۱٦۔ "مخمس بر غزل ملک الشعرا قمر الدین منت علیہ الرحمتہ"

داغ شد دل در غمش دلداریِ
گاہ گاہے پرسشی غم خواریِ
بنگرید از چشم ما خونباریِ
بر جگر داریم زخمِ کاریِ

بارے مرہم گزاران یاریِ

پاس نہ مونس نہ ہم دم کی نشست
کنجِ غم میں سر ہوا، زانو پرست

۱۔ بہ بک بک

کیا رفیق اپنا گیا نکلا یہاں بہت
مشفقی دل نام از من گم شداست
ہم نشینانِ شفیقِ دلداریِ

وہ نگاہیں دل میں بھرتی ہیں کمال
دیکھیے ان ساحروں سے کیا ہو حال
ہے نہ صحت نہ شفا کا احتمال
روز و شب چشمِ تو دارم در خیال
می رسد آخر بہم بیماری

تیرے آگے اے بہشتِ حسنِ صاف
باغ ، دوزخ ہے ، خطا اپنی معاف
پر عجب ہے عادتِ اہلِ گزاف
لالہ زد پیشِ گل رو میتو لاف
شد مقابل با بہشتی ناری

سال ہو وہ ماہ یا ہو نہ کہ ہشت
جیسے فریادی پھرا ہوں شہرو دشت
اتفاقاً صید افگن، گرم گشت
دی زرہ آں شاہِ خوباں میگذشت
از دلِ زارم نیامد زاریِ

راہ و رسمِ کفر میں کتنا ہوں فرد
چھوڑ کعبہ، ہوں صنم خانے کی گرد
نہ غمِ دیں ہے نہ کچھ ایمان کا درد
آن چہ با اسلام من کر دم، نکرد
بت پرستی، کافری، زناریِ

ہاتھ سے جس کے ہیں سب خون عابہ نوش
ہر طرف جس سے رہا شور و خروش
دیکھیو طالع مرے اے اہلِ ہوش
خفت در آغوشِ من آن فتنہ دوش
داشت ، بختِ خفتہ ام بیداریِ

کیا کرے تعریف ممنون بر محل
یہ سلاست میں ہیں بے مثل و مثل
ممتنع اور سہل و نظم بے بدل
دل نشیں افتادہ منت ایں غزل
کردہ در سادگی پر کاریِ

۱۷۔ "مخمس بر غزل شیخ سعدی شیرازی رحمتہ اللہ علیہ"

ایں نامہ کہ لطف ترجمانست
پاکیزہ جو وحیِ آسمانست

این حرف لطیف زاں زبانست
این خط شریف زاں بنانست
این نقل حدیث زاں دہانست

پیچیدہ رقم نہ غنچہ سے کم
لبریز شمیم ہے ہر اک خم
لے کر قاصد سے، ہو کے خورم
مُہر از سرِ نامہ برگرفتم
گوئی کہ سرِ گلابی آنست

سچ کہیو صبا، کہاں سے آئی
دامن میں یہ کیا شمیم لائی
نکہت میں یہ کس کی جاں فزائی
این بوے عبیر آشنائی
از ساحتِ یارِ ہم بانست

کس گل کا یہ خط ہے دست فرسود
ہے جس سے دماغ نکہت آلود
عنبر سے شمیم میں کچھ افزود
قاصد مگر آہوے ختن بود
کش نافہء مشک درمیانست

محفوظ ہے آج جانِ غمگیں
تلخیِ ملال کو ہے تسکیں
ہر حرف ہے کیا حلاوت آگیں
معلوم شد این حدیثِ شیریں
کز منطق آن شکر نشانست

معنی میں بلاغتیں ہیں پیوست
الفاظ فصاحتوں سے ہم دست
ایجاز سے قدر معجزہ پست
این خود چہ عبارت شریف است
وین خود چہ کفایت بیانست

پہنچا ہے بالتفات و پرداخت
قاصد نہ فرشتہ لایا گر تاخت
رکھ چشم پہ بے تکلف و ساخت
این خط بزمین نباید انداخت
کز خدمت ماہ آسمانست

اس خط سے شاد جان سعدی
ہے شکر سرا، زبانِ سعدی
لیکن کب تک نشان سعدی
روزی برود روان سعدی

ایں [illegible] [illegible] [illegible] روانست

ممنون سعدی کی نظمِ دلکش
ہے نقد رواں بے غل و غش
کیوں مرگ سے رہ وے وہ مشوش
خورم دلِ آنکہ چون روانش
از تن برود سخن روانست

۱۸۔ "مخمس[۱] بر غزل حافظ شیرازی در تہنیت مراجعت جناب بکلائن بہادر سپرنٹنڈنٹ اجمیر از سفرِ پُرظفر"

نفسِ عیسویِ روح فزا باز آمد
بہ علاجِ دل خوں گشتۂ ما باز آمد
خوش نسیمیِ سحری لطف سا باز آمد
مژدہ اے دل کہ دگر باد صبا باز آمد
ہدہدِ خوشخبر از شہرِ صبا باز آمد

آج شادی کا چمن میں ہے عجب ساز و نوا
سروِ استادہ پئے رقص، صنوبر ہے بپا
دل کشی کے لیے موجود ہے ہر موجِ صبا
برکش اے مرغِ سحر نغمۂ داؤدی را
کہ سلیمان گل از طرفِ ہوا باز آمد

ابرِ رحمت ہے بعینہ صفت بکلائن
آنے جانے وہ جدھر، سبز ادھر کی ہو چمن
آمدورفت میں صاحب کے ہے رنگین سخن
عارفی گو کہ کند فہمِ زبانِ سوسن
تا بگوید کہ چرارفت و چرا باز آمد

اس کے آنے سے طرب ریز ہے کیا عالمِ صبح
کچھ مے ناب سے مستی میں نہ کم، شبنمِ صبح
نکہت آلود ہے کتنا نفسِ خورمِ صبح
لالہ بوے مے نوشیں بشنید از دمِ صبح
داغِ دل بود بامیدِ دوا باز آمد

کس قدر مدت ایام جدائی تھی مدید
کہ سرِ راہ پہ آنکھیں یہ ہوئیں اپنی سفید
گریہ پر گریہ کیا تب ہوئی تاثیر پدید
چشم من از پئے این قافلہ بس آب کشید
تابگوشِ دلم آوازِ درا باز آمد

۱۔ ب میں یہ نظم نہیں ہے۔

صبر کا کوہ غم ہجر رہا شیشہ شکن
کوئی تدبیر نہ بن آئی کیے سو سو فن
خوش نصیبی پہ مری دیکھ بیک چشم زدن
مردی کرد کرم بخت خدا دادہ من
کاں بت سنگ دل از بہر خدا باز آمد

رہ پہ کھینچے تھا ہر اک منظر غم پر درد
نالہ پہ نالہ گرم اور پیاپے دم سرد
ہر ستم دیدہ پہ ممنون اسے آیا پھر درد
گرچہ با عہد شکستیم گنہ حافظ کرد
لطف او بیں کہ بصلح از در تا باز آمد

نوٹ:۔(نظم کے اختتام کی کوئی علامت یہاں نہیں ہے)

۱۹۔ "مخمس بر غزل حافظ شیرازی"[1]

اے ننگ و نام حسن زخود کامی تو رفت
ہر سفلہ جا بجا پتے ہم جامی تو رفت
ذکر جمیل تو زہے آشنامی تو رفت
رفتی بہ بزم غیر و نکو نامی تو رفت
ناموس صد قبیلہ بیک خامی تو رفت

ہر ایک بزم میں ہے تجھے نغمہ و سرود
بازاریوں کے ساتھ شراب و رباب وعود
کھاتا ہے کیوں قسم، کہ قسم کو ہے کیا وجود
اکنوں اگر فرشتہ نکو گویدت چہ سود
در شہر چوں حکایت بدنامی تو رفت

مجلس تری رہے گی خرافات تا بکے
ہر سفلہ و ذلیل ترا یار آج ہے
بد وضع چھانٹ چھانٹ کے آتے ہیں پے بہ پے
رندی کہ سے فروش ندادیش درد مے
مشہور خاص و عام بہم جامی تو رفت

چھپ چھپ کے سفلگاں سے ہے صحبت تجھے زبس
رہتے تری تلاش میں ہیں شحنہ و عسس
عزت کا تجھ کو پاس نہ غیرت سے پیش و پس
برد از رخ تو رنگ حیا بادۂ ہوس
شرمے کہ بود در ہمہ جا جامی تو رفت

آوارگی نے منہ پہ نہ چھوڑا وہ نور حسن
رسوائی کا ہے شور، رہا کچھ نہ شور حسن

---

[1] ۱۔ب۔ میں یہ نظم بھی نہیں ہے۔

مانا کہا کسی کا نہ تو نے غیور حسن
ہم صحبت رقیب شدی از غرورِ حسن
ناموسِ خویش تو در سر خود کامیِ تو رفت

پہلے سنی کسی کی نصیحت نہ تو نے پند
ہوتی زبانِ خلق کسی سے نہیں ہے بند
اب عذر نہ مفید نہ حیلے ہیں سود مند
یارانِ متفق ہمہ انکار می کنند
ہر جا حدیثِ نیک سر انجامیِ تو رفت

رخ کی نہ تاب سینۂ پر خوں پہ جیسے چاند
تیغِ نگاہ کی بھی چمک ہوگئی ہے ماند
ممنوں کرے ہے شکر خدا کٹ چکی ہے راند
با کاوِ کاوِ غمزہ نظیری اثر نماند
فارغ نشیں کہ خون دل آشامیِ تو رفت

قطعات

۱۔ "قطعہ در نعت حضرت سید المرسلین خاتم النبین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین"

اے محمدؐ، اے حبیب ہاشمی، اے نورِ حق! ہے پئے اوجِ رسالت ذات تیری آفتاب
ہو دو رویہ نامہ اعمالِ[1] عالم گر، سیاہ تیرے دریائے شفاعت کا ہے بس اک قطرۂ آب
نامۂ عصیاں کی اپنے کیا کہوں میں شرح وبسط صورت مکتوبِ حسرت ہے مجھے یہ پیچ و تاب
ناظران دفترِ اعمالِ عالم وقت سیر گر کریں خطِ عمل سے میرے قصد انتخاب
ایک نقطہ بھی نظر آوے نہ جز صد صدخطا نیم نیم حرف بھی دیکھیں نہ الا ناصواب
گر مرے جرموں پہ ہو حرفِ سزا، روزِ جزا[2] عاصیوں کے واسطے باقی نہ پھر رہ وے عقاب
تو وسیلہ ہے مرا، اس بن نہیں کچھ آسرا عرض کرتا ہوں تری خدمت میں اے عالی جناب
یا شفیع المذنبیں انظر الیٰ احوالنا انّ مولانا سوا کم لیس فی یوم الحساب

۲۔ "قطعہ در[3] منقبت جناب ولایت مآب سید الاوصیا علی مرتضیٰ علیہ السلام"

زہے امامِ فلک شاں کہ جس کے روضہ پر نسرِ طائرِ گردوں ہے، طائرِ ایواں
اس آستانے پہ مشتاقِ خاک روبی ہے رکھے ہے ہاتھ میں جاروب، اپنے کاہکشاں
وہ کون یعنی علی، ولی والا قدر امامِ جن و ملک بادشاہِ ہر دو جہاں
جلال، اس کے سے ہے خشک چشمۂ خورشید جمال اس کے سے، دریوزہ گرِ مہرِ تاباں
ضیائے مہرِ جہاں تابِ عالم آرا سے جھلکنے لگتے ہیں جوں ذرہ ہائے ریگستاں
فروغِ تبرِ زریں مہر ساں سے، ترے ہمیشہ چرخ پہ انجم رہیں ہیں یوں تاباں
ازل سے تا بہ ابد، کاتبِ قیاس اگر لکھے تو ہو نہ ادا ایک شمۂ احساں
کروں ہوں نغمۂ وصفِ علی دعا پر ختم کہ اس کے وصف و ثنا کا تو کچھ نہیں پایاں
ہمیشہ تاکہ، ہو نطعِ زمین و خوانِ فلک جہاں ہو مائدۂ جود پر تیرے مہماں

۳۔ "قطعہ در[4] تہنیت نوروز"

نو روز نے کیا یہ باغ جہاں کو رنگیں لالہ سے کم نہیں کچھ ہر زاغ کا نشیمن
ہیں بس کہ عکس افگن گلہائے گونہ گونہ خوانِ فلک میں اختر ہیں بیضہ ملوّن
فیضِ ہوا نے ارزاں کی نزہت و طراوت کم سنبلِ چمن سے دیکھا نہ دودِ گلخن
لطفِ ہوا سے خنداں، سو فارِ تیر، جوں گل زاغِ کماں غزل خواں، مانندِ مرغِ گلشن

۱۔ ب: عصیاں
۲۔ ب: روزِ جزا، حرفِ سزا
۳۔ ب: عنوان نہیں لکھا ہے۔
۴۔ ب: عنوان نہیں دیا ہے۔

کاہیدگی سے اب ہے شب مثلِ خالِ مشکیں
دن بجے زیادہ [illegible]

نقصانِ شب ہے، ازبس ہو روز کو ترقی
اس مسئلہ کو کیجیے تک واضح [illegible]

یعنی کہ بادشہ کا ہو کوکبہ فزوں تر
کاہیدہ جس قدر ہو، بختِ [illegible]

وہ کون شاہِ عالم! جس سے(۱) رفاہِ عالم
باب حمایت اس کا ہے وقت فقر مامن

اس ہاتھ سے ہے دریا، دریا سے ابر سایل
اس کی حدیث ہمت پہنچے ہے یاں مستحسن

دستِ ضعیف کو دے زور اس کی گر حمایت
نکلے بچا کے اپنا، کانٹے سے برق دامن

ہو، اس کے عہد میں ہے آثارِ شرک یاں تک
دے ہے جگہ نہ بت کو طاقِ دلِ برہمن

محروم آسماں تک کوئی نہیں رہا ہے
ازبس کہ ہے کشادہ اس کے کرم کا مخزن

ایک روپیہ ملے ہے، ہوتے ہی شام مہ کو
روزینہ مہر کا ہے، اک اشرفی معین

گر ہرانے روشن اس کی ہو نخل بندِ امکاں
ہر نخل سے تجلی ہو مثل نخل ایمن

ایک ایک ناتواں کو نیرو ہے، عدل اس کا
تحدید سرکشاں کی تعلیم، گر کرے فن

افراشتہ کرے گر اک دم قدِ خصومت
شعلہ کے واسطے ہو پھر ہو کمند گردن

ختمِ کلام کیجیے شہ کی دعا پہ ممنوں
یعنی کہ ناطقہ ہے اس کی ثنا میں الکن

ہر دشمن خنک سر یوں یخ گداختہ ہو
تا حشر جلوہ گر ہو وہ مثلِ مہرِ روشن

۴- ایضاً(۱)

ہوئی یہ آمدِ نو روز سے لطافت عام
شبیہ سنبلِ تر سے ہے موجِ ریگِ رواں

کلی سے لالہ کی بیضہ ہے زاغ کے ہم رنگ
نمونۂ ورقِ گل ہے بلبلوں کی زباں

ہوئے ہیں مرغِ چمن بے مدد کماں کے، شکار
کہ شاخِ گل سے بنے تیر و غنچہ سے پیکاں

نہ غنچہ بیضۂ نوروز دستِ شاخ میں ہے
زبس ہے عکس فگن سبزہ و گل و ریحاں

عجب نہیں کہ دمِ سردِ عاشقاں سے ہو
برنگِ غنچۂ گل عقدہ نقابِ بتاں

بہار تو ام نو روز یہ کہاں ہے(۲) ہوئی
مگر نسیمِ کرم، شاہ کی ہے رنگ نشاں

کرم ہے اس کے ہے سرسبز باغِ ہندوستاں
وہ حضرتِ شہِ عالم کہ ہے سحابِ سخاں

نسیمِ خلق جو آتش کدے میں، اس کی چلے
تو لٹ، ہر اک دھوئیں کی ہو سنبلِ پیچاں

وہ بحرِ جود جو ہو موجزن تو نسرِ فلک
نہانِ بچۂ بط(۳) آب میں ہو بال افشاں

جو عہدِ عدل میں اس کے ہو شعلہ خس پہ گرم
ہر ایک خار مقابل ہو اس کے، لے کے سناں

صفا فزا جو وہ مصقالِ تربت کا ہو
وجلا نصیبِ جمادات اس قدر ہو یہاں

ہر ایک سنگ سے یوں آتشِ نہاں ہو پدید
کہ شعلہ شمع کا فانوسِ شیشہ سے ہو عیاں

یہاں دعا ہی پہ ختمِ سخن مناسب ہے
کہ اس کی مدح کو ممکن نہ حد ہے، نہ پایاں

ہمیشہ تاکہ ہو نو روز سے ترقیِ روز
ترقیات سے دن کی ہو، شب کو تا نقصاں

زیادتی پہ رہے ہے ترا کوکبِ اقبال
عدوئے تیرہ دروں کو نصیب کاہشِ جاں

۱- ب- سلطان خلق پرور، وہ کون شاہ اکبر-
۲- ب- پہلا مصرعہ بعد میں ہے-
۳- لندن- "بت"- لیکن بط زیادہ مناسب ہے- غالباً سہو کاتب

۵۔ ایضاً (۲)

یہ باغِ دہر کو نو روز نے کیا رنگیں
کہ چار عنصر ہیں مثلِ چار گُلِ شاداب

ہوا یہ بو قلموں عکس سبزہ و گل سے
کہ کم نہیں پرِ طاؤس سے ہے بالِ غراب

پڑا ہے آب میں گلہائے رنگ رنگ کا عکس
برنگِ بیضۂ نور ہے ہر ایک حباب

پر اصطلاح میں اپنی یہ[1] روز ہے نو روز
کہ ہو جلوس نما، آفتابِ عالمتاب

وہ کون؟ یعنی شہِ عالم، سپہر مقام
وہ آفتابِ فلک توسنِ ہلال رکاب

ہر ایک کے بخت ہیں بیدار، عہد میں اس کے
بغیر فتنہ نہ طالع میں ہے کسی کے خواب

نہ اے یگانہ! تیری ثنا ہو ممکن سے
زباں کو اسکی نہ طاقت ہے[2]، نہ قلم کو تاب

تری دعا میں وہ ہر ایک صبح دم لیکن
کہے ہے ہاتھ اٹھاکر، یہ اے سپہر جناب

کہ اوج پر ترا خورشیدِ جاہ ہو ہر دم
بسانِ برف، عدو، اس کی تاب سے ہو آب

۶۔ ایضاً (۳)

نو روز سے ہے یاں تک رنگِ بہار ارزاں
ہے سرخ گلِ تعبیہ آتش میں بوتۂ زر

ہیں جوہر ہوا میں یہ نزہتیں کہ تر ہے
منقالِ آتشیں میں جوں داغ لالہ عنبر

تا بہر سبزہ و گل آئینہ دار ہے آب
ہے بیضۂ ملون دست صدف میں گوہر

نو روز اصطلاح اہلِ سخن نہیں یہ
برجِ حمل میں بیٹھے آ، تاجدارِ خاور

نو روز استعارہ، اس روز سے کریں ہم
جب ہو جلوس فرما، ہندوستاں کا داور

وہ کون! شاہ عالم پشت و پناہ عالم
ہے سجدہ گاہِ عالم، اوس کا ہی کوچہ و در

وہ پنجۂ حمایت گر ہووے کار فرما
چنگال، باز کا ہو راحت گہہِ کبوتر

گر آستینِ ہمت جنبش میں آوے اس کی
آبِ گہر میں ہووے ہر اک گدا شناور

گر حفظ اس کا آوے، آڑے تو چاک افگن
جیبِ حباب میں ہو کب دستِ موج صرصر

گردون پر کواکب، ازبسکہ بوسہ زن ہے
وہ خاکِ آستاں ہے، رہتی سدا مجدر

مدحت گری سے تیری، اب ناطقہ ہے عاجز
اس طرح صدق دل سے آتی دعا لبوں پر

خورشید جاہ تیرا پرتو فشاں ہو ہر دم
جوں یخ، گداختہ ہو ہر دشمن خنک سر

۷۔ "قطعہ در تہنیت عید الفطر"[3]

عید طرب زا، پی مے حمرا کرتی ہے دنیا گلشن آسا
پر تو مینا، جلوۂ صہبا، لالہ رعنا، سروِ خراماں
مطربِ مہوش، ساقیٔ سر خوش، نغمہ، دلکش، بادہ، بے غش
زینتِ مجلس، ہم دم و مونس، روح رواں، خوبِ دل و جاں

۱۔ ب: وہ
۲۔ ب: اسکی نہ طاقت
۳۔ ب: عنوان نہیں لکھا۔

وقفِ تبسم، حرفِ تکلم، ندرِ تجمّل، عجزِ ترنم
ہر گلِ رعنا، بلبلِ گویا، سروِ خراماں، قمریِ خوش خواں
بید، صنوبر، لالہ و عنبر، طوبیٰ و عرعر، سنبل [illegible]
کرتے ہیں جنبش باصد خواہش، اب پئے کورنش ہیں نالاں

وہ شہِ عالم، شاہِ مکرم، مالکِ تخت و صاحبِ خاتم
خسروِ اعظم، والیِ اکرم، حاکمِ گردوں، داورِ دوراں
عنصرِ اطہر، پیکرِ انور، خلقِ معطر، موئے معنبر
جوہرِ ازہر، روح منوں، نفحہ عنبر، عنبر افشاں

وقتِ سخاوت، ساعتِ جرأت، روزِ عدالت گاہِ حمایت
غیرتِ حاتم، ثانیِ رستم، یاورِ عالم، زورِ ضعیفاں
جودو سخا میں، لطف و عطا میں، نور و ضیا میں، عہدووفا میں
لجۂ احساں، ابرِ دُرافشاں، مہرِ درخشاں، ثابت پیماں

نورِ الٰہی، افسرِ شاہی، والا جاہی، ماہ اور ماہی
منہ پہ ہویدا، سر پر زیبا، جبہ سے پیدا، تابع فرماں
اس کی رفعت، اس کی دولت، پہنچے دایم، وہ وے قائم
کہہ وے ہے تمنؔا کا ہے حق ہے جوں تا سرِ گردوں، تا حدِ امکاں

۸ - "قطعہ در تہنیتِ عیدالضحیٰ"

فضائے باغ ہے جوں کعبہ یمن ، عید سے آج
بجائے نغمہ ہے بلبل کو نعرۂ تکبیر
کرے ہے موقفِ گلشن میں مدحِ شاہ، ادا
ہر ایک مرغِ چمن، مثلِ ذکرِ ربِ قدیر
وہ مہرِ اوجِ کرم، حضرتِ شہِ عالم
کہ جس کے نورِ جبیں سے ہے ماہ کو تنویر
جو دے، وہ خاک نشیں کو عروج تو سایہ
ابھی ہو مردمکِ چشمِ آفتابِ منیر
زہے وقار، جو اس کوہِ تمکنت کا وصف
کوئی کرے لبِ دریا پہ بیٹھ کر تقریر
تو لاکھ لطمۂ صرصر سے آئے جنبش میں
نہ موج آب کی، جوں موج جوہرِ شمشیر
دعا پہ ختم کرتا ہوں اب سخن تمنؔا
پہ وہ دعا کہ بغل میں رکھے گُلِ تاثیر
اسے تو عید ہو اور مثلِ میشِ قربانی
گلو، عدو کا ہے زیرِ دشنۂ جاں گیر

۹ - ایضاً (۱)

سحر جب ہوئی آمدِ عیدالضحیٰ
تو اہلِ خوشی کے ہوئے جمع آکر
تمنائیں کرنے لگیں طوفِ دل کا
کہ اس گھر کو سمجھیں وہ درگاہِ داور
مجھے بھی ہوئی ناگہاں آرزو یہ
کہ گر طوفِ درگاہِ حق ہو میسر
عجب نوحش اللہ ہووے سعادت
عجب ہی نصیبہ ہو اللہ اکبر
ہوا جوہرِ گل سے پیغام مجھ کو
کہا عقلِ اول نے یہ ہی مکرر
کہ تو ننگِ دانائی و دیں ہے بیشک
کہ تو عارِ ایمان و دانش مقرر
تمنائے طوف آج ہے جس کے گھر کی
یہاں اس کا سایہ ہے خود جلوہ گستر

خدا کے لیے آ، کر اب طوف اس[1] کا　　جو وہ حج ہے، تو یہ بھی ہے حج اکبر
ابو نصر اکبر، وہ ظل الٰہی　　ہمیشہ رہے سایہ اس کا جہاں پر
ہوا دُرفشاں مدح میں اس کی از بس　　یہ نالۂ قلم ہوگیا تارِ گوہر
صفا خیز یاں تک وہ در ہے کہ یاں ہیں　　نشاں بوسہ کے مثل انجم منور
ترے نفحۂ نافۂ خلق سے اب　　یہ چرخ سیہ فام ہے گو نے عنبر
تری آتشِ عزم کے ہر شرر کو　　فرطِ بقا ہے شہ نیک اختر
کہ یوں مستقل ہو کے گردوں پہ بیٹھا　　سمجھتے ہیں اختر، اسے سب نظر کر
کیا ذکر، اس دستِ زر بار کا، جو　　دہاں، غنچۂ گل کا رہتا ہے پُرزر
یہ ممنوں کہ ہے مدح خواں تیرا دل سے　　اسے جو صلہ دے وہ کم، بلکہ کمتر
یہی عرض کرتا ہوں اب یاں میں ہر دم　　نظر، اپنی ہمت پہ کر، تو نہ مجھ پر
گیا کون مایوس اس در سے پھر کے　　نہ مایوس رکھ، مجھ کو اے لطف گستر
دعائیہ پر کیجیے ختمِ کلام اب　　کہ طولِ سخن کیا ہے ممنون بہتر
رہ و رسم ہے عیدِ اضحیٰ کی جب تک　　دعا یہ ہے اے خالقِ خلق پرور
عدو کا گلا صورت میش قرباں　　سدا ہو تہِ دشنہ یا زیرِ خنجر
رہے طوف گاہ جہاں باب اس کا　　بلبیک گویان بیتِ مطہر

۱۰۔ ”قطعہ در تہنیتِ عید الضحیٰ“

مرحبا صد مرحبا اے عیدِ اضحیٰ ، مرحبا　　تجھ سے عالم کو میسر طوف، بیت اللہ کا
لیک اس دن پر کروں قربان میں، سو روزِ عید　　ہو میسر طوف جس دن آستانِ شاہ کا
وہ شہِ عالم کہ ہر ذرہ ہے اس سے فیضیاب　　ہے وہی خورشید اوجِ اقتدار و جاہ کا
قدر کیا سنجیدہ اس کی ہو کہ ہے، ہر کوہ کو　　پلۂ تمکیں میں اس کے وزن برگِ کاہ کا
عید ہو ہر روز اس کو اور ممنوں زیرِ تیغ　　ہو مثالِ میشِ قربانی، گلا بد خواہ کا

۱۱۔ ”قطعہ تاریخ وفات ملک الشعرا، میر قمر الدین منت[2]“

انجمن آرائیِ اربابِ سخن کر گیا برہم یہ صحبت ہائے ہائے
نالہ فردوسی نے، اب یوں سر کیا ہم پہ دوزخ ہے یہ جنت ہائے ہائے
انوری کہتا ہے عالم ہے سیاہ نیر اوج بلاغت ہائے ہائے
یوں لب سعدی سے نکلے ہے صدا اخترِ سعدِ سعادت ہائے ہائے
لب پہ ہے جامی کے جامِ خوں، گئے نوش جام، جامِ راحت ہائے ہائے
اب فغانی غزل خواں کے نہیں لب پہ جز افغانِ حسرت ہائے ہائے
مرثیہ خواں ہے فصیحی، اس طرح ہوگیا خونِ فصاحت ہائے ہائے
وہ شکوہِ لفظ و معنی، یاد کر کر رہی ہے روحِ شوکت ہائے ہائے
ہو گئی برباد ناموس سخن اب یہی کہتا ہے عصمت ہائے ہائے

۱۔ لندن: دل کا
۲۔ والد شاعر (۱۱۵۸ھ۔ ۱۲۰۸ھ)

عشرتی یوں زمزمہ پیرا ہوا ... غم ...

یوں حزیں کہتا ہے پھر، اور حزیں ... دے کے کیا ...

پڑھ بہا، تمنوں ہے یوں سالِ وفات "حیف منت، حیف منت، ..."

۱۲۔ "قطعہ تاریخ در وفات سید الحکما میر محمد[1] حسین علیہ الرحمتہ"

سید حسین زبدۂ اولادِ مرتضیٰ

ہم نام تھا رسول کے، وہ عینِ مرتضیٰ

سینہ تھا اس کا مصحفِ اسرارِ معرفت — تھا وارثِ علوم، بہترِ مشرقین کا

ہے اس کے، مجلسِ علماء سب خراب ہے — اس بزم[2] میں نہ ذکرِ بہا، زیب و زین کا

تاریخ کے لیے، لبِ احباب سے مجھے — آواز آئی یہ ہی کہ "غم ہے حسین کا"

۱۲۰۵ء

۱۳۔ "قطعہ تاریخِ وفات میر قمر الدین منت علیہ الرحمتہ"

کہا میں نے تمنوں سے، اے خوش بیاں — نہ گردِ چمن تیرے پھٹکیں عیوب

قمر مطلع دیں پہ منت جو تھا — ضیا بخش بہرِ چراغِ قلوب

ولادت، سن عمر، رحلت کا سال — بیاں کر تو اس کے، وہ بولا کہ خوب

ولادت کو خورشید والا سے دیکھ — کواکب سنِ عمر، رحلت، "غروب"

۱۲۰۸ء — ۱۱۵۰ھ

۱۴۔ "قطعہ در تاریخ رحلت والدہ ماجدہ صاحبہ"

وہ رضیہ[3] کہ دمِ آخر تک — تھی دل و جاں سے رضا جوئے خدا

دمِ تدفین برائے تاریخ — فکر، ہر زائرِ تربت کو تھا

دامنِ خاک پہ اس کی مرقوم — یہی "دیکھا، رضی اللہ عنہا"

۱۲۲۴ھ

۱۵۔ "قطعہ در تاریخ تصنیف تذکرۂ[4] اعظم الدولہ سرور تخلص"

زہے اعظم الدولہ نکتہ سنج — کہ ہر نکتہ اس کا ہے درِ عدن

لکھا زور ہے اس نے یک تذکرہ — کہ باہم ہوا تمیزِ اربابِ فن

جو تاریخ پوچھی تو تمنون نے — کہا یہ ہے معیارِ نقدِ سخن

۱۲۱۵ھ

۱۔ حکیم میر محمد حسین ولد محمد ہادی عقیلی شیرازی، متعدد کتابوں کے مصنف تھے جن میں سے چند یہ ہیں۔ (۱) قرابادین کبیر (۱۱۷۱ء)، (۲) توضیح الرشحات (۱۱۷۲ء)، بحوالہ بانکی پور کیٹلاگ (خدا بخش) جلد ۸ ص ۶۶۵، (۳) مجمع الجوامع (۱۱۷۱ء-۱۱۷۲ء)، (۴) مخزن الادویہ، (۵) کلمات مکنونہ (از محسن کاشی) بحوالہ برو کیلمن ص ۵۸۴۔

۲۔ ب۔ ایک

۳۔ والدۂ شاعر (متوفی ۱۲۲۴ھ)

۴۔ عمدہ منتخبہ (۱۲۱۵ھ)

۱۶۔ "قطعہ در تاریخ برادرِ بزرگوارِ خود[۱]"

آہا! بے نورِ روئے شمس الدین خلق نظروں میں ہے، یہاں تاریک
وہ ہوا شمعِ محفلِ قدسی رہ گیا بس یہ خاک داں، تاریک
چھپ گیا، ہائے ہائے کیا خورشید ہے زمیں تا بآسماں، تاریک
سالِ تاریخ یہی اس کا ہے دیکھ، بے شمس دیں جہاں تاریک
۱۲۲۵ھ

۱۷۔ "قطعہ در تاریخ وفات برادر بزرگوارِ خود"

شمسِ دیں، مہرِ طلوعِ عرفاں اس سے روشن رہا سپہرِ یقیں
وہ ہوا شمعِ محفلِ قدسی ہو گیا تیرہ، آسمان و زمیں
سالِ تاریخ کا کیا جو سوال میں نے ممنون سے، کہ ہے غمگیں
یوں وہ بولا، سر بکا سے، ہائے لاکھ افسوس شمس الدیں[۲]

۱۸۔ "قطعہ در تاریخ شہادت برادرِ عزیزِ خود"

میر صادق[۳] علی، جوان شکیل ہائے تیری وہ وضعداری ہائے
تو چمن زار تھا، سیادت کا ہوئی زخموں سے لالہ کاری ہائے
وہ شباب و یہی قدی، صد حیف وہ جوانی، وہ گل عذاری ہائے
گرد آلود ہو، وہ روئے منیر یہ میری تیرہ روزگاری ہائے
اپنی دوری میں دیکھ، میرے رنگ ہائے حالت عجب ہے طاری ہائے
رگِ جان و چکیدنِ خون آہ سرِ مژگاں وہ اشک باری ہائے
جگر چاک و صد خلش، ہیہات جانِ غمناک و بے قراری ہائے
سینہ و صد ہزار ریش و شگاف دلِ صد گونہ داغ داری ہائے
الفت آلِ پاکِ حیدر کی ختم کی تو نے پاس داری ہائے
دل میں تھا عشقِ سید الشہدا دل پہ کھا کر ہوا کناری ہائے
عاشقِ سیدِ بریدہ گلو دیکھ لی خود گلو نگاری ہائے
کھا کے یہ دو جراحتِ بیداد ہائے کی تو نے جاں نثاری ہائے
تیری تاریخ بھی ہوئی ہے یہی "اے شہیدِ دو زخم کاری ہائے"
۱۲۳۴ھ

۱۹۔ ایضاً (۱)

مری جان و جگر صادق علی، ہائے! نشاں تیرا نہیں معلوم افسوس!
مرے شہبازِ قدسی آشیانہ کرے تجھ کو شکار، اک بوم افسوس!

۱۔ برادر شاعر میر شمس الدین (متوفی ۱۲۲۵ھ)
۲۔ ب۔ شمس ملت و دیں
۳۔ برادر شاعر میر صادق علی (متوفی ۱۲۳۴ھ)

حریفِ دشنۂ خونخوار ظالم [illegible]
شہادت ہو تجھے، زندہ رہوں میں نہ کیوں قرباں [illegible] افسوس
پیوں میں زہرِ غم، تو شربتِ مرگ قضا نے یوں دیا [illegible] افسوس
ترے دیدار سے، تا صبحِ محشر رہوں محروم، اے مرحوم افسوس
نہ لکھوں تہنیت، شادی کی تیری کروں میں مرثیہ مرقوم افسوس
تیری تاریخ، اے جانِ برادرا کرے ممنون کیا مظلوم افسوس
ہر اک سو سے، پئے سالِ شہادت ندا آتی ہے، "اے مظلوم افسوس"
۱۲۳۴ھ

۲۰۔ ایضاً (۲)

ہوا شہید جو صادق علی تو مت پوچھو | کہ کس طرح ہے مری خاطرِ الم اندود
ہزار زخم ہیں سینہ میں، خونچکاں ہر اک | ہزار داغ ہیں پہلو میں، سب نمک فرسود
نہ گرم گوئی، نہ آتش بیانیاں ہیں مری | مگر اٹھے ہے دل و جاں سے، ہمیشہ دود
خبر نہیں مجھے اپنی بھی، یہ کہ ہووے فرق | وجود سے نہ عدم اور نہ عدم سے وجود
کہوں تھا ریختہ میں حالِ دل کی بے ہوشی[1] | خیالِ سالِ شہادت میں یہ ہوئی افزود
نکل گیا مرے منہ سے یہ فارسی مصرعہ | "ہزار و دو صد و سی و چہار ہجرت بود"
۱۲۳۴ھ

۲۱۔ "قطعہ در تاریخ وفات نواسی بیگم صاحبہ علیہ الرحمتہ"

وہ مہرالنسا بیگم پاک ذات | کہ جوں مہر، رکھتی تھی روشن لقا
گئی چھوڑ یہ خاک دانِ سیاہ | ہوئی بزمِ قدسی میں پرتو فزا
جو تاریخ کا اس کی، ممنون نے | سوال، اس دلِ غمزدہ سے کیا
کہا کچھ نہ، حدِ بکا چھوڑ کر | کہ "ہیہات ہیہات مہرالنسا"
۱۲۲۹ — ۱ = ۱۲۲۸ھ

۱۔ ب: کہ

۲۔ مہرالنساء بیگم کے حوالے سے سرسید احمد خان نے یہ قطعہ لکھا ہے۔

چو مہرالنساء[2] بیگم خوش صفات | کہ چوں مہر میداشت روشن لقا
برفت از جہان و سیہ شد جہاں | بیفگند پرتو بملک بقا
ز ممنوں بجستیم سالِ وفات | بصد محنت و درد و رنج و عنا
بکا کرد بے انتہا و بگفت | کہ "ہیہات، ہیہات مہر النساء"
۱۲۲۹ - ۱ = ۱۲۲۸ھ

۲ بحوالہ آثار الصنادید۔ سرسید احمد خاں۔ ۱۹۶۶ء، ص ۴۲۷

۲۲۔ "تاریخ مختاری نوازش خان"[1]

جب نوازش خاں ہوا مختارِ کار / رنج میں اس سے رہا، کہہ تا بہہ
پست قامت، دشمنِ جانِ جہاں / ہے یہ کافر، زہر کی گویا گرہ
ہے مثل ہے[2] نہیں چڑھتا ہے رن / لیکن اس ہے[3] کو ہے شاباش ذرہ
جھیلنے کو گالیوں کی گولیاں / پہن آیا بے حیائی کی زرہ
ہو پے تاریخ، کچھ آوازِ غیب / سوئے حق سے منتظر، ہر اک تھا سیہ
بے سر آزارِ خلق، ازبس اسے / یوں کہا ہاتف نے، "ظالم مردہ بہ"

(۱ + ۱)
۱۲۲۸ = ۱ + ۱۲۲۷ھ

(۲۳) ایضاً

جب ہوئی تجھ کو، اے نوازش خاں / خانۂ بادشہ کی مختاری
کمر آزار خلق پر باندھی / ہوئی، عالم کو تجھ سے بیزاری
شاعران زمانہ سے تو نے / کی جو تاریخ کی طلب گاری
اور شاعر تو چپ رہے، لیکن / روح سعدی نے کی مددگاری
سر دشنام سے کہا تجھ کو / "مردنت بہ، کہ مردم آزاری"

۲۴۔ "قطعہ در تاریخ وفات حضرت فردوس منزل شاہ عالم"[4]

شاہِ عالم، خسروِ ملک و وقار / وہ کہ تھا ملجا و بابِ سلطنت
تھا عجب مجموعۂ آیاتِ لطف / ذات اس کی انتخابِ سلطنت
تابشِ آفات سے، طاقت گداز / کیا ہوا ظلِ جنابِ سلطنت
چھپ گیا وہ آفتابِ اوجِ جاہ / اب کہاں وہ نور و تابِ سلطنت
گوش بر آواز تھے، تاریخ کو / ہم کہ ہیں خدامِ بابِ سلطنت
شور، بس روئے زمیں سے یہ اٹھا / "ڈوبے کسوفِ آفتابِ سلطنت"

۱۲۱۴ + ۷ = ۱۲۲۱ھ

۲۵۔ "قطعہ در تاریخ جلوس مرزا محمد اکبر شاہ غازی خلد اللہ"[5]

جلوۂ مہر و فلک ہنا ہے، شہِ اکبر کے / زیرِ پا تختِ شہی، زینتِ سر، افسر ہو
بہر تاریخِ جلوس، اس کی مجھے فکر یہ تھا / کچھ بسوئے غیب سے الہام، میرے دل پر ہو
یوں سر جاہِ عدو توڑ، کہا ہاتف نے / اے خداوندا! جہاں گیر ہی اکبر ہو

۳
۱۲۲۴ + ۳ = ۱۲۲۷ھ

۱۔ نوازش علی خاں ولد شاہنواز خاں۔ محمد اکبر شاہ ثانی کے وزیر تھے۔ جن کے بعد اس عہدے پر سرسید کے نانا خواجہ فرید الدین خاں فائز ہوئے۔

۲۔ گالی لکھی ہے۔
۳۔

۴۔ شاہ عالم ثانی (۱۱۴۰ھ - ۱۲۲۱ھ)
۵۔ اکبر شاہ ثانی (۱۱۷۳ھ - ۱۲۵۳ھ)

۲۶۔ "قطعہ در تاریخ شادی کتخدائی فرزندِ ارجمند [illegible]

مؤیَّد من اللہ ولی عہدِ سلطاں عیاں نام نامی سے جس [illegible]
دماغ آسماں پہ نہ کیوں ہو جو ذاتی غلامی ہے اس کی جبیں پر [illegible] ہو
جو اس ہاتھ کی زر نشانی ۱ کو لکھے تو مالِ قلم غیرتِ تارِ زر ہو
وہ ابرِ کرم بحر و بر پر جو برسے تو وہ نخلِ گلشن شجر اور یہ بے ثمر ہو
وہ ہے آب و رنگِ گلستانِ شاہی الٰہی یہ گلشن سدا سبز و تر ہو
شجر اس کے گلشن کا وہ جس کے آگے بہت شانِ طوبیٰ کی بھی پست تر ہو
دیا اس کو پیوند یاں اک شجر سے کہ تا نادر و نغز و طرفہ ثمر ہو
یہ تمنوں کہ ہے نخلِ بندِ مضامیں شگفتہ خوشی سے بہت سر بسر ہو
پئے سالِ تاریخ پڑھنے لگا یوں "تنیہ پیوند ہر دو شجر بارور ہو"

۱۲۴۵ھ

۲۷۔ "قطعہ در تاریخ فرزندِ ارجمند خود"

مرے حیدر اے طوطیِ باغِ جناں کہاں تیری شکر مقالی ہے اب
گیا خورد سالی میں دنیا سے تو خراب اپنی پیرانہ سالی ہے اب
ترا حال کیا ہے کہ بن تیرے، جاں بہت دل کو آشفتہ حالی ہے اب
کنارِ پدر میں جگہ تھی تری کہاں جاے ماندن نکالی ہے اب
یہی بہرِ تاریخ پڑھتا ہوں میں "کنارِ پدر، حیف خالی ہے اب"

۱۲۴۴ھ

۲۸۔ "قطعہ در تاریخ وفات مولوی قطب الدین[2] فرزند مولانا فخر الدین قدس سرہ"

قطب الدین افتخارِ دودہ، فخر خلفِ نامدارِ فخر الدین
تھا جبینِ شکوہ میں اس کی نورِ عز و وقارِ فخر الدین
بسر اس کی وضع سے پیدا خُلق اور انکسارِ فخر الدین
دیکھتے جب اسے سمجھتے تھے کہ ہوئے ہم، دو چارِ فخر الدین
ہائے اب کس سے پوچھیے اسرار نہ رہا راز دارِ فخر الدین
جب ہوا زیب بخشِ گلشنِ خلد وہ گلِ نو بہارِ فخر الدین
یہی تاریخ اس کی پڑھتا ہوں "ہائے، اے یادگارِ فخر الدین"

۱۲۳۸ھ

۲۹۔ "تاریخ وفات، میاں عبد العظیم[3] عموی خود"

سید عبد العظیم، پاک دیں راہ پیماے صراط المستقیم
متقی و شیعہ و آلِ علی تابعِ احکام، خلاقِ علیم
چھوڑ کر زندانِ دنیاے دنی جب ہوا وہ راہیِ باغِ نعیم
میں نے تمنوں سے کہا، کیوں ہے خموش، زخمِ تیغِ درد سے، اے دل، دو نیم
کر کے آغازِ بکا پڑھنے لگا سالِ رحلت "حیف ا اے عبد العظیم"

۱۲۳۶ + ۲ = ۱۲۳۸ھ

۱۔ آفاق مرزا۔ بہادر شاہ ظفر کے بیٹے جن کی شادی ۱۲۴۵ھ میں ہوئی۔

۲۔ مولانا قطب الدین (۱۲۳۸ھ) ۳۔ شاعر کے چچازاد بھائی (متوفی ۱۲۳۸ھ)

۳۰

سلیم آں گوہرِ تاجِ خلافت برفت و دستِ دولت ماند خالی
چہ گوہر بود کز کم گشتن او گسستہ چشمِ شہ سلکِ لآلی
دلم تاریخش از روے بکا خواند "بیفتادہ گہر از تاج عالی"
۱۲۵۰ + ۲ = ۱۲۵۲ھ

۳۱۔ "قطعۂ تاریخِ وفاتِ شہزادہ مرزا سلیم"

آہ ازیں بزم گہ ہستی رفت مالکِ دیہیم و سریرِ اکبر شاہ
غلغلہ و شور و فغان و فریاد کرد گزر از سرِ نیلی خرگاہ
برلبِ من بود سوالِ تاریخ ہاتف ازغیب سروش آگاہ
از سرِ افسوس جوابم دادند "ہست یکے حادثۂ اکبر آہ"
۱۲۵۲ + ۱ - ۱۲۵۳ھ

۳۲۔ "قطعۂ تاریخِ وفات حضرت عرش آرام گاہ"[1]

شاہِ اکبر! اوج دنیا سے ترا ہے عجب ہی واقعہ حسرت فزا
تہنیت خواں میں، ہمیشہ تھا ترا تو ہےِ آرام سوے خلد جا
یوں مجھے تاریخ کہنی ہو نصیب "شاہ خلد آرام گاہ، اے واے واے"
۱۲۵۳ھ

۳۳۔ ایضاً

بو ظفر بادشاہِ دیں پرور داد احکامِ شرع جملہ رواج
کرد، پر نور بزمِ دنیا را بہرِ دینِ محمدیت سراج
قدمش کرد بخت تخت بلند فرقِ او داد تاج را معراج
دوش سالِ جلوسِ او، تمنوں خواستم از طبیعت وہاج
سرِ بد خواہ را برید آنگاہ گفت، "زیبِ سریر رونقِ تاج"
۱۲۴۹ھ - ۱ = ۱۲۴۸ھ

۳۴۔ "درتاریخ جلوس میمنت مانوس مرزا ابوظفر سراج[2] الظفر بہادر شاہ"

شاہِ مظفر[3]، بو ظفر آں شہ ذاتش عالم پرور آمد
سالِ جلوس ازروے جلالت ظل اللہ الاکبر آمد
سایۂ حق و سایہ چترش بر سر گردوں افسر آمد

۱۔ اکبر شاہ ثانی (۱۷۵۴-۵ ام ۱۱۶۳ھ - ۱۸۳۷ء م ۱۲۵۳ھ)
۲۔ بہادر شاہ ظفر ۱۷۷۵ء م ۱۱۸۹ھ - ۱۸۶۲ء م ۱۲۷۹ھ) تاریخ جلوس ۱۸۳۷ء م ۱۲۵۳ھ ۔ ۳۔ لندن ۔ شاہ بو ۔ غالباً سہو کاتب

۳۵۔ ایضاً (۲)

بو ظفر شہِ نیک بخت ہوا زیب بخش سریرِ [illegible]
سرِ فکر جیبِ خیال میں جو جھکا تفحصِ سال میں
تو شکوہ و طالع و جاہ و فر پئے کورنش آئے جھکائے سر
سنی ایک ایک سے یہ صدا "بہو ظفر بہو ظفر"

آ + آ
۲ + ۱۲۵۱ = ۱۲۵۳ھ

۳۶۔ ایضاً (۳)

چوں بو ظفر از فضلِ خداوندِ دو عالم شد بادشہ و آمدہ ایں مژدہ بگوشم
می خواستم از حق بدعا سالِ جلوسش "اللہ ظفر باد" ندا شد ز سروشم

۱۲۵۳ھ

۳۷۔ تاریخ وفات میر قمرالدین علیہ الرحمۃ

قمرالدیں کہ ز انوار و ضیا بود بر مطلعِ دیں گوئی ماہ
شمع افروخت ببزمِ قدسی بہ نگاہم شدہ ایں بزم سیاہ
گفتم ایں ظلمت و تاریکی چیست شد چرا تیرہ جہانِ دل خواہ
کہ کسے گفت، بر آمد تاریخ "قمر دین بخسوف آمدہ آہ"

۱۲۰۸ھ

۳۸۔ تاریخ وفات حضرت فردوس منزل شاہ عالم

شاہِ عالم آنکہ عالم داشت در زیرِ نگیں شد رواں و فوج فوج اعمالِ نیکش در رکاب
تا ازیں عالم، علم در عالمِ بالا ببرد کرد آں راہم مسخر آں شہِ عالی جناب
یافتم برجبہ اقبال تاریخش رقم "شاہِ عالم بود شد شاہِ دو عالم" کن حساب

ا
۱۲۲۰ + ۱ - ۱۲۲۱ھ

۳۹ ۔ تاریخ تکمیلِ پل

چو در قلعہ پل بست بر نہرِ فیض شہِ اکبر آں راہِ حق را دلیل
ندا شد پئے سالش از زیرِ آب کہ "پل بستہ برچشمہ سلسبیل"

۲
۲۔ ۱۲۴۱ + ۲ - ۱۲۴۳ھ

۴۰ ۔ "تاریخِ وفات حاجی الحرمین میر باقر علی برادرِ خود"

سپہرِ دگر میر باقر علی تو گوئے کہ از وسعت صدر شد
شبِ قدر بشتافت سوئے فلک ز نورش ہمہ کاستہ بدر شد
در اندیشہ بودم پئے سال او کہ چوں برتر از چرخ بہ قدر شد
ندا شد کہ بگرفتہ ذیلِ "علی" بمیالِ ملک در شبِ قدر شد

۱۰
۱۰ - ۱۲۳۹ + ۱۰ - ۱۲۲۹ھ

۴۱۔ ایضاً (۱)

میر باقر علیِ راست روش سالکِ راہِ چار دہِ معصوم
متکلم حدیث دان و فقیہ رتبہ اش برتر از عقول و نجوم
ہمہ اسرار دیں بر او مکشوف ہمہ اطوارِ دیں بر او معلوم
غرقۂ بحرِ رحمتِ یزداں میر مغفور و سیدِ مرحوم
حصہ از سلسبیل و کوثر یافت اے خوشا قسمت و زہے مقسوم
بہرِ تاریخِ او نشاں می جست دلِ محزون و خاطرِ مغموم
از ترِ آب آمد آوازی "رفت آں باقرِ محیطِ علوم"
۱۲۴۷ + ۲ - ۱۲۴۹ھ ۲

۴۲۔ ایضاً (۲)

میر باقر علی کہ گوہر او تحفۂ عصر بود و نادرِ وقت
جز براہ خدا نمیزد گام ز اول عمر تا بآخرِ وقت
ثانیِ میر باقر اشراق بود از زمزمہ اکابرِ وقت
دی ز ممنون سنہِ تاریخش خواستم زانکہ اوست شاعرِ وقت
سر چو برداشت از بکا، آں گاہ گفت "صد حیف، میر باقرِ وقت[1]"
۱۲۵۱ - ۲ - ۱۲۴۹ھ ۲

۴۳۔ "قطعہ تاریخ فتح غزنی کہ صاحبان کلکتہ نمودند"

زہے لارڈ جنرل گورنر بہادر کہ باج و خراج از سلاطیں گرفتہ
فلک از برائے نثارِ درِ او بدامن لآلیِ زپرویں گرفتہ
ز قندھار تا لشکرش راہِ کابل بہ تنبیہ اعدا پرِ کیں گرفتہ
بغزنیں رسید و نہ بر ان نوجش بیک حملہ آں حصن سنگیں گرفتہ
چو تاریخ اورا می بجستم، ز ہاتف ندایم شدہ "زود غزنیں" گرفتہ
۱۲۳۴ھ

۴۴۔ "قطعہ تاریخ گھاٹی لشکر کہ از نواحِ اجمیر است

جناب میکنائن صاحب ذی عالی قدر شاں نہ مثل اوست فیاضے نہ مانندش کریم ایں جاست
بر معبد لشکر چو کوہ دید فرمانداد کہ بردارید ایں راہ بہر سالک خوف و بیم ایں جاست
رہ تاریخ می جستم کہ خضرم داد آوازے "سوے منزل گہ جاناں صراط مستقیم ایں جاست"
۱۸۰۸ھ

۱۔ لندن۔ رفت۔ سہو کاتب

میکنامن بجبزی سر رشتہ حکم کوہسار • روز [illegible]
سال تاریخ چو جستیم، ندا ہاتف داد کہ "ذرہ امن کشود" [illegible]

۱۸۰۸ھ

۴۶۔ "قطعہ تاریخ وفات سرِ اعظم مجتہد مکرم مولوی سید دلدار علی علیہ الرحمۃ"

دلدار آلِ علی ولی را کہ در جہاں تعلیم دینِ حق، لب اورا بذمہ بود
گویند بود مجتہد و فاضل و صدوق این نیز از فضایل او نیم شمہ بود
دانم حساب دفتر و ایام خواندہ ام از کلک روزگار وجودش تتمہ بود
تاریخ انتقالِ شریفش رقم زدم وارث پئے علوم رسول و ائمہ بود

۱۲۳۵ھ

۴۷۔ "تاریخِ وفات. مولوی عبدالعزیز محدث دہلوی"

محیطِ کمالات، عبدالعزیز بنائے فلک نیست اورا شبیہ
ز آیات، اسرار، حق سینہ اش کتابے، عجب بود، لاریب فیہ
[illegible][1] محقق، مدقق، محدث، فقیہ
— — — — — — — — —

۴۸۔ "تاریخ تولد مریم بیگم، نواسی خود"

چو پیدا شدہ مریمِ نور چشم دلِ تنگ چوں غنچہ، گل شگفت
چو تاریخ آں خواستم از سروش ز ذویقعدہ، مہ چار می یوم گفت

۴۹۔ ایضاً

مریم[2] آں نور چشم فرزندم بسعادت منیر شد پیدا

۱۔ لندن۔ پانچواں مصرعہ نہیں ہے۔
۲۔ لندن: صرف دو ہی مصرعہ ہیں۔

رباعیات

(۱)

تھا[1] ایک ہی جلوہ سازِ ہر سو دیکھا ٭ تک فرق کسی میں نہ سرِ مو دیکھا
ممنون مگر آئنہ خانہ ہے جہاں ٭ دیکھا جس میں وہی قد و رو دیکھا

(۲)

ممنون نگہ میں طرزِ مستی کب تک ٭ مفتونِ نگار و نقشِ ہستی کب تک
نقاش کو دیکھ، نقش بے معنی کیا ٭ موجود خدا ہے، بت پرستی کب تک

(۳)

جنبش نہ کرے، اذن بن اس کے، پر کاہ ٭ وہ کون ہے جس پر کر پڑے اپنی نگاہ
کیا طاقت و قدرت ہے کسی کو ممنونؔ ٭ لاحول ولا قوت اِلّا باللہ

(۴)

احمدؐ کہ اس ایجادِ جہاں کا ہے سبب ٭ صورت میں کر، اس کی غور، کہتے ہیں سب
صورت ہی سے معنی کی طرف پہنچے راہ ٭ معنی میں ہے عینِ رب، بصورت ہے عرب

(۵)

احمدؐ کہ ہے فخرِ بشر و جن و ملک ٭ سب اس کے طفیلی ہیں، چہ ارض و چہ سمک
معراج کی جب اس کی حقیقت سمجھے ٭ پہنچے جو گمان کسی کا اللہ تلک

(۶)

احمدؐ کہ ہے عرش اس کی رفعت سے پست ٭ حکم اس کا ہوا سر شکن سنگ پرست
اصحاب کے ہاتھ میں وہ تسبیحِ حصیٰ ٭ اوس کا ہے عجب معجزہ دست بدست

(۷)

احمدؐ کہ تمام آل اس کی ہے نیک ٭ ساتھ اس کے ہیں متحد تن سیزدہ، لیک
نام اس کا جو طٰہٰ ہے کر اس میں تک غور ٭ چودہ عدد میں ہیں، حقیقت میں ایک

۱۔ ب۔ ابتدائی تین رباعیات نہیں ہیں۔

(۸)

زہرا کہ وہ اک نورِ ربانی ہے   سر شمعِ نہاں فانوسِ روحانی ہے
ثانی کب اس کی ہو سکے ہے مریم   کیا اس کو کہوں کہ مریم ثانی ہے

(۹)

ایمان کے تین رکن ہیں اے دانا!   جزوِ کلمہ دو اور امامان جدا
ان دو جزووں کے جیسے بارہ ہیں حرف   بارہ ہیں وہی امام بے چون و چرا

(۱۰)

کیا رفعتِ رتبہ علی کیجے بیاں   ہر فکر بلند ان کی ہو پست یہاں
جس دوش پہ تھا مہرِ نبوت کا نقش   بیٹھا ہے وہیں اس کے قدم کا بھی نشاں

(۱۱)

ممنون بہت غور سے کی ہم نے نگاہ   پیدا ہے حبیبِ حق نہاں شیرِ الٰہ[۱]
ظاہر میں نبوت ہے، ولایت باطن   کیا ظاہر و باطن ہے یہاں سبحان اللہ

(۱۲)

سبطین کہ ہیں دو بازوے پیغمبر   ایک اک سے رتبہ میں نہیں کچھ کم تر
دونو کو ہے دوشِ مصطفیٰ پر معراج   دونو ہیں علوِ مرتبت میں ہمسر

(۱۳)

ہے سبز لباس وہ جو مسموم امام   کیا رمز ہے اس میں! دیکھ باغور تمام
دشمن کہ ہے راہِ دین میں گویا افعی   چشم اس کی میں کرتا ہے زمرد کا کام

(۱۴)

ہوں آلِ نبی کا شیفتہ اور مایل   شمشیرِ محبت سے ہوں اس کی بسمل
داغِ الم حسین سے پرخوں ہے   لالہ ہے حسینی، یہ نہیں اپنا دل

۱۔ بدیہہ

(۱۵)

سبحان اللہ وہ امامِ غمناک کی مرگ تلک بندگیِ ایزدِ پاک
سجدوں سے ہوا حق کے، جہاں کا مسجود ہے سجدہ گہِ انام اس کی کفِ خاک

(۱۶)

سجادہ کہ عابدین کو اس سے ہے زین کہتے ہیں اسے علیِ ثانی کونین
تکرار تجلی نہیں از بسکہ روا وہ عین علی کا ہے، علی اس کا عین

(۱۷)

باقر کہ خدا کا ہے سراپا اک نور کیا طرفہ جمال ہے کہ چشمِ بد دور
کہتے ہیں محمد جو اسے، یہ ہے سبب اس شکل میں پھرا[۱] ہوا محمدؐ کا ظہور

(۱۸)

جعفر کہ بیاں اس کا ہے، صدق اور صواب صادق طرف خدا سے، اوس کا ہے خطاب
اوس کا ہے کلام مثل آیات خدا ہے ایک وہ ذات اور اللہ کی کتاب

(۱۹)

جعفر کہ جمالِ حق کا ہے آئینہ یاں اس کی محبت سے بھرا ہے سینہ
صد شکر کہ نقدِ جعفری سے ممنوں[۲] لبریز ہے ایماں کا مرے گنجینہ

(۲۰)

کاظم کہ امام اہلِ ایماں کا ہے ہر لحظہ اسے شہود، یزداں کا ہے
موسیٰ نہ وہ یہ کہ طور سینا پہ جائے موسیٰ! یہ کلیم طور عرفاں کا ہے

(۲۱)

جو شاہ خراساں کی ثنا کہتے ہیں ہم ان کو رضا جوے خدا کہتے ہیں
وہ لوگ جو ہیں تابعِ مرضیِ خدا ہر ایک نفس رضا رضا کہتے ہیں

۱۔ ب: پھر ہوا۔
۲۔ ب: ممنوں نہیں لکھا ہے۔

(۲۲)

نائب جو تقی، جناب احمدؐ کا ہے قرۃ العین [illegible]
کہتے ہیں محمد جواد سے، یہ ہے سبب عیاں جلوہ اتم، علی [illegible]

(۲۳)

وہ والیِ دیں، تقیِ ولی، ابنِ علی عنصر میں ملا، اس کے ہے فیضِ ازلی
من بعد تقی تختِ امامت پہ ہے شاہ ہے شبہ ہے جانشیں، محمدؐ کا علی

(۲۴)

اے عسکری، اے خسروِ دیں شاہِ زمن! سب تجھ میں ہیں، جو وصف ہیں احسن احسن
ہمنام حسن تو ہے، تجھے حق نے دیے خُلقِ حسنؑ و خوبیِ حسن و روے حسن

(۲۵)

کی خوب، امامت کے رسالے کی سیر آیا نظر اول تو نہ حیدر کے بغیر
سب کاتبِ قدرت نے رقم کر، آخر مہدی کا لکھا نام کر تمت بالخیر

(۲۶)

ام سلمہ وہ لالہء داغِ جگر تھی تازہ گل، شگفتہ باغِ جگر
یہ داغ دیے جگر پر اس کے غم نے تاریخ بھی ڈھونڈی تو ملا ہے داغِ جگر

(۲۷)

تدبیر میں تاثیر نہ دیکھی ہم نے تقدیر میں تغییر نہ دیکھی ہم نے
تدبیر کے، ہر چند بہت گرد پھرے پھرتی کہیں تقدیر نہ دیکھی ہم نے

(۲۸)

یارب! یک چاک تو گریباں میں رہے گل پارۂ دل سے جیب و داماں میں رہے
یک مشت برنگِ غنچۂ گلِ آتش دل سوختگاں کے برگ و ساماں میں رہے

(۲۹)

کعبہ کو جو دیکھا تو ہے تشویشِ طواف بت خانہ میں ہر بت کو خدائی کا لاف
اے برہمن و شیخ! بجز خانۂ دل دیکھی نہ فراغت کہیں، تقصیر معاف

(۳۰)

عالم[1] کا جو خوب ہم نے، عالم دیکھا فارغ دل و عیش بہت کم دیکھا
یاں رنگِ نشاط و رنج، ہم نے ممنوں مانندِ گلِ دو رویہ توام دیکھا

(۳۱)

ہے ورطہ ہستی کہ بہت سینہ گداز جوں موج، رہے نہ کوئی امید دراز
اس بحرِ فنا میں کیا ثباتِ عشرت یک دم کے لیئے حباب ہے مینا ساز

(۳۲)

وعدوں پہ کسی کے شادمانی تھی عبث امیدِ وفا پہ زندگانی تھی عبث
دیکھا وہ دوست، دشمن جاں نکلا ممنوں ہر دم کی جاں نشانی تھی عبث

(۳۳)

کس سے کہوں تنہائی بد روزی کو جز داغ نہیں کوئی جگر سوزی کو
کوئی غم خوار گاہ گاہ ہے جوں تیر پہلو میں جو بیٹھے ہے تو دل دوزی کو

(۳۴)

باتوں میں دلِ گرفتہ ممنوں! کھولو یا کھول کے دل، مار کے دھاڑیں رو لو
یہ ضبط یہ گھٹنا تو بہت سا ہے برا کس واسطے بیٹھے ہو روکے! کچھ بولو

(۳۵)

ممنوں کے دل میں رات کیسا تھا درد کھینچے تھا جو نالہائے گرم و دم سرد
کرتا تھا جو ضبط دل پہ رکھ کر وہ ہاتھ بیچارہ کا کچھ رنگ ہوا جاتے تھا زرد

(۳۶)

افغاں نے کیا حریفِ خنجر دل کو اور آہ نے اک کیسہ نشتر دل کو
آنکھوں سے بھلا خون نہ ٹپکے کیونکر! پر زخم کیا ہو جب سرا سر دل کو

---

۱ ۔لندن۔کو، مگر 'کا' مناسب ہے۔ غالباً سہو کاتب

رکھتا نہیں سینہ میں ہے بہتر دل کو — کھینچے مجھ سے عداوت [illegible]
کھینچے پہلو سے، اس کے کیا کیا ہیں عذاب — کھینچے پہلو سے کوئی [illegible]

(۳۸)

جس جا کہ ترے شہیدِ غم کا ہے مزار — کل یار! ادھر کو جو ہوا اپنا گزار
یہ جوش تھا ناکامی و حسرت کا وہاں — رکھ سینہ پہ ہاتھ روئے ہم، دھاڑیں مار

(۳۹)

غش آنے لگے ہر دم نہ ہمیں یوں اب تک — جان، ضعف سے پہنچی نہ تھی اپنی لب تک
اے جذبۂ دل! جلد اسے کھینچ کے لا — دن آج کا کٹتا نہیں ہم کو شب تک

(۴۰)

جیا نہ دکھائے حق تری شکلِ رکیک — عاقل جو ہے وہ آئے نہ تیرے نزدیک
اس جسم سیاہ میں وہ فرجِ تیرہ — ہے رات اندھیری سے[1] بھی چاہ تاریک

(۴۱)

اے واصلہ اے فاحشہ، پوچ اور خیرہ — ہتنی[2] سا ترا جسم ہے کس ہے تیرہ
کیا قدر تری کس میں ہے کبر — خر کو ہے وہ بی، مثل، اونٹ کے منہ میں زیرہ

(۴۲)

وہ جسم لطیف ہے جو روحِ مطلق — تب لی، جو لیا بغل میں اس کو ناحق
دیکھ اس کی لطافت اور اپنی شوخی — کھینچی یہ خجالت کہ گئے، ہو کے عرق

(۴۳)

کیونکر شہِ عالم نہ تری کیجے دید — طلعت سے[3] ہے یتری، مطلعِ صبحِ امید
ابرو کا یتری اشارہ، مثلِ مہِ عید — عالم کے ذورق کی خاطر ہے کلید

۱۔ لندن: میں بھی
۲۔ ب: وہ بات ہے جو
۳۔ ب۔ بی سے

(۴۴)

تجھے جد و پدر جس کے گھرانے کے مرید — اس سے تجھے اے لعین! ہے بغض شدید
مرشد کے نواسے کا ہوا دشمن جاں — نے تجھ کو بنایا ہے، مگر خاک یزید

(۴۵)

گرد طمع و حرص نہ بہر بیہودہ گرد — جو سب سے کریں کنارہ، وہ مرد ہیں فرد
دنیا کا نہ طابع ہو اگر غیرت ہے — صد حیف کہ زن حاکم و محکوم ہو مرد

(۴۶)

ماما، خوبکلاں پدر فطونہ، فرزند — آئے اے موسلی حکیموں کی پسند
عطار بچہ کہے کہ افلاطوں ہوں — تحفہ معجون ہے یہ ماشو گلقند

(۴۷)

اے دعوئ اسلام میں تو ہے جھوٹا — سر رشتۂ دیں ہاتھ سے تیرے چھوٹا
یوں آل پیمبر سے اکڑ کر چلنا — آخر نہ ترا مہرۂ گردن ٹوٹا

(۴۸)

کیا خیر ہے یہ! مجلس ارباب نعیم — جا کر جو وہاں نہو ہماری تکریم
جنت کی طرف بھی منہ نہ کیجے ممنوں — طوبیٰ سے جو سرو قد نہ دیکھیں تعظیم

(۴۹)

ممنون یہ تو نے دل کا کیا رنگ کیا — جو عین صفا[1] تھا اسے سب زنگ کیا
آئینہ گراں سنگ سے آئینہ بنائیں — شاباش تجھے، آئینہ کو سنگ کیا

(۵۰)

ممنون سفیدی اب تو مو پر آئی — مو پر جو سیاہی تھی سو رو پر آئی
کھولے علم سفید یہ فوج اجل — اے خفتہ نصیب اٹھ! سر اوپر آئی

۱- بے جملہ۔

(۵۱)

اے عارفہ، اے ولیہ، اے حق آگاہ! اے نام رضیہ [illegible]
پڑھتا سرِ افسوس سے ہوں، سالِ وفات اے تو ا رضیہ [illegible]

(۵۲)

ہم نوں[1] مئے غفلت سے بیہوشی بس رسم و رہِ تقویٰ سے فراموشی بس!
تھا عہدِ شباب و بادۂ سرخ کباب پیری میں جگر خواری و خوں نوشی بس!

(۵۳)

یہ عرصۂ[1] دنیا کہ سراسر ہے سراب لبِ تشنہ چند اس کو سمجھتے ہیں آب!
یہاں کیا ہوسِ رفعِ عطش اے ناداں! کوئی بھی ہوا آج تلک ہے سیراب!

(۵۴)

خوباں[2] سے طلبگارِ مسرت ہونا ہے، ہاتھ سے مفت نقدِ راحت کھونا
گل رنگ عذاروں پہ نگہ خوش خوش تھی معلوم نہ تھا کہ خون پڑے گا رونا

(۵۵)

دنیا[2] ہے نہ صاحبانِ ہمت کو پسند کیا چتر ہے دور دور، یہاں ہو ہر چند
گردش سے سب اس کی ایک ہنڈولے میں ہیں پست ان سے ہی ہوتے ہیں کہ جن سے ہوں بلند

۱۔ ب: یہ دونوں رباعیات نہیں ہیں۔

۲۔ ب: یہ دونوں بھی نہیں ہیں۔

استدراک

نسخہ دہلی باوجود امکانی کوششوں کے اس وقت تک حاصل نہ ہو سکا جب تک کہ پورے کلیات کی تدوین مکمل ہو کر کاپی پیسٹنگ نہ ہو گئی۔ کاپی پیسٹنگ کے مرحلہ کے بعد یہی صورت مناسب نظر آئی کہ آخر میں "استدراک" کے ذریعہ اسے شامل کلیات کیا جائے۔

صورت کچھ یوں بنی ہے کہ "اصل متن" کا صفحہ نمبر اور سطر نمبر نوٹ کر کے نسخہ دہلی کا متن استدراک میں درج کر دیا ہے۔

قصائد

ص ۱۴، سطر ۲	نہ مثیل و نہ مماثل رکھے نہ مثل و مثل
ص ۱۵، سطر ۹ مصرعہ ثانی	دستِ پُر قوت عدل اوسکا دہیں لیکے جبل
سطر ۱۱	عہد میں تیرے یہاں تک ہے عدالت کا عموم
سطر ۱۵	بادِ صرصر سے ہنے پردہ فانوس چراغ
سطر ۱۶	ہے ترے عہد میں یہ حفظ و عدالت کا عمل
سطر ۱۹	کسی مظلوم پہ پھینکے جو کوئی ظالم تیر
سطر ۲۰	چل اودھر ہی کو پلٹ ہاں بس اب ایدھر کو نہ چل
سطر ۲۲	میل پستی کرے وہ شے کہ جو ہووے بوجھل
سطر ۲۴	رشکِ گل ہووے اگر آب میں رکھیں مشعل
سطر ۲۶	کیا عجب ہے جو ترے عہد میں ہو جل کر خاک
سطر ۲۷	صورت نہی زبس رکھے ہیں گردوں نے کئی
سطر ۲۸	ہے ترے حکم اگر چاہے کہ ہو رفع علل
سطر ۲۹	فرش ہوجائے کسی گوشۂ ایواں میں ترے
ص ۱۶، سطر ۱، مصرعۂ ثانی	روبرو تیرے عدو کیا ہو تہِ تزویر و جبل
سطر ۲	برقِ شمشیر تری ہووے اگر دشمن سوز
سطر ۲ مصرعۂ ثانی	خاک پھر اوسکی پئے چشم عدم ہو کاجل
سطر ۳	دیکھ اس کو کبہ تیغ کو یوں میداں سے
سطر ۶، مصرعۂ ثانی	کھینچ کر تو جو لگاوے اوسے روئے جبل
سطر ۷، مصرعہ اول و ثانی	جب کہ میداں میں اسے کھینچے ہے تو روز مصاف راپنی ہی جان کا رکھے ہے وہاں بیم اجل
سطر ۹	ڈر یہ ہے جائے کہیں عرصہ کاغذ سے اوچھل
سطر ۱۰	طبع ہوتی ہے اس اندیشہ سے اسکی بے کل
سطر ۱۱، مصرعہ اول و ثانی	جست و خیز اوسکی سے کچھ دور نہیں ہے کہ جائے توسنِ وہم صفت عرصہ کاغذ سے نکل
سطر ۱۳	کمتر اک نیم نقطہ سے ہے تہِ پا اسکی

حوالہ	متن
سطر ۱۴، مصرعہ اول و ثانی	گر [illegible] دھیان میں آئینے کی [illegible]
	تک کرے مشرق و مغرب کو یہ گردوں [illegible]
سطر ۱۵، مصرعہ اول و ثانی	جمالے ہر مرتبہ وہ یاں سے وہاں [illegible]
	دل سے تاب ترے حرف نہ یہ آئینے کا چلا
سطر ۱۶، مصرعہ اول و ثانی	شوخ معشوق نہ جس طرح سے آئے بر میں
	آئے آغوشِ تصور میں نہ یوں وہ اچپل
سطر ۱۹	طاقتِ کلک کہاں ہے جو کرے مدح تری
سطر ۲۰	قدر سے اس درِ عالی کی کہیں ہے اسفل
سطر ۲۱	نہ گیا کوئی گدا گاہ یہاں سے مایوس
سطر ۲۲، مصرعہ اول و ثانی	عرض اب اسکی ہے، مقبول ہو اے صاحبِ کل
	تری خدمت میں کہے ہے جو ترا عبد اقل
سطر ۲۳	لطف سے عقدۂ خاطر کو مری بھی کر حل
سطر ۲۵، مصرعہ اول و ثانی	روبرو چشمِ جہاں بیں کے ترے اب شاہ
	ایک سا حال ہے کیا ماضی و کیا مستقبل
سطر ۲۶، مصرعہ اول و ثانی	جوکہ ہے مقصدِ دل میرا وہ ہے تجھ پہ عیاں
	کون سی شے ہے جو ہے تیری نگہ سے اوجھل
سطر ۲۹	حسب حال اپنا پڑھوں ہوں تری خدمت میں شہا
سطر ۳۰	ہے سیاہی میں مرا دل شبِ ہجراں کی مثل
سطر ۳۱، مصرعہ اول و ثانی	نورِ تقویٰ نہیں چمکا کبھی دل پہ میرے
	دل مرا مثلِ دلِ بحر ہے ظلمت کا محل
ص ۱۷، سطر ۱، مصرعہ ثانی	گبرو ترسا بھی اگر دیکھے ذرا میرے عمل
سطر ۳، مصرعہ اول و ثانی	تیرہ باطن ہوں مرا کام سیہ کاری ہے
	ہے سیاہی میں مرا دل رخ ہندو کا بدل
سطر ۶، مصرعہ اول و ثانی	ہے مرا عرض اے لمعہ انوار خدا
	ظلمتِ فسق کو کر نور سے تقویٰ کے بدل
سطر ۸	ہو ترا نام ہی اوس وقت میرا وردِ زباں
سطر ۹، مصرعہ اول و ثانی	روزِ محشر کو محبّوں میں ترے ہوں محشور
	پس میری تو ہے یہی غایتِ امید و امل
سطر ۱۱، مصرعہ ثانی	ہووے مقبول بدرگاہ حقِ عز و جل
زاہد شعر	تاکہ گل باغ میں ہو زینتِ فرقِ اشجار
	گردنِ شاخ میں ہو تاکہ گلوں کی ہیکل
سطر ۱۲، مصرعہ ثانی	قامت سرو کو، تا ہووے عطا سبز حلل
زاہد شعر	جب تلک باغ میں ہر گل کے ہے صورت کوش
	عندلیبوں کی زباں پہ ہے جب تک کہ غزل
سطر ۱۳، مصرعہ ثانی	تاکہ گلشن میں گل و لالہ چلادے مشعل

سطر ۱۴ — جب تلک ہاتھ میں دریا کے ہو تسبیحِ حباب
سطر ۱۵ — میل ہر شے کا ہو، تا سوئے مقرِ اصلی

ص ۶۸، سطر ۲۷، مصرعہ اول۔ ثانی — صباح عید کہ ہیں عام نغمہ ہائے (.....لہ)
لہ = کاتب نے یہاں "طرب" لکھا ہے۔ — گدا کا کاسہ ہے ہمکارِ کاسہ طنبور
زاہد شعر — بلند جنبشِ انگشت، تار، سایہ صلت
کرے ہے تار سے تسبیح کے نوائے سرور

ص ۹۹، سطر ۷، مصرعہ ثانی — شراب ہاتھ میں پڑھ اِنَّ رَبَّنا لَغفُور
سطر ۱۱، مصرعہ ثانی — کہ انبساط کا بزمِ جہاں میں ہے یہ وفور
سطر ۱۲، مصرعہ ثانی — کرے ہے عقدِ ثریا چمن میں آج ظہور

ص ۱۰۳، سطر ۲۵، مصرعہ ثانی — نت، خونِ عدو میں ہے شناور
سطر ۳۲، مصرعہ ثانی — ایک اشرفی پائے ہے مقرر
سطر ۳۴ — اے لجہ جود و ابر و احساں
سطر ۳۶ — جو کوئی کہ تیرا مدح خواں ہو

ص ۱۰۴، سطر ۲ — تو اوسکو صلہ جو دے سو، کم ہے
سطر ۳ — پر چاہے وہ نے درم نہ دینار
سطر ۶، مصرعہ ثانی — درکار یہی ہے اور بس

ص ۱۰۸، سطر ۳ — توام شگفتگی سے ہے آشفتگیِ گل
سطر ۴، مصرعہ ثانی — حرمان و بے کسی ہی یہاں برگ و بار ہے
سطر ۵، مصرعہ ثانی — ہر صبح صوتِ غنچہ سے یہ آشکار ہے
سطر ۹، مصرعہ ثانی — تا صبح نے تو بزم ہے، نے کوئی یار ہے

مراثی

ص ۱۰۹، سطر ۸، مصرعہ ثانی — اوس بحرِ مکرمت نے نکرنا، کرانا تھا
سطر ۱۰، مصرعہ ثانی — ہم والیوں نے ناقہ ہمت کو پے کیا
سطر ۱۲، مصرعہ ثانی — وہ خندہ تھا جو وقفِ لبِ نسترن کہاں
سطر ۱۳ — رکھتی نہیں ہیں عارضِ نسریں شگفتگی
سطر ۲۴ — نے، وا ہوئے ہیں پائے کواکب برائے گشت
سطر ۲۷، مصرعہ ثانی — نے کچھ موافقت انہوں کی خلل پسند

ص ۱۱۰، سطر ۳	کیا حال ہے کہ دل کو نہ بھاوے ہے لالہ زار
سطر ۶، مصرعۂ ثانی	گلچیں دہن ہے نالہ خونِ کشتہ کی ہزار
سطر ۹	بڑھ زخمِ دل پہ تیغ و رگِ جان پرستاں
سطر ۱۰، مصرعۂ اول و ثانی	اے رہبرانِ ملکِ فنا تجھے پیام ہے
	میری زباں سے عرض اسے کیجو ایک بار
سطر ۱۲، مصرعۂ اول و ثانی	وہ زخم اسکے سینہ پہ اب جائے گیر ہیں
	نے قابلِ رفو ہیں نہ مرہم پذیر ہیں
سطر ۱۶	کہتا ہوں کب کہ آکے سنے آشکارا حال
سطر ۱۸، مصرعۂ ثانی	اب ماجرائے دیدہ دریا فشاں سنے
سطر ۱۹، مصرعۂ اول و ثانی	اشعارِ گرم پہ مرے کہتا تھا آفریں
	اب آہ کا وہ مصرعۂ آتش فشاں سنے
سطر ۲۱، مصرعۂ ثانی	پُر خون نوحہ و غزلِ خونچکاں سنے
سطر ۲۶، مصرعۂ ثانی	آئے بہار ، ہوئے گا اب باردر یہاں
ص ۱۱۱، سطر ۱، مصرعۂ ثانی	کچھ تو اثر کرے گا دعائے اثر یہاں
سطر ۲، مصرعۂ اول و ثانی	امید تھی کہ وصل کی اب آئیگی خبر
	واحسرتا ، وصال کی آئی خبر یہاں
سطر ۳، مصرعۂ ثانی	تا صبحِ حشر در پہ رہی چشم تر یہاں
سطر ۵، مصرعۂ ثانی	دودِ فغاں ہوا ہے کلف روئے مہر و ماہ
سطر ۶، مصرعۂ اول و ثانی	چہرہ ہوا ہے سیلیِ حسرت سے سب کبود
	سینہ ہوا طپانچۂ حرماں سے سب سیاہ
سطر ۸، مصرعۂ ثانی	تا صبح گاہِ حشر یہاں چشم ہے براہ
سطر ۹، مصرعۂ ثانی	جاؤ کہ ہے جدھر قمر دیں کی بارگاہ
سطر ۱۰، مصرعۂ ثانی	کہیو یہ عرض کہتا ہے ممنوں کہ "قبلہ گاہ"
سطر ۱۱، مصرعہ ثانی	سالارِ کارواں کی کہیں ہے یہ رسم و راہ

مرثیہ میر محمد حسین

ص ۱۱۳، سطر ۲، مصرعہ ثانی	گلِ خنداں کو پریشانی ہے ناچار یہاں
سطر ۳	ملک ہنسے صبح تو پھر چاک گریباں کو کیا
سطر ۴	زہرِ ناکامی سے ہو کام و دہاں آخر تلخ
سطر ۸، مصرعہ ثانی	چھوٹنا دل کا بہت ہووے گا دشوار یہاں
سطر ۹، مصرعۂ ثانی	دیکھ یہ عرصہ گیتی نگہہ عبرت سے
سطر ۱۰	باغِ حکمت کا یہاں ایک گلِ رعنا تھا
سطر ۱۱، مصرعہ ثانی	زینت و زیب جو اس ساتھ گلستاں کا تھا
سطر ۱۳	کیا ہوا یہ کہ مرے درد سے بے پروا ہے

ص ۱۱۴، سطر ۲ — آج کیا حال ہے، ہوتی جو نہیں افغاں ضبط

سطر ۳، مصرعہ اول و ثانی — جاکے اس شاہ سے کہیو کوئی میرا احوال
لطف سے حال غریبوں کا جو نت سنتا تھا

سطر ۵، مصرعہ ثانی — آہ، واماندگی و وابسی و تنہائی

سطر ۱۱ — روشِ دہر اسی ڈھب سے چلی جاتی ہے

سطر ۱۲ — روشِ دہر سبھی خوب ہے لیکن افسوس

سطر ۱۳، مصرعہ ثانی — صبر گر ڈھونڈیے دل میں تو نہ کم ہے نہ زیاد

سطر ۱۴، مصرعہ ثانی — وہ جو غمخوار تھا، سو اسکو نہیں غم اپنا

سطر ۱۵، مصرعہ اول و ثانی — ہائے کیا ہے کہ جو خاطر کو نہیں آج سرور
نہ تو آسودگی ہے طبع کو، نےٗ دل کو حضور

سطر ۱۸ — ہے کہاں آن کے دیکھے وہ ارسطوئے زماں

سطر ۱۹، مصرعہ اول و ثانی — شب سے تا صبح نہیں چشمِ کو اک میں خواب
بس کہ جاتی ہے فلک پہ یہ فغانِ پرشور

سطر ۲۰، مصرعہ ثانی — جنبشِ آہ ہوئی نائبِ نیشِ زنبور

سطر ۲۲، مصرعہ ثانی — دشمنِ جانیِ مرہم ہے، رفو سے النفور

سطر ۲۳ — فایدہ بخیہ و مرہم سے، کہ کچھ سود نہیں

سطر ۲۵، مصرعہ ثانی — گل اب خندہ کناں سوئے چمن آوے گا

سطر ۲۷، مصرعہ ثانی — مژدۂ روح جہاں سوئے بدن آوے گا

ص ۱۱۵، سطر ۲، مصرعہ اول و ثانی — تھی یہ امید کہ ہر زخم دل اچھا ہوگا
مرہمِ تازہ ناسورِ کہنٗ آوے گا

سطر ۶، مصرعہ ثانی — آہ تنہائی وہی روزِ سیاہِ ہجراں

سطر ۱۰، مصرعہ ثانی — نہ تو رہبر ہے نہ اس راہ میں پاؤں کا نشاں

سطر ۱۱ — کس طرح کھینچیے اب رختِ سفر اسکی طرف

سطر ۱۲، مصرعہ ثانی — ہائے کیا جان پہ ہے جور و ستم کا طغیاں

سطر ۱۳، مصرعہ ثانی — یاس و محرومی و حرماں کا ہے اک دل پہ ہجوم

غزلیات

ص ۱۱۶، سطر ۱۱، مصرعہ ثانی — جہاں پیدا ہے دیکھو ظرف اس آئینۂ جاں کا

سطر ۱۰ — کلیساؤ صنم خانے نہیں دیکھے تو ادھر آ

سطر ۲۲، مصرعۂ ثانی — ہر آئینہ میں جلوہ ہے اس آئینہ ساز کا

ص ۱۱۷، سطر ۴، مصرعہ ثانی — جھگڑا چکے کا کیونکہ یہ ناز و نیاز کا

سطر ۱۲، مصرعہ ثانی — سمجھیں نسیمِ خلد کو شعلہ جحیم کا

سطر ۱۶، مصرعہ اول و ثانی — زہے رتبت کہ وہ پنہ (.... کذا ....)

سطر ۱۷، مصرعۂ ثانی

کہ دوش ہاتف خم [illegible]
کہ جنوں کی خاطر تیغ [illegible]

ص ۱۱۸، سطر ۳

یہ سب میرے ہی حسن کا پرتوا ہے

ص ۱۱۹، سطر ۴

ہوا بے پردہ و رسوا جواب رازِ دل مجنوں

سطر ۵، مصرعۂ اول و ثانی

نوید اے دردِ تہ کو زور ہی راحت ہوئی حاصل
قلق میں کھل گیا کل جو دلِ مجروح کا ٹانکا

سطر ۱۰

جگر ہے ٹکڑے ٹکڑے کون سی طاقت پہ ہوں ممنوں

سطر ۱۸، مصرعۂ ثانی

نہیں مشتاقِ آبِ خضر اور بادِ مسیحا کا

سطر ۲۲، مصرعۂ اول و ثانی

نگاہِ فتنہ زا کو کس کی پھر مشقِ تغافل ہے
کہ ممنوں چرخ تک ہے موج زن یاں خوں تمنا کا

ص ۱۲۳، سطر ۲، مصرعۂ ثانی

ہے مہر یا کہ برق ہے ، یا شعلہ طور کا

سطر ۶، مصرعۂ ثانی

کیا فائدہ قفس میں اسیروں کے شور کا

سطر ۸، مصرعۂ اول و ثانی

کاہیدہ ناتوانی سے ہم یاں تلک ہوئے
درکار ہے عصا ہمیں مژگانِ مور کا

سطر ۹، مصرعۂ ثانی

بیمار نے لگایا ہے کیا تیر زور کا

سطر ۱۴

ممنوں اگر بگفتہء سودا کریں نظر

ص ۱۲۴، سطر ۲

دل کو کہ ننگِ ، تاب و تسلی ہے روزگار

سطر ۳

بیعت کے دستیے راہب بیت الصنم ہے آج

سطر ۴، مصرعۂ اول و ثانی

کیسا کیا ہے خانہ بخانہ مجھے خراب
خانہ خراب ہو جیو اس دل کی چاہ کا

ص ۱۲۵، سطر ۱۱، مصرعۂ ثانی

سایہ ہو کب نقابِ رخ آفتاب کا

سطر ۱۳، مصرعۂ ثانی

عارض سے دیکھ یہ ربط خطِ مشک تاب کا

زاہد شعر

دھویا ہے چشمِ مست کو دریا میں کس نے آج
گرداب ہوگیا ہے پیالہ شراب کا

ص ۱۲۵، سطر ۱۵

ممنوں بقولِ حضرتِ سودا جو دیکھیے

سطر ۱۷

دیکھا جو قد و زلف و دہاں ، اسکا ، مٹ گیا

ص ۱۲۶، سطر ۲

گر کھول دوں میں سینہ ، سوزاں کے چاک کو

ص ۱۲۷، سطر ۳

ضبط، نفسِ گرم کر اے بلبلِ نالاں

سطر ۴، مصرعۂ اول و ثانی
کس واسطے دیتا ہے اب آئینہ کو بوسہ
وہ شوخ جو دلدادہ نہیں اپنے دہن کا

سطر ۶
طفلی میں دیا ہے سبق استاد نے تم کو

سطر ۸، مصرعۂ ثانی
چھوڑا نہ نقش جامہ میں اپنے کہیں تن کا

سطر ۲۰، مصرعۂ ثانی
جو یاد آتا ہے لب تک آکے رک جانا وہ گالی کا

ص ۱۲۸، سطر ۲، مصرعہ ثانی
کسی کے کان میں تھا جلوہ یوں عقدِ لآلی کا

سطر ۳
کسی کی جنبشِ دستِ حنائی یاد آتی ہیں

ص ۱۲۸، سطر ۱۵، مصرعہ اول و ثانی
عرق اس شعلہ گوں عارض پہ کیا صنعِ الہی ہے
نہیں دیکھا ہے جینے ربط باہم آب آتش کا

زائد اشعار
برنگ شعلہ پہلو میں سدا جلتا ہی رہتا ہے
الہی کیا بنا ہے یہ دلِ بیتاب آتش کا
ڈراتا ہے عبث ممنوں کو تو دوزخ سے اے واعظ
دکھاؤں داغ دل تو ہوئے زہرہ آب آتش کا

ص ۱۲۹، سطر ۷
ڈر اسکے عکس تیغ سے رکھے ہے بحر بھی

سطر ۹
ممنوں غزل اک اور بھی اس بحر میں کہو

سطر ۱۰
ہوں میں گدازِ عشق سے ہمسر حباب کا

سطر ۱۷
ٹک باؤ باندھتے ہی بس اتنا ابھر چلا

سطر ۱۸، مصرعۂ ثانی
دیکھا جو جلوہ موج کے اوپر حباب کا

زائد شعر
ہیں آہ گرم میں دل پر آبلہ کے لخت
یاں شعلہ میں روانہ ہے لشکر حباب کا

ص ۱۳۰، سطر ۱
سپاہ درد نے طاقت میں خانہ جنگی کی

سطر ۴
ہوئے ترے وسیلے سے روشناسِ صد اندوہ

سطر ۷، مصرعہ ثانی
جگر کا سوچ جدا، فکر ہے جدا دل کا

سطر ۸، مصرعہ ثانی
عجب ہی سوز سے کل مرثیہ پڑھا دل کا

ص ۱۳۱، سطر ۴، مصرعہ ثانی
سینۂ تنگ میں مشکل ہے چھپانا دل کا

سطر ۹، مصرعہ اول و ثانی
آگ دیتا ہے کوئی گھر کو ہی اپنے ناداں
حق میں تیرے ہی نہیں خوب جلانا دل کا

زائد شعر
ایک طپش کرتی ہے صد حسرتِ پوشیدہ طپاں
نہیں محتاج بیاں حال سنانا (دل کا)

ص ۱۳۲، سطر ۲ — دیکھ کر [illegible] کو [illegible]

سطر ۲۲، مصرعہ ثانی — زندگی ہی میں اگر میرا نہ غم کیجیے گا
زاید شعر — رات جب کھینچ میں نالہ شبگیر لگا
جگر (کذا) میں ایک ناوک تاثیر لگا

ص ۱۳۲، سطر ۲۶ — نقش ہے اس فتنہ کا اپنے دل حیراں میں خیال
سطر ۲۷ — نکہت مشک دم باد سحر میں ہے آج

ص ۱۳۳، سطر ۱۲، مصرعہ اول و ثانی — کوئی غمخوار نہ عالم میں ہے تو آپ ہی
اپنی چھاتی سے میں روؤں دل دلگیر لگا

زاید شعر — آگ ہی لگ گئی سینہ میں ہمارے مضموں
اپنے آنسو پی کے کرنے جو تقریر لگا

ص ۱۳۴، سطر ۱۵ — بوسہ لینے کی بھی فرصت دی نہ بیتابی نے آہ
سطر ۱۹ — چشم حیرت باز ممنوں آئینہ کی رہ گئی
سطر ۲۰ — سینہ میں لگتے ہی اس کا جی گیا تن سے نکل
سطر ۲۱ — سنتے ہی ہم صوت مطرب خاک جل کر ہوگئے

ص ۱۳۵، سطر ۲ — میں کربلائے عشق ہوں، صد دشت دور تر
سطر ۶، مصرعہ اول و ثانی — آتا تھا دم گسستہ حرم سے ہر ایک صید
محو شکار کون سا طاقت شکار تھا
سطر ۷، مصرعہ ثانی — شب ہم بغل جو اپنے وہ رشک بہار تھا

ص ۱۳۶، سطر ۵ — برق بے درد نے یک دست جلایا دل کو
سطر ۶، مصرعہ اول و ثانی — گل طرف تیرے ہوا ہوتا گر چشمک زن
اس کو کیا کام ادب سے کہ وہ صحرائی تھا
سطر ۷ — گل جو ابروئے کج مشیاں آئے نظر

سطر ۱۵ — گل برنگ غنچہ کس کو تھی مجال گفتگو

ص ۱۲۷، سطر۱، مصرعہ ثانی — بہہ چلا جو اشک سو یہاں اختر سیارہ تھا
سطر۶، مصرعہ اول و ثانی — خرمن طاقت سے یاں شعلے بھبکتے تھے پڑے
گرم جولاں کل کہاں ممنوں وہ آتش پارہ تھا

ص ۱۴۹، سطر۶ — دی شوق رخ گل نے یہ آتش کہ قفس میں
سطر۹ — ایدھر تو ادب مانع و حایل تھی ادھر شرم
سطر۱۶ — ساتھ اس کے نہ جاگے کبھی ، اک رات بھی پہنے
سطر۱۸ — لیتے ہی بس اس طفل نے جز رشتہ دامن
سطر۲۰ — سید نے کہا سن کے انصاف سے افسوس

ص ۱۵۹، سطر۹، مصرعہ ثانی — دیکھا ترے کوچہ میں یہ اے جان تماشا
سطر۱۲، مصرعہ ثانی — دیکھے ہے ہر اک سرو خیابان تماشا
زاید شعر — یاد آئیں ہیں گاہے نہ اسیران قفس بھی
دیکھو ہو جو اے مرغ گلستان تماشا

ص ۱۶۲، سطر۱۴ — ہم ہیں ایک آتش سوزندہ و پرنالۂ گرم
سطر۱۸، مصرعہ ثانی — دم ہے اب ہو ہونٹوں پہ اے ماہ یگانا اپنا

ص ۳۰۸، سطر۲۲، مصرعہ اول و ثانی — بوسہ گر مانگوں تو کہوے منہ سنبھالو خیر ہے
اس سے اور میرے لبوں سے دانت کانٹا بیر ہے

زاید اشعار — آج دل اپنی بغل میں کیوں نہ کھٹکے مثل خار
دامن اس گل کا چمن میں دست مال غیر ہے
بوسہ گر مانگوں تو کہتا ہے وہ منہ کو پھیر کر
اتنا کیوں منہ لگ چلے ہو ، میر ممنوں خیر ہے

ص ۳۱۲، سطر۲۸، مصرعۂ ثانی — یہ جان ہمراہ تیر ، قاتل دلجو نکل آئے

ص ۳۱۳، سطر۱ — عجب تھے راز باہم شمع و پروانے کو مجلس میں
سطر۲ — کرے خاک و سیہ دونوں جہاں کو میری نظروں میں
سطر۶، مصرعہ ثانی — نہو جاں بر ، حرم سے گر کوئی آہو نکل * آئے

ص ۳۱۳، سطر۷، مصرعہ ثانی — بسان دھوء عنبر ، دود میں خوشبو نکل آئے
سطر۱۱ — شگاف سینہ سے یہ دل کبھی ڈھب پا کے نکلے ہے
سطر۱۳، مصرعہ ثانی — کوئی وہ تو عجب استاد اور پرگو نکل آئے
سطر۱۶ — نہ نکلیں عہدہ احساں سے تیرے ہم کبھی ہرگز
سطر۱۸، مصرعہ ثانی — ذرا اس بزم میں کچھ ، ہ گفتگو نکل آئے
سطر۱۹، مصرعہ ثانی — کہ سو سو تیر اپنے تن پہ جانے مو نکل آئے
سطر۲۰، مصرعہ ثانی — مگر محفل سے ممنوں پڑھ کے ت جادو نکل آئے

مخمس

حوالہ	متن
ص۳۴۴، سطر۸	عجب ہی وقت ہے ہاں اے رفیق بادہ کشاد
سطر۲۷	مئے نشاط پیو ہر طرف سے یہ ہے خروش
سطر۲۸	نشاط و عیش سن ذکر ، فلک ادھر رکھ گوش
ص۳۴۸، سطر۲۲	تا کے قلق نہووے کہ طاقت ہوئی ہے طاق
سطر۲۷	اللہ رے کس قدر ہے یہ دل آرزو پرست
ص۳۴۹، سطر۱	بے سبحہ طاق و جفت میں دیکھوں کہاں سکت
سطر۱۱	تیرا دم جدائی تھا یا قہر یا ستم
سطر۱۳	ہم بے دل اور دل نہیں ہوتے کبھو بہم
سطر۱۸	انسان کا کیا جگر کہ نہوتا وہ اشکبار
سطر۲۱	یک نیم دم کی زیست سے فرصت کو ہے کمی
سطر۲۲	اور اتنی حسرتیں ہیں کہ میں جانوں یا کہ جی
سطر۲۷	ماہ و ستارہ دونوں بیکیے اس نے آہ بہ
ص۳۵۱، سطر۱۸	وحشت ایک نشہ کہ ہے زینت کا شانۂ دل
سطر۱۹	درد وہ مے ہے کہ پُر جس سے ہے پیمانہ دل
سطر۲۴	غم وہ آتش کہ ہے مارا جگر خرمن صبر
ص۳۵۲، سطر۳-۴	لالہ داغ سے رنگیں ہے گلستان جگر
	زخم ہر ایک ہے اک نو گل خندان جگر
مخمس ۱۰، ص۳۵۲، سطر۱۴	ہوئی کس سے تجکو صحبت کہ جو پی شراب مطلب
سطر۱۵	نگہیں جھکی جھکی ہیں مژہ بھی نیم باز ہے اب
سطر۲۵	تری نیم باز نرگس نظر آتی تھی گلابی
ص۳۵۳، سطر۳	مئے شعلہ رنگ کو پی ، ہوئی کس سے بادہ نوشی
سطر۵	کہ بیاں کرے ہے چتون ہوئی لب کو گو خموشی
ص۳۵۳، سطر۱۸ تا ۲۵	گا ہے اگر در انجمن او گزر کنم
	کئی قصہ زدودِ دلِ خویش سر کنم
	چون شرحِ حالِ خود من بے پاؤ سر کنم
	ترسم کز از محبتِ خویشش خبر کنم
	با خویش سرگرانی او بیشتر کنم

ہر چند یہاں ہے حسرت و خواہش بہت بھری
حالت نہ پوچھ ہر دل امید وار کی
کچھ حرفِ آرزو نہ کہوں تجھ سے میں کبھی

سطر۲۸تا۳۰ — مثل اسکے جس پہ حاکمِ کشور کا ہو عتاب
یا جسکے قتل نامہ پہ ہو مہر شیخ و شاب
یا جس پہ ظلم ہو کسی ظالم کا بے حساب

ص۳۵۴، سطر۳تا۵ — یک ذرہ مہر اسنے نہ گو کی ہے کم ہنوز
آسودہ ایک آن ہوئے پر نہ ہم ہنوز
اسنے نہیں کنارہ کیا ایک دم ہنوز

ص۳۵۴، سطر۸تا۱۰ — آوارگی سے ہیں مری آگاہ شیخ و شاب
میں کو بکو و خانہ بخانہ پھرا خراب
سب مجھ کو دیکھ کر اسے بیدرد دیں خطاب

سطر۱۴ — تاثیر جب ہر ایک کی دیکھی ہوئی بباد
سطر۲۴ — صفا و صلح ازاں جنگ جو نمی آید
سطر۲۶ — بغیر جور ازاں تند خو نمی آید

ص۳۵۵، سطر۸ — یہ کیا کہے ہے تو ممنوں کو دے ، کسی کو نہ جی

قطعات

ص۳۶۷، سطر۹ — زہے امام فلک شانِ کہ اسکے روضہ پہ
سطر۱۱، مصرعہ ثانی — امام جن و ملک اور ہے شہ مرداں
سطر۱۲ — جلالُ اسکے سے ہے خشک تا بچشمۂ مہر
سطر۱۴ — ہمیشہ رہتے ہیں انجم فلک پہ یوں تاباں
سطر۱۵، مصرعہ ثانی — لکھے تو اسکا ادا ہو نہ شمہء احساں
سطر۱۶، مصرعہ ثانی — کہ اسکے وصف و ثنا کو تو کچھ نہیں پایاں
سطر۱۷، مصرعہ اول و ثانی — ہمیشہ تا کہ ہے خوان زمیں و نطع فلک
جہاں خوان سخاوت پہ اسکے ہو مہماں

الف ممدودہ

	الفاظ	معنی
۱۔	آز	لالچ، حرص

الف مقصورہ

۲۔	ابرام	مضبوط پکڑنا، بٹنا، تنگ کرنا
۳۔	اتو	کپڑے کے نقش و نگار اور آرائش
۴۔	اثیر	بلند عالی ۔ مجازاً آسمان
۵۔	اجاغ	چولھا، آتش دان
۶۔	احصا	گننا، گنتی کرنا
۷۔	اچپل	شوخ طبع، چنچل، چالاک
۸۔	ازرق	نیلا، کرنجی آنکھ والا، زاہد، پرہیزگار
۹۔	استبرق	گاڑھا ریشمی کپڑا، بافتہ
۱۰۔	استحباب	دوست رکھنا
۱۱۔	استیلام	ہونٹوں سے پتھر چومنا (اصطلاحاً ہاتھ کے اشارے سے پتھر چومنا)
۱۲۔	اصل السوس	ملیٹھی
۱۳۔	اطناب	خیمہ کی ڈوریاں (طنب)
۱۴۔	اعتصام	گناہ سے بچانا، مضبوط پکڑنا
۱۵۔	اعمیٰ	اندھا، نابینا
۱۶۔	اغبر	خاکی، گرد آلود
۱۷۔	افراشتہ	بلند کیا ہوا
۱۸۔	افشردہ	نچڑا، نچوڑا ہوا، چھبویا ہوا
۱۹۔	اکلیل	تاج، مرصع عصابہ
۲۰۔	اکنوں	اب بھی

۲۱-	التہاب	آگ کا بھڑکانا ، شعلہ مارنا
۲۲-	التذاذ	لذت حاصل کرنا ، مزہ پانا
۲۳-	الیف	مانوس ، پالتو ۔ سدھایا ہوا
۲۴-	امارت	امیر ہونا ، حکومت ، سرکاری
۲۵-	امل	آرزو ، امید
۲۶-	انامل	انگلیوں کے سرے
۲۷-	اندک	ذرا کم
۲۸-	انگبیں	شہد

ب

۲۹-	باج خواہ	محصول لینے والا
۳۰-	بجزوس افرق	مثل مرغہ
۳۱-	بدرام	سرکش گھوڑا ، ہمیشہ خوش و خرم ، بہتر
۳۲-	بُدُو	ابتدا ، ظاہر ہونا ۔ جنگل
۳۳-	ربدو	سخت گھوڑا
۳۴-	بذل	بخشش ، ہبت ، سخا ، عطا
۳۵-	براں	کاٹنے والا
۳۶-	برجیس	ستارہ مشتری ، زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی
۳۷-	برگستواں	ایک لباس جنگ ، پاکھر
۳۸-	برکہ	حوض
۳۹-	برہ	خوبی ، آراستگی
۴۰-	بریدہ	کاٹا ہوا ، فج ، متروک
۴۱-	بزغالہ	بکری کا بچہ
۴۲-	بق	کھٹمل ، مچھر
۴۳-	بنت عنب	انگوری شراب
۴۴-	بوتہ	کٹھالی
۴۵-	بوم	بنجر زمیں ، سرشت ، الو ، طینت
۴۶-	بہق	چہرے پر پڑے ہوئے داغ ۔ جسم کے داغ

۴۷- بیختہ چھانا ہوا
۴۸- بیدق شطرنج کا پیادہ
۴۹- بیرق نقارہ
۵۰- بیرق جھنڈا، علم، چھوٹا بھالا
۵۱- بیغل اصلی، بے ملاوٹ، بے شک

پ

۵۲- پرتوزا روشن کرنے والا

ت

۵۳- تتق بڑی چادر، سرا پردہ، جہاز کا عرصہ
۵۴- تحلیف قسم دینا، حلف اٹھوانا
۵۵- ترسا آتش پرست۔ نصرانی، ڈرنے والا
۵۶- تسطیر سطر کھینچنا، لکھنا
۵۷- تعبیہ آراستہ کرنا، چھپانا
۵۸- تفقدی ڈھونڈنا، پوچھنا، غمخواری کرنا
۵۹- توتیا سرمہ

ٹ

۶۰- ٹھور منقار، چونچ

ث

۶۱- ثعبان اژدہا، دیومار
۶۲- ثمین قیمتی

ج

۶۳- جاموس بھینسا، گاؤمیش نر

۶۴۔	جرزہ	دوغلا
۶۵۔	جکاک	تراشنے والا
۶۶۔	جمدھر	ایک پرانا ہتھیار
۶۷۔	جنگاہ	میدان جنگ ، مقام جنگ
۶۸۔	جوال	لادنے کی گون ، گھٹیا

چ

۶۹۔	چامہ	شعر ، نظم ، غزل
۷۰۔	چغانہ	ایک ساز کا نام
۷۱۔	چکاں	ٹپکا ہوا
۷۲۔	چکش	ہتھوڑا
۷۳۔	چلیپائی	صلیبی
۷۴۔	چنبری	دائرے میں ، حلقہ والا
۷۵۔	چنگال	پنجہ
۷۶۔	چہ	کیا ، کیونکہ

ح

۷۷۔	حجاب	دربان ، نگہبان
۷۸۔	حجج	حجت کی جمع
۷۹۔	حداد	تلواریں ، چھریاں
۸۰۔	حزم	کام میں ہوشیار ہونا
۸۱۔	حسام	تلوار ، تلوار کی دھار
۸۲۔	حصن	قلعہ ، معلق آسمان
۸۳۔	"	عورت کی عفت
۸۴۔	حصیر	چٹائی ، بوریا
۸۵۔	حصین	استوار ، محکم
۸۶۔	حضیض	پستی ، نشیب

۸۷- حک گو ، چھیل جانا ، کھرچ جانا

۸۸- حکاک تراشنے والا ، حرف کھودنے والا

۸۹- حلل لباس

۹۰- حلہ سازیاں زیور بنانا ، سجانا

۹۱- حلہ پردازیاں سنگھار کرنا ، زیور سے سجنا

۹۲- حنش سانپ ، مار

خ

۹۳- ختامہ چپڑا ، یا کوئی چیز جس پر مہر لگائیں

۹۴- خرگاہ بہت بڑا خیمہ

۹۵- خرگاہ خوشی کی جگہ

۹۶- خردل رائی

۹۷- خسک کسم کا پھول

۹۸- خطور کلبلانا ، جی میں آنا

۹۹- خلخال پازیب ، گوجری

۱۰۰- خویشاند عزیز ، رشتہ دار

۱۰۱- خیزران بید

د

۱۰۲- دبور پیٹھ پھیرنا ، لیجانا ، بوڑھا ہونا

۱۰۳- درجک ڈبیا ، صندوقچی

۱۰۴- دردا ہائے افسوس ، دریغاہ

۱۰۵- دری فارسی زبان کی ایک قسم ، جاننا

۱۰۶- دسار لوہے کی کیل ، میخ

۱۰۷- دستال رومال ، بدحال ، قیدی

۱۰۸- دق بھیک مانگنا (دک کا معرب)

دلق تیز زبان ، گدڑی ، میان سے تلوار نکالنا

۱۰۹۔	دل و سبو	ڈول ، مٹکا
۱۱۰۔	دمیدہ	اگا ہوا ، پھنکا ہوا ، حملہ کیا ہوا
۱۱۱۔	دودہ	چراغ کا کاجل ، خاندان ، کنبہ
۱۱۲۔	دوسر	قوی ہیکل ، مضبوط
۱۱۳۔	دوشینہ	گزشتہ رات والا ، کندھے کا بوجھ
۱۱۴۔	دولاب	ہٹ ، شراب یا پانی کا گھڑا

ذ

۱۱۵۔	ذق	چکھ ، ذوق مصدر
۱۱۶۔	ذنب اسفار	روشنی کا دنبالہ (لکیر)
۱۱۷۔	ذنب	گناہ

ر

۱۱۸۔	راوق	شراب
۱۱۹۔	رایت	نیزہ ، جھنڈا ، علم
۱۲۰۔	رحیق	خالص اور صاف شراب
۱۲۱۔	رستاخیز	قیامت
۱۲۲۔	رشحہ ریز	قطرے ٹپکنا
۱۲۳۔	رمد	آنکھ دکھنا ، آنکھ آنا
۱۲۴۔	رمح	برچھا
۱۲۵۔	رمیدہ وضع	بھاگا ہوا
۱۲۶۔	رمیم بسونڈی	گلی ہوئی ، بوسیدہ ہڈی
۱۲۷۔	رہ گرا	مسافر

ز

۱۲۸۔	زاغ	کوا
۱۲۹۔	زال	بڑھیا ۔ بوڑھا

۱۳۰-	زبانہ	شعلہ ، لپٹ ، لپک
۱۳۱-	زخمہ	مضراب
۱۳۲-	زشت سیمائی	بدصورت پیشانی
۱۳۳-	زنگولہ	گھنٹا ، جرس
۱۳۴-	زہ	بچہ ، فرزند ، نطفہ
۱۳۵-	زہ	کنارہ ، کمان کا چلہ
۱۳۶-	زوار	مصلح چیز
۱۳۷-	زوار	بہت زیارت کرنے والا
۱۳۸-	زورق	چھوٹی کشتی

س

۱۳۹-	ساحت	میدان ، آنگن
۱۴۰-	سباع	سالن جس سے روٹی کھائیں
۱۴۱-	سُباع	سات
۱۴۲-	سبل	سبیل کی جمع
۱۴۳-	سبوس	بھوسی چوکر
۱۴۴-	ستودہ	تعریف کیا گیا
۱۴۵-	ستیزہ فن	لڑائی میں ماہر
۱۴۶-	سجع	موزوں کلام ، قمری کی آواز
۱۴۷-	سحب	گھسیٹنا ، پھیلانا
۱۴۸-	سحبان	عرب کا فصیح و بلیغ شخص کا بیٹا
۱۴۹-	سربال	قمیص ، کرتا (سروال)
۱۵۰-	سقنقور	ماہی ریت - ریت کی مچھلی
۱۵۱-	سگال	فکر ، اندیشہ ، دشمنی
۱۵۲-	سکر	مستی ، بیہوشی ، اصل ، دیمک
۱۵۳-	سمک	مچھلی ، ماہی
۱۵۴-	سمندر	آگ کا کیڑا جو آتش کدے میں پیدا ہوتا ہے
۱۵۵-	سندس	ایک قسم کا باریک دیبا

۱۵۶-	سنون	منجن
۱۵۷-	سودن	گھسنا ، ملنا ، رگڑنا
۱۵۸-	سوس	ملیٹی کا درخت
۱۵۹-	سہا	ایک ننھا تارہ
۱۶۰-	سیما	علامت ، نشان ، پیشانی

ش

۱۶۱-	شاب	جوان
۱۶۲-	شاغل	مشغول ، کام رکھنے والا
۱۶۳-	شباک	جال (وشبکہ)
۱۶۴-	شپرک	چمگاڈر
۱۶۵-	شبک	جال ، جالی
۱۶۶-	شحنہ	کوتوال
۱۶۷-	شرزہ	غصہ میں بھرا ہوا ، پھرا ہوا
۱۶۸-	شگرف	عجب ، نادر ، مضبوط
۱۶۹-	شمال	بایاں ہاتھ ، اثر ، عادت ، خصلت ، شمالی ہوا
۱۷۰-	شنا	تیرنا ، تیراک ، ڈنڈ کی ورزش
۱۷۱-	شجرف	سرخ معدنی چیز ، سرخ روشنائی
۱۷۲-	شہود	گواہ ، شاہد
۱۷۳-	شہوق	بلند اور اونچا

ص

۱۷۴-	صداع	سر کا درد
۱۷۵-	صعوہ	مولا ، جو ایک دم ہلانے والا ابلق موسی پرندہ ہے
۱۷۶-	صومعہ	گرجا
۱۷۷-	صیت	شہرت ، آوازہ ، ہتھوڑا
۱۷۸-	صیرفی	صراف ، حیلہ گر

۱۷۹- صیقلی — صاف کرنے والا، سان

ض

۱۸۰- ضمان — ذمہ داری، بیمہ، ضامن

۱۸۱- ضیمران — نازبو، ریحان

ط

۱۸۲- طباشیر — بنسلوچن، کھریا

۱۸۳- طرقو — ہٹ جاؤ، چوبدار کی آواز

۱۸۴- طعمہ — روزی، خوراک

۱۸۵- طلل — جسم، بدن

۱۸۶- طوسی — بینگنی رنگ، طوس کا باشندہ

ع

۱۸۷- عارَض — گال، رخسار

۱۸۸- عارِض — لاحق ہونے والا

۱۸۹- عبوس — ترش روئی

۱۹۰- عبیر — زعفران، ایک مرکب خوشبو

۱۹۱- عربدہ — بدخوئی، لڑائی

۱۹۲- عرصہ — میدان، صحن، فاصلہ

۱۹۳- عسس — کوتوال، شہر کا محافظ

۱۹۴- عسیر — مشکل، دشوار

۱۹۵- عرعر — چیڑ کا درخت

۱۹۶- عقرب — بچھو

۱۹۷- عقیم — بے اولاد، بانجھ عورت

۱۹۸- علق — جما ہوا خون

۱۹۹- عنود — گمراہ، جھگڑے باز

۲۰۰۔	عین	آنکھ ، شعاع ، طلا
۲۰۱۔	عیوق	ایک روشن تارا

غ

۲۰۲۔	غالیہ	ایک مرکب خوشبو
۲۰۳۔	غالیہ مو	خوشبو دار بالوں والا
۲۰۴۔	غچک	سارنگی
۲۰۵۔	غربال	چھلنی ، ترا آدمی ، دف
۲۰۶۔	غرہ	فریفتگی ، ناتجربہ کاری
۲۰۷۔	غرہ	غرور ، مغرور
۲۰۸۔	غرہ	چاند کی پہلی تاریخ
۲۰۹۔	غفراں پناہ	بخشش ، معافی دینے والا

ف

۲۱۰۔	فرخاری	ترکستان کا ایک شہر جو خوبصورتی میں مشہور ہے
۲۱۱۔	فرخاری	خوبصورت
۲۱۲۔	فرس	اسپ
۲۱۳۔	فرد	کم ، نیچے
۲۱۴۔	فستق	پستہ
۲۱۵۔	فلوس	پیسہ ، دولت

ق

۲۱۶۔	قبوس	رسیدیں (عربی)
۲۱۷۔	قراں	میل ، نزدیکی
۲۱۸۔	قربوس	چنائے زین ، زین کے آگے اور پیچھے اٹھے ہوئے کنارے
۲۱۹۔	قزل	سرخ ، لال
۲۲۰۔	قسطاس	بڑی ترازو

۲۲۱۔	قفا	گدی ، گردن کا پچھلا حصہ
۲۲۲۔	قلاب	ٹھگ ، دغا باز
۲۲۳۔	قلاب	آنکڑا مچھلی پکڑنے کا
۲۲۴۔	قیرگوں	کالا ، تارکول کے رنگ کا
۲۲۵۔	قیفال	ہاتھ کی ایک رگ

ک

۲۲۶۔	کاز	مٹی کا تیل
۲۲۷۔	کاستہ	گھٹایا ہوا
۲۲۸۔	کاف	بچانے والا ، باز رکھنے والا
۲۲۹۔	کبود	نیلگوں
۲۳۰۔	کبوس	زین پوش
۲۳۱۔	کبوس	ٹیڑھی میڑھی لکیر
۲۳۲۔	کدُر	تیرہ ، گدلا ، مکدر
۲۳۳۔	کدر	گدلا پن ، کیوڑے کا پیڑ
۲۳۴۔	کنز	زخیرہ جمع کرنا
۲۳۵۔	کنز	خزانہ ، سونا چاندی
۲۳۶۔	کوکنار	پوست کا ڈوڈا

گ

۲۳۷-	گزاف	بیہودہ ، بکی ، یاوہ ، بھد
۲۳۸-	گسستہ	توڑا ہوا ، ٹوٹا ہوا
۲۳۹-	گلخن	انگیٹھی ، بھاڑ ، بھٹی

ل

۲۴۰-	لامع	روشن ، چمکیلا
۲۴۱-	لب گزاں	ہونٹ کاٹتا ہوا ، ہونٹ کاٹنے والا
۲۴۲-	لجہ	تھاہ ، بھنور ، گرداب ، ورطہ ، جار موجہ
۲۴۳-	لحیہ کیش	داڑھی والا
۲۴۴-	لعب	کھیل ، بازی
۲۴۵-	لعبت	گڑیا
۲۴۶-	لعلی	نقاشی کا ایک رنگ
۲۴۷-	لق لق	بے بالوں کا
۲۴۸-	لمعات	روشنی (جمع) چمک
۲۴۹-	لوحش اللہ	اللہ اس کو وحشت نہ دے (کلمہ . تعجب و تعظیم)
۲۵۰-	لوزینہ	بادام پستہ اور گری کا حلوہ

م

۲۵۱-	مائدہ	کھانے سے بھرا ہوا دستر خوان
۲۵۲-	متعال	بزرگ ، بلند ہونے والا
۲۵۳-	مجدر	چیچک زدہ
۲۵۴-	مجہلہ	جہالت پر آمادہ کرنے والی چیز
۲۵۵-	محاق	چاند کا گھٹاؤ ، چاند کے مہینے کی آخری تاریخیں
۲۵۶-	محبرہ	دوات ، آمہ
۲۵۷-	محرف	بات ، مطلب سے پھرنے والا
۲۵۸-	محرف	آڑا ، مطلب سے پھرا ہوا

۲۵۹۔ محرق — جلانے والا

۲۶۰۔ محک — کسوٹی

۲۶۱۔ مخجج — جلتا ہوا، اچھلتا ہوا

۲۶۲۔ مخلد — ہمیشہ، دائمی

۲۶۳۔ مخلب — کتیا، شکاری پرند کا پنجہ، شیر وغیرہ کا پنجہ

۲۶۴۔ مدبری — پیٹھ دکھانا

۔ مدرک — سمجھا ہوا، دریافت کیا ہوا

۲۶۵۔ مدیر — گھمانے والا، ایڈیٹر

۲۶۶۔ مذاب — پگھلا ہوا، گداختہ، شراب

۲۶۷۔ مرفق — وہ کام جس سے فائدہ ہو

۲۶۸۔ مروحہ — پنکھا

۲۶۹۔ مستاصل — جڑ سے اکھاڑنا

۲۷۰۔ مستہلک — نیست کیا ہوا

۲۷۱۔ مستمند — حاجت، رنجیدہ، غمگین

۲۷۲۔ مسعب — درست، جائز

۲۷۳۔ مس طینتاں — تانبہ کی سی خصلت، سرشت رکھنے والا

۲۷۴۔ مسیر — سیر کی جگہ، سیر کرنا، دورہ، حلقہ

۲۷۵۔ مشحون — بھرا ہوا، پرُیدہ، پر

۲۷۶۔ مشعبد — بازیگر، شعبدہ باز

۲۷۷۔ مشوش — منہ صاف کرنے کا رومال

۲۷۸۔ مشوش — پریشان کرنے والا

۲۷۹۔ مصاف — صف باندھنا

۲۸۰۔ مصیقلہ — صیقل کرے، چمکانے کا آلہ

۲۸۱۔ مصقل — چمکانے کا آلہ

۲۸۲۔ مصئون — محفوظ

۲۸۳۔ مطبوع — پسند، چھاپی ہوئی چیز

۲۸۴۔ مطموس — ناپید، غائب

۲۸۵۔ معجر — اوڑھنی، دوپٹہ

۲۸۶۔	معقد	گرہ لگانے کی جگہ
۲۸۷۔	معقر	دقیق اور مشکل بات
۲۸۸۔	مغفر	خود کے نیچے زرہ، زرہ کا ٹکڑا
۲۸۹۔	مفرش	فرش بچھانے والا
۲۹۰۔	مفروش	بچھونا، بچھایا ہوا
۲۹۱۔	مقرون	نزدیک کیا ہوا، ملایا ہوا
۲۹۲۔	مقر	اقرار کرنے والا
۲۹۳۔	مقنع	باریک چادر
۲۹۴۔	ملصق	چپکا ہوا
۲۹۵۔	ملمس	چھونے کی چیز، جسم اور کھال
۲۹۶۔	ملون	رنگ برنگ کیا ہوا
۲۹۷۔	مماس	گھسنے والا، گھسنے کی جگہ
۲۹۸۔	منعقد	بندھنے والا
۲۹۹۔	منقب	سوراخ کرنے کا آلہ، پہاڑی راستہ
۳۰۰۔	منقل	منزل، انگیٹھی، آتش دان
۳۰۱۔	منوال	دستور، طریقہ، جولاہے کی تر
۳۰۲۔	مواکب	لشکر، سپاہ
۳۰۳۔	موصل	وصل کیا ہوا، پیوند کیا ہوا
۳۰۴۔	موصل	ملنے کی جگہ
۳۰۵۔	میل	سلائی، فرسنگ کا نشان
۳۰۶۔	میل	توجہ، خواہش
۳۰۷۔	مینو	بہشت، زمرد، زبرجد

ن

۳۰۸۔	نارون	گلنار، نام پھلواری
۳۰۹۔	نائرہ	آگ، شعلہ، دشمنی، کترانے والا
۳۱۰۔	نخلہ، ایمن	مبارک پیڑ
۳۱۱۔	نداف	دھنسا

۳۱۲-	نراد	چوسر کھیلنے والا
۳۱۳-	نسر	گدھ ، کرگس ، نام بت کا
۳۱۴-	نطاق	پیٹی ، کمربند ، پٹکا
۳۱۵-	نطع	بساط ، چمڑے کا بچھونا
۳۱۶-	نغز ترک	انوکھا ، نادر ، رخنہ ، شگاف
۳۱۷-	نغزک	اچھی چیز ، اچھا معمولی کام
۳۱۸-	نفت	مٹی کا تیل ، بارود
۳۱۹-	نفحہ	خوشبو
۳۲۰-	نقرہ	پگھلی ہوئی چاندی ، گڑھا ، سفید گھوڑا
۳۲۱-	نکو محضر	نیک خصلت ، اچھی عادت
۳۲۲-	نکو فر	اچھی شان و شوکت
۳۲۳-	نواصب	خارجی (مسلمانوں کا وہ گروہ جو حضرت علیؓ کے خلاف تھا)
۳۲۴-	نواصی	پیشانیاں
۳۲۵-	نوال	بخشش ، عطا
۳۲۶-	نوشین	میٹھا ، شیریں
۳۲۷-	نیرو	زور ، طاقت ، قوت
۳۲۸-	نیمہ	آدھا ، نصف ، طرف

و

۳۲۹-	ورع	پرہیز گاری
۳۳۰-	وسمہ	نیل کی پتی
۳۳۱-	وہاج	روشن ، چمکیلا ، بھڑکیلا

ہ

۳۳۲-	ہبا	غبارہ ، ذرہ
۳۳۳-	ہدر	کسی کا خون بہانا جائز ہونا

ے

۳۳۴۔ یغمائی — لوٹا ہوا شہر یغما کا باشندہ

۳۳۵۔ یاوہ گو — بیہودہ گو، بکواسی

کل ضخامت = [illegible]

ہماری اہم مطبوعات

1۔	نقدِ غالب	مرتبہ: پروفیسر مختار الدین احمد	250/-
2۔	غزل، غالب اور حسرت	از: پروفیسر رشید احمد صدّیقی	120/-
3۔	فورٹ ولیم کالج	از: پروفیسر سید وقار عظیم	180/-
4۔	لطائفِ غیبی از: غالب	مرتبہ: ڈاکٹر سید معین الرحمٰن	90/-
5۔	نقدِ عبدالحق	مرتبہ: ڈاکٹر سید معین الرحمٰن	290/-
6۔	اُردو میں نظمِ معرّا اور آزاد نظم	از: ڈاکٹر حنیف کیفی	430/-
7۔	نقوشِ غالب	مرتبہ: ڈاکٹر سید معین الرحمٰن	280/-
8۔	انجمن پنجاب کے مشاعرے	از: عارف ثاقب	290/-
9۔	کلیاتِ ولی	مرتبہ: پروفیسر نورالحسن ہاشمی	325/-
10۔	کلّیاتِ ممنون	مرتبہ: ڈاکٹر صدّیقہ ارمان	430/-
11۔	مجموعۂ تنقیدات	از: پروفیسر آلِ احمد سرور	650/-
12۔	بیسویں صدی کے منتخب افسانے	مرتبہ: ڈاکٹر معراج نیر	280/-
13۔	غالب کا علمی سرمایہ	از: ڈاکٹر سید معین الرحمٰن	زیرِ طبع
14۔	اُردو ڈرامہ فن اور منزلیں	از: پروفیسر سید وقار عظیم	زیرِ طبع
15۔	غالب نامہ: تجزیاتی مطالعہ	از: عاصمہ وقار	زیرِ طبع
16۔	فرحت اللہ بیگ کے مضامین (انتخاب)	مرتبہ: ڈاکٹر اسلم پرویز	زیرِ طبع

الوقار پبلی کیشنز
۵۰- لوئر مال لاہور

میر نظام الدین ممنون (وفات ۱۲۶۰ھ) اپنے دور کے پرگو، مشتاق و قادر الکلام شاعر تھے اور اردو شاعری کی اس بڑی روایت کے علمبردار تھے جو "ولی دکنی" سے شروع ہو کر "حاتم" سے ہوتی ہوئی "ابراہیم ذوق" تک پہنچتی ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ اپنے دور کے اتنے اہم و معتبر شاعر کا کلیات اب تک شائع نہیں ہوا۔ خوشی کی بات ہے کہ اب یہ کام "ڈاکٹر صدیقہ ارمان" کے ہاتھوں تکمیل کو پہنچا ہے۔ "کلیات ممنون" مرتب کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ متن کی صحت کے ساتھ تیاری جان جوکھوں کا کام ہے۔ "ڈاکٹر صدیقہ ارمان" نے پتا مار کر اس کام کو بڑی جاں کاہی سے کیا ہے۔

-------- ڈاکٹر جمیل جالبی

ممنون اردو ادب کے دور قدیم کے اہم شعراء میں شامل ہیں وہ اپنے مزاج کے اعتبار سے شعرگوئی میں بلند مقام کے حامل تھے تو دوسری طرف انہوں نے آنے والی نسلوں کو بھی متاثر کیا ہے۔ انہوں نے ہر قابل ذکر صنف میں طبع آزمائی کی ہے اور اصناف کے معیار متعین کرنے والوں میں ان کا نام شامل ہے۔

ایک ایسے بڑے اور اچھے شاعر کے کلیات کا شائع نہ ہونا ایک بڑی کمی تھی۔ "ڈاکٹر صدیقہ ارمان" نے بہت محنت اور لگن سے کام کر کے ایک اہم تحقیقی ضرورت کو پورا کیا ہے۔

-------- پروفیسر یونس حسنی

الوقار پبلی کیشنز
۵۰- لوئر مال لاہور